عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

فتاویٰ محمودیہ

جلد ۳۰

از

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ

مفتی اعظم ہند دار العلوم دیوبند

ترتیب جدید

محمد فاروق غفرلہٗ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ الہند

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) الہند 245206

F.M.Fainal\Jild-1\S.R.Waraq

۳۰

مقدمہ فتاوی محمودیہ

از

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ

مفتی اعظم ہند و دار العلوم دیوبند

ترتیب جدید

محمد فاروق غفرلہٗ

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ، یوپی ۲۴۵۲۰۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتباہ

کوئی صاحب فتاویٰ محمودیہ کوکلاً یا جزاً بلا اجازتِ مرتب شائع نہ فرمائیں۔

تفصیلات

نام کتاب	:	**فتاویٰ محمودیہ......۳۰**
صاحب فتاویٰ	:	فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ (مفتی اعظم ہند و دار العلوم دیوبند)
مرتب	:	محمد فاروق غفرلہٗ
کمپوزنگ	:	مجیب الرحمٰن قاسمی جامعہ محمودیہ علی پور 7895786325
سن اشاعت	:	۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹ء
صفحات	:	۴۸۷
قیمت	:	

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) پن کوڈ: ۲۴۵۲۰۶

اجمالی فہرست

E:\f.m.Final \ Jild-30\ Fahrist 01

☆......☆......☆......☆......☆

E:\f.m.Final \ Jild-30\ Fahrist 02

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد ۳۰

E:\f.m.Final \ Jild-30\ Fahrist 02

فصل سوم :- ترکہ میں تصرف

فصل چھارم :- حرام مال میں وراثت

E:\f.m.Final \ Jild-30\ Fahrist 02

☆......☆......☆......☆......☆

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر

ضمیمہ فتاویٰ محمودیہ

من ملفوظات فقیہ الامتؒ

☆...... کتاب العقائد ......☆

عقائد کا بیان

☆...... کتاب التاریخ والسیر ......☆

تاریخ وسیرت

E:\f.m.Final \ Jild-30\ Fahrist 02

E:\f.m.Final \ Jild-30\ Fahrist 02

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	☆...... کتاب الصلوۃ ......☆	
	باب اول: مسائل اذان	
۲۷۱	داڑھی منڈانے یا کتروانے والے کی اذان	۴۱۶
۲۷۲	اعادۂ اذان فاسق پر اشکال	۴۱۷
۲۷۳	اذان کا جواب	۴۱۷
۲۷۴	بیک وقت متعدد مساجد میں اذان کا جواب	۴۱۸
۲۷۵	کھانے کے درمیان اذان کا جواب	۴۱۸
۲۷۶	اذان کا جواب ابتداء سے نہ دے سکا	۴۱۹
۲۷۷	دعاء وسیلہ سے پہلے درود شریف	۴۱۹
	باب دوم: مسائل نماز	
۲۷۸	زبان سے نیت	۴۲۱
۲۷۹	رفع یدین میں کانوں کی لو چھونا	۴۲۲
۲۸۰	رکوع میں سبحان ربی العظیم	۴۲۲
۲۸۱	نماز میں دو سجدوں کا ثبوت	۴۲۳
۲۸۲	نماز میں ٹوپی سر سے گر جائے تو کیا کرے	۴۲۴
۲۸۳	خانقاہ اور مسجد کے حکم میں فرق	۴۲۴
۲۸۴	مسجد نزدیک ہونے کی باوجود خانقاہ میں نماز پڑھنا	۴۲۵

E:\f.m.Final \ Jild-30\ Fahrist 02

☆...... کتاب الجنائز ......☆

جنازہ کے مسائل

☆...... باب الاعتکاف ......☆

اعتکاف کے مسائل

☆...... کتاب الحج ......☆

حج کے مسائل

☆...... کتاب النکاح والطلاق ......☆

مسائل نکاح وطلاق

☆...... كتاب الحظر والاباحة ......☆

باب اول: جنات، تعویذات اور عملیات

باب دوم: کھانے، پینے کے مسائل

باب سوم: سلام ومصافحہ

باب چہارم: مسائل شتّٰی

تمت وبالفضل عمت

☆ ...... ☆ ...... ☆ ...... ☆ ...... ☆

not found.

رسالہ آسان فرائض

تمہید

حضرت اقدس قدس سرہٗ نے علم فرائض میں ایک رسالہ بنام ''آسان فرائض'' اردو داں حضرات کے لئے آسان، سہل اور عام فہم زبان میں تصنیف فرمایا تھا تاکہ اس کے ذریعہ اردو داں طبقہ مستفید ہوسکے اور وراثت سے متعلق پیش آنے والے مسائل خود حل کرسکیں۔

مقدمہ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں علم فرائض کے کثیر الوقوع مسائل وقواعد کو آسان اور عام فہم طرز سے بیان کیا گیا ہے اور تحقیقات، دلائل نوادر کا ذکر نہیں کیا کہ وہ ذی استعداد طلبہ اور اہل علم کا حصہ ہے اور اس رسالہ سے مقصود یہ ہے کہ اردو داں حضرات بھی معمولی طریقہ پر روزمرہ کی ضروریات کو حل کرسکیں اور بوقت حاجت جہاں اشکال ہو اس کو علماء سے رجوع کریں۔ وماتوفیقی الا باللّٰہ۔

علم فرائض

کی حدیث میں فضیلت اور اس کے سیکھنے کر ترغیب وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

تعلموا الفرائض وعلموها الناس فانها نصف العلم[1] یعنی علم فرائض کو خود سیکھو اور دوسرے

---

[1] عن ابی هريرة ان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال تعلموا الفرائض وعلموه الناس فانه نصف العلم، سنن بيهقی ص ۲۰۹/ ج۶/ كتاب الفرائض، دار المعرفة، سنن دارقطنی ص ۳۳/ ج۲/ كتاب الفرائض، دار الفكر بيروت، وراجع المستدرك للحاكم ص ۳۶۹/ج۴/ كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت، سنن ابن ماجة ص ۱۹۹/ كتب خانه رشيديه دهلی.

لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ نصف العلم ہے اس حدیث شریف میں تنہا علم فرائض کو نصف العلم فرمایا گیا ہے۔

فائدہ

جس کا انتقال ہوا اس کو میت کہتے ہیں۔ اور جو مال وہ چھوڑے اس کو ترکہ اور اس[1] مال کے بروئے وراثت مستحقین کو ورثا اور ان کے بروئے حساب حصص شرعیہ کو سہام کہتے ہیں۔

مسئلہ:- ترکۂ میت میں چار قسم کے حق ہیں[2]۔

اول خود میت کا حق ہے وہ یہ کہ اس کی تجہیز و تکفین متوسط طریقہ پر کی جائے۔ یعنی کفن نہ بہت اعلیٰ قسم کا دیا جائے نہ بہت ادنیٰ قسم کا بلکہ درمیانی درجہ کا دیا جائے۔

دوسرا حق قرض خواہوں کا ہے یعنی اگر میت کے ذمہ کوئی دین مہر وغیرہ ہو تو بعد تجہیز و تکفین وہ ادا کیا جائے اگر کچھ مال بچے۔

تیسرا حق موصیٰ لہ کا ہے یعنی اگر میت نے انتقال سے پہلے کوئی وصیت کی ہو مثلاً یہ کہ میرے ذمہ اتنی نمازیں، اتنے روزے باقی ہیں یا میرے ذمہ حج فرض تھا وہ ادا نہیں کیا یا میرے ثواب کے لئے اتنا روپیہ غرباء و مساکین کو دیا جائے تو ورثہ کے ذمہ ایک تہائی ترکہ باقیہ سے اس وصیت کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے۔ اگر تہائی ترکہ باقیہ سے یہ وصیت پوری ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ اس سے زائد میں پورا کرنا لازم نہیں بلکہ ورثاء کی رضاء و اجازت پر موقوف ہے

---

[1] الترکة فی الاصطلاح ماترکه المیت من الاموال صافیاً عن تعلق حق الغیر الخ شامی کراچی ص ۷۵۹/ ج۶/ کتاب الفرائض، تبیین الحقائق ص ۳۲۹/ ج۶/ کتاب الفرائض، مکتبہ امدادیہ ملتان.

[2] تتعلق بترکة المیت حقوق اربعة مرتبة الاول یبدأ بتکفینه وتجهیزه من غیر تبذیرولا تقتیرثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله ثم تنفذ وصایاه من تلک ما بقی بعدالدین ثم یقسم الباقی بین ورثته بالکتاب والسنة واجماع الامة، سراجی ص۵، عالمگیری ص۴۴۷/ج۶/کتاب الفرائض، مطبوعه کوئٹه،شامی کراچی ص ۷۵۹/ج۶/کتاب الفرائض،

دل چاہے تو اس کی وصیت کو پورا کریں ورنہ نہیں۔ چوتھا حق ورثہ کا ہے یعنی قرآن کریم حدیث شریف، اجماع سے جن ورثہ کا جتنا حصہ ثابت ہے وہ ان کو دیا جائے۔

تنبیہ

نابالغ وارث کی رضا واجازت کا شرعاً اعتبار نہیں لہٰذا اس کا حصہ ہرگز نہ خرچ کیا جائے[1]۔

تقسیم ورثہ

ورثہ کی تین قسمیں ہیں[2]۔ (۱) ذوی الفروض، (۲) عصبات، (۳) ذوی الارحام، ذوی الفروض جس کا حصہ معین ہے[3]۔

عصبات جن کا حصہ معین نہیں بلکہ ذوی الفروض کے حصص دینے کے بعد جو بچے وہ سب عصبات کو مل جاتا ہے اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو کل عصبات کو مل جاتا ہے[4]۔

ذوی الارحام وہ ہیں جو اوّل دونوں قسموں کے نہ ہونے کی صورت میں وارث ہوتے ہیں اور ان کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتے[5]۔

---

[1] لم تجز اجازة صغير (الدرالمختار مع الشامی کراچی کتاب الوصایا ص۶۵۲/ ج۶، عالمگیری کوئٹه ص۹۰/ ج۶/ کتاب الوصایا،

[2] الوارثون اصناف ثلاثة اصحاب الفرائض والعصبات و ذوالارحام كذافي المبسوط (عالمگیری ص۴۴۷/ ج۶/ کتاب الفرائض،

[3] ذو الفروض وهم كل من كان له سهم مقدر فی كتاب الله تعالیٰ اوفی سنة رسوله ﷺ اوبالا جماع، عالمگیری ص۴۴۷/ ج۶،

[4] العصبات وهم كل من ليس له سهم مقدر وياخذ مابقی من سهام ذوی الفروض واذا انفرد اخذ جميع المال، عالمگیری ص۴۵۱/ ج۶،

[5] ذوی الارحام كل قريب ليس بذی سهم ولاعصبة وهم كالعصبات من انفرد منهم اخذ جميع المال، عالمگیری ص۶/۴۵۸، الباب العاشر فی ذوی الارحام، مطبوعه کوئٹه، سراجی ص۵،۶/ یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند، المحیط البرهانی ص۲۳/۲۸۶، الفصل الثامن فی بیان ترتیب الورثة،

تقسیم فروض

کل فروض (حصص معیّنہ) چھ ہیں (۱) نصف، (۲) ربع، (۳) ثمن ان تینوں کوفروض کی نوع اوّل کہتے ہیں۔ (۴) ثلثان، (۵) ثلث، (۶) سدس۔ ان تینوں کوفروض کی نوع ثانی کہتے ہیں[۱]۔

ذوی الفروض کا بیان

ان فروض (حصص معینہ) کے مستحقین کو ذوی الفروض کہتے ہیں اور وہ کل بارہ[۱۲] نفر ہیں۔ چار[۴] ذکور (مرد) ہیں۔ آٹھ[۸] اناث (عورتیں) ہیں۔

تفصیل مذکور! (۱) اب (۲) جد (۳) اخیافی بھائی (۳) زوج[۲] پہلے ان کے حالات معلوم ہوجائیں تو پھر اناث اوران کے حالات بیان کئے جائیں گے۔

ذکور کے حالات

اب:- میت کے ورثہ میں اگر باپ موجود ہوتو اس کی تین صورتیں ہیں:

اول:- فرض مطلق (سدس) کا مستحق ہوگا یعنی باپ کو چھٹا حصہ ملے گا اور یہ اس وقت ہے کہ میت کے بیٹا یا پوتا بھی موجود ہو۔

---

[۱] الفروض المقدرة فی کتاب اللّٰہ تعالیٰ ستة،النصف والربع والثمن والثلثان والثلث والسدس، عالمگیری ص ۴۵۹/ج۶، کتاب الفرائض، مطبوعہ کوئٹہ، سراجی ص ۸/ باب معرفة الفروض، یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

[۲] واصحاب ھذہ السھام اثنا عشر نفراربعة من الرجال وھم الاب والجدالصحیح وھواب الاب وان علا ولاخ لام والزوج وثمان من النساء وھن الزوجة والبنت وبنت الابن وان سفلت والاخت لاب وام والاخت لاب والاخت لام والام والجدة الصحیحة، سراجی ص ۹/ عالمگیری ص ۴۴۸/ج۶، الباب الثانی فی ذوی الفروض، مطبوعہ کوئٹہ.

دوم:- فرض وتعصیب معاً۔ یعنی ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے پہلے چھٹا حصہ دیا جائے گا اس کے بعد دیگر ذوی الفروض کے حصص دے کر جو کچھ بچے گا وہ عصبہ ہونے کی حیثیت سے مل جائے گا اور یہ اس وقت ہے کہ میت کے بیٹی یا پوتی موجود ہو۔

سوم:- تعصیب محض یعنی ذوی الفروض کو دینے کے بعد عصبہ ہونے کی حیثیت سے جو کچھ بچے گا باپ کو مل جائے گا اور کوئی حصہ معینہ باپ کو نہیں ملے گا۔ اس حالت میں وہ ذوی الفروض میں سے نہیں ہے۔ اور یہ اس وقت ہے کہ ورثہ مذکورین میں سے (بیٹا، پوتا، بیٹی، پوتی) کوئی نہ ہو[1]۔

جد:- دادا کی وراثت کی بھی وہی تین صورتیں ہیں جو باپ کی ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ اگر باپ اور دادا دونوں موجود ہوں تو دادا کو کچھ نہیں ملے گا وہ کالعدم ہوگا[2]۔

ابن الام:- اخیافی بھائی جو صرف ماں میں شریک ہو اسکی تین صورتیں ہیں:

(۱) جب کہ وہ ایک ہو تو اس کو سدس ملے گا (۲) جب دو یا زیادہ ہوں تو ثلث ملے گا (۳) جب میت کی اولاد یا بیٹے کی اولاد یا باپ دادا میں سے کوئی موجود ہو تو پھر کچھ نہیں ملے گا بلکہ وہ کالعدم ہوگا[3]۔

---

[1] اما الاب فله احوال ثلث الفرض المطلق وهو السدس وذلک مع الابن وابن الابن وان سفل والفرض والتعصيب معاً وذالک مع الابنة او ابنة الابن وان سفلت والتعصيب المحض وذلک عند عدم الولد وولد الابن وان سفل، سراجی ۹/باب معرفة الفروض، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، شامی کراچی ص ۵۵۵/ج ۶/کتاب الفرائض، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۴۸/ج ۶/کتاب الفرائض، الباب الثانی.

[2] والجد الصحيح کالاب الا فی اربع مسائل، ویسقط الجد بالاب لان الاب اصل فی قرابة الجد ای المیت، سراجی ص ۱۰، باب معرفة الفروض، عالمگیری کوئٹہ ص ۶/۴۴۸، کتاب الفرائض، الباب الثانی.

[3] واما لاولاد الام فاحوال ثلث السدس للواحد والثلث للاثنين فصاعدا ذکورهم واناثهم فی القسمة والاستحقاق سواء ويسقطون بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاتفاق (سراجی ۱۰، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

زوج:- شوہر کی دوصورتیں ہیں اگر میت کی اولاد نہ ہوتو نصف ملے گا اور اگر اولاد ہوتو ربع کا مستحق ہوگا[۱] یہاں تک ذکور کا بیان ختم ہوا۔

اناث کے حالات

اناث :- (۱) زوجہ، (۲) بنت، (۳) بنت الابن، (۴) اخت عینی، (۵) اخت علاتی، (۶) اخت اخیافی، (۷) ام، (۸) جدّہ، (دادی، نانی)

زوجہ:- بیوی کی دوصورتیں ہیں، (۱) اگر اولاد نہ ہوتو ربع کی مستحق ہوگی۔ (۲) اگر اولاد ہوتو ثمن کی مستحق ہوگی۔ غرض شوہر سے نصف کی مستحق ہوگی[۲]

بنت:- لڑکی کی تین صورتیں ہیں (۱) ایک ہوتو نصف کی مستحق ہوگی (۲) دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو ثلثان کی مستحق ہوں گی (۳) اور اگر لڑکا بھی ہوتو عصبہ بن جائیں گی۔ یعنی لڑکی کو اکہرا اور ہر لڑکے کو دوہرا ملے گا۔ اس صورت میں وہ ذوی الفروض میں نہیں[۳]

بنت الابن:- پوتی کی چھ صورتیں ہیں تین تو وہی ہیں جو بیٹی کی ہیں۔ (۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ میت کے اگر بیٹی بھی ہوتو پوتی کو سدس ملے گا۔ (۵) پانچویں صورت یہ ہے کہ جب دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو پوتی کو کچھ نہیں ملے گا۔ (۶) چھٹی صورت یہ ہے کہ جب دو بیٹیاں ہوں اور کوئی پوتا بھی ہوتو اس صورت میں وہ پوتی اپنے بھائی (پوتے) کے

---

[۱] واما للزوج فحالتان النصف عند عدم الولدوولدالابن وان سفل والربع مع الولد اوولدالابن وان سفل، سراجی ص ۱۱، باب معرفة الفروض،یاسرندیم دیوبند،عالمگیری کوئٹہ ص ۴۴۸/ ج۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی.

[۲] اما للزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولدالابن وان سفل والثمن مع الولد اوولدالابن وان سفل، سراجی ص ۱۲، باب معرفة الفروض،یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند، المحیط البرهانی ص۲۹۸/ج۲۳/کتاب الفرائض،الفصل السابع عشرفی الزوجات،ادارة القرآن.

[۳] واما لبنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة والثلثان للاثنتین فصاعدة ومع الابن للذکر مثل حظ الانثیین وهو یعصبهن (سراجی ص ۱۲)باب معرفة الفروض،یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

ساتھ عصبہ بن جائے گی اور باقی ترکہ میں سے اکہرا پوتی کو اور دوہرا پوتے کو مل جائے گا۔[1]

اخت عینی:- عینی بہن کی پانچ صورتیں ہیں۔(۱) ایک ہو تو نصف، (۲) دو یا زیادہ ہوں تو ثلثان (۳) اگر عینی بھائی بھی ہو تو عصبہ بن جائیگی یعنی بھائی کو دوہرا اور بہن کو اکہرا ملے گا۔(۴) اگر بیٹی یا پوتی بھی موجود ہو تو اس کے دینے کے بعد جو بچے گا وہ سب عینی بہن کو مل جائے گا۔ یعنی وہ عصبہ بن جائیگی (۵) اگر بیٹا پوتا باپ دادا کوئی موجود ہو تو پھر عینی بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔ وہ کالعدم ہوگی۔[2]

اخت علاتی:- باپ شریک بہن کی سات حالتیں ہیں۔ پانچ تو وہی ہیں جو عینی بہن کی ہیں۔(۶) چھٹی صورت یہ ہے کہ ایک عینی بہن بھی اگر موجود ہو تو اس وقت علاتی بہن کو سدس ملتا ہے جیسا کہ بیٹی کے موجود ہونے کی صورت میں پوتی کو سدس ملتا ہے اور دو بیٹیاں ہونے کی صورت میں پوتی کو کچھ نہیں ملتا ہے۔(۷) ساتویں صورت یہ ہے کہ دو یا زیادہ عینی بہن ہوں تو علاتی بہن کو کچھ نہیں ملے گا بلکہ وہ کالعدم ہوگی ہاں اگر اس صورت میں کوئی علاتی بھائی بھی ہو تو باقی ترکہ اکہرا علاتی بہن کو ملے گا اور دوہرا علاتی بھائی کو یعنی وہ عصبہ بن جائے گی۔[3]

---

[1] وبنات الابن كبنات الصلب ولهن احوال ست النصف للواحدة والثلثان للاثنتين فصاعدة عند عدم بنات الصلب ولهن السدس مع الواحدة الصلبية تكملة للثلثين ولايرثن مع الصلبتين الاان يكون بحذائهن واسفل منهن غلام فيعصبهن والباقى بينهم للذكرمثل حظ الانثيين ويسقطن بالابن سراجى ص ۱۳،

[2] واما للاخوات لاب وام فاحوال خمس النصف للواحدة والثلثان للاثنتين فصاعدة ومع الاخ لاب وام للذكر مثل حظ الانثيين،ولهن الباقى مع البنات وبنات الابن، سراجى ص ۱۶، باب معرفة الفروض، ياسرنديم اينڈكمپنى ديوبند، المحيط البرهانى ص ۲۹۵/ج ۲۳/ الفصل الرابع عشرفى الاخت لاب وام،

[3] والاخوات لاب كالاخوات لاب وام ولهن احوال سبع النصف للواحدة والثلثان للاثنتين فصاعدة عند عدم الاخوات لاب وام ولهن السدس مع الاخت لاب وام تكملة للثلثين ولايرثن مع الاختين لاب وام الا ان يكون معهن اخ لاب فيعصبهن والباقى بينهم (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اخت اخیافی:- ماں شریک بہن کا بالکل وہی حال ہے جو ابن الام (ماں شریک بھائی) کا ہے[۱]۔

ام:- ماں کی تین حالتیں ہیں، (۱) ایک حالت میں سدس ملتا ہے وہ اس وقت کہ میت کے اولاد یا بیٹے کی اولاد ہو یا دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن بھی کسی قسم کے ہوں۔ (۲) دوسری صورت میں ثلث ملتا ہے وہ جب کہ ان میں سے کوئی نہ ہو۔ (۳) تیسری صورت میں ثلث ملتا ہے مگر بعد فرض احد الزوجین مثلاً کسی عورت نے شوہر چھوڑا اور ماں باپ تو شوہر کا فرض حصہ معینہ (نصف) نکالنے کے بعد جو بچے اس کا ثلث ماں کو ملے گا اور اگر مرد کا انتقال ہوا اور اس نے زوجہ چھوڑی اور ماں باپ تو زوجہ کا فرض حصہ معینہ (ربع) نکالنے کے بعد جو بچے اس کا ثلث ماں کو ملے گا[۲]۔

جدّہ:- دادی نانی کو سدس ملے گا ماں اگر موجود ہو تو دادی، نانی کو کچھ نہیں ملے گا۔ باپ اگر موجود ہو تو دادی کو کچھ نہیں ملے گا[۳]۔

یہاں تک ذوی الفروض کا بیان ختم ہوا، آگے ورثہ کی دوسری قسم عصبات کا بیان شروع ہوتا ہے۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) للذكر مثل حظ الانثيين والسادسة ان يصرن عصبة مع البنات اوبنات الابن لماذكرنا وبنوا لاعيان والعلات كلهم يسقطون بالابن وابن الابن وان سفل وبالاب بالاتفاق وبالجد عندابى حنيفة ويسقط بنوالعلات ايضاً بالاخ لاب وام وبالاخت لاب وام اذا صارت عصبة(سراجى ص۱۷/)باب معرفة الفروض،یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند،عالمگیری كوئٹه ص۴۵۰/ج۶، كتاب الفرائض، الباب الثانى،

[۱] راجع حاشيه:۳/ عنوان ابن الام،

[۲] واما للام فاحوال ثلاث السدس مع الولد اوولدالابن وان سفل او مع الاثنين من الاخوة والاخوات فصاعدا من اى جهة كاناوثلث الكل عندعدم هؤلاء المذكورين وثلث مابقى بعد فرض احداالزوجين، سراجى ص۱۷، باب معرفة الفروض، یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند،

[۳] وللجدة السدس لام كانت اولاب واحدة كانت اواكثر اذا كن ثابتات متحاد يات فى الدرجة ويسقطن كلهن بالام والابويات ايضاً بالاب، سراجى ۱۹، باب معرفة الفروض،یاسر نديم اینڈ کمپنی دیوبند، عالمگیری كوئٹه ص۴۵۰/ج۶/ كتاب الفرائض، الباب الثانى،

﴿عصبہ کا بیان﴾

تقسیم عصبات

عصبہ تین[۱] قسم پر ہے، عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ، عصبہ مع غیرہ عصبہ بنفسہ کی تقسیم:

قسم اول:- عصبہ بنفسہ: ہر وہ مذکر ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں کسی عورت کا واسطہ نہ آئے اس کی چار قسمیں ہیں:

اول: جزء میت بیٹا پوتا وغیرہ۔

دوم: اصل میت باپ دادا وغیرہ۔

سوم: میت کے باپ کا جزء بھائی بھتیجہ وغیرہ۔

چہارم: میت کے دادا کا جزء تایا۔ چچا وغیرہ۔ ان کی وراثت قرب وقوت کے اعتبار سے ہوگی یعنی قریب کی موجودگی میں بعید کو کچھ نہیں ملے گا۔ ترتیب مذکورہ کا لحاظ رکھا جائے یعنی جزء میت کے ہوتے ہوئے اصل میت کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے کچھ نہیں ملے گا (اگر چہ ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے اس کا حصہ ضرور ملے گا) اور پھر جزء میں بھی جب بیٹا ہو تو پوتے کو کچھ نہیں ملے گا یعنی بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم رہے گا۔ نیز بیٹے کی موجودگی میں باپ، باپ کی موجودگی میں دادا اور دادا کی موجودگی میں بھائی بھتیجا اور بھائی کی موجودگی میں

---

[۱] العصبات النسبية ثلثة عصبة بنفسه وعصبة بغيره وعصبة مع غيره اماالعصبة بنفسه فكل ذكر لاتدخل فى نسبته الى الميت انثى وهم اربعة اصناف جزء الميت واصله وجزء ابيه وجزء جده الاقرب فالاقرب يرجحون بقرب الدرجة، ثم يرجحون بقوة القرابة اعنى به ان ذاالقرابتين اولى من ذى قرابة واحدة ذكراكان اوانثى، سراجى ص ۲۱/ باب العصبات، عالمگیرى ص ۶/۴۵۱، الباب الثالث فى العصبات كوئٹه، شامى كراچى ص ۶/۷۷۴، كتاب الفرائض، فصل فى العصبات،

تایا، چچا کو کچھ نہیں ملے گا۔ یہ تو قرب کے لحاظ سے ہے اور قوت کا مطلب یہ ہے کہ عینی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی اور عینی چچا کی موجودگی میں علاتی چچا کو کچھ نہیں ملے گا۔

قسم دوم:- عصبہ بغیرہ: وہ چار عورتیں ہیں جن کو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے ایک ہونے کی صورت میں نصف اور دو یا زیادہ ہونے کی صورت میں ثلثان ملتا ہے وہ اپنے بھائیوں کی ہونے کی صورت میں عصبہ ہوجاتی ہیں۔ بیٹی بیٹے کے ساتھ اور پوتی پوتے کے ساتھ عینی بہن عینی بھائی کے ساتھ۔ علاتی بہن علاتی بھائی کے ساتھ[1]۔

قسم سوم:- عصبہ مع غیرہ: وہ عورت جو دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے مثلاً بہن عصبہ بن جاتی ہے بیٹی کے ساتھ[2]۔ یہاں تک ذوی الفروض اور عصبات کی تقسیم پوری ہوگئی۔ اب بعض امور قاعدہ کلیہ کے طور پر بیان کئے جاتے ہیں جن سے ورثہ کے مستحق اور محروم ہونے کا حال معلوم ہوگا۔

حجب کا بیان

پانچ ورثہ ایسے ہیں جن کے حصص میں دوسرے ورثہ کی موجودگی میں کمی آجاتی ہے اگر وہ نہ ہوتے تو ان کو حصہ زیادہ ملتا۔ وہ پانچ یہ ہیں: شوہر، بیوی، ماں، پوتی، علاتی بہن مثلاً اگر اولاد نہ ہوتو شوہر کو نصف ملتا ہے مگر اولاد کی موجودگی میں ربع ملتا ہے وغیرہ وغیرہ[3]۔

---

[1] اما العصبة بغيره فاربع من النسوة وهن اللاتی فرضهن النصف والثلثان يصرن عصبة باخوتهن، سراجی ص۲۳، باب العصبات، عالمگیری ص ۶/۴۵۱، الباب الثالث فی العصبات، مطبوعه کوئٹه، شامی کراچی ص۷۷۵/ ج۶/ فصل فی العصبات،

[2] اما العصبة مع غيره فكل انثى تصير عصبة مع انثى اخرى كا لاخت مع البنت، سراجی ص۲۳، باب العصبات، عالمگیری ص ۶/۴۵۱، الباب الثالث فی العصبات، مطبوعه کوئٹه، شامی کراچی ص۶/۷۷۵، فصل فی العصبات،

[3] حجب نقصان وهو حجب عن سهم الى سهم وذلک لخمسة نفر للزوجين والام وبنت الابن والاخت لاب، سراجی ص۲۶، باب الحجب وفی الهامش، فالزوج يحجب من النصف الى الربع، عالمگیری کوئٹه ص۶/۴۵۲، باب الحجب،

حرمان

چھ ورثہ ایسے ہیں جو کبھی محروم نہیں ہوتے یعنی ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ان کو کچھ نہ ملے، بیٹا، باپ، شوہر، بیٹی، ماں، بیوی۔

بعض ورثہ ایسے ہیں کہ کسی وقت ان کو وراثت ملتی ہے کسی وقت نہیں ملتی اس کا مدار دو قاعدوں پر ہے اول یہ کہ جس شخص سے میت کی قرابت کسی واسطے سے ہوتو وہ واسطہ موجود ہوگا وہ شخص محروم ہوگا مثلاً دادا کہ اس سے قرابت بواسطہ والد ہے تو والد کی موجودگی میں دادا کو کچھ نہیں ملے گا۔ اسی طرح بیٹے کی موجودگی میں پوتا اور بھائی کی موجودگی میں بھتیجا محروم رہے گا۔ لیکن اخیافی بھائی بہن اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں کہ ماں کی موجودگی میں بھی ان کو وراثت ملتی ہے حالانکہ ان سے رشتہ ماں کے واسطہ سے ہے۔

دوسرا قاعدہ[1] یہ ہے کہ اقرب کی موجودگی میں ابعد محروم رہے گا جیسا کہ بھائی کی موجودگی میں چچا محروم رہتا ہے۔ عصبہ بنفسہٖ کی بحث میں اس کا بیان آچکا۔

مخارج فروض

یہاں سے تقسیم میراث کا طریقہ شروع ہوتا ہے، جب یہ معلوم ہو چکا کہ کل فروض چھ ہیں جنکی دو نوع ہیں نوع اول، (۱) نصف (۲) ربع (۳) ثمن نوع ثانی۔ ثلث، سدس ثلثان[2]، جب

[1] وحجب حرمان والورثة فيه فريقان فريق لا يحجبون بحال البتة وهم ستة الابن والاب والزوج والبنت والام والزوجة وفريق يرثون بحال ويحجبون بحال وهذا مبنى على اصلين احدهما هوان كل من يدلى الى الميت بشخص لايرث مع وجود ذلک الشخص سوى اولادالام فانهم يرثون معها والثانى الاقرب فالاقرب كماذكرنا فى العصبات، سراجى ص ۲۷، باب الحجب، عالمگیری ص ۴۵۲/۶، کتاب الفرائض، الباب الرابع فى الحجب، مطبوعه کوئٹه،

[2] السهام المقدرة ستة السدس والثلث والثلثان جنس واحد والثمن (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کسی میت کی میراث تقسیم کرنا ہو تو دیکھو کہ اس کے ورثہ میں ذوی الفروض ہیں یا نہیں۔

اگر ذوی الفروض ہوں تو وہ صرف نوع اول کے ہیں یا صرف نوع ثانی کے یا مخلوط۔

اگر صرف نوع اول کے ہیں تو ایک ایک ہیں یا زیادہ اگر صرف نوع اول کا ایک وارث ذوی الفروض میں سے ہے تو جو اس کا فرض ہو اس کے موافق عدد سے وراثت تقسیم کردی جائے مثلاً اگر اس کا فرض ثمن ہے تو آٹھ عدد کل ترکہ کو قرار دے کر تقسیم کردیں۔ اگر فرض ربع ہے تو تقسیم چار سے کردیں اگر نصف ہو تو تقسیم دو سے[۱]

اور اگر ایک سے زیادہ ذوی الفروض ہوں تو جو بڑے سے بڑا عدد اس فرض کے موافق ہو اس سے تقسیم کردیں مثلاً ایک کا فرض ثمن ایک کا نصف ہے آٹھ سے تقسیم کردیں مثلاً زید کا انتقال ہوا اس نے ایک بیوی چھوڑی، ایک بیٹی، ایک بھائی، تو اس صورت میں بیوی اور بیٹی ذوی الفروض میں سے ہیں اور بھائی عصبہ ہے۔ بیوی کا فرض ثمن ہے بیٹی کا نصف ہے اور باقی بھائی کا ہے۔ تو ثمن کے موافق آٹھ ہے لہٰذا کل ترکہ آٹھ سہام قرار دے کر اس طرح تقسیم کردیں گے۔

مسئلہ ۸
میت

زوجہ	بنت	اخ عینی
۱	۴	۳

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) والربع والنصف جنس عالمگیری کوئٹہ ص ۴۶۴/۶، الباب الحادی عشر فی حساب الفرائض، الدرالمختار ص ۸۰۳/ج ۶/باب المخارج کراچی ،المحیط البرھانی ص ۳۱۴/ ج ۲۳/الفصل السادس والعشرون فی اصول الحساب، ادارۃ القرآن،

[۱] ولکل سھم من ھذہ السھام مخرج فالنصف یخرج من سھمین وماعداہ یخرج کل سھم من اسمہ کالثمن من ثمانیۃ والربع من اربعۃ والثلث والثلثان من ثلاثۃ والسدس من ستۃ وان اجتمع الربع مع کل الآخراومع بعضہ فاصلہ من اثنی عشر وان اجتمع الثمن مع کل الآخراومع بعضہ فاصلہ من اربعۃ وعشرین،عالمگیری کوئٹہ ص ۴۶۵/ج ۶/الباب الحادی عشرفی حساب الفرائض، مطبوعہ کوئٹہ،

یہی عمل اس وقت کیا جائے گا جب کہ صرف نوع ثانی کے ذوی الفروض ہوں مثلاً اگر کوئی فرض ثلثان یا ثلث ہو تو تین سے اگر سدس بھی ہو تو چھ سے جیسے زید کا انتقال ہوا اس نے ماں چھوڑی اور دو عینی بہنیں ایک چچا۔ تو ماں کا سدس ہے اور دو بہنوں کا ثلثان ہے باقی چچا کا۔ چھ سے اس طرح تقسیم کر دیا جائے:

مسئلہ ٦

ام	اخت عینی	اخت عینی	عم
۱	۲	۲	۱

اگر دونوں نوع کے مخلوط ہوں تو اگر نوع اول کا نصف مخلوط ہو۔ نوع ثانی کے سب اقسام کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو چھ سے تقسیم کیا جائے۔ مثلاً

مسئلہ ٦

زوج	ام	اخت اخیافی		اخت اخیافی
نصف	سدس	(۱)	ثلث	(۱)
۳	۱		(۲)	

اور اگر نوع اول کا ربع مخلوط ہو نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ تو بارہ سے تقسیم کیا جائے مثلاً:

مسئلہ ۱۲

زوجہ	ام	اخت اخیافی		اخت اخیافی	عم
ربع	سدس	(۲)	ثلث	(۲)	۳
۳	۲		(۴)		

اور اگر نوع اوّل کا ثمن مخلوط ہو نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ تو چوبیس سے تقسیم کیا جائے۔ مثلاً: مسئلہ ۲۴

زوجہ	ام	بنت	بنت	عم
ثمن	سدس	(۸)	ثلثان (۸)	عصبہ
۳	۴		(۱۶)	۱

عول کا بیان

جس عدد سے کل ورثہ کے حصہ کو تقسیم کیا جائے اس کو مخرج کہتے ہیں۔

ذوی الفروض ہونے کے وقت جب ترکہ تقسیم کیا جائے تو کل مخارج یہ ہوں گے:

۲=۳=۴=۶=۸=۱۲=۲۴=

کبھی مخرج کم رہ جاتا ہے یعنی اس مخرج سے جمیع ذوی الفروض کے فروض پورے نہیں ہوتے تو ایسے وقت میں مخرج میں کچھ زیادتی کرلی جاتی ہے اس زیادتی کو اہل فرائض کی اصطلاح میں عول کہتے ہیں۔

چار مخرج ایسے ہیں کہ جن میں کبھی عول کی ضرورت نہیں پڑتی۔۲=۳=۴=۸=

تین مخارج ایسے ہیں جن میں کبھی کبھی عول کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ تین یہ ہیں:

۶=۱۲=۲۴= چھ کا عول دس تک ہوسکتا ہے یعنی کبھی اس میں ایک کی زیادتی کریں گے کبھی دو کی، کبھی تین کی، کبھی چار کی۔ اس لئے چار مثالوں کی ضرورت ہوئی۔ مثلاً

مسئلہ ۶(۷) ہندہ مثلاً

زوج	اخت	اخت
۳	۲ (۴)	۲

مسئلہ ۶(۸)

زوج	ام	اخت
۳	۲	۳

[۱] العول ان يزاد على المخرج شئى من اجزائه اذاضاق عن فرض اعلم ان مجموع المخارج سبعة اربعة منها لاتعول وهى الاثنان والثلاثة والاربعة والثمانية وثلثة منها قدتعول اماالستة فانها تعول الى عشرة وتراوشفعا واما اثنا عشرفهى تعول الى سبعة عشر وترا لا شفعا وامااربعة وعشرون فانها تعول الى سبعة وعشرين عولاواحداكمافى المسئلة المنبرية وهى امرأة وبنتان وابوان، سراجى ص ۳۰، باب العول، عالمگیری ص ۴۶۸ ج ۶، الباب الثانى عشرفى العول، مطبوعه كوئٹه، الدر المختارعلى الشامى كراچى ص ۷۸۶/ج ۶/كتاب الفرائض، باب العول،

مسئله ۶ (۹)

زوج	اختان عینی	ام	اخت لام
۳	۴	۱	۱

مسئله ۶ (۱۰)

زوج	اختان عینی	اختان لام	ام
۳	۴	۲	۱

بارہ کا عول کبھی تیرہ ہوگا کبھی پندرہ کبھی سترہ اس لئے تین مثالوں کی ضرورت ہوئی مثلاً

مسئلہ۱۲ (۱۳)

زوج	بنت	بنت	ام
۳	۴ (۸)	۴	۲

مسئلہ۱۵ (۱۲)

زوج	بنتان	اب	ام
۳	۸	۲	۲

مسئلہ۱۲ (۱۷)

زوجہ	اختان لام	اختان لاب	جدہ
۳	۴	۸	۲

چوبیس کا عول صرف ستائیس ہوگا اس کی مثال یہ ہے مثلاً

مسئلہ۲۴ (۲۷)

زوجہ	بنت	بنت	اب	ام
۳	۸	۸	۴	۴

باب الرّد

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مخرج سے جمیع ذوی الفروض موجودہ کے حصص دینے کے بعد کچھ بچ جاتا ہے جس کا کوئی مستحق نہیں ہوتا۔ (اس بچے ہوئے کو فاضل کہتے ہیں) تو یہ فاضل پھر انہیں ذوی الفروض کو ان کے حصص کے حقوق کی نسبت سے مکرر دیا جاتا ہے اس کو رد[۱] کہتے ہیں۔

---

[۱] الرد ضد العول مافضل عن فرض ذوی الفروض ولامستحق له یرد علی ذوی الفروض بقدر حقوقهم، سراجی ص ۴۳، ۴۴، عالمگیری ص ۶/۴۶۹، الباب الرابع عشرفی الرد، طبع کوئٹه،

تو ردّ گویا کہ عولؔ کی ضد ہوا کہ وہاں مخرج میں اضافہ کی ضرورت ہوتی ہے یہاں مخرج کوکم اور مختصر کرنا پڑتا ہے۔

تنبیہ

رد کی ضرورت عصبہ کی موجودگی میں کبھی نہیں ہوگی کیونکہ وہ فاضل کا مستحق ہوتا ہے تو گویا کہ ایسی صورت میں فاضل بچتا ہی نہیں۔

تنبیہ

زوجین پر رد نہیں ہوتا ہے[1]۔

مسائل رد

رد کے مسائل چار قسم پر ہیں۔ پہلی دو قسمیں تو ایسی ہیں جن میں صرف ایسے ورثہ ہوں جن پر رد ہوتا ہے (یعنی زوجین نہ ہوں) اور دوسری دو قسمیں ایسی ہیں جن میں اصحاب الرد اور غیر اصحاب الرد دونوں قسم کے ورثہ ہوں۔

اوّل:- اول یہ کہ صرف ایک جنس کے ورثہ ہوں ایسی صورت میں عدد رؤس ورثہ کو مخرج قرار دے کر تقسیم کر دیا جائے۔ مثلاً:

مسئلہ۲ ردّیہ

بنت	بنت
۱	۱

[1] یرد علی ذوی الفروض بقدر حقوقهم الا علی الزوجین، سراجی ص ۴۴، باب الرد، عالمگیری ص ۶/۴۶۹، الباب الرابع عشر فی الرد، المحیط البرهانی ص ۳۱۸/ج ۲۳/الفصل السابع والعشرون فی الرد.

اس صورت میں دو بنت ثلثان کی مستحق ہیں۔تو مخرج تین کو قرار دیا جائے ان کو ثلثان یعنی دو دینے کے بعد ایک فاضل رہا وہ بھی انہیں دو کو دیا جائے گا اور عدد رؤس یعنی دو کو مخرج بنا کر ایک ایک دونوں کو مل جائے گا۔دوسری مثال:

مسئلہ ۲ ردّیہ

اخت اخیافی	اخت اخیافی
۱	۱

کہ یہ دونوں ثلث کی مستحق ہیں۔تو کل مخرج تین بنا کر ایک ان دونوں کو ملا اور دو فاضل رہے۔عدد رؤس دو سے تقسیم کر دیا۔تیسری مثال:

مسئلہ ۲ ردّیہ

جدہ	جدہ
۱	۱

یہ دونوں سدس کی مستحق ہیں۔تو کل مخرج چھ بنا کر ایک ان دونوں کو ملا پانچ فاضل رہے۔عدد رؤس سے تقسیم کر دیا۔یہی حال اس وقت ہوگا جب کہ بنتان یا اختان ہوں[1]۔

ثانی:- یہ کہ دو یا زائد جنس کے ورثہ ہوں تو ایسی صورت میں ان کے مجموعہ سہام کو مخرج بنا کر تقسیم کر دیں گے۔مثلاً:

مسئلہ ۲ ردّیہ

جدہ	اخت لام
۱	۱

---

[1] ثم مسائل الباب علی اقسام اربعة احدها ان یکون فی المسألة جنس واحد ممن یرد علیه عند عدم من لایرد علیه فاجعل المسئلة من رؤسهم کمالو ترک بنتین اواختین اوجدتین فاجعل المسئلة من ا ثنین سراجی ص ۴۵،۴۴/باب الرد.مطبوعه یاسرندیم دیوبند،عالمگیری کوئٹه ص ۴۶۹/ج۶/الباب الرابع عشرفی الرد.

کہ دونوں کو سدس سدس مل کر چار فاضل رہے عدد سہام سے تقسیم کردیا۔ الحاصل سدسان کی صورت میں مخرج کو دو قرار دیا جائے۔ دوسری مثال:

مسئلہ۳ ردّیہ

ام	اخ لام		اخ لام
۱	۱	(۲)	۱

اس صورت میں ’ام‘ کو سدس ملے گا ’اولا دلام‘ کو ثلث۔ مخرج چھ بنا کر ایک ’ام‘ کا ہو گیا دو ’اولادام‘ کو مل گئے۔ تین سہام تقسیم ہو گئے تین فاضل قابل رد رہے عدد سہام تین سے تقسیم کردیا۔ الحاصل جب ثلث اور سدس جمع ہوں تو مخرج تین کو قرار دیا جائے گا۔ تیسری مثال:

مسئلہ۴ ردّیہ

ام	بنت
۱	۳

اس صورت میں ’ام‘ کو سدس ملے گا ’بنت‘ کو نصف کل سہام چھ ہو کر ایک ’ام‘ کو ملے گا تین ’بنت‘ کو یعنی چار سہام تقسیم ہو گئے ’دو‘ فاضل رہے لہٰذا عدد سہام چار سے تقسیم کردیا اسی طرح اگر بجائے ’ام‘ کے بنت الابن ہو اس وقت بھی یہی عمل ہوگا۔ اگر ’بنت‘ اور ’جدہ‘ ہوں یا ایک ’اخت عینی‘ اور ایک ’اخت علاتی‘ ہو یا ایک ’اخت عینی‘ اور ’جدہ‘ ہو یا ایک ’اخت عینی‘ اور ایک ’اخت اخیافی‘ ہو۔ تب بھی یہی صورت ہوگی۔ الحاصل جب ’ذوی الفروض‘ نصف اور سدس کے مستحق ہوں گے اس وقت ’رد‘ کی صورت میں مخرج چار کو قرار دیا جائے گا۔ چوتھی مثال:

مسئلہ۵ ردّیہ

بنت		بنت	ام
۲	(۴)	۲	۱

اس صورت میں ’ام‘ کو ’سدس‘ ملے گا اور ’بنتان‘ کو ’ثلثان‘ حسب ضابطہ مخرج چھ بنا کر

ایک 'ام' کو ملے گا اور چار 'بنتان' کو پانچ سہام تقسیم ہوگئے۔ایک فاضل رہا تو عدد سہام پانچ ہی سے تقسیم کر دیا۔اسی طرح یہ مثال:

مسئلہ۵ ردّیہ

بنت	بنت الابن	ام
۳	۱	۱

کہ 'بنت' نصف کی مستحق ہے اور 'بنت الابن' سدس' کی 'ام' بھی 'سدس' کی۔حسب ضابطہ چھ سہام بنا کر تین 'بنت' کو ملیں گے ایک 'بنت الابن' کو ایک 'ام' کو پانچ سہام تقسیم ہوئے ایک فاضل رہا لہٰذا پانچ سے ہی تقسیم کر دیں گے۔اسی طرح یہ مثال:

مسئلہ۵

اخت عینی	ام
۳	۲

کہ 'اخت عینی' نصف' کی مستحق ہے اور 'ام ثلث' کی چھ سہام بنا کر تین 'اخت' کو ملے اور دو 'ام' کو پانچ سہام تقسیم ہوئے ایک فاضل رہا لہٰذا پانچ سے ہی تقسیم کر دیں گے۔الحاصل جب 'ذوی الفروض' ثلثان اور سدس یا نصف اور سدسان یا 'نصف' اور 'ثلث' کے مستحق ہوں تو 'رد' کی صورت میں مخرج پانچ کو قرار دیا جائے گا[1]

ثالث وربع

ثالث ورابع کا سمجھنا قواعد تصحیح کے سمجھنے پر موقوف ہے لہٰذا ان دونوں کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ تصحیح کے بعد آئیگا،اور تصحیح سے نسبتوں کا حال معلوم ہونا ضروری ہے۔

---

[1] الثانی اذا اجتمع فی المسئلة جنسان او ثلثة اجناس ممن یرد علیه عند عدم من لایرد علیه فاجعل المسئلة من سهامهم اعنی من اثنین اذا کان فی المسئلة سدسان اومن ثلثة اذا کان فیها ثلث وسدس او من اربعة اذا کان فیها نصف وسدس اومن خمسة اذا کان فیها ثلثان الخ سراجی ص۴۵/باب الرد.

تقسیم نسبت

دو عددوں کے درمیان چار قسم کی نسبتیں ہوتی ہیں۔ (۱) تماثل۔ (۲) تداخل۔ (۳) توافق (۴) تباین[۱]۔

تماثل:- جب دو عدد آپس میں برابر ہوں۔ ان کو متماثل کہتے ہیں۔ اور ان کے درمیان کی نسبت کو تماثل کہتے ہیں جیسے کسی جنس کے ورثہ کا عدد چار ہے اور وراثت سے جو ان کو حصہ ملا اس کا عدد بھی چار ہے تو عدد رؤس اور عدد سہام کے درمیان تماثل کی نسبت ہوگی۔

تداخل:- تداخل جب دو عدد برابر نہیں بلکہ ایک کم دوسرا زائد ہو اور عدد اقل عدد اکثر کو فنا کردے تو ان کو متداخل اور ان کے درمیان کی نسبت کو تداخل کہیں گے۔

تنبیہ

فنا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عدد اقل اکثر سے دو یا زائد مرتبہ منہا یعنی تفریق کردیں تو عدد اکثر فنا ہوجائے۔ مثلاً عدد اکثر (۹) اور اقل (۳) ہے تو (۹) سے (۳) کو ایک مرتبہ تفریق کیا (۶) بچے پھر ۶/ سے (۳) کو تفریق کیا ۳/ بچے پھر ۳/ کو ۳/ سے تفریق کیا تو (۹) بالکل ختم وفنا ہوگیا تو کہا جائے گا کہ (۹) اور (۳) میں تداخل ہے۔ اسی طرح ۱۲/ اور ۴/ کا حال ہے بالفاظ دیگر تداخل کی تعریف یہ ہے کہ عدد اکثر کو جب عدد اقل پر تقسیم کیا جائے تو بلا کسی کسر کے پورا پورا تقسیم ہوجائے۔ بعبارۃ اخری۔ عدد اقل میں خود عدد اقل ایک یا زائد مرتبہ زائد کیا جائے تو عدد اکثر کے مساوی ہوجائے۔

توافق:- توافق جب عدد اقل عدد اکثر کو فنا نہ کرے بلکہ کوئی عدد ثالث ان دونوں کو

---

[۱] فصل فی معرفة التماثل والتداخل والتوافق والتباين بين العددين تماثل العددين كون احدهما مساوياً للآخر، وتداخل العددين المختلفين ان يعد اقلهما الاكثر اى يفنيه مثل ثلثة وتسعة، سراجی ص ۳۲، عالمگیری ص ۶/۴۶۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی عشر فی معرفة التوافق والتماثل والتداخل والتباين، کوئٹه.

فنا کر دے تو ان کو موافق اور ان کے درمیان کی نسبت کو توافق کہتے ہیں۔ جیسے ۸/اور ۲۰ کہ ان میں سے اقل یعنی ۸/اکثر یعنی ۲۰/کو فنا نہیں کرتا بلکہ ان دونوں کو ایک عدد ثالث یعنی چار فنا کر دیتا ہے۔ چار دونی آٹھ اور چار پنجہ بیس لہٰذا ان دونوں میں توافق بالربع کی نسبت ہوئی اس لئے کہ چار مخرج ہے ربع کا[1] ۸/کا وفق ۲/ہے اور ۲۰/کا وفق ۵/ہے۔ ۱۵/اور ۱۸/میں توافق بالثلث ہے یعنی ۳/فنا کر دے گا ۱۵/اور ۱۸/دونوں کو۔ تین پنجہ پندرہ اور تین چھکہ ۱۸/ ۱۵/کا وفق ۵/ہے ۱۸/کا وفق ۶/ہے۔ ۱۵اور ۲۰ میں توافق بالخمس ہے ۱۵/کا وفق ۳/ہے ۲۰/کا وفق ۴/ہے۔ ۱۸/اور ۳۰/میں توافق بالسدس ہے ۱۸/کا وفق ۳/ہے ۳۰/کا وفق پانچ ہے۔

اسی طرح بالسبع، بالثمن، بالتسع، بالعشر کو سمجھنا چاہئے۔ پھر دس سے آگے اس طرح کہیں گے بجزء من احد عشر۔ بجزء من خمسۃ عشر وغیرہ۔ مثلاً ۳۰/اور ۴۵/میں توافق بجزء من خمسہ عشر ہے۔ پندرہ دونی تیس پندرہ تیہ پینتالیس ۳۰/کا وفق ۲/ہے پینتالیس کا وفق ۳/ہے۔

تباین:- تباین جب دونوں عددوں کو کوئی تیسرا عدد بھی فنا نہ کرے تو وہ متباین ہوں گے اور ان کے درمیان کی نسبت تباین ہوگی جیسے ۹/اور ۱۰/کہ یہ دونوں نہ 'متماثل' ہیں کیونکہ برابر نہیں نہ متداخل ہی کیونکہ ۹/فنا نہیں کرسکتا ۱۰/کو نہ متوافق ہی کیونکہ کوئی عدد ثالث ان دونوں کو فنا نہیں کرتا اس لئے یہ 'متباین' ہیں[2]۔

دلیل حصر

دو عددوں کے درمیان اگر برابری ہو تو وہ 'متماثل' ہوں گے اگر برابری نہ ہو تو اگر

[1] وتوافق العددين ان لايعد اقلهما الاكثر ولكن يعدهما عددثالث كا لثمانية مع العشرين تعدهما اربعة فهما متوافقان بالربع لان العدد العادلهما مخرج لجزء الوفق، سراجی ص ۳۳، فصل فی معرفة التماثل، عالمگیری کوئٹہ ص ۶/۴۶۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی عشرفی معرفة التوافق والتماثل والتداخل الخ، الدرالمختارعلی الشامی کراچی ص۶/۸۰۷، کتاب الفرائض، باب المخارج.

[2] وتباين العددين ان لايعد العددين معاعددثالث كا لتسعة مع العشرة، (سراجی ص ۳۳، فصل فی معرفة التماثل، عالمگیری ص۶/۴۶۷، کتاب الفرائض، ...... **(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

عدد اقل فنا کر دے گا اکثر کو تو وہ ’متداخل، ہوں گے اگر اقل فناء نہ کرے اکثر کو تو اگر کوئی عدد ثالث (واحد کے علاوہ) ان دونوں کو فناء کر دے تو وہ ’متوافق، ہوں گے اگر کوئی عدد ثالث (واحد کے علاوہ) فناء نہ کرے (بلکہ واحد فناء کرے) تو وہ ’متباین، ہوں گے[۱]

معرفت نسبت کا طریقہ

تداخل اور تماثل کی نسبت تو ظاہر ہی ہے توافق اور تباین معلوم کرنیکا طریقہ یہ ہیکہ عدد اقل کو اکثر سے کم (تفریق) کیا جائے ایک مرتبہ یا چند مرتبہ اور یہ عمل دونوں جانب سے کیا جائے پس اگر دونوں واحد میں متفق ہو جائیں تو ان کے درمیان ’توافق، نہیں بلکہ ’تباین، ہے، اور اگر واحد کے علاوہ کسی عدد میں متفق ہو جائیں تو انکے درمیان ’توافق، ہے، اس جزء کے اعتبار سے جو اسکا مخرج ہے جیسے ایک عدد سات ہے اور دوسرا عدد دس ہے اقل یعنی سات کو جب اکثر یعنی ’دس، سے کم کیا تو ’تین، باقی رہے پھر ’سات، سے ایک دفعہ ’تین، کم کیا تو ’چار، رہے پھر ’چار، سے ’تین، کم کئے تو ایک رہا پھر ’تین، سے ایک دفعہ ’ایک، کم کیا تو دو رہے پھر ’دو، سے ’ایک، کم کیا تو ’ایک، رہا، غرض واحد میں ’سات، اور ’دس، متفق ہو گئے لہٰذا ان دونوں میں ’تباین، ہے۔ ایک عدد بیس ہے دوسرا عدد ’آٹھ، ہے بیس سے آٹھ کم کیا تو ’بارہ، رہے پھر ’بارہ، سے ’آٹھ، کم کیا تو ’چار، رہے پھر آٹھ سے چار کم کیا تو چار رہے اب عدد اکثر بھی چار رہ گیا اور اقل بھی ’چار، رہ گیا دونوں اس میں متفق ہو گئے تو ان دونوں میں ’توافق، بالربع، ہوا۔ اسلئے کہ ربع کا مخرج چار ہے، بیس کا وفق پانچ ہوگا اور آٹھ کا وفق دو، ہوگا۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)......الباب الثاني عشر في معرفة التوافق والتماثل والتداخل الخ كوئٹه الدر المختار على الشامي كراچی ص۸۰۷ / ج۶ / كتاب الفرائض، باب المخارج.

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] وجه ضبط النسب في الاربعة ان كل عدد بالنسبة الى الآخر لايخلو من ان يكون مساويا له اولا فان كان فهما متماثلان وان لم يكن فلا يخلو من ان يكون احدهما مفنياً للآخر اولا فان كان فهما متداخلان كا لثلاثة والستة وان لم يكن فلا يخلو من ان يكون يفنيهما عدد ثالث اولا فان كان الاول فهما متوافقان وان كان الثاني فهما متباينان (حاشية سراجی ص۳۳، فصل في معرفة التماثل، ياسر نديم اينڈ كمپني ديوبند.

پانچ چوک ۲۰/ دو چوک ۸/ یہاں تک نسبتوں کا بیان ہوا[۱] اب تصحیح کا بیان شروع ہوتا ہے۔

تنبیہ

واحد عدد نہیں ہے[۲]

تصحیح کا بیان

ترکہ اس طرح تقسیم کرنا چاہئے جس سے کسی وارث کے سہام میں کسر نہ ہو بلکہ پورے پورے ملیں۔ اگر شروع ہی سے سہام سب کے پورے ہوں تب تو آگے کسی عمل کی ضرورت ہی نہیں ہے[۳] جیسے:

مسئلہ ٦

ام	اب	بنت	بنت
ا	ا	۲	۲

اگر کسر واقع ہو تو اس کے لئے چھ اصول ہیں جن میں سے دو میں تو رؤس اور سہام میں

---

[۱] وطریق معرفة الموافقة والمباينة بين العددين المختلفين ان ينقص من الاكثر بمقدار الاقل من الجانبين مرة اومرارا حتى اتفقافي درجة واحدة فان اتفقا فى واحد فلاوفق بينهما وان اتفقا فى عدد فهما متوافقان بذلک العدد ففى الاثنين بالنصف وفى الثلثة بالثلث وفى الاربعة بالربع (سراجى ص ۳۴، فصل فى معرفة التماثل، ياسرنديم اينڈكمپنى ديوبند، عالمگيرى ص ۴۶٦/ ج٦، الباب الثانى عشرفى معرفة التوافق والتماثل والتداخل والتباين، مطبوعه كوئٹه،شامى كراچى ص۸۰۷/ ج٦/كتاب الفرائض،باب المخارج.

[۲] ان الواحد لايسمى عددا، حاشيه سراجى ص ۳۲، فصل فى معرفة التماثل، طبع ياسرنديم ديوبند)

[۳] التصحيح يطلق اصطلاحاً بالاشتراک اللفظى على اخذ السهام من اقل عدديمكن على وجه لايقع فيه الكسر على احدالمستحقين، حاشيه سراجى ص ۳۴، باب التصحيح، مطبوعه ياسرنديم اينڈكمپنى ديوبند، الدر المختارص ۸۰۸/ج٦/كتاب الفرائض،باب المخارج، المحيط البرهانى ص ۳۲٦/ج ۲۳/الفصل الثامن والعشرون،ادارة القرآن ڈابهيل.

نسبت دیکھی جاتی ہے[۱]۔

اصل اول:- یہ کہ صرف ایک طائفہ کے سہام منکسر ہوں اور سہام وروٴس کے درمیان توافق ہو اس وقت اس طائفہ کے عدد روٴس کے دفق کو اصل مسئلہ میں ضرب دیدی جاتی ہے۔ مثلاً:

مسئلہ ٦

اب	ام	بنات ۱۰/
۱/۵	۱/۵	۴/۲۰

طائفہ بنات کے سہام میں کسر آتی ہے اور عدد روٴس دس ہے اور عدد سہام چار ان میں 'توافق، بالنصف، ہے 'عدد روٴس، کا 'وفق، 'پانچ، ہے تو پانچ کو اصل مسئلہ یعنی مخرج (٦) میں ضرب دیں گے جس سے تیس بنیں گے اور چھ سے جو سہام ملے تھے ہر ایک کے سہام کو بھی پانچ پانچ میں ضرب دیں گے۔ اور اگر وہ مسئلہ عائلہ ہو یعنی اس میں 'عول، کی نوبت آئی ہو تو 'عدد روٴس، کے 'دفق، کو 'عول، میں ضرب دیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ ۱۲

زوج	ام	اب	بنات ٦
۳/۹	۲/٦	۲/٦	۸/۲۴

یہاں بھی بنات پر سہام منکسر ہیں اور عدد روٴس (٦) عدد سہام (۸) میں توافق بالنصف ہے عدد روٴس کا دفق تین ہے اس کو عول یعنی پندرہ میں ضرب دی جائے گی جس سے

---

[۱] یحتاج فی تصحیح المسائل الی سبعة اصول ثلثة بین السهام والرؤس واربعة بین الرؤس والرؤس اماالثلثة فاحدها ان کانت سهام کل فریق منقسمة علیهم بلاکسرفلاحاجة الی الضرب کابوین وبنتین، سراجی ص ۳۵، باب التصحیح، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند،الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۸۱۰/ج ٦/باب المخارج.

پینتالیس ہوجائیں گے پھر ہر ایک کے سہام کو تین تین میں ضرب دیں گے[۱]۔

اصل ثانی:- یہ کہ ایک طائفہ پر سہام منکسر ہوں اور عدد رؤس وعدد سہام میں تباین ہو اس وقت اس طائفہ کے کل 'عدد رؤس'، کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اگر وہ مسئلہ عائلہ ہے تو 'عول'، میں ضرب دیں گے مثلاً:

مسئلہ ۶

زوج	جدہ	اخوات لام (۳)
۳/۹	۱/۳	۲/۶

یہاں 'اخوات لام'، پر 'سہام'، منکسر ہیں اور ہر دو عدد میں 'تباین'، ہے لہٰذا عدد رؤس یعنی تین کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے جس سے اٹھارہ ہوجائیں گے اب ہر 'اخت لام'، کو دو دو مل جائیں گے۔ عول کی مثال:

مسئلہ ۶

زوج	اخوات ۵
۳/۱۵	۴/۲۰

اخوات، کے سہام منکسر ہیں عدد رؤس پانچ اور عدد سہام چار میں 'تباین'، ہے لہٰذا پانچ کو عول یعنی سات میں ضرب دیں گے۔ پھر ہر وارث کے سہام کو پانچ پانچ میں ضرب دیں گے جس سے اخوات کے سہام بیس ہو کر کسر مرتفع ہوجائے گی اور ہر اخت کو چار چار مل جائیں گے[۲]۔

---

[۱] ان انکسر علی طائفة واحدة ولكن بين سهامهم ورؤسهم موافقة فيضرب وفق عدد روس من انكسرت عليهم السهام فى اصل المسألة وعولهاان كانت عائلة كابوين وعشربنات اوزوج وابوين وست بنات، سراجى ص۳۵، باب التصحيح، ياسرنديم اينڈ كمپنى ديوبند،المحيط البرهانى ص۳۲۶/ ج۲۳/الفصل الثامن والعشرون فى تصحيح السهام.

[۲] ان لا تكون بين سهامهم وروسهم موافقة فيضرب كل عدد رؤس من انكسرت عليهم السهام فى اصل المسألة وعولها ان كانت عائلة كاب وام وخمس بنات او زوج وخمس اخوات لاب وام، سراجى ص۳۵، باب التصحيح، ياسرنديم اينڈ كمپنى ديوبند،المحيط البرهانى ص۳۲۶/ ج۲۳/الفصل الثامن والعشرون فى تصحيح السهام،ادارة القرآن ڈابھیل.

E:\F.M.Fainal\Jild-30\01-Risala Asan Faraiz

تنبیہ

بقیہ چار اصول میں ایک طائفہ کے عدد رؤس کی نسبت دوسرے طائفہ کے عدد رؤس سے دیکھی جاتی ہے۔

اصل ثالث[۱]

یہ کہ ایک طائفہ سے زائد پر سہام منکسر ہوں اور ان کے رؤس کے درمیان تماثل ہو اس وقت کسی ایک عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اگر وہ عائلہ ہو تو عول ہی میں ضرب دیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ ٦

بنات ۳/	جدات ۳/	اعمام ۳/
۴/۱۲	۱/۳	۱/۳

تین بنات کو چار ملے تین جدات کو ایک ملا تین اعمام کو ایک کسی فریق کے سہام بھی پورے تقسیم نہیں ہوتے، ہر ایک میں کسر ہے اور جملہ عدد رؤس میں تماثل ہے لہٰذا ایک فریق کے رؤس (۳) کو اصل مسئلہ (٦) میں ضرب دیا تو اٹھارہ ہوگئے پھر ہر فریق کے عدد سہام کو تین میں ضرب دیدی جس سے ہر فریق کے افراد پر سہام پورے پورے تقسیم ہو جائیں گے۔ عول کی مثال مسئلہ ے

اخوات لاب وام ۳/	جدات ۳/	اخوات لام ۳/
۴/۱۲	۱/۳	۲/٦

---

[۱] اماالاربعة فاحدهاان يكون الكسرعلى طائفتين اواكثرولكن بين اعدادرؤسهم مماثلة فالحكم فيهـا ان يضرب احدالاعداد فى اصل المسألة مثل ست بنات وثلث جدات وثلثة اعمام (سراجى ص ٣٦، بـاب التصحيح، ياسرنديم اينڈكمپنى ديوبند، المحيط البرهانى ص ٢٣/٣٣٢، الفصل الثامن والعشرون،ادارة القرآن ڈابهيل.

اصل رابع[۱]

یہ کہ ان رؤس کے درمیان تداخل ہو اس وقت سب سے بڑے عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اگر عائلہ ہو تو عول میں ضرب دیں گے۔ جیسے:

مسئلہ۱۲ (۱۴۴)

زوجات۴	جدات۳	اعمام۱۲
۳/۳۶	۲/۲۴	۷/۸۴

یہاں چار کو بھی بارہ سے تداخل کی نسبت ہے اور تین کو بھی اور سب سے بڑا عدد رؤس بارہ ہے لہٰذا اصل مسئلہ کو بارہ میں ضرب دیں گے۔ اب کل سہام ایک سو چوالیس ہو جائیں گے پھر ہر ایک کے سہام کو بارہ بارہ میں ضرب دیں گے۔ جس سے (۳۶) ہو جائیں گے اربع زوجات کے اور چوبیس ہوں گے ثلث جدات کے لئے اور چوراسی ہوں گے اثنا عشر اعمام کے لئے ہر طائفہ کے اعداد کو افراد پر تقسیم کر دیں گے مثلاً:

۴)۳۶(۹ ۳)۲۴(۸ ۱۲)۸۴(۷

۳۶	۲۴	۸۴
X	X	X

عول کی مثال

مسئلہ۱۲

زوجہ۲	اخوات۳	جدات۱۲
۳/۳۶	۸/۹۶	۲/۲۴

---

[۱] ان یکون بعض الاعداد متداخلافی البعض فالحکم فیھا ان یضرب اکثرالاعداد فی اصل المسألۃ مثل اربع زوجات وثلث جدات واثنی عشرعما، سراجی ص ۳۶، باب التصحیح، المحیط البرھانی ص ۳۲۸/ج ۲۳/الفصل الثامن والعشرون فی تصحیح السھام،ادارۃ القرآن ڈابھیل.

اصل خامس[1]

یہ کہ ان رؤس کے درمیان توافق ہوتو اس وقت ایک طائفہ کے وفق کو دوسرے طائفہ میں ضرب دیں گے پھر حاصل ضرب کو تیسرے طائفہ کے وفق میں (اگر اس حاصل ضرب کو طائفہ ثالثہ کے ساتھ توافق کی نسبت ہو ورنہ کل طائفہ ثالثہ میں) ضرب دیں گے۔ پھر اس حاصل ضرب کو طائفہ رابعہ کے وفق (اگر اس حاصل ضرب کو طائفہ رابعہ کے ساتھ توافق کی نسبت ہو ورنہ کل طائفہ رابعہ میں) ضرب دیں گے۔

علی ہذا القیاس پھر مجموعہ حاصل کو اصل مسئلہ میں اگر عائلہ نہ ہو ورنہ عول میں ضرب دیں گے جیسے:

مسئلہ ۲۴

زوجات ۴	بنات ۱۸	جدات ۱۵	اعمام ۶
۳	۱۶	۴	۱

یہاں پر چار اور اٹھارہ میں توافق ہے۔ اٹھارہ اور پندرہ میں توافق پندرہ اور چھ میں توافق۔ اولاً چار کو اٹھارہ کے وفق (۹) میں ضرب دیں گے جس کا حاصل ضرب (۳۶) ہوگا۔ پھر دیکھا تو (۳۶) اور (۱۵) میں توافق بالثلث ہے بارہ تہیہ (۳۶) پانچ تہیہ (۱۵)۔ (۳۶) کو پانچ میں ضرب دینے سے ۱۸۰ر ہوئے۔ پھر دیکھا تو ۱۸۰ر اور چھ میں توافق بالسدس ۱۸۰ر کا وفق ۳۰ر ہے اور چھ کا وفق ہے ایک ۱۸۰ر کو ایک میں ضرب دینا بے سود کل حاصل ضرب یہی ۱۸۰ر میں ضرب دیں گے اور عدد رؤس پر تقسیم کردیں گے جس سے (۴۳۲۰) کل سہام ہو

---

[1] ان یوافق بعض الاعداد بعضا فالحکم فیھا ان یضرب وفق احدالا عداد فی جمیع الثانی ثم مابلغ فی وفق الثالث ان وافق المبلغ الثالث والا فالمبلغ فی جمیع الثالث ثم المبلغ فی الرابع کذالک ثم المبلغ فی اصل المسئلة کاربع زوجات وثمانی عشربنتاً وخمس عشرة جدة وستة اعمام (سراجی ص ۳۸ر) باب التصحیح، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

جائیں گے اس کے بعد ہر فریق کے سہام کو ۱۸۰ر میں ضرب دیں گے اور عدد رؤس پر تقسیم کر دیں گے۔ جیسے:

مسئلہ ۲۴

زوجات۴	بنات۱۸	جدات۱۵	اعمام۶
۳	۱۶	۴	۱
۱۸۰	۱۸۰	۱۸۰	
۴)۵۴۰(۱۳۵	۱۸)۲۸۸۰(۱۶۰	۱۵)۷۲۰(۴۸	۶)۱۸۰(۳۰
۴	۱۸	۶۰	۱۸
۱۴	۱۰۸	۱۲۰	
۱۲	۱۰۸	۱۲۰	X
X	X	X	

ہر زوجہ کے ۱۳۵ر ہوئے:۔ ہر بنت کے ۱۶۰ر: ہر جدہ کے ۴۸ر۔ ہر عم کے ۳۰ر

اصل سادس[۱]

یہ کہ ایک طائفہ کے عدد رؤس کو دوسرے طائفہ کے عدد رؤس کے ساتھ تباین کی نسبت ہو اس وقت ایک عدد رؤس کو دوسرے میں ضرب دیں گے پھر حاصل ضرب کو تیسرے میں پھر حاصل ضرب کو چوتھے میں علی ہذا القیاس پھر مجموعہ حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں۔ اگر عائلہ ہو تو عول میں ضرب دیں گے پھر ہر فریق کے سہام کو اسی مجموعہ حاصل ضرب میں جس کو اصل مسئلہ میں ضرب دی گئی ہے ضرب دیں گے پھر ہر فریق کے مجموعہ سہام کو اس کے افراد کے

[۱] ان تکون الاعداد متبائنة لا یوافق بعضها بعضاً فالحکم فیها ان یضرب احدالاعداد فی جمیع الثانی ثم ما بلغ فی جمیع الثالث ثم مابلغ فی جمیع الرابع ثم ما اجتمع فی اصل المسألة کامرأتین وست جدات وعشربنات وسبعة اعمام، سراجی ص ۳۸، باب التصحیح،یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند،الدرالمختارعلی الشامی کراچی ص ۷۸۹/ج۶/کتاب الفرائض،باب المخارج فتاوی عالمگیری کوئٹه ص ۴۶۵/ج۶/الباب الحادی عشرفی حساب الفرائض،

رؤس پر تقسیم کردیں گے مثلاً:

۲×۳×۵×۷=۲۱۰ مسئلہ ۲۴

زوجہ ۲	جدہ ۶	بنت ۱۰	عم ۷
۳	۴	۱۶	۱
۲۱۰	۲۱۰	۲۱۰	۲۱۰

۲)۶۳۰(۳۱۵ — ۶، ۳، ۲، ۱۰، ۱۰، ×

۶)۸۴۰(۱۴۰ — ۶، ۲۴، ۲۴، ×

۱۰)۳۳۶۰(۳۳۶ — ۳۰، ۳۶، ۳۰، ۶۰، ۶۰، ×

۷)۲۱۰(۳۰ — ۲۱، ×

دو زوجہ ہیں جن کو تین سہام ملے عدد رؤس اور عدد سہام میں تباین ہے لہٰذا عدد رؤس برقرار رکھا۔ چھ جدہ ہیں جن کو چار سہام ملے یہاں عدد رؤس اور عدد سہام میں توافق بالنصف ہے عدد رؤس کا وفق تین ہے دو اور تین میں تباین ہے۔ دو کو تین میں ضرب دینے سے حاصل ضرب چھ ہوا۔ دس بنات، میں جن کو سولہ سہام ملے عدد رؤس اور عدد سہام میں توافق بالنصف ہے۔ عدد رؤس کا وفق پانچ ہے چھ کو پانچ کے ساتھ تباین ہے اس لئے چھ کو پانچ میں ضرب دینے سے حاصل ضرب تیس ہوا۔ عدد عمام سات ہے جن کو سہم ایک ملا جس کو عدد رؤس کے ساتھ تباین کی نسبت ہے لہٰذا سات کو برقرار رکھ کر تیس کے ساتھ نسبت دیکھی تو ان میں تباین ہے تیس کو سات میں ضرب دینے سے مجموعہ حاصل ضرب ۲۱۰ ہوا اس کو اصل مسئلہ ۲۴/ میں ضرب دی گئی تو کل سہام ۵۰۴۰/ ہوگئے پھر ہر فریق کے سہام کو ۲۱۰/ میں ضرب دی گئی جس سے ہر دو زوجہ کے مجموعی سہام (۶۳۰) ہوئے جن کو عدد رؤس زوجہ میں دو میں تقسیم کرنے سے ہر زوجہ کو ۳۱۵ ملے۔ چھ جدّہ کے مجموعی سہام ۲۱۰/ میں ضرب دینے سے ۸۴۰/ ہوئے جن کو عدد رؤس جدّہ یعنی چھ پر تقسیم کرنے سے ہر جدّہ کو ۱۴۰/ سہام ملے دس بنات کے مجموعی سہام

۱۶؍کو۲۱۰؍میں ضرب دینے سے۳۳۶۰؍ہوئے جن کوعدد روٴس بنات یعنی دس پر تقسیم کرنے سے ہر بنت کو۳۳۶؍ ملے۔ سات اعمام کے ایک سہم کو۲۱۰؍ میں ضرب دینے سے۲۱۰؍ ہوئے جن کوعدد روٴس اعمام یعنی سات پر تقسیم کرنے سے ہرعم کو۳۰؍سہام ملے۔

یہاں تک تصحیح کا بیان بفضلہٖ تعالیٰ پورا ہوگیا۔ اب مسائل رد کی بقیہ دوقسموں کا بیان شروع ہوتا ہے جن کا سمجھنا نسبت اور تصحیح کے سمجھنے پر موقوف ہے۔

رد کی قسم ثالث[۱]

قسم ثالث یہ کہ اصحاب الرد ایک جنس کے ہوں اور ساتھ ہی غیر اصحاب الرد یعنی زوجین میں سے بھی کوئی ہوتو اس وقت اوّل غیر اصحاب الرد کا فرض اقل مخارج سے دیا جائے گا پھر باقی کوعدد روٴس اصحاب الرد پر برابر تقسیم کردیا جائے گا جیسا کہ رد کی قسم اوّل میں شروع ہی سے تقسیم کردیا گیا ہے پھر اگر یہ پورا پورا بغیر کسر تقسیم ہوجائے تب تو اس میں کچھ کرنا ہی نہیں۔ مثلاً:

مسئلہ۴

زوج	بنت	بنت	بنت
۱	۱	۱	۱

یہاں دوقسم کے ورثہ ہیں زوج غیر اصحاب الرد میں سے ہے اور بنات اصحاب الرد

---

[۱] الثالث ان یکون مع الاول ای مع الجنس الواحد ممن یرد علیه من لا یرد علیه فاعط فرض من لا یرد علیه من اقل مخارجه فان استقام الباقی علی رؤس من یرد علیه فیها کزوج وثلث بنات وان لم یستقم فاضرب وفق رؤسهم فی مخرج فرض من لا یرد علیه ان وافق رؤسهم الباقی کزوج وست بنات والا فاضرب کل رؤسهم فی مخرج فرض من لا یرد علیه فالمبلغ تصحیح المسألة کزوج وخمس بنات(سراجی ۴۶؍)باب الرد،یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند،الدر المختارعلی الشامی کراچی ص ۷۸۹؍ج ۶؍کتاب الفرائض،باب المخارج.

E:\F.M.Fainal\Jild-30\01-Risala Asan Faraiz

میں سے ہیں اور یہ اصحاب الرد ایک ہی جنس کے ہیں تو اولاً زوج کا فرض ربع اقل مخارج چار سے دیا، باقی رہے تین وہ تین بنات کو برابر تقسیم کر دیئے اگر رد کی صورت نہ ہوتی تو مخرج بارہ قرار دے کر ربع (۳) کا مستحق زوج ہوتا اور ثلثان (۸) کی مستحق بنات ہوتیں ایک باقی بچتا۔ اگر اصحاب الرد کا فرض اقل مخارج سے دینے کے بعد باقی پورا پورا تقسیم نہ ہوتو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اس باقی کو عدد رؤس اصحاب الرد کے ساتھ توافق کی نسبت ہوگی یا تباین کی۔

تنبیہ

یہاں نسبت تداخل کو توافق میں ہی شمار کیا گیا ہے اگر توافق کی نسبت ہوتو وفق رؤس کو مخرج فرض غیر اصحاب الرد میں ضرب دیا جائے۔ جیسے

مسئلہ ۴ (۸) ردیہ

زوج	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
۱/۲	۱	۱	۱(۳/۶)	۱	۱	۱

یہاں دو قسم کے ورثہ ہیں زوج غیر اصحاب الرد میں سے ہے اور بنات اصحاب الرد میں اور یہ اصحاب الرد ایک ہی جنس کے ہیں۔ تو اولاً زوج کا فرض یعنی ربع اقل مخارج یعنی چار سے دیا باقی رہے تین وہ چھ بنات پر پورا تقسیم نہیں ہوتا اب نسبت دیکھی باقی یعنی تین اور رؤس اصحاب الرد یعنی چھ میں وہ توافق بالثلث ہے رؤس کا وفق دو ہے اس کو مخرج فرض غیر اصحاب الرد یعنی چار میں ضرب دی تو آٹھ ہو گئے دو سہام زوج کے ہوئے ایک ایک ہر بنت کو ملا۔ اگر رد کے طریقہ پر عمل نہ کیا جاتا تو مخرج بارہ قرار دے کر تین زوج کو ملتے اور آٹھ بنات کو ملتے ایک باقی رہتا۔ اگر باقی کو عدد رؤس اصحاب الرد کے ساتھ تباین کی نسبت ہوتو کل عدد رؤس اصحاب الرد کو مخرج فرض غیر اصحاب الرد میں ضرب دیا جائے۔ جیسے۔

مسئلہ ۴ (۲۰) ردیہ

زوج	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
۱/۵	۳	۳	۳ (۳/۱۵)	۳	۳

یہاں باقی یعنی تین کو عدد رؤس اصحاب الرد یعنی پانچ کے ساتھ تباین ہے لہٰذا چار کو پانچ میں ضرب دیا جس سے بیس ہو گئے اب پانچ زوج کو ملے اور تین تین ہر بنت کو۔ اگر رد نہ کرتے تو یہاں بھی گذشتہ دونوں مسئلوں کی طرح بارہ سے تقسیم کرتے تین زوج کو ملتے آٹھ بنات کو۔ ایک باقی رہتا۔

رد کی قسم رابع[۱]

یہ کہ اصحاب الرد ایک جنس سے زائد ہوں اور غیر اصحاب الرد میں سے بھی کوئی ہو تو اس وقت غیر اصحاب الرد کا فرض اقل مخارج سے دے کر جو باقی رہے اس کو مسئلہ اصحاب الرد پر تقسیم کر دیا جائے اگر وہ پورا پورا تقسیم ہو جائے تو اس میں کچھ اور نہیں کرنا اور اس کی فقط ایک صورت ہے وہ یہ ہے۔ مسئلہ۴ (۴۸) ردیہ

زوجہ	جدہ	جدہ	جدہ	جدہ	اخت لام	اخت لام	اخت لام	اخت لام	اخت لام	اخت لام
۱/۱۲	۳	۳	۳	۳	۴	۴	۴	۴	۴	۴

یہاں زوجہ غیر اصحاب الرد میں سے ہے اور بقیہ ورثہ دو جنس کے جدات اور اخوات لام اصحاب الرد میں سے ہیں زوجہ کا فرض اقل مخارج چار سے دینے کے بعد تین باقی رہے ان تین کو مسئلہ اصحاب الرد پر تقسیم کر دیا تو پورا تقسیم ہو گیا وہ اس طرح کہ اصحاب الرد دو قسم کے ہیں ایک سدس کے مستحق ہیں یعنی جدات اور دوسرے ثلث کے یعنی اخوات لام اور جس وقت رد کی

---

[۱] والربع ان یکون مع الثانی من لا یرد علیه فاقسم مابقی من مخرج فرض من لا یرد علیه علی مسئلة من یرد علیه فان استقام فیها وهذا فی صورة واحدة وهی ان یکون للزوجات الربع والباقی بین اهل الرد اثلاثا کزوجة واربع جدات وست اخوات لام، سراجی ص ۴۶، باب الرد، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند،الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۷۹۰/ج۶/باب المخارج.

صورت میں ثلث اور سدس جمع ہوں تو مخرج تین کو قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ ۳۶ ۶ر میں گذرا لہٰذا اس باقی تین کو مسئلہ اصحاب الرد یعنی تین پر تقسیم کیا جو پورا تقسیم ہو گیا یعنی ایک تو جدّات کو ملا اور دو اخوات لام کو ملے تین پورے تقسیم ہو گئے، اب دیکھا تو ایک چار پر منکسر ہے اور دو چھ پر لہٰذا تصحیح کی ضرورت پیش آئی مگر یہ ضرورت رد کے لئے نہیں بلکہ ہر طائفہ کے افراد کے سہام میں کسر کی وجہ سے جیسا کہ بغیر رد کے بھی اس کی نوبت آتی ہے، تصحیح کے چھ اصول میں سے اصل خامس پر یہاں عمل کیا جائے گا وہ اس طرح کہ ایک طائفہ سے زائد پر کسر ہے تو رؤس رؤس کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی اور وہ توافق بالنصف ہے یعنی چھ اخوات لام اور چار جدات عدد جدات چار کو وفق عدد اخوات لام یعنی تین میں ضرب دیں گے جس سے بارہ بنیں گے پھر اس بارہ کو اصل مسئلہ چار میں ضرب دیں گے جس سے اڑتالیس ہو جائیں گے پھر چار سے جو سہام ہر طائفہ کو ملے تھے ان کو بارہ میں ضرب دیں گے جس سے بارہ سہام زوجہ کے ہوں گے اور بارہ ہی جدات کے کہ ہر جدہ کو تین تین مل جائیں گے اور چوبیس اخوات لام کے ہوں گے کہ ہر اخت لام کو چار چار مل جائیں گے۔

تنبیہ

اگر زوجہ دو ہوں تو اس صورت میں ہر زوجہ کو چھ سہام ملیں گے اگر تین ہوں تو ہر ایک کو چار، اگر چار ہوں تو ہر ایک کو تین۔

اگر رد کی صورت پر عمل نہ کیا جاتا تو مثال مذکور میں کل بارہ سہام بنا کر تین زوجہ کو ملتے دو جدات کو چار اخوات لام کو اور تین باقی رہتے، اگر غیر اصحاب الرد کو اقل مخارج سے فرض دینے کے بعد جو باقی رہے وہ مسئلہ اصحاب الرد پر پورا پورا تقسیم نہ ہو سکے تو مسئلہ اصحاب الرد کو مخرج غیر اصحاب الرد میں ضرب دیں گے جیسے مثلاً:

مسئلہ ۸ (۴۰) ۴×۳×۳×۴۰=۱۴۴۰=

E:\F.M.Fainal\Jild-30\01-Risala Asan Faraiz

زوجہ زوجہ زوجہ زوجہ = بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت = جدہ جدہ جدہ جدہ جدہ جدہ

جدہ

۱/۵	۴/۲۸	۱/۷
۳۶	۳۶/۱۶۸	۳۶
۴)۱۸۰(۴۵	۹)۱۰۰۸(۱۱۲	۶)۲۵۲(۴۲
۱۶۰	۹	۲۴
۲۰	۱۰	۱۲
۲۰	۹	۱۲
×	۱۸	×
	۱۸	
	×	

ہر زوجہ کو ۴۵ رسہام ملیں گے: ہر بنت کو ۱۱۲ رسہام ملیں گے: ہر جدہ کو ۴۲ سہام ملیں گے۔

یہاں زوجات غیر اصحاب الرد ہیں، اور بنات اور جدّات اصحاب الرد ہیں، اوّلاً زوجات کو اقل مخارج آٹھ سے فرض دیا یعنی ایک، باقی رہے سات جن کو بنات وجدّات پر تقسیم کرنا ہے ان کا مخرج پانچ ہے کیونکہ بنات ثلثان کی مستحق ہیں اور جدّات سدس کی ایسی صورت میں پانچ کو مخرج قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ: ۲۸ میں بیان ہوا۔ سات پانچ پر پورا تقسیم نہیں ہوتا تو مسئلہ اصحاب الرد یعنی پانچ کو مخرج غیر اصحاب الرد یعنی آٹھ میں ضرب دیں گے جس سے چالیس بن جائیں گے۔

پھر سہام غیر اصحاب الرد یعنی ایک کو مسئلہ اصحاب الرد یعنی پانچ میں ضرب دیں گے جس سے زوجات کے سہام پانچ ہوں گے اور سہام...... اصحاب الرد یعنی بنات کے چار اور جدّات کے ایک کو غیر اصحاب الرد کے اقل مخارج سے فرض دینے کے بعد باقی ماندہ یعنی سات میں ضرب دیں گے جس سے بنات کے سہام اٹھائیس ہو جائیں گے اور جدّات کے سہام سات ہو جائیں گے یہاں تک رد کا عمل پورا ہو گیا، اب تصحیح کی ضرورت ہوگی کیونکہ کسی طائفہ کے سہام اس کے افراد پر منقسم نہیں بلکہ ہر ایک میں کسر ہے لہٰذا تصحیح کے اصول میں سے اصل

خامس پر عمل کیا جائے گا۔ عدد زوجات چار کو عدد جدّات چھ کے ساتھ توافق بالنصف ہے پس چار کو چھ کے نصف تین میں ضرب دیں گے جس سے بارہ بنیں گے جس کو عدد بنات نو کے ساتھ توافق بالثلث ہے لہٰذا بارہ کو نو کے ثلث تین میں ضرب دیں گے جس سے چھتیس بنیں گے پھر چھتیس کو تصحیح رد یعنی چالیس میں ضرب دیں گے جس سے کل سہام ایک ہزار چار سو چالیس ہو جائیں گے اس کے بعد چالیس سے جس قدر سہام ہر طائفہ کو ملتے تھے ان کو ۳۶ر میں ضرب دے کر ہر طائفہ کے افراد پر تقسیم کر دیں گے۔ یعنی زوجات کو چالیس میں سے پانچ ملے جن کو چھتیس میں ضرب دیا جس سے ایک سو اسّی ہو گئے جن کو چار زوجات پر تقسیم کر دیا ہر زوجہ کے پینتالیس ہو گئے اور بنات کو چالیس میں سے اٹھائیس ملے تھے جن کو چھتیس میں ضرب دیا تو ایک ہزار آٹھ ہو گئے جن کو نو بنات پر تقسیم کر دیا ہر بنت کے ایک سو بارہ ہو گئے اور جدّات کو چالیس میں سے سات ملے تھے جن کو چھتیس میں ضرب دیا تو دو سو باون ہوئے جن کو چھ جدات پر تقسیم کر دیا۔ ہر جدّہ کو بیالیس ملے[1]۔

مناسخہ کا بیان

اگر تقسیم ترکہ سے قبل کسی وارث کا انتقال ہو جائے اور ہر دو میت کا ترکہ یکدم تقسیم کیا جائے اس کو مناسخہ کہتے ہیں[2]۔

---

[1] وان لم يستقم فاضرب جميع مسئلة من يرد عليه في مخرج فرض من لايرد فالمبلغ مخرج فروض الفريقين كا ربع زوجات وتسع بنات وست جدات ثم اضرب سهام من لايرد عليه في مسئلة من يردعليه وسهام من يرد عليه فيما بقي من مخرج فرض من لايرد عليه وان انكسر على البعض فتصحيح المسائل بالاصول المذكورة، سراجي ص۴۷، باب الرد، عالمگیری ص ۴۶۹، ج۶، الباب الرابع عشر في الردوهوضدالعول، مطبوعه کوئٹه، الدرالمختارعلى الشامي كراچي ص ۷۹۱/۶، كتاب الفرائض، باب العول،

[2] وفي الاصطلاح ان تنتقل نصيب بعض الورثة بموته قبل القسمة الى من يرث منه، حاشيه سراجي ص ۵۲، باب المناسخة، ياسرنديم اينڈ كمپنى ديوبند، المحيط البرهاني ص۳۳۷/ ج۲۳/باب المناسخة، ادارة القرآن ڈابھیل، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۷۰/ج۶/باب المناسخة.

مافی الید

یعنی میت اوّل سے جوترکہ میت ثانی کوملا ہےاس کےاورمخرج کے درمیان نسبت کی رعایت کواس طریق میں ملحوظ رکھنا ہوتا ہےاس کے بعد تقسیم میں سہولت ہوتی ہے پس اگر مافی الیداورمخرج کے درمیان تماثل ہےتب توضرب کی حاجت نہیں ۔مثلاً :

مسئلہ۱۲(۳۶) ہندہ مسئلہ۳ تماثل اخ

زوج بنت بنت بنت اخ ابن بنت

۳/۹ ۸ ۸ ۸/۸ ۱/۳ ۲ ۱

اس صورت میں اخ کوتین سہام ملے اور ہندہ کا ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے اخ کا انتقال ہوگیا۔اس کے وارث ابن اور بنت ہیں۔

اخ کا مافی الید بھی تین ہےاور بوقت تقسیم ترکہ مخرج بھی تین قرار دیا گیا لہٰذا اب کسی اورضرب کی حاجت نہیں۔

اگر مافی الیداورمخرج کے درمیان توافق ہوتو وفق مخرج کومیت اوّل کے مخرج میں ضریب دیں گےاورمیت اوّل کے ورثہ کے سہام کوبھی میت ثانی کےمخرج کے وفق میں ضرب دیں گےاورمیّت ثانی کے ورثہ کے سہام کو مافی الید کے وفق میں ضرب دیں گے۔جیسے کہ۔

مسئلہ۲۴ زید مسئلہ۸ بالربع اب اکرم

زوجہ ابن بنت اب ابن ابن ابن بنت بنت

ہندہ اسلم سلمہ اکرم احمد ارشد امجد حمیدہ سعیدہ

۳ ۱۷ ۴ ۲/۶ ۲/۶ ۲/۶ ۱/۳ ۱/۳

۹ ۳۴،۱۷ ۱۲

یہاں میت اول کا مخرج اصالۃً چوبیس اورابن وبنت کے سہام میں کسر کی وجہ سے تین میں ضرب دے کر بہتر سے تصحیح کی گئی جس سے اب کو بارہ سہام ملے پھراب کا انتقال ہوااس کا

مخرج آٹھ قرار دیا۔

آٹھ مخرج اور بارہ مافی الید میں توافق بالربع کی نسبت ہے۔ آٹھ کا وفق دو ہے تو میت اول کے مخرج بہتر اور اس سے ورثہ کو جس قدر سہام ملے تھے ان سب کو دو میں ضرب دی گئی اور میت ثانی کے مافی الید کے وفق تین میں اس کے ورثہ کے سہام کو ضرب دی گئی۔

المبلغ ۱۴۴

الاحیاء

ہندہ	اسلم	سلمہ	احمد	ارشد	امجد	حمیدہ	سعیدہ
۱۸	۶۸	۳۴	۶	۶	۶	۳	۳

اگر میت ثانی کے مافی الید اور مخرج کے درمیان تباین کی نسبت ہو تو میت ثانی کے کل مخرج کو میت اوّل کے کل مخرج میں اور میت اوّل کے ورثہ کے سہام میں ضرب دیں گے اور میت ثانی کے ورثہ کے سہام کو کل مافی الید میں ضرب دیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ ۲۴ عمر

زوجہ	ام	اب	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	بنت
زینب	حفصہ	بکر	شاکر	صابر	ناصر	فاخر	عامر	طاہر	صغریٰ
۳	۴	۶	۴	۶	۶	۶	۶	۶	۱
۱۵		۱۰	۲۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۵

مسئلہ ۵ تباین حفصہ

ابن	ابن	ابن	ابن	ابن
رشید	سعید	وحید	حمید	مجید
$\frac{۱}{۴}$	$\frac{۱}{۴}$	$\frac{۱}{۴}$	$\frac{۱}{۴}$	$\frac{۱}{۴}$

یہاں میت ثانی کا مافی الید چار ہے اور مخرج تقسیم پانچ ہے دونوں میں تباین کی نسبت

ہے لہٰذا پانچ کی ضرب اوپر آئی یعنی میت اول کے ورثہ کے سہام میں اور میت اوّل کے مخرج تقسیم یعنی چوبیس میں اور چار کی ضرب نیچے آئی یعنی میت ثانی کے ورثہ کے سہام میں[1]۔

المبلغ ۱۲۰/

زینب	بکر	شاکر	صابر	ناصر	فاخر	عامر	طاہر	صغریٰ	رشید	سعید	وحید	حمید	مجید
۱۵	۲۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۵	۴	۴	۴	۴	۴

اب ایک ایسی مثال لکھی جاتی ہے جس میں توافق تباین تماثل نسبتیں آجائیں

(۱) مسئلہ بعد الرد زینب (۲) مسئلہ ۴ تماثل مستقیم زید

زوج	بنت	ام	زوجہ	اب	ام
زید	کریمہ	عظیمہ	حلیمہ	عمرو	رحیمہ
۱	۳	۱	۱	۲	۱
۴	۹	۳	۲	۴	۲
		۶	۸	۱۲	۸

---

[1] فالاصل فيه ان تصحح مسألة الميت الاول وتعطى سهام كل وارث من التصحيح ثم تصحح مسألة الميت الثانى وتنظر بين مافى يده من التصحيح الاول وبين التصحيح الثانى ثلثة احوال فان استقام مافى يده من التصحيح الاول على الثانى فلاحاجة الى الضرب وان لم يستقم فانظر ان كان بينهما موافقة فاضرب وفق التصحيح الثانى فى التصحيح الاول وان كان بينهما مباينة فاضرب كل التصحيح الثانى فى كل التصحيح الاول فالمبلغ مخرج المسئلتين فسهام ورثة الميت الاول تضرب فى المضروب اعنى فى التصحيح الثانى اوفى وفقه وسهام ورثة الميت الثانى تضرب فى كل مافى يده اوفى وفقه وان مات ثالث اورابع اوخامس فاجعل المبلغ مقام الاولى والثالثة مقام الثانية فى العمل ثم فى الاربعة والخامسة كذلك الى غير النهاية، سراجى ص ۵۳، باب المناسخة، عالمگیری ص ۶/۴۷۰، الباب الخامس عشر فى المناسخة، مطبوعه كوئٹه، الدر المختار على الشامى كراچى ص ۸۰۱/ ج ۶/ كتاب الفرائض، فصل فى المناسخة

تیسری مثال۔(۳) مسئلہ ۶ بالثلث کریمہ

بنت	ابن	ابن	جدہ
رقیہ	خالد	عبداللہ	عظیمہ
۱/۳/۱۲	۲/۶/۲۴	۲/۶/۲۴	۱/۳

(۴) مسئلہ ۲،۴ تباین عظیمہ

زوج	اخ	اخ
عبدالرحمٰن	عبدالرحیم	عبدالکریم
۱/۲/۱۸	۱/۹	۱/۱/۹

المبلغ ۱۲۸

الحیاء

حلیمہ	عمرو	رحیمہ	رقیہ	خالد	عبداللہ	عبدالرحمٰن	عبدالرحیم	عبدالکریم
۸	۱۶	۸	۱۲	۲۴	۲۴	۱۸	۹	۹

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

فصل اول: میت کے قرض اورامانت کا بیان

میت کے ذمہ قرض ہوتواس کاحکم

سوال:- ایک شخص کا انتقال ہوگیا اس حال میں کہ اس کے اوپر کافی قرض تھا۔اس کی اولاد کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہمارا باپ فلاں کا مقروض تھا۔اب قرض خواہ اپنا دیا ہوا قرض اس کی والدہ سے مانگتا ہے۔تو اولاد نہ تو انکار ہی کرتی ہے اور نہ ہی اقرار۔بتایا جائے کہ اس متوفی مقروض کا آخرت میں کیا حال ہوگا۔نیز اولاد کا سب کچھ جانتے ہوئے کیا ہوگا؟اور ان کی شرعی حیثیت اب کیا ہوگی؟

الجواب حامداًومصلیاً

قرض خواہ کے پاس اگر قرضہ کا شرعی ثبوت ہے یا میت کی اولاد کو قرض کا علم ہے تو میت کے ترکہ سے اولاً قرض ادا کرنا ضروری ہے۔قرض ادا ہونے کے بعد جو کچھ بچے اس کے ایک تہائی سے میت کی وصیت پوری کی جائے اگر کوئی وصیت کی ہو۔اس کے بعد ورثاء شرعی طریقہ پر یہ تقسیم کرنے کے حقدار ہوں گے اس سے پہلے حقدار نہیں ہوں گے[1] اگر قرض ادا نہیں کریں گے تو ظالم ہوں گے[2] اگر میت نے کچھ نہیں چھوڑا تو ورثاء کے ذمہ اس قرض کا

---

[1] قال علمائنا رحمهم الله تعالیٰ تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضى ديونه من جميع مابقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقى بعد الدين ثم يقسم الباقى بين ورثته الخ سراجى ص ۳/مطبوعه ياسرنديم ديوبند،الدر المختار على الشامى زكرياص ۴۹۳،۴۹۷/۴/ كتاب الفرائض،مجمع الانهر ص ۴۹۳،۴۹۵/۴/، كتاب الفرائض،مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت،

[2] عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مطل الغنى ظلم مشكوة شريف ص ۲۵۱/باب الافلاس والانظار، الفصل الاول،مطبوعه دار الكتاب ديوبند،بخارى شريف ص ۳۰۵/۱، كتاب الاجارة، باب فى الحوالة،وهل يرجع فى الحوالة،مطبوعه اشرفى ديوبند، مسلم شريف ص ۱۸/ج ۲/كتاب المساقات،باب تحريم مطل الغنى،مطبوعه رشيديه دهلى.

ادا کرنا ضروری نہیں۔ تاہم اگر اولاد کو اپنے والد کو آخرت کے مواخذہ سے بچانے کی فکر ہو تو اس کا قرض ادا کردیں[1] اگر اتنا ترکہ چھوڑا جس سے قرضہ ادا کیا جائے تو آخرت میں اس میت کی پکڑ نہیں ہوگی۔ اگر اتنا ترکہ نہیں چھوڑا تو پکڑ ہوگی[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۵/۱۴ھ

میت پر دعویٰ دین

سوال:- شخصے برمیت بعد از تقسیم ترکہ بین الورثاء یا قبل از تقسیم آں دعوی دین می کند ومتوفی در باب دین مذکور ہیچ اظہارے عندالموت نکردہ ورثہ میت ہم عدم علمیت دین را اظہار می کنند ومدعی بینہ ودیگر کدام ثبوتے ندارد پس دریں حالت برمدعی حلف خردن لازم است یا بر ورثاء میت یا دعویٰ اوشان غیر مسموع است از جواب جلد مشرف فرمایند۔

---

[1] والمراد دين له مطالب من جهة العباد الى قوله فلايلزم الورثة اداء ها الااذااوصى بها اوتبرعت الورثة بها من عندهم، البحرالرائق كوئٹه ص ۸/۴۸۹، كتاب الفرائض، شامى زكريا ص ۱۰/۴۹۳، كتاب الفرائض، تبيين الحقائق ص ۶/۲۳۰، كتاب الفرائض، مطبوعه امداديه ملتان،

[2] وعن ابى موسى عن النبى ﷺ قال ان اعظم الذنوب عند الله ان يلقاه بهاعبد بعد الكبائر التى نهى الله عنه ان يموت رجل وعليه دين لا يدع له قضاء، مشكوة شريف ص ۲۵۳/باب الافلاس والانظار، الفصل الثانى، ابوداؤد شريف ص ۲/۴۷۵، كتاب البيوع، باب التشديدفى الدين، مطبوعه سعدبکڈپو دیوبند، مسنداحمد ص ۴/۳۹۲، حديث ابى موسى اشعرى، مطبوعه دار الفكر بيروت.

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک کبیرہ گناہوں کے بعد جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ بندہ اس حال میں خدا سے جا کر ملے کہ اس پر قرض ہو اور اس نے اتنا مال نہ چھوڑا ہو جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے۔

[3] **خلاصۂ سوال:** ایک شخص میت ورثہ کے درمیان ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے یا اس کے قرض کا دعوی کرتا ہے اور میت نے موت کے کسی قسم کا ذکر نہیں کیا اور میت کے ورثاء بھی قرض کی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں اور مدعی کے پاس نہ گواہ ہیں، اور نہ ہی کوئی دوسرا ثبوت ہے تو اس صورت میں مدعی پر قسم کھانا لازم ہے یا میت کے ورثاء پر، یا ان کا دعوی نا قابل قبول ہوگا جواب سے جلد مشرف فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً

ولو ان رجلا قدم رجلاً الیٰ القاضی وقال ان اباهٰذا قدمات ولی علیه الف درهم دین الی قوله وان لم تکن للمدعی بینة واراد استحلاف هٰذا الوارث یستحلف علی العلم عند علمائنا، رحمهم الله تعالیٰ بالله ماتعلم ان لهٰذا علی ابیک هٰذا المال الذی ادعی وهو الف درهم ولاشئ منه فان حلف انتهی الامروان نکل یستوفی الدین من نصیبه وفی الخانیة فی ظاهر الروایة فان کان هٰذا الوارث المدعی علیه اقربالدین علی الاب او انکرفلما حلف نکل حتی صار مقرا بالدین الاانه قال لم یصل الی شئ من ترکة الاب فان صدقه المدعی فی ذالک فلا شئ له وان کذبه وقال لا بل وصل الیه الف درهم اواکثردراهم واراد ان یحلفه یحلفه علی البتات بالله ماوصل الیک من مال ابیک هٰذا الالف ولا شئ منه فان نکل لذمه القضاء وان حلف لاشئ علیه اهـ فتاویٰ هندیه[۱] کتا ب ادب القاضی، الباب الخامس والعشرون،

اگر میت درترکہ مال گذاشتہ است و مدعی بردعوی خود بینہ نمی دارد وورثہ اقرار دین نمی کند پس مدعی راحق است کہ از ورثاء حلف ستاند اگر حلف کنند ودعوی مدعی ساقط خواہد شد واگر انکارکنند دعوی لازم خواہد شد والبسط فی الخانیہ[۲] والہندیہ[۳]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ......صحیح: عبداللطیف ۲۵ / ج ۱ / ۵۶ ھ

---

[۱] عالمگیری ص ۴۰۶، ۴۰۷ / ۳، مطبوعه کوئٹه، کتاب ادب القاضی، الباب الخامس والعشرون، شامی کراچی ص ۵۸۵ / ۵، کتاب الدعوی، باب دعوی النسب،

[۲] خانیة علی الهندیة ص ۲۲، ۴۲۱ / ج ۲ / کتاب الدعوی، باب الیمین،

[۳] خلاصۂ جواب: اگر میت نے ترکہ میں مال چھوڑا ہے اور مدعی کے پاس گواہ نہیں اور ورثاء دین کا اقرار نہیں کرتے تو مدعی کو حق ہے کہ ورثاء سے قسم لے اگر ورثاء قسم کھالیں تو مدعی کا دعویٰ ساقط ہو جائیگا اور اگر مدعی قسم کھانے سے انکار کردیں تو مدعی کا دعوی لازم ہو جائیگا۔

میت کی امانت ورثہ کو دی جائے

سوال:- ۲۵/۲۴ سال کی عمر کا لڑکا اپنے باپ سے خفا ہو کر اپنے چچا کے یہاں رہنے لگا اور مرتے وقت اپنے دوست کے پاس چھ روپیہ امانت چھوڑ گیا۔ امانت رکھنے والے کے والد اور دو بھائی موجود ہیں۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ میرا لڑکا تمہارے پاس مبلغ تیس روپے نقد چھوڑ کر مرا ہے اور یہ روپیہ میرے حوالہ کرو۔ جس کے پاس امانت رکھی تھی وہ روپیہ دینے سے انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر اقرار کریں تو تیس روپے دینے پڑیں گے۔ اگر امانت رکھنے والا مبلغ چھ روپے سے پوشیدہ کسی مدرسہ کے اسباب میں لگا دیں تو اس کے ذمہ سے ساقط ہوگا یا نہیں۔ اگر یہ روپیہ مدرسہ میں دینے سے ادا نہ ہو تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس چھ روپے کا مدرسہ میں دینا یا اور کسی کام میں خرچ کرنا جائز نہیں[1] بلکہ مرنے والے کے ورثہ کو دینا ضروری ہے[2]۔ اگر وہ تیس روپے کا دعویٰ کرے تو ثبوت پیش کرے۔ بغیر ثبوت کے تیس روپیہ کا دعویٰ شرعاً معتبر نہیں[3] اور نہ اس کے ذمہ دینا ضروری ہے۔ فقط سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۱۱/۶۰ ھ

اگر اقرار میں اندیشہ ہے تو اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اتنی رقم ان کو کسی طرح دے

---

[1] لایجوز التصرف مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۱/ج ۹/ کتاب الغصب، مطلب فیمایجوز من التصرف بمال الغیر الخ، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷/الفن الثانی کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی.

[2] اذا مات رب الودیعة ولم یکن علیہ دین مستغرق یرد علی الورثة الخ عالمگیری ص ۳۵۴/ ج ۴، مطبوعہ کوئٹہ، کتاب الودیعة، الباب السابع فی رد الودیعة.

[3] البینة علی المدعی الحدیث ترمذی شریف ص ۲۴۹/ج ۱، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی ان البینة علی المدعی الخ.

دی جائے اطلاع کی ضرورت نہیں ہے[1]۔ باقی جوابات صحیح ہیں۔

سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۱/۶۰ھ

جائداد اور وراثت

سوال:- زید مرحوم کا ایک کارخانہ ہے۔ اس کارخانہ کی عمارت پر تقریباً چالیس سال قبل زید مرحوم کے تقریباً پینتیس ہزار ۳۵۰۰۰/- روپئے تعمیر میں خرچ ہوئے تھے۔ زید نے اپنے حین حیات میں مذکورہ بالا عمارت کو اپنی تجارت دوبارہ ایجاد کرنے کی غرض سے اپنے شہر کے ایک مالدار تاجر کے پاس رہن میں دیکر بطور قرض دس ہزار روپئے لے کر کاروبار چلایا تھا۔ چند سالوں کے بعد تجارت میں بھاری خسارہ ہوکر کاروبار ختم ہوگیا۔ کاروبار خسارہ میں ختم ہونے پر زید اپنی مذکورہ بالا عمارت کو روپئے دیکر رہن سے چھڑا نہ سکے۔ رہن والوں کا تقاضا زیادہ ہونے پر مجبور و بے بس ہونے پر زید مرحوم نے اپنی بیوی خیر النساء سے ان کے زیورات تخمیناً پانچ ہزار روپیوں سے زیادہ رقم کے ان سے اس وعدہ پر لے کر کہ مذکورہ جائداد کو رہن سے چھڑا کر اس پوری عمارت کو بیوی کے نام لکھ کر بذریعہ رجسٹری دستاویز منتقل کردیں گے۔ بیوی سے یہ وعدہ پکا کر کے ان کے زیورات بطور قرض حاصل کرلیا۔ اور ان کو فروخت کر کے پانچ ہزار روپئے لے کر مذکورہ رہن والے صاحب جن کے پاس یہ جائداد بطور رہن کے رہی گفتگو کر کے یہ بات طے کرلی کہ رہن کی رقم دس ہزار میں سے اس وقت فوری طور پر پانچ ہزار روپئے دیدیں گے اور بقیہ رقم کارخانہ ماہانہ کرایہ کے آمد میں وہ صاحب جمع کرتے جائیں۔ اس طرح یہ معاملہ طے کر کے زید نے اپنی بیوی کے زیورات سے جو پانچ ہزار روپئے یا کچھ

---

[1] ویبرأ بردها ولو بغير علم المالك الخ درمختار على الشامي زكريا ص ٢٦٦ / ج ٩ / كتاب الغصب، زيلعي ص ٢٢٢ / ج ٥ / كتاب الغصب، مطبوعه امداديه ملتان.

زائد رقم دستیاب ہوئی۔ اس رقم کو رہن والے صاحب کو دیدیا اور میعاد رہن ختم ہونے پر اس جائداد کو بیوی کے نام لکھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔

اس اثناء میں زید کا انتقال ہوگیا۔ زید مرحوم کے دولڑکے اور ایک لڑکی تینوں نے متفقہ طور پر (لڑکی نے اپنے جانب سے اپنے شوہر کو گواہی کے لئے وکیل بنا کر ان تینوں نے) اپنے والد مرحوم کے حسب وعدہ اس عمارت کو اپنی ماں کے نام لکھ کر دستاویز بنا کر رجسٹری کرا کے جائداد ماں کے قبضہ میں کلیۃً دیدی۔ اور اس طرح یہ جائداد زید مرحوم کی بیوہ بیوی خیر النساء کے نام منتقل ہوگئی اس وقت زید مرحوم کی والدہ ماجدہ کلثوم بی زندہ تھیں۔ اور ان کے بڑے فرزند اور ایک بیٹی یعنی زید مرحوم کے بڑے بھائی اور ایک بہن بھی زندہ تھی۔ اس جائیداد کے منتقل ہونے کے بعد چار پانچ سال تک زید مرحوم کی والدہ ماجدہ کلثوم بی زندہ تھیں ان کو اس کا پورا علم تھا۔ اور اس عرصہ میں کبھی انہوں نے اپنے پوتے پوتی یعنی زید مرحوم کی اولاد سے یا بہو سے اس کے متعلق ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔ زید مرحوم کی والدہ اس واقعہ کے چار پانچ سال بعد تک زندہ رہ کر انتقال کر گئیں۔ ان کے بعد ان کے بڑے بیٹے اور بیٹی زید مرحوم کے بڑے بھائی اور بہن کی طرف سے بھی اس حق کا کوئی مطالبہ نہیں ہوا۔ اس لئے یہ سب اور خاندان بخوبی آگاہ تھے، ان کو پوری طرح معلوم تھا کہ یہ جائداد زید رہن رکھ چکا ہے۔ اور زید مرحوم کی بی بی نے اپنے زیورات شوہر کو بطور قرض مذکورہ وعدہ پر دے کر چھڑائی تھی، ورنہ وہ جائداد اور رہن سے نہ چھوٹتی۔ اور اسی میں ڈوب کر ختم ہو جاتی۔ یہ جائداد زید مرحوم کی بیوہ بی بی کے نام بذریعہ دستاویز رجسٹری منتقل ہو کر تقریباً تیس سال کی طویل مدت گذر گئی اور تیس برس سے زید کی بیوی کا قبضہ کلیۃً چلا آرہا ہے۔ وہی اس کی آمدنی اور سیاہ وسفید کی مالکہ تھی۔ اس عرصہ میں زید کی والدہ کلثوم زندہ رہیں اور کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ آخر ان کا بھی انتقال ہوگیا۔

ان کے انتقال کے بعد ان کے بڑے بیٹے اور بیٹی جن کا ابھی ذکر کیا چند سال زندہ رہے اور ان کی طرف سے بھی کوئی مطالبہ نہیں۔ ان لوگوں کا بھی انتقال ہوگیا ہے۔ (تقریباً

E:\F.M.Fainal\Jild-30\02-Mayyit ke Qarz Aur

آٹھ سال کا عرصہ گذر گیا) زید مرحوم کی بی بی خیر النساء صاحبہ جن کے نام جائیداد ہے مستقل تیس سال سے انہیں کے قبضہ میں کلیۃً چلا آرہا تھا اور آمدنی وغیرہ کی وہی مالکہ رہی تھیں، چھ سات ماہ ہوا انتقال کر گئیں۔ اب آپ سے گذارش ہے کہ مذکورہ باتوں کو پیشِ نظر رکھ کر مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مرحمت فرمائیں۔

(۱) مذکورہ حالات کے پیش نظر بھی اگر زید مرحوم کے بڑے بھائی اور بہن جنہوں نے زید مرحوم کے انتقال کے بعد اور اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کے چھ سات سال بعد انتقال فرمایا۔ ان کی اولادوں وارثوں کی طرف سے مذکورہ بالا زید کی بیوی پر تیس سال قبل منتقل شدہ جائداد میں زید مرحوم کی والدہ ماجدہ یعنی دادی کا حق کا مطالبہ اور دادی مرحومہ سے ان کے بڑے بیٹے (والد) اور بیٹی (پھوپھی) کے حق کا مطالبہ کریں تو کیا قابلِ سماعت اور حق بجانب ہوگا؟

(۲) مذکورہ جائداد میں اگر یہ لوگ اس کی آمدنی کا مطالبہ تیس سال کے بعد اور صاحبِ جائداد کے انتقال کے بعد وارثوں سے کی جائے تو کیا یہ قابلِ قبول اور حق بجانب ہے؟

(۳) مذکورہ جائیداد میں اگر یہ لوگ اس کی ۳۰ سال کی آمدنی کا مطالبہ کریں تو کیا یہ بھی قابلِ سماعت ہوگا؟ اگر ہو تو اس کا واجب الاداء کس کے ذمہ ہے اور شرعاً اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید مرحوم تو اپنی حیات میں نہ بیوی کا قرض پانچ ہزار روپیہ ادا کر سکے اور نہ جائداد بعوض قرض اس کے نام منتقل کرنے کا وعدہ پورا کر سکے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے ترکہ میں اور ادائے مہر و دیگر قرض سب ورثہ کا حصہ تھا، والدہ کا بھی اور تمام اولاد کا بھی اور بیوی کا بھی۔ بیوی کے قرض کو بصورتِ زیور و نقد ادا نہیں کیا گیا بلکہ جائداد کی صورت میں ادا کیا گیا تاکہ مرحوم کا وعدہ بھی پورا ہو جائے اور بیوی کو اپنا قرض بھی وصول ہو جائے۔ اس کے لئے

E:\F.M.Fainal\Jild-30\02-Mayyit ke Qarz Aur

ضرورت تھی کہ سب ورثہ متفق ہوکر یہ صورت اختیار کرتے یعنی زید کی والدہ کا بھی مشورہ ہوتا۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ یہ کوتاہی ہوئی تاہم جب زید کی اولاد نے اس کی تکمیل کی یعنی اپنے والد کا قرض ادا کردیا اور زید کی والدہ نے اس میں کوئی مزاحمت نہیں کی جبکہ وہ بھی وراثت کی حقدار تھیں بلکہ انہوں نے خاموشی اختیار کی تو یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ مرحوم بیٹے کا قرض ادا کرنے کی جوصورت اختیار کی گئی ہے وہ اس پر رضامند تھیں اور حکم بھی یہی ہے کہ تقسیم میراث سے پہلے متوفی کا قرض ادا کیا جائے[1] پس صورتِ مسئولہ میں زید کی بیوی اس جائداد کی مالک ہوگئی۔ پھر اس کے انتقال پر اس کے ورثہ کا حق ہے۔ زید کے بھائی بہن کا اس میں حق نہیں، وہ زید کی بیوی کے وارث نہیں، البتہ اپنی والدہ کے وارث ہیں، مگر اس جائداد میں والدہ کا جو کچھ حصہ تھا وہ بعوض قرض زوجۂ زید کے پاس چلا گیا۔ ہاں اس کے علاوہ جو کچھ والدہ کا ترکہ ہو اس میں سے ان کو حصہ ملے گا۔ اور زید کی اولاد کو اپنی دادی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا۔ اس لئے کہ زید کا انتقال والدہ کے سامنے ہوگیا تھا اور زید کے بھائی بہن موجود تھے[2]۔

(۲) یہ مطالبہ درست نہیں۔ (۳) یہ بھی درست نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تنبیہ:- یہ جواب اس تقدیر پر ہے کہ زید مرحوم کی جائیداد کو بیوی کے نام بعوض قرض منتقل کرنے پر والدۂ زید کی رضامندی معلوم ہو۔ اگر وہ اس پر راضی نہیں تھیں (اس لئے

---

[1] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضى ديونه الى قوله ثم يقسم الباقي بين ورثته الخ سراجی ص ۴/شامی زکریاص ۴۹۵/ج ۱۰/کتاب الفرائض، ملتقی الابحر ص ۴۹۳/ج ۴/کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] الاقرب فالاقرب يرجحون بقرب الدرجة اعنى اولٰهم بالميراث جزء الميت اى البنون ثم بنوهم الخ سراجی ص ۲۲/باب العصبات، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری ص ۴۵۱/ ج ۶/کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، مطبوعه کوئٹه، درمختار علی الشامی زکریا ص ۵۱۸/ ۱۰/کتاب الفرائض، فصل فی العصبات.

E:\F.M.Fainal\Jild-30\02-Mayyit ke Qarz Aur

کہ مقدارِ قرض پانچ ہزار کے مقابلہ میں جائداد کی مالیت بہت زیادہ تھی) اور والدہ نے ناخوشی کا اظہار کر دیا تھا اور اجازت نہیں دی تھی، گو بعد میں دعویٰ اور مطالبہ نہ بھی کیا ہو تو پھر والدہ کا حق ساقط نہیں ہوا۔ انتقالِ والدہ کے بعد اس میں زید کے بھائی بہن کا بھی حصہ ہوگا۔ پھر ان کی خاموشی اور مطالبہ نہ کرنے سے ان کا حق بھی ختم نہیں ہوا۔ پھر ان کی اولاد کا بھی حق ختم نہیں ہوا[1] البتہ مدتِ طویلہ گذر جانے کی وجہ سے دعویٰ اور مطالبہ کا حق ضابطۃً اور قضاءً نہیں رہا[2] تاہم عنداللہ دیانۃً برأت نہیں ہوئی۔ اس لئے ان سے مفاہمت ومصالحت کر کے سبکدوشی کر لی جائے یا ان کو جائیداد میں حصہ دے کر راضی کیا جائے یا قیمت دی جائے یا معاف کرایا جائے[3]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دین مہر مقدم ہے تقسیم میراث سے

سوال:- مسمی محمد یٰسین مرحوم متوفی کے ایک لڑکا دو لڑکیاں ایک بالغہ ایک نابالغہ ایک زوجہ وارث ہیں لیکن زوجہ بعوض دین مہر مبلغ پانچ ہزار روپیہ کی دعویدار ہے اور ترکہ متوفی پانچ ہزار سے بہت کم ہے تو اس صورت میں ترکۂ متوفی تمام زوجہ کو بعوض دین مہر دیا

---

[1] الحق متی ثبت لا یبطل بالتا خیرولابالکتمان قواعد الفقه ص۷۷/مطبوعه دارالکتاب دیوبند.

[2] اذاترک الدعویٰ ثلاثا وثلاثین سنة ولم یکن مانع من الدعویٰ ثم ادعی لاتسمع دعواه الخ شامی کراچی ص۴۲۲/ج۵/کتاب القضاء،مطلب اذاترک الدعویٰ ثلاثاوثلاثین الخ.

[3] وان کانت عما یتحلف بالعباد،فان کانت من مظالم الاموال فیتوقف صحة منها مع ماقد مناه فی حقوق اللّٰه علی الخروج عن عهده الاموال وارضاء الخصم فی الحال والاستقبال بان یتحلل منهم اویردهاالیهم اوالی من یقوم مقامهم الخ شرح فقه اکبر ص۱۹۴/بحث التوبة، مطبوعه مجتبائی.

جائے گا۔ یا جمیع ورثہ میں تقسیم ہوگا۔ اگر تقسیم ہوگا تو شرعاً ہر وارث کو کس قدر پہنچے گا۔ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں متوفی کا کل ترکہ زوجہ کو بعوض دین مہر دیا جائے گا۔ اور ورثہ کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ قرضہ کی ادائیگی شرعاً ورثہ کے حق پر مقدم ہے۔ فی السراجی[1] ص ۳/ قال علمائنا رحمهم الله تعالیٰ تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضى ديونه من جميع مابقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقى بعدالدين ثم يقسم الباقي بين ورثته الخ .

بشرطیکہ زوجہ نے معاف نہ کیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم، ۹/ جمادی الثانی ۵۲ھ

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ صدر المدرسین

صحیح: سعید احمد صدر مفتی مدرسہ مظاہر علوم

قرضۂ میت کون ادا کرے

سوال:- مرحوم کے قرض کا علم اس کی بیوی کو ہی ہے جس کا وہ قرض ہے وہ اگر یہ کہے کہ میں اس بیوہ کے ہاتھ سے نہیں لوں گا اگر اس کا بھائی وغیرہ کوئی دے تب لوں گا تو بیوہ ہی کو قرض ادا کرنا ضروری ہے یا بھائی بھی ادا کر سکتا ہے؟

---

[1] سراجی ص ۳، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مجمع الانہر ص ۴۹۳، ۴۹۵/ کتاب الفرائض، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص ۴۸۹/ ج ۸/ کتاب الفرائض.

الجواب حامداً ومصلیاً

قرض مرحوم کے ترکہ سے ادا کیا جائے گا۔ خواہ بیوہ ادا کرے خواہ بھائی جس کے ہاتھ سے بھی ادا کر دیا جائے گا۔ مرحوم بری ہو جائے گا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

باپ کا قرض ادا کر کے اس کو میراث سے وصول کرنا

سوال:- ایک شخص کے ذمہ قرض تھا وہ قرض اس کے لڑکے نے ادا کیا۔ پھر اس شخص کا انتقال ہو گیا لہٰذا اس شخص نے اپنے مرنے پر وہی مکان جو اس قرض میں مکفول تھا جو اس لڑکے کے قرض ادا کرنے سے بری ہوا تھا ترکہ میں چھوڑا۔ اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی اپنے وارث چھوڑے۔ تو کیا جبکہ متوفی مرحوم کا ترکہ لڑکا اور لڑکی میں تقسیم کیا جائے تو اس قرضہ ادا شدہ میں سے بھی لڑکی کے ذمہ بقدر حصہ ڈالا جائے یا نہیں جبکہ یہ صورت ہے کہ اگر وہ لڑکا قرضہ ادا نہ کرتا تو وہ مکان باقی نہیں رہ سکتا تھا اور وہ مکان قرض میں لگ جاتا اور ورثاء کو کسی طرح ترکہ نہ پہنچتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر باپ کے کہنے پر بطور قرض ادا کیا ہے یعنی مثلاً باپ نے یہ کہا تھا کہ اتنا روپیہ میرے ذمہ فلاں شخص کا قرض ہے جس کے عوض میں میرا یہ مکان مکفول ہے تو یہ قرض میری طرف سے ادا کر دے اور اتنا روپیہ بجائے اس شخص کے میرے ذمہ واجب ہے اور اب میں تیرا مقروض ہوں تب تو وہ روپیہ لڑکا باپ کے ترکہ سے وصول کر سکتا ہے روپیہ کی ادائیگی تقسیم

---

[1] ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله. سراجی ص ۴/مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، البحر الرائق کوئٹہ ص ۴۸۹/ج ۸/کتاب الفرائض، مجمع الانہر ص ۴۹۵/ج ۴/کتاب الفرائض، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

ترکہ سے مقدم ہے۔ لڑکے کو حق ہے کہ پہلے اپنا قرضہ وصول کرلے اس کے بعد ترکہ تقسیم کرے[1]۔ مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس روپیہ کے قرض ہونے کا شرعی ثبوت موجود ہو یا ورثہ سب اس کو تسلیم کریں[2]۔ اگر لڑکے نے بطور قرض وہ روپیہ باپ کی طرف سے نہیں ادا کیا بلکہ محض تبرع اور احسان کیا ہے تو اب اس کو ترکہ سے وصول نہیں کرسکتا[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/ شوال المکرّم ۵۸ھ

ورثہ اور غرماء کے درمیان مصالحت

سوال:- شامی جلد چہارم فصل فی التخارج میں ہے کہ جب ترکہ میں دین علی الناس ہو تو صلح کے جائز ہونے کے چار حیلے ہیں جن میں سے حیلہ ثالثہ کو احسن الحیل لکھا ہے حالانکہ جو ضرر حیلہ ثانیہ میں ہے وہ بعینہ ثالثہ میں بھی ہے یعنی النقد خیر من النسیئة تو اب ثالثہ کا ثانیہ سے احسن ہونا سمجھ میں نہیں آتا لہٰذا بندہ کی رائے ناقص میں حیلۂ ثانیہ کا حاصل یہ ہے کہ مصالح کا حصہ دین سے تبرعاً پورا کردیں اور اس کے حصہ میں غرماء پر رجوع نہ کریں غالباً اسی لئے حیلۂ ثانیہ میں واحالهم بحصته، پر محشیؒ لکھتے ہیں لامحل لهٰذه الجملة هٰهنا پس اس

---

[1] ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ما له ثم يقسم الباقى بين ورثته، سراجى ص ۴/ مطبوعه ياسر نديم ديوبند، الدر المختار على الشامى زكريا ص ۴۹۵، ۴۹۷/ ج ۱۰/ كتاب الفرائض، تبيين الحقائق ص ۲۳۰/ ج ۶/ كتاب الفرائض، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] ثم تقدم ديونه التى مطالب لها مطالب من جهة العباد ويقدم دين الصحة هو ما كان ثابتا بالبينة مطلقا او بالاقرار فى حال الصحة، الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۴۹۵/ ج ۱۰/ كتاب الفرائض.

[3] وكان تطوعاً بما ادى عن صاحبه لانه قضى دين غيره بغير امره فلا يرجع عليه هدايه ص ۱۰۳/ ج ۳/ كتاب البيوع، مسائل منثوره، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، مجمع الانهر ص ۱۵۳/ ج ۳/ كتاب البيوع، مسائل شتى، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص ۱۲۹/ ج ۴/ كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطبوعه امداديه ملتان.

E:\F.M.Fainal\Jild-30\02-Mayyit ke Qarz Aur

حیلہ میں دو ضرر ہیں ایک وہی جو حیلہ اولیٰ میں ہے اور دوسرا النقد خیر من النسیئة یعنی مصالح کو حصہ نقد مل گیا اور باقی ورثہ کو ان کا حصہ نسیئہ ملے گا اور ثالثہ میں صرف النقد خیر من النسیئة کا ضرر ہے یعنی مصالح کو قرض فی الحال دیتے ہیں اور اس قرض کو نیز اپنے حصہ کو غرماء سے نسیئة وصول کریں گے۔ حیلۂ اولیٰ میں بھی اگرچہ ایک ہی ضرر ہے مگر وہ ثالثہ کے ضرر سے زیادہ ہے اور ثانیہ میں دو ضرر ہیں لہٰذا ثالثہ احسن الحیل ہوا۔ اور رابعہ میں کوئی ضرر نہیں مگر ایک اعتراض اب بھی باقی ہے وہ یہ کہ مصالح بہرصورت صلح تو دین کے سواء باقی ترکہ پر کرتا ہے تو حیلۂ اولیٰ میں ورثہ اپنا حصہ قرض پورا لیتے ہیں اور مصالح اپنے حصہ سے غرماء کو بری کرتا ہے تو اس میں ضرر مصالح کا ہے نہ کہ ورثہ کا بعینہ یہی ضرر مصالح ثانیہ ورابعہ میں بھی ہے کہ وہ اپنا حصہ دین وصول نہیں کرتا مگر ثانیہ میں ورثہ کا بھی ضرر ہے یعنی النقد خیر من النسیئة اور یہی ضرر ورثہ ثالثہ میں بھی ہے غرض یہ کہ اولی ورابعہ میں صرف مصالح کا ضرر ہے اور ثالثہ میں صرف ورثہ کا اور ثانیہ میں جانبین کا پس ثانیہ احسن الحیل ہونا چاہئے لیتحقق المساوات آں جناب اپنی تحقیق عمیق کے فیصلہ سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حیلہ ثالثہ کا احسن الحیل ہونا صاحب درمختار[1] نے ابن کمال سے نقل کیا ہے لیکن سکب[2] الانہر ج ۲/ ص ۳۱۹/ میں اس کے احسن ہونے پر اشکال بھی کیا ہے۔ قلت ولا یخلو ایضا عن ضرر التقدیم اسی اشکال کو شامی نے حیلہ رابعہ کے اوجہ ہونے کی وجہ میں پیش کیا ہے قوله والا وجه لان فی الاخیرة لا یخلوعن ضرر التقدیم فی وصول مال ابن ملک اھ شامی[3]

---

[1] وهذه احسن الحيل ابن كمال، الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكرياص ۴۶۲/ ج۸/ كتاب الصلح، فصل فی التخارج.

[2] سكب الانهر على هامش مجمع الانهر ص ۴۴۰/ ج۳/ كتاب الصلح، فصل فی التخارج مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[3] شامی زكرياص ۴۶۲/ ج۸/ كتاب الصلح، فصل فی التخارج.

ج ۴ / ص ۶۶۴ / نیز علامہ زیلعی کو بھی اس کا اعتراف ہے مگر زیلعی نے اولیٰ اور ثانیہ سے ثالثہ کے اوجہ ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے وان شرطوا أن یبرأ الغرماء منه ای من الدین صح لانه اسقاط اوتملیک للدین ممن علیه الدین، وکل ذٰلک جائز وقال صاحب الهدایة وهٰذه حیلة الجواز، واخری: ای حیلة اخریٰ ان یعجلوا قضاء نصیبه متبرعین ثم قال فی الوجهین ضرر بقیة الورثة والاوجه ان یقرضوا المصالح مقدار نصیبه ویصالحوا عما وراء الدین ویحیلهم علی استیفاء نصیبه من الغرماء وهٰذا فی الوجهین ظاهر لا نهم اذا اعطوا المصالح شیئاً بمقابلة الدین اوقدر الدین ولم یحصل لهم الدین فقد حصل لهم ضرر دنیوی ولیس فی الصورة الثالثة مثل ذٰلک من الضرر لانهم وان خرج منهم قدرالدین لکن حصل لهم الدین بمقابلته فانتفی عنهم الضرر الا ضرر النقدفان العین خیر من الدین اه زیلعی[1] ج ۵ / ص ۵۱ / اس کے بعد حیلہ رابعہ کو اوجہ کہا ہے اور واحالهم بحصته سے صاحب الدرر پر رد مقصود ہے۔ قوله واحالهم بحصته ذکره رداعلی صاحب الدرروتبعه المصنف حیث قالا ولا یخفیٰ فیه ای هٰذاا لوجه من الضرربقیة الورثة ولکنه لا یرجع علیهم بما احالهم به فیکون الضررعلیهم مرتین اه طحطاوی[2] ص ۳۶۰ حیلۂ ثانیہ میں جوضرر ہے اس میں فقہاء کی عبارتیں دوطرح کی ملتی ہیں ایک النقدخیرمن النسیئة دوسری عدم رجوع الورثة علی الغرماء چنانچہ تکملہ فتح القدیر[3] میں ہے اور حاشیہ[4] عنایہ شرح ہدایہ ج ۷ / ص ۴۵ / میں اسی کو حق کہا ہے ص ۶ / کفایہ[5] میں بھی اسی

---

[1] زیلعی کوئٹه ص ۱ ۵ / ج ۵ / کتاب الصلح، قبیل کتاب المضاربة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] حاشیه الطحطاوی علی الدرالمختار ص ۳۶۰ / ج ۳ / کتاب الصلح، فصل فی التخارج، مطبوعه دارالمعرفة بیروت.

[3] اس پر بحث ونظر بھی ہے۔ تکمله فتح القدیر ص ۴۴۲ / ج ۸ / کتاب الصلح، فصل فی التخارج، مطبوعه دارالفکربیروت.

[4] حاشیه عنایه علی هامش فتح القدیر ص ۴۴۲ / ج ۸ / کتاب الصلح، فصل فی التخارج، مطبوعه دارالفکربیروت.

(حاشیہ نمبر ۵ / اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کو اختیار کیا ہے اور اس کی وجہ بیان کی ہے۔ اذلا نسیئة عند التبرع اور علت اولیٰ کے متعلق حاشیہ عنایہ[1] میں ہے۔ اقول فیه بحث. اس تقدیر پر حیلۂ اولی وثانیہ ہر دو میں ورثہ کو حصۂ مصالح میں غرماء پر رجوع کا حق نہیں ہوگا۔ اور ثانیہ میں مزید برآں یہ کہ مصالح کا حصۂ دین اپنے پاس سے تبرعاً دینا ہوگا، البتہ مصالح کے حق میں ثانیہ احسن ہے اولیٰ سے کیونکہ اولی میں مصالح کو کچھ حصۂ دین نہیں ملتا اور ثانیہ میں بقیہ ورثہ سے مل جاتا ہے اور حیلۂ ثالثہ میں بقیہ ورثاء کو بعوض قرض مصالح غرماء پر رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے اور وہ بدل قرض کے مستحق ہو جاتے ہیں تو گو مصالح کا حصۂ دین اور اپنا حصۂ دین سب کچھ غرماء سے وصول کرتے ہیں کوئی حق مالی فوت نہیں ہوتا صرف وصولیابی میں تاخیر ہوتی ہے اور اتنی بات میں ثالثہ ورابعہ ہر دو شریک ہیں پھر رابعہ کے اوجہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ والا وجه ای الا یسر والاخف اھ[2]۔

الحاصل اولیٰ میں حصۂ دین مصالح غرماء سے قطعاً ساقط ہے اور بقیہ ورثہ کو بھی اس میں رجوع علی الغرماء کا حق نہیں البتہ اپنا حصۂ دین پورا لیں گے اس میں مصالح کا نقصان ظاہر ہے ثانیہ میں مصالح اپنا حصۂ دین پورا بقیہ ورثاء سے وصول کرے گا اور ورثہ اس میں رجوع علی الغرماء نہیں کریں گے کیونکہ انہوں نے مصالح کے ساتھ یا غرماء کے ساتھ تبرع کیا ہے اس میں ورثہ کا نقصان ظاہر ہے ثالثہ میں مصالح کو بھی حصۂ دین مل جاتا ہے اور بقیہ ورثہ کے پاس سے بھی کچھ مفت خرچ نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ دیتے ہیں وہ قرض ہے جس کو بذریعہ حوالہ غرماء سے وصول کرلیں گے اگر نقصان ہے تو صرف نسیہ کا ہے اور یہ اھون ہے لہٰذا یہ احسن الحیل ہوا۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [5] قال فی الکفایة لعدم رجوعهم علی الغرماء انتهی، الی قوله اذلا نسیئة عندالتبرع الخ، کفایه علی هامش فتح القدیر ص ۴۴۲/ ج۸/فصل فی التخارج، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[1] عنایه علی هامش فتح القدیر ص ۴۴۲/ ج۸/ کتاب الصلح، فصل فی التخارج، مطبوعه دار الفکربیروت.

[2] طحطاوی علی الدرالمختار ص ۳۶۰/ ج۳/ کتاب الصلح،فصل فی التخارج،مطبوعه دار المعرفة بیروت.

رابعہ میں رجوع علیٰ الغرماء کی وجہ سے نسیئہ ضرور ہے جیسا کہ ثالثہ میں تھا لیکن بیع ہونے کی وجہ سے قرض کے معاملہ سے نجات ہے اور حق نہ مصالح کا ضائع ہوتا ہے نہ بقیہ ورثہ کا اس لئے یہ اوجہ ہے ہٰذا ما عندی۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۶۶/۱/۲۰ھ

ورثہ اور غرماء کی مصالحت پر اشکال

سوال:- میت کا دین ہو کسی پر تو جواز صلح کے حیل اربعہ میں سے تیسرے حیلہ کا احسن الحیل ہونا تو سمجھ میں آ گیا مگر رابعہ کا اوجہ بمعنی ایسر ہونا سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ اس میں مصالح کا ضرر ظاہر ہے ثالثہ میں تو مصالح اپنا حصۂ قرض پورا وصول کر لیتا ہے رابعہ میں صرف ایک مشت کھجور کے بدلہ میں اپنا حصۂ دین ان کے حوالہ کرتا ہے اور اسے بالکل کچھ نہیں ملتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اوجہ اگر بمعنی انفع للمصالح ہوتا تب بھی حیلۂ اولیٰ کے مقابلہ میں صحیح ہوتا اگر چہ ثانیہ وثالثہ کے مقابلہ میں صحیح نہ ہوتا لیکن یہ اوجہ بمعنی ایسر والاخف فی حق الورثۃ ہے[1] وہٰذا ظاہر۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند

اداء قرض سے پہلے ترکۂ میت سے نفع اٹھانا

سوال:- زید نے اپنے وارثوں میں تین بالغ لڑکے چھوڑ کر انتقال کیا ترکہ میں

---

[1] والاوجہ ای الایسر لھم والاخف طحطاوی علی الدر المختار ص ۳۶۰/ ج۳/ کتاب الصلح، فصل فی التخارج، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت.

ایک موروثی سکنی مکان ہے جس میں زید کا بھائی بھی شریک ہے اس کے علاوہ گیارہ سو کے قریب رقم ایک میعاد معینہ کے لئے سرحدی تحویل میں امانت ہے اور دوسری طرف متفرق واجب الاداء قرض کی رقم ہیں جن میں چار سو کے قریب سودی قرضہ بھی شامل ہے زید کے بعض ورثاء اور دوستوں نے مرحوم کی عاقبت میں بہتری کے اور اس خیال سے کہ دیر کرنے سے سود کی رقم زیادہ ہو جائے گی سرکاری تحویل سے اختتام معیاد سے قبل رقم لے کر سارے قرضے ادا کرنے پر اتفاق کرلیا ہے، تین وارث لڑکوں میں دو چھوٹے بھائی برسر روزگار ہیں لیکن بڑا بھائی (الف) عرصہ سے کسی روزگار پر قادر نہیں اور اپنے متعلقین کی کفالت کے لئے بعض اوقات بادلِ ناخواستہ دوسروں سے استمداد پر مجبور ہوتا ہے کچھ عرصہ سے اس کا ارادہ زراعت کا ہے اور اسی غرض سے قطعہ اراضی بھی لگان پر لیا ہے مگر زراعت کے دیگر اخراجات کے لئے سودی قرضہ لینے کے سوا اس وقت کوئی اور سبیل نہیں ہے اس کے بغیر ملنا ناممکن نظر آتا ہے اور بہ ہزار دقت بہت گراں سود پر مل سکتا ہے اس لئے (الف) یہ چاہتا ہے کہ جو واجب الاداء سودی قرضہ ہے اس کی ادائیگی بالفعل ملتوی کر کے اس رقم سے اس کو فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے وہ زراعت کے حاصل سے دو تین سال کے اندر رقم قرضہ مع سود کے صراف کو واپس کردے گا کیونکہ اس وقت رقم صراف کو واپس کر کے جدید قرضہ کے ملنے کی امید نہیں ہے۔ ذی علم اور تجربہ کار شخص ہے اس کے خلاف بے اعتمادی کی کوئی وجہ نہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا قرضہ کی ایسی رقم کی ادائیگی کو ایک گھر کے لئے ذریعۂ معاش قائم کرنے کی مفید اور جائز غرض سے مدت مذکورہ تک ملتوی کیا جاسکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

میت کے ترکہ میں سے تقسیم میراث سے قبل قرض کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے[1]۔

---

[1] ثم تدم دیونه التی لهامطالب من جهة العباد، شامی کراچی ص ۷۶۰/۶، کتاب الفرائض، مجمع الانهر ص ۴۸۵/ ج ۴/کتاب الفرائض، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۲۳۰/ ج ۶/کتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان.

خصوصاً جب کہ قرض سودی ہو تو جس قدر جلدی اس کا ادا کرنا ممکن ہو اس میں تاخیر کی گنجائش نہیں[1] اور صورت مسئولہ میں واقعات کا تجربہ بتلاتا ہے کہ سودی قرض تمام بڑی سے بڑی جائداد کو کھا کر فنا کر دیتا ہے اور اس پر بھی وثوق نہیں کیا جا سکتا کہ مدت مذکورہ میں الف کو زراعت میں کچھ نفع اور بچت ہو کہ جس سے وہ قرض ادا کر سکے یہ بھی احتمال ہے کہ رقم مذکورہ تمام کی تمام زراعت میں صرف ہو جائے اور کچھ بھی وصول نہ ہو اس لئے موہوم امید پر سودی قرض کی ادائیگی کو مؤخر کرنا درست نہیں بلکہ اس کو جلد از جلد ادا کر دیا جائے اور اس کے بعد اگر الف میں صدق اور خوف خدا ہے اور وہ حرام سے بچکر اکل حلال کا طالب ہے تو اس کے لئے اللہ پاک ضرور بالضرور جائز طریقہ سے رزق مہیا فرمائیں گے اور حرام سے محفوظ رکھیں گے۔ اگر اس کو قرض کی ضرورت پیش آئے گی تو بلا سود قرض ملے گا۔

اس پُر آشوب زمانہ میں ایسے بندگان خدا موجود ہیں اور بڑے بڑے کاروبار کر رہے ہیں جن کو کبھی سودی قرض کی نوبت نہیں آتی۔ اور بلا سود ہزاروں کی رقم مہیا ہو جاتی ہے۔ قال الله تبارک و تعالیٰ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ[2] الآية.

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح: عبد اللطیف ۹/۱/۵۹ھ

---

[1] عن ابی هريرةؓ ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال مطل الغنى ظلم مشكوة شريف ص ۲۵۱ /باب الافلاس والانظار، الفصل الاول، مطبوعه دار الكتب ديوبند، بخارى شريف ص ۳۰۵/ج ۱ /كتاب الاجارة، باب فى الحوالة، وهل يرجع فى الحوالة، مطبوعه اشرفى ديوبند، مسلم شريف ص ۱۸/ج ۲/كتاب المساقات، باب تحريم مطل الغنى، مطبوعه رشيديه دهلى.

[2] سورہ طلاق آیت ۳،۲/. ترجمہ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ (از بیان القرآن)

فصل دوم: استحقاق اور عدم استحقاق وراثت

حق وراثت موت مورث کے بعد ہوتا ہے

سوال:- زید موجود ہے۔ زید کی اولاد میں ایک لڑکا اور دولڑکیاں ہیں۔ لڑکیوں میں ایک حیات ہے اور ایک کا انتقال ہو چکا ہے۔ زید کی موجودگی میں سب جائیداد کی تقسیم زبردستی کرنے لگے ہیں، حالانکہ زید موجود ہے۔ شرعاً زید کی اولاد کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

زید جب تک زندہ ہے اپنی جائیداد کا خود مالک ہے۔ کسی وارث کا بحیثیت وراثت کوئی حق نہیں۔ زید کا جب انتقال ہو جائے گا اس وقت جو ورثہ ہوں گے وہ حسبِ قواعدِ شرعیہ وارث ہوں گے اس وقت مسئلہ دریافت کرنا۔ ابھی کسی کو زبردستی لینے کا حق نہیں[۱]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند، ۲۱/۱/۸۸ھ

حق میراث نہ لینے سے باطل نہیں ہوتا

سوال:- خواجہ کی تین لڑکیاں ہندہ وغیرہ اور ایک لڑکا تھا۔ خواجہ کا تو انتقال ہو گیا ہندہ وغیرہ لڑکیاں اور باب اللہ لڑکا کو چھوڑ گیا۔ سارا ترکہ باب اللہ کے نام ہو گیا لیکن اس کی بہنیں ہندہ وغیرہ نے اپنا حق نہیں لیا حتیٰ کہ اپنے بھائی باب اللہ سے سب سے پہلے انتقال

---

[۱] وشروطه ثلاثة موت مورث حقيقة او حكما كمفقود الخ، سكب الانهر ص ۴۹۴/ ج ۴/ اول كتاب الفرائض دار الكتب العلميه بيروت، الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۷۵۸/ ج ۶/ اول كتاب الفرائض، بحر كوئٹه ص ۴۸۸/ ج ۸/ اول كتاب الفرائض.

کر گئیں۔ بعدہٗ باب اللہ دولڑکیاں اور ایک لڑکا سرور کو چھوڑ کر انتقال کر گئے۔ باب اللہ کا سب ترکہ ان کے لڑکے سرور کے نام ہو گیا بعدہ سرور بھی دو بہنیں اور ایک بیوی چھوڑ کر انتقال کر گئے اب سرور کے ترکہ میں اس کی پھوپھیاں ہندہ وغیرہ کے لڑکے حق کا دعویٰ کرتے ہیں۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ سرور کی پھوپھیوں ہندہ وغیرہ نے جبکہ اپنے بھائی باب اللہ سے اپنی زندگی میں اپنا حق نہیں لیا اور باب اللہ کا سارا ترکہ ان کے لڑکے سرور کے نام ہو چکا ہے تو کیا پھوپھیوں کے مرجانے کے بعد بھی ان کا حق باقی ہے اوران کے لڑکے شرعاً حصہ لے سکتے ہیں اگر لے سکتے ہیں تو کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

محض نہ لینے سے وارث کی ملک مال مورث سے زائل نہیں ہوتی لہٰذا اگر ہندہ وغیرہ نے باب اللہ کو اپنا حصہ ہبہ کر کے باقاعدہ قبضہ کرا دیا تھا تب تو ہندہ کے ورثہ کو باب اللہ کے ورثہ سے اس کے لینے کا حق حاصل نہیں[1] اور اگر باقاعدہ ہبہ نہیں کیا تو پھر حق حاصل ہے۔ جس کی مقدار خواجہ کے انتقال سے اس وقت تک نام بنام موتیٰ کی ترتیب اور ورثہ کی تفصیل معلوم ہونے پر تحریر کی جاسکتی ہے **لو قال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقه اذ الملک لا یبطل بالترک اه** اشباہ[2] ص ۲۳۹/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱۷/ ۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/ ذی الحجہ ۵۷ھ

---

[1] وتتم الهبة بالقبض الكامل الدرالمختار على الشامی زکریا ص ۸/۴۹۳، کتاب الهبة، زيلعی ص ۵/۹۱، کتاب الهبة، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص ۴/۳۷۴، کتاب الهبة، باب الاول،

[2] الاشباه والنظائر ص ۱۷۴، الفن الثالث: مايقبل الاسقاط من الحقوق ومالايقبله، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، الارث جبری لایسقط بالاسقاط، تکمله ردالمحتار کراچی ص ۵۰۵/۷، کتاب الدعویٰ، مطلب واقعة الفتویٰ،

دادا اور مربی کے مال میں حق

سوال:- شیخ عبدالکریم نے انتقال کیا اور مسمّٰی عبدالشکور ایک لڑکا چھوڑا اور اپنی بیوی اور ایک لڑکی مسماۃ شافعہ کو شیخ مرحوم کے انتقال کے بعد ہی ان کے والد شیخ عبدالقادر بھی بیمار پڑے۔ جب بظاہر بچنے کی کوئی علامت معلوم نہ ہوئی تو محلّہ کے چند بزرگوں مثلاً مولوی عبدالعالی مرحوم، شیخ خان محمد مرحوم، حاجی نور محمد مرحوم اور شیخ محمد عثمان جواب بھی بقید حیات ہیں، نے عبدالشکور کے واسطے سفارش کی کہ آپ کے لڑکے عبدالکریم کا انتقال ہو چکا ہے آپ ان کے لڑکے عبدالشکور کے متعلق کیا کہتے ہیں جو بوجہ والد کے انتقال کے مجوب اور محروم رہے تو جواب میں بولنے کی معذوری کی وجہ سے تینوں انگلیاں اٹھا کر اس کا اشارہ کیا کہ تینوں (یعنی لڑکا محمد نعیم اور لڑکا عبدالحمید اور عبدالشکور پوتا) برابر برابر ہیں۔ اس کے بعد عبدالقادر نے انتقال کیا اور ان کے ترکہ جائیداد کو وصیت کے مطابق عبدالحمید، محمد نعیم اور عبدالشکور نے آپس میں تقسیم ہو جانے کے بعد عرصہ ڈیڑھ دو ماہ کے عبدالکریم مرحوم کے ایک لڑکا مسمّٰی محمد پیدا ہوا۔ چونکہ باپ دادا دونوں کے انتقال کے بعد محمد کی پیدائش ہوئی تھی اس لئے ان کی پرورش اور جملہ ضروریات کی تمام ذمہ داری عبدالشکور کے ذمہ رہی۔ عبدالشکور ان کی جملہ ضروریات کو پوری کرتے رہے۔ عبدالشکور کو جو رقم بذریعہ وصیت ترکہ میں ملی اس سے کاروبار کرنے لگے اور اپنے دست بازو سے کمائے ہوئے سرمایہ سے اپنے اہل وعیال اور نیز محمد کی پرورش اور نگہداشت کرتے رہے ان کی متعدد شادیاں بھی کیں۔ محمد جب کام کر سکنے کے قابل ہوئے تو استطاعت کے مطابق وہ بھی عبدالشکور کا ہاتھ بٹاتے رہے۔ اور کام کاج کرتے رہے۔ اس طرح سے محمد، عبدالشکور کے ہمراہ عرصہ دراز تک رہے اور عبدالشکور ان کے جملہ ضروریات زندگی کو پوری کرتے رہے۔ اب عرصہ پانچ چھ سال سے محمد، عبدالشکور سے الگ رہنے لگے ہیں اور اپنے حق شرعی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ لہٰذا مذکورہ بالا حالات کی روشنی میں حسب ذیل

سوالات کے جوابات بیان فرمائے جائیں۔

(۱) جب کہ محمد اپنے باپ و دادا دونوں کے انتقال کے بعد پیدا ہوئے تو محمد کا وصیت میں کوئی حق شرعی ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو کتنا اور کیونکر اور اگر نہیں تو کیونکر؟

(۲) عبدالشکور نے جو کاروبار کیا اور جائداد فراہم کی اس میں بحالت مذکورہ محمد کا کوئی حق شرعاً ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو کتنا اور کیونکر اور اگر نہیں ہوتا ہے تو بھی کیونکر؟ مدلّل اور واضح بیان فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر شیخ عبدالقادر جب ہی بولنے سے معذور ہوئے اور زبان بند ہوئی تھی تو اس وصیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں بلکہ حسب ضابطہ علم فرائض میراث تقسیم ہوگی اگر زبان بند ہوئے دیر ہو چکی تھی اور اپنے مقصد کو اشارات ہی سے سمجھاتے تھے اور پاس رہنے والے اشاروں کو سمجھتے تھے تو شرعاً ان کی وصیت معتبر ہوگی اور محمد بوقت وصیت پیدا نہیں ہوا تھا نہ ہی اس کے حق میں کوئی وصیت کی۔ وصیت کی رو سے کوئی استحقاق نہیں۔ **ایماء الاخرس و کتابته کا لبیان باللسان بخلاف معتقل اللسان قال الشافعی هما سماء فی وصیة وطلاق وبیع وشراء وقود وغیرها من الاحکام ای ایماء الاخرس فیما ذکر معتبر ومثله معتقل اللسان ان علمت اشارته وامتدت عقلته به یفتی اه درمختار قوله به یفتی هو روایة عن الامام ومقابله ما فی الکفایة عن الامام التمرتاشی تقدیره بسنة اه شامی**[۱] **ص ۶۴۵ / ج ۵ /۔**

(۲) جبکہ اصل سرمایہ عبدالشکور کا ہے اور اس نے ہی محمد کی پرورش کی ہے اور پھر بعد میں محمد نے عبدالشکور کی پرورش وغیرہ میں خرچ کیا ہے اس کے عوض میں محمد نے عبدالشکور کی

---

[۱] الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۶۰،۴۶۱ / ج ۱۰ / کتاب الخنثی، مسائل شتی، البحر الرائق کوئٹہ ص ۴۷۷ / ج ۸ / کتاب الخنثی، مسائل شتی، مجمع الانهر ص ۴۷۲،۴۷۴ / ج ۴ / کتاب الخنثی، مسائل شتی، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

اعانت کی ہے لہٰذا محمد کو مطالبہ کا حق نہیں۔ عبدالشکور اگر از خود کچھ دیدے تو تبرع اور احسان سمجھ کر قبول کر لینا چاہئے۔ جیسا کہ باپ کوئی کاروبار کرے اور بیٹا اس کا ہاتھ بٹائے تو وہ سب باپ کی ملک ہوتا ہے۔ الاب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شئی فالكسب كله للاب ان كان الابن في عياله لكونه معينا له الاترى لوغرس شجرة تكون للاب اه شامی[1] ص ۴۸۳ / ج ۳ /۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۷/رجب ۶۷ھ

باپ کی جائیداد پر زبردستی قبضہ کرنا

سوال:- جو شخص اپنے والد کی جائیداد پر جابرانہ قابض ہو جائے اور باپ کو کچھ نہ دینا چاہے، نہ اس کی کسی قسم کی خدمت کرے بلکہ اس کو دھمکائے اور ڈرائے اور باپ اس قابل نہ ہو کہ وہ اپنی طاقت سے کما سکتا ہو۔ ایسا شخص عنداللہ گنہگار ہے یا نہیں؟ اور قیامت میں اس کا کیا حال ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا آدمی غاصب اور بڑا ظالم ہے اور سخت گنہگار ہے[2] اس کی دنیا بھی تباہ ہے اور

---

[1] شامی زكريا ص ۵۰۲/ ج ۶/ كتاب الشركة مطلب اجتمعافي داروا حدة اكتسبا الخ، عالمگيری كوئٹه ص ۳۲۹/ج ۲/كتاب الشركة، مطلب اب وابن اكتسبا اموالاً، تنقيح الفتاوی الحامدية ص ۱۷/ج ۲/كتاب الدعوی، مطلب اكتسبه الابن يكون لابيه، مطبوعه مصر.

[2] عن سعيدبن زيدقال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اخذشبرا من الارض فانه يطوقه يوم القيامة من سبع ارضين مشكوة شريف ص ۲۵۴/كتاب الغصب والعارية، الفصل الاول، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، بخاری شريف ص ۴۵۴/ج ۱/كتاب بدء الخلق، باب ماجاء في سبع ارضين، مطبوعه اشرفی ديوبند، مسلم شريف ص ۳۳/ج ۲/قبيل كتاب الفرائض، مطبوعه رشيديه دهلی.

آخرت بھی برباد ہے۔ اپنے اس ظلم کا وبال اس پر یہاں بھی پڑ کر رہے گا، بغیر اس کے بھگتے موت نہیں آئے گی۔ اس کو لازم ہے کہ والد کی جائیداد واپس کردے۔ اور والد کی خدمت کرکے ان کو راحت پہونچائے۔ اور اس سے معافی مانگے ورنہ اللہ پاک اس سے ناراض ہوں گے اور وہ شخص مستحق غضب ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

والدہ کی موجودگی میں بیٹے کا اپنے نابالغ مرحوم بھائی کے ترکہ پر قبضہ کرلینا

سوال:- خاتون بیگم نے کچھ مکان اور کچھ زمین خود اپنے پیسہ سے اپنے دولڑکوں کے نام خریدی تھی اور ان میں ایک لڑکا نابالغ تھا اس نابالغ لڑکے کا انتقال ہوگیا اور وہ جائیداد بڑے لڑکے کے قبضہ میں ہے کیا خاتون بیگم بھی شرعی اعتبار سے اس جائداد کی مالک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس نابالغ کے ترکہ میں سے ایک تہائی کی حقدار اس کی والدہ بھی ہے[2] بڑے بھائی کا

---

[1] وعن ابی بکرة قال قال رسول اللّٰہ ﷺ کل الذنوب یغفر اللّٰہ منها ماشاء الا عقوق الوالدین فانه یعجل لصاحبه فی الحیاة قبل الممات. مشکوٰة شریف ص ۴۲۱/ باب البر والصلة. الفصل الثالث. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شعب الایمان للبیهقی ص ۱۰۷۳/ ج۲/ حدیث ۷۸۹۰/ الخامس والاربعون فی بر الوالدین، حدیث جریح العابدفی حفظ قلب الام، مطبوعه نزار مصطفی البازمکه مکرمه.

[2] والثلث عند عدمهم ای عدم الولدوولدالابن والعدد من الاخوة والاخوات وعندعدم الاب مع احدالزوجین (شامی زکریاص ۵۱۴/ ج۱۰/ کتاب الفرائض) سراجی ص۱۸/ فصل فی النساء، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص ۴۹۱/ ج۸/ کتاب الفرائض.

سب پر قبضہ کرنا غلط ہے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کوئی وارث ترکہ میت کا کرایہ دار ہوسکتا ہے

سوال:- میرے والد صاحب مرحوم نے اپنی حیات میں اپنی جائیداد اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کردی۔ اور ایک مکان اس تصریح کے ساتھ باقی رکھا کہ اس کے کرایہ کی آمدنی میں سے $\frac{1}{4}$ حصہ میرے اور میرے والدین کے ایصال ثواب میں خرچ ہوگا۔ اور بقیہ $\frac{3}{4}$ حصہ ورثاء آپس میں تقسیم کرلیں گے۔ ورثاء میں پانچ لڑکے اور ایک لڑکی شامل ہیں۔ چنانچہ ان کے انتقال کے بعد اس پر عمل درآمد ہوتا رہا۔ اس مکان کے ایک حصہ میں میرے ایک بھائی کرایہ پر آباد ہیں اور پرانا کرایہ متعین کیا ہوا ادا کررہے ہیں۔ جبکہ اب مارکیٹ میں کرایہ کا ریٹ بہت بڑھ گیا ہے۔ میں نے ایک بھائی اور بہن کا حصہ خرید لیا ہے۔ اب میں ڈھائی حصہ کا مالک ہوں۔ کرایہ دار بھائی کے علاوہ بقیہ سب حصہ داروں کا ان سے مطالبہ ہے کہ موجودہ کرایہ میں موجودہ نرخ کے مطابق اضافہ کریں جس سے ایصال ثواب کی رقم میں اضافہ ہو اور ورثاء کے حصہ رسد میں بھی لیکن اس پر وہ بھائی تیار نہیں ہیں۔ اس لئے سب حصہ دار چاہتے ہیں کہ وہ مکان خالی کردیں تاکہ دوسرے کو موجودہ کرایہ پر دیا جاسکے۔ لیکن وہ اس کے لئے بھی آمادہ نہیں ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کرایہ دار بھائی بقیہ بھائیوں (حصہ داروں) کا مطالبہ ماننے کے پابند ہیں یا نہیں؟ سوال کا منشاء یہ ہے کہ چونکہ وہ بھی $\frac{3}{4}$ حصہ میں $\frac{2}{11}$ حصہ کے مالک ہیں تو کیا اتنی ملکیت کی بناء پر وہ سب کا مطالبہ رد کرنے کے مجاز ہیں۔ اور بقیہ بھائیوں کا مطالبہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

---

[1] عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللّٰہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ مشکوۃ ص ۲۶۶/قبیل کتاب النکاح، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند، ابن ماجہ ص ۱۹۴/ابواب الوصایا، باب الحیف فی الوصیۃ، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ وہ بھائی بحیثیت وارث اس مکان سے منتفع ہونے کے حقدار ہیں تو نہ ان کو مکان خالی کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے نہ ان سے کرایہ وصول کیا جاسکتا ہے[۱]۔ وصیت پوری کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مکان کی تقسیم کر کے ۱/۴ کو حسب وصیت کرایہ پر دیا جائے، پھر خواہ کوئی وارث کرایہ پر لے یا غیر اور کرایہ ایصال ثواب میں صرف کیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ۱/۴ حصہ فروخت کر دیا جائے۔ وارث اگر خریدنا چاہے تو وہ مقدم ہے[۲] اس کی قیمت ایصال ثواب میں صرف کی جائے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۲/۲۳ھ

سوال متعلق استفتاء بالا

سوال:- ایک استفتاء (۳۹) (ت) کیا تھا جس کا جواب گیا تھا۔ اسی مسئلہ میں ایک بات اور معلوم کرنی ہے۔ جو جواب گیا تھا اس کو ذیل میں درج کر رہا ہوں۔ ''جبکہ وہ بھائی بحیثیت وارث اس مکان سے منتفع ہونے کے حقدار ہیں تو نہ ان کو مکان خالی کرنے پر

---

[۱] ولو سكن بعضهم ولم يجد الآخر موضعا يكفيه فليس له اجرة الخ الدر المختار على هامش رد المحتار زكريا ص ۵۴۴/ ج ۶/ كتاب الوقف، مطلب اذا وقف كل نصف على حدة الخ.

[۲] الشفعة واجبة للخليط فى نفس المبيع الخ هدايه ص ۳۸۷/ ج ۴/ كتاب الشفعة مطبوعه تهانوى ديوبند، مجمع الانهر ص ۱۰۲/ ج ۴/ كتاب الشفعة مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت، زيلعى ص ۲۳۹/ ج ۵/ كتاب الشفعة مطبوعه امداديه ملتان.

[۳] تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة، كذا فى البدائع، شامى كراچى ص ۲۴۳/ ج ۲/ صلوة الجنازة، زيلعى ص ۸۳/ ج ۲/ باب الجح عن الغير مطبوعه امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص ۵۹/ ج ۴/ باب الحج عن الغير مطبوعه الماجديه كوئٹه.

مجبور کیا جاسکتا ہے نہ ان سے کرایہ وصول کیا جاسکتا ہے۔ وصیت پوری کرنے کی دوصورتیں ہیں۔ایک یہ کہ مکان کی تقسیم کرکے ۱/۴ کو حسبِ وصیت کرایہ پر دیا جائے کہ پھر خواہ کوئی وارث کرایہ پر لے یا غیر، اور ایصال ثواب میں خرچ کیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ۱/۴ حصہ فروخت کردیا جائے۔ وارث اگر خریدنا چاہے تو مقدم ہے، اس کی قیمت ایصال ثواب میں خرچ کی جائے۔آپ نے وصیت پوری کرنے کی دوصورتیں بیان کی ہیں۔ دوسری صورت یہ بیان کی ہے کہ وہ ۱/۴ حصہ فروخت کردیا جائے۔ وارث اگر خریدنا چاہے تو مقدم ہے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ اگر اکثر وارث یہ چاہتا ہے کہ میں خریدلوں تو اس سلسلہ میں رفعِ نزاع کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل تو وصیت پورا کرنے کی پہلی ہی صورت ہے یعنی تقسیم کرکے ۱/۴ حصہ کو بالکل جدا کردیا جائے۔لیکن اگر باہمی نزاع کی وجہ سے یہ صورت ممکن نہ ہو یا تقسیم کے بعد ۱/۴ حصہ قابلِ انتفاع نہ رہے تو پھر دوسری صورت بھی اختیار کی جاسکتی ہے۔ جو شخص زیادہ قیمت دے اس کے ہاتھ فروخت کردیا جائے[۱] پھر قیمت کو ایصال ثواب میں خرچ کرنے کے لئے کوئی دوسرا مکان خرید کر اس کو کرایہ پر دیا جائے، اس کا کرایہ صدقہ کیا جائے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۸/۹ھ

والد کے انتقال کے بعد مکان والدہ کے نام ہوگیا اس کی وراثت

سوال:- میرے والد صاحب کا انتقال ہوگیا تو والدہ صاحبہ نے دوسرا نکاح کیا تو

---

[۱] نهى عن السوم على سوم غيره الى قوله وهٰذا اذا تراضى المتعاقدان على مبلغ ثمن فى المساومة فاما اذا لم يركن احدهما الى الآخر فهو بيع من يزيد ولا بأس به هدايه على هامش فتح القدير ص۴۷۷ / ج۶ /باب البيع الفاسد، فصل فيما يكره، مطبوعه دارالفكر بيروت،الدر مع الشامى كراچى ص۱۰۲ / ج۵ /مطلب فى البيع المكروه،مجمع الانهر ص۱۰۰ / ج۳ /باب البيع الفاسد،فصل قبض المشترى الخ دارالكتب العلميه بيروت.

دوسرے شوہر سے ایک لڑکی موجود ہے اور دو بہنیں بھائی ہم ہیں اب دوسرے شوہر کا بھی انتقال ہوگیا اور تحصیل میں والدہ صاحبہ کا نام چڑھ گیا اب انہوں نے زمین اور گھر میرے نام سے بیع نامہ کردیا ہے میں اب دونوں چیزوں کا مالک ہوگیا میں نے اس زمین سے دوسری زمین کا تبادلہ کیا تو میں نے اس کے نام بیع نامہ کیا اور اس کی زمین اپنی لڑکیوں کے نام بیع نامہ کیا میں نے جائز کیا یا ناجائز اب آپ کی خدمت میں چوتھا فتویٰ بھیج رہا ہوں مگر میں اس سے پہلے فتویٰ کے جواب کا منتظر ہوں اب اللہ کی ذات سے امید ہے کہ جواب ضرور ملے گا۔لیکن جب والدہ صاحبہ نے جو زمین اور گھر میرے نام کی تھی تو اس میں جو کچھ خرچ ہوا تھا وہ میں نے ہی کیا کسی دوسرے کا نہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

آپ نے یہ نہیں لکھا کہ والدہ صاحبہ کا نام تحصیل میں کس حیثیت سے چڑھ گیا ہے کیا والد صاحب مرحوم نے ان کے نام بیع نامہ آیا بعوض مہر ہبہ نامہ کرکے اس کا قبضہ کرادیا تھا اس وجہ سے ان کا نام سرکاری کاغذات میں بیع نامہ درج کیا گیا یا حکومت کا قانون یہ ہے کہ جو زمین کسی شخص کے پاس حکومت کی طرف سے ہو اس کے انتقال پر وہ زمین اس کی اہلیہ کو ملے گی پھر والدہ نے آپ کے نام بیع نامہ کردیا تو آپ اس بیع نامہ کی رو سے مالک ہوگئے آپ کو اس کا بھی اختیار ہے کہ جس کے نام چاہیں بیع کردیں یا تبادلہ کرلیں[۱] اگر ایسی صورت نہیں ہے۔ بلکہ زمین اور گھر کے والد صاحب مالک تھے اور کسی غلطی سے والدہ کا نام چڑھ گیا تو پھر

[۱] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک الخ تفسیر بیضاوی ص۷/ تحت سورة فاتحه. مطبوعه رشیدیه دهلی، معجم المصطلحات والالفاظ الفقهیة ص ۳۵۱، ۳۵۲، ج۳، حرف المیم، الملک التام، مطبوعه دارالفقهیة القاهرة، شرح المجلة ص ۶۵۴/ ۱، الباب الثالث فی المسائل المتعلقة بالحیطان، الفصل الاول فی بعض قواعد فی احکام الاملاک، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

وہ والد مرحوم کا ترکہ ہے[1] آپ بھی اس میں حقدار ہیں تنہا آپ مالک نہیں آٹھوں حصہ آپ کی والدہ کا ہے[2]۔ بقیہ میں سے دوہرا آپ کا اکہرا آپ کی بہنوں کا ہے[3] یعنی ۲۴ر حصہ بنا کر تین حصے والدہ کے ہیں سات بہن کے ۱۴ آپ کے اگر والدہ نے اپنا حصہ آپ کے ہاتھ بیع کر دیا تو آپ اس کے مالک ہوگئے بہن نے بھی اگر آپ کو دیدیا تو اس کے بھی مالک ہوگئے اور مذکورہ تصرف بھی آپ کا درست ہوگیا والدہ سے پیدا شدہ دوسرے شوہر سے جو لڑکی موجود ہے اس صورت میں وہ حقدار نہیں ہے[4] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۷/۱۳۹۹ھ

مدرّس کے انتقال کے بعد اس کی بقایا تنخواہ کا مستحق اس کا بڑا لڑکا ہوگا یا سب اولاد؟

سوال:- قصبہ کیرانہ میں ایک مدرسہ قرآن پاک کی تعلیم کا عرصہ سے قائم ہے۔

---

[1] الهزل هو ان لا يراد باللفظ دلالته لا المعنى الحقيقى ولا المجازى. الوصول الى قواعد الاصول ص۳۰۸/باب الامور المعترضة على الاهلية مسائة الهزل،مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت،شامى كراچى ص۵۰۷/ج۴/كتاب البيوع،مطلب فى حكم البيع مع الهزل.

[2] اما للزوجات فحالتان الى قوله الثمن مع الولد وولد الابن وان سفل سراجى ص۱۲،۱۱/ فصل فى النساء،مطبوعه ياسر نديم ديوبند،الدرالمختارعلى الشامى زكرياص۵۱۲/ج۱۰/ كتاب الفرائض،البحرالرائق كوئٹه ص۴۹۴/ج۸/كتاب الفرائض.

[3] وأما بنات الصلب فاحوال ثلث الى قوله ومع الإبن للذكر مثل حظ الانثيين وهو يعصبهن الخ سراجى ص۱۲/ فصل فى النساء،مطبوعه ياسر نديم ديوبند،البحرالرائق كوئٹه ص۴۹۴/ ج۸/كتاب الفرائض،تبيين الحقائق ص۲۳۴/ج۶/كتاب الفرائض،مطبوعه امداديه ملتان.

[4] ويستحق باحد ثلاثة بالاستقرإ بنسب اى قرابة رحم ونكاح صحيح وولاء بنوعيه، سكب الانهر على مجمع الانهرص۴۹۵/ج۴/كتاب الفرائض،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الدرالمختارعلى الشامى زكرياص۴۹۷/۱۰/ كتاب الفرائض،عالمگيرى كوئٹه ص۴۴۷/ ج۶/كتاب الفرائض،الباب الاول فى تعريفها.

اس کا خرچ وقف جامع سے نہیں دیا جاتا ہے۔ بلکہ ایک صاحبِ خیر نے کچھ اراضی خرید کر کے مدرسہ کے نام وقف کی مگر وہ آمدنی بہت قلیل ہے۔ مدرسہ کا خرچ کچھ بچوں کی فیس اور اہل خیر کے چندہ سے پورا کیا جاتا ہے۔ بعض وجوہ کی بنا پر مولوی مسیح الزماں نے جو اس مدرسہ کے مہتمم تھے استعفیٰ دیدیا۔ اور مولوی خالد صاحب جو جامع مسجد کے جمعہ کے امام ہیں وہ اس کے کارکن اور متولی ہوگئے۔ جس وقت مولوی صاحب موصوف نے استعفیٰ دیا مدرّسین کی تنخواہوں کا حساب باقی تھا۔ حافظ رحمت اللہ صاحب مدرس اول کی تنخواہ قریب گیارہ ماہ کی باقی تھی جس میں ان کو مبلغ فیس ماہانہ اور چندہ ماہانہ کی رقم وصول تھی۔ اور بقایا بعد وصول چندہ وفیس باقی تھی۔ دستخط کسی رقم پر نہیں تھے۔ حافظ رحمت اللہ صاحب مدرس اول کا انتقال ہوگیا۔ ان کی جگہ حافظ حنیف ان کا بڑا لڑکا مدرّس ہوگیا۔ یہ بڑا لڑکا حالتِ حیات میں اپنے والد حافظ رحمت اللہ کی جگہ اکثر کام کرتا تھا۔ اور بقول مولوی خالد صاحب ایک زمانہ میں اس بڑے لڑکے نے گیارہ بارہ ماہ تک حافظ رحمت اللہ کی جگہ مدرسہ کا کام کیا۔ اور اس لڑکے کے ساتھ حافظ صاحب مذکور کا رہن سہن کھانا پینا تا حیات رہا۔

جب مولوی صاحب نے اہتمام سے استعفیٰ دیا ہے تو اس میں یہ بات طے ہوگئی کہ استعفیٰ تک جو تنخواہیں مدرسین کی بقایا ہیں ان کی ادائیگی کی ذمہ داری مولوی صاحب پر ہے۔ اور بعد ازاں مولوی خالد صاحب اب اس بقایا تنخواہ کو ادا کرنا چاہتے ہیں۔ حافظ رحمت اللہ فوت شدہ کے علاوہ حافظ حنیف کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی بقید حیات ہیں۔ مگر ان دونوں کا حافظ رحمت اللہ مرحوم کے ساتھ رہن سہن کا کوئی تعلق نہیں ہوا۔ مولوی خالد صاحب کا کہنا ہے کہ اس بقایا رقم کا مستحق بوجوہ بالا حافظ حنیف ہے جو اب ان کی جگہ مدرّس ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس بقایا تنخواہ کے وارث تینوں یعنی بڑا لڑکا اور چھوٹا لڑکا اور لڑکی ہیں؟ یا صرف بڑے لڑکے کو یہ بقایا رقم دیدی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بقایا تنخواہ حافظ صاحب مرحوم کا ترکہ ہے۔ جملہ ورثہ حسب حصص شرعیہ اس کے مستحق ہیں۔ تنہا بڑا لڑکا پوری تنخواہ کا حقدار نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۰/۹۲ھ

کیا پاگل اور اس کی بیوی کو میراث ملے گی؟

سوال:- مجنون اور پاگل شخص کو اس کے والد مرحوم کی جائداد میں حصہ ملے گا یا نہیں؟ اس پاگل شخص کا انتقال باپ کے بعد مگر ماں کی موجودگی میں ہوا ہے۔

(۲) مطلقہ بیوی نے اپنے شوہر پر مقدمہ دائر کیا۔ شوہر کے بھائی نے صلح کر کے مقدمہ واپس کرا دیا اور مطلقہ کو پاگل شوہر کی جائیداد سے ساڑھے تین آنہ کا حصہ دیدیا۔ یہ وکلاء کی رائے سے دیا گیا۔ اور اس لئے دیا تا کہ آئندہ کوئی جھگڑا نہ رہے مگر اس کے باوجود مطلقہ بیوی اب پھر مطالبہ کر رہی ہے اور کورٹ میں کر رہی ہے۔ کیا کورٹ کا کیا ہوا فیصلہ ٹھیک اور درست ہوسکتا ہے؟

(۳) کورٹ کو اسلامی (لا) قانون کے خلاف فیصلہ کرنے کا حق ہے۔ کیا اس فیصلہ پر عمل کیا جائے خصوصاً مسلمانوں کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جنون موانع ارث میں سے نہیں ہے[2] حسبِ قانونِ شرع مجنون بھی اپنے والد مرحوم

---

[1] ثم یقسم الباقی بین ورثته بالکتاب والسنة واجماع الامة السراجی فی المیراث ص ۴/مجمع الانهر ص ۴۹۵/ج ۴/کتاب الفرائض، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۴۹۷/ج ۱۰/کتاب الفرائض.

[2] المانع من الارث اربعة الرق والقتل واختلاف الدینین واختلاف الدارین الخ سراجی ص ۷/ فصل فی الموانع، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، درمختار علی الشامی زکریا ص ۵۰۳/ج ۱۰/ کتاب الفرائض، ملتقی الابحر ص ۴۹۷/ج ۴/کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیة بیروت.

کے ترکہ سے حصہ میراث پائے گا۔

(۲) مرحوم کی اولاد موجود ہے۔ اگر مرحوم نے مرض الوفات میں طلاق دی تھی تو بیوہ مطلقہ کو ترکۂ مرحوم سے بعد ادائے دین مہر وغیرہ آٹھواں حصہ ملے گا یعنی ۱/۸ جبکہ عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو، اس سے زائد کی وہ حقدار نہیں[۱]۔

(۳) تقسیمِ میراث میں قرآن کریم کا فیصلہ معتبر ہے۔ قرآن ہی نے حصۂ میراث متعین کیا ہے اسی کو فیصلہ کا حق ہے[۲] حصہ کسی اور نے متعین کیا ہوتا تو اس کے فیصلہ کا اعتبار ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۳/۵ھ

داماد وارث نہیں

سوال:- اگر دختر و داماد کو متوفی نے اپنے پاس رکھ لیا ہو اور وہ اس کے شامل رہتا ہو تو خانہ داماد اور دختر دونوں کا حق ہے یا صرف دختر کا کیونکہ متوفی کا قریبی چچا و برادر حقیقی نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

داماد کو داماد ہونے کی وجہ سے کوئی ترکہ نہیں پہونچتا بلکہ صرف دختر کو پہنچتا ہے[۳] اگر داماد

---

[۱] فلو ابانها ومات فيه بذلک السبب اوبغيره ورثت هي الخ درمختار على الشامي زكريا ص۷/ تا ۹/ ج۵/ باب طلاق المريض، بحر كوئٹه ص ۴۲/ ج۴/ باب طلاق المريض، مطبوعه الماجديه كوئٹه، فتح القدير ص ۱۴۵/ ج۴/ مطبوعه دار الفكر بيروت.

[۲] اما للزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد والثمن مع الولدالخ سراجى ص ۱۱/ فصل فى النساء، زيلعى ص ۲۳۳/ ج۶/ مطبوعه امداديه ملتان، شامى زكرياص ۵۱۲/ ج۱۰/ كتاب الفرائض.

فريضة من اللّٰه ان اللّٰه كان عليماحكيما الاية سورة النساء آيت ۱۱/.

[۳] واصحاب هٰذه السهام اثناعشرة نفرا من للرجال وثمان من النساء وهن الزوجة والبنت الخ سراجى ص ۹/ باب معرفة الفروض ومستحقيها.

سے کوئی دوسرا رشتہ بھی ہے تو اس کے ظاہر ہونے پر حکم معلوم ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غائب غیر مفقود کا حصۂ وراثت

سوال:- شجاعت علی خاں مرحوم کے تین لڑکے حلیم خاں، سلیم خاں، نعیم خاں ہیں۔ حلیم خاں ۱۹۴۳ء میں گھر سے چلے گئے تلاش معاش کے سلسلہ میں ۱۹۵۲ء میں معلوم ہوا کہ حلیم خاں مونگیر جیل میں ہیں۔ چنانچہ اس کے ملاقاتی ایک جیل کے سپاہی نے حلیہ بھی بتلا دیا۔ لیکن کوشش بلیغ کے باوجود حلیم خاں سے ملاقات نہیں ہوسکی۔ اس درمیان شجاعت خاں مرحوم نے اپنے بیٹے سلیم خاں اور نعیم خاں کے ساتھ مل کر جائیداد بڑھائی اور کل جائداد مرحوم نے اپنے نام رکھی۔ بعدہٗ شجاعت علی خاں مرحوم ۱۹۵۶ء میں انتقال کر گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ مرحوم کی جائیداد میں مفقود الخبر حلیم خاں کا حصہ ہوگا یا نہیں؟ حلیم خاں کی بیوی اور ایک لڑکا موجود ہے جو اپنے باپ حلیم خاں کا حصہ چاہتا ہے۔ کیونکہ شجاعت علی خاں مرحوم کی جائیداد سے ان کی بیوی اور ان کے دوسرے لڑکے سلیم خاں اور نعیم خاں فائدہ اٹھا رہے ہیں لہٰذا دریافت یہ ہے کہ شجاعت علی مرحوم کی جائیداد سے کس کا کیا حصہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ حلیم خاں کا مونگیر جیل میں ہونا معلوم ہے تو اس کو مفقود الخبر قرار نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ سلیم خاں اور نعیم خاں کی طرح وہ بھی ترکہ کا برابر مستحق ہوگا۔ اگر شجاعت خاں کے والدین اور بیوی کا انتقال پہلے ہو چکا ہے اور اس کے ورثاء صرف یہ تین لڑکے ہیں تو بعد ادائے حقوق متقدمہ علی المیراث ان تینوں کو برابر تقسیم ہوگا۔ پھر حلیم خاں کے حصہ میں جو کچھ آئے اس کو محفوظ رکھا جائے۔ اور خود اس سے دریافت کرکے اگر وہ کہے تو اس کی بیوی اور لڑکے کو دیدیا

جائے[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

سوتیلا (شوہر کا لڑکا) وارث نہیں

سوال:- زینب فوت ہوئی وارث میں صرف دولڑکیاں ایک سوتیلا بیٹا نعیم الدین کو چھوڑا۔ پس متروکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اور کوئی وارث نہیں تو ترکہ دونوں لڑکیوں کو ملے گا[۲] سوتیلا (شوہر کا لڑکا) اس کا وارث نہیں[۳] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وحكم الاسير كحكم سائر المسلمين فى الميراث مالم يفارق دينه الى قوله فان لم يعلم ردته وحياته ولا موته فحكمه كحكم المفقود. عالمگیری کوئٹه ص۴۵۷/ج۶/الباب الثامن فى المفقود والاسير سكب الانهر ص۵۳۰/ ج۴/ كتاب الفرائض،قبيل فصل فى المناسخة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،الخ وقسمها القاضى بطلب الحاضرين وينصب وكيلاً يقبض نصيب الغائب. هدايه ص۴۱۲/ج۴/ كتاب القسمة.مطبوعه تهانوى ديوبند.

[۲] مافضل عن فرض ذوى الفروض ولامستحق له يردعلى ذوى الفروض بقدرحقوقهم سراجى ص۴۳/باب الرد،مطبوعه دارالكتاب ديوبند،عالمگیری کوئٹه ص۴۶۹/ج۶/كتاب الفرائض الباب الرابع عشرفى الرد،الدرالمختارمع الشامى كراچى ص۷۶۴/ج۶/كتاب الفرائض.

[۳] ويستحق الارث باحدثلاثة بالاستقراء بنسب اى قرابة رحم ونكاح صحيح وولاء بنوعيه سكب الانهرمع مجمع الانهر ص۵۹۵/ج۴/كتاب الفرائض،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الدرالمختارعلى الشامى زكرياص۵۹۷/ج۱۰/كتاب الفرائض،عالمگیری کوئٹه ص۴۴۷/ج۶/كتاب الفرائض،الباب الاول.

ناراض بیوی کو میراث کا حصہ

سوال:- ہندہ کنواری لڑکی قوم بلوچ کا عقد اس کے باپ نے زید جو کہ قوم سے جو یہ ہے کرادیا اس کے بعد ہندہ اپنے خاوند زید کے پاس تھوڑے ایام ٹھہری تھی کہ ہندہ کا باپ کسی ناراضگی کی وجہ سے اپنی لڑکی ہندہ کو اپنے گھر لے گیا بعدہ کچھ عرصہ کے بعد زید بیمار ہوگیا اور کئی پیغام بھیجے کہ میری بیوی مسماۃ ہندہ کو میرے پاس کر جاؤ مگر ہندہ کے باپ نے زید کے پاس ہندہ کو نہیں بھیجا اور نہ خود ہندہ اپنے خاوند کے پاس آئی حتیٰ کہ زید فوت ہوگیا۔ کیا اس صورت میں مسماۃ ہندہ کو زید کے مال ومتاع سے شرعاً کچھ حصہ ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے ہندہ کو طلاق نہیں دی لہٰذا شرعی طریق پر وہ میراث کی مستحق ہے اس ناراضگی کی وجہ سے وہ میراث سے محروم نہیں ہوئی۔ اگر زید کے گھر بالکل نہ گئی ہوتی تب بھی وارث ہوتی۔

وتوارثا قبل الفسخ لان النكاح صحيح والملک به ثابت فاذا مات احدهما فقد انتهى النكاح سواء مات قبل البلوغ اوبعده لان الفرقة بينهما لاتقع الابقضاء القاضی فيتوارثان ويجب المهر كله وان مات قبل الدخول اه زيلعی[1] ص۱۲۵/ ج۲/۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود دارالعلوم دیوبند

بحالت مرض طلاق سے بیوی کو وراثت ملے گی یا نہیں؟

سوال:- **ماقولكم رحمكم الله تعالیٰ ايهاالعلماء الكرام والجهابذة العظام**

---

[1] زيلعی ص ۱۲۵/ ج ۲/ (مطبوعه امداديه ملتان) كتاب النكاح باب الاولياء والاكفاء، بحر كوئٹه ص ۱۲۳/ ج ۳/ كتاب النكاح، باب الاولياء والاكفاء، النهرالفائق ص ۲۱۳/ ج ۲/ دار الكتب العلمية بيروت.

فی هذه المسئلة ان رجلا قدطلق امرأته ثلاثافی حالة الصحة ثم مات الرجل وهی فی العدة فهل ترثه ام لابینوابحوالة الکتب والبرهان توجرواعندالله المنان.

الجواب حامداًومصلیاً

وهو الموفق للصواب،لاترث فیه. قال فی الکنزطلقها رجعیا اوبائنا فی مرضه ومات فی عدتها ورثت وبعدها لاالی اٰخره قال فی البحر اطلق البائن فشمل الواحدة وثلٰثاوقیدبأن یکون فی مرضه احترازاً مما اذا طلق فی الصحة ثم مرض ومات وهی فی العدة لاترث الی اٰخره[1]. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ

الجواب صحیح:سعیداحمدغفرلہٗ

رخصتی سے پہلے انتقال ہوجائے تو مہر بھی پورا ملے گا اور وراثت بھی

سوال:- ایک نابالغہ لڑکی کا نکاح وکیل وگواہوں کی موجودگی میں حسب روئے

---

[1] کنز الد قائق مع البحر ص ۴۲،۴۳/ ج۴/ مطبوعه الماجدیه کوئٹه، کتاب الطلاق باب طلاق المریض، فتح القدیر ص ۱۴۵ / ج۴/ باب طلاق المریض، مطبوعه دارالفکربیروت، شامی کراچی ۳۸۷/ ج۳/ باب طلاق المریض،

ترجمہ سوال: ایک شخص نے حالت صحت میں اپنی بیوی کو تین طلاق دیدیں عورت ابھی عدت ہی میں تھی کہ اس شخص کا انتقال ہوگیا تو اس صورت میں وہ عورت وارث ہوگی یا نہیں؟

ترجمہ جواب: اس صورت میں وارث نہیں ہوگی کنز میں ہے۔کسی شخص نے اپنی بیوی کو اپنی حالت مرض میں رجعی یا بائن طلاق دیدی اور وہ شخص بیوی کے زمانۂ عدت میں مرگیا تو وہ عورت وارث ہوگی اور اگر اس کی عدت کے بعد مرا تو وارث نہیں ہوگی الخ بحر میں کہا ہے کہ بائن کو مطلق ذکر کیا ہے پس یہ ایک اور تین دونوں کو شامل ہے اور اپنے مرض ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے یہ اس صورت سے احتراز ہے جبکہ حالت صحت میں طلاق دی ہو پھر مریض ہوا ہو اور عورت کے زمانۂ عدت میں مرگیا ہو۔کہ اس صورت میں عورت وارث نہیں ہوگی الخ۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور

شرع شریف اور دولہا کی جانب سے کچھ کپڑا اور سونا بھی دولہن کو دیا گیا۔ لیکن خطبہ نکاح نہیں پڑھایا گیا۔ نیز جانبین اولیاء کی طرف سے قرار پایا کہ رخصتی آٹھ ماہ بعد ہوگی بقضاء الٰہی شوہر کا ۸/ ماہ کے بعد انتقال ہوگیا۔ اب تک بیوی سے ایک بار بھی خلوت صحیحہ نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا سوال ہے کہ عورت کس قدر مہر کی مستحق ہے۔ نیز جائداد منقولہ وغیرہ ترکۂ شوہر سے حصہ پائے گی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہوگیا کیونکہ خطبہ پڑھنا نکاح کے لئے مندوب ہے فرض نہیں۔ **ویندب اعلانه وتقدیم خطبة درمختار علی الشامی ج ۲/ ص ۳۸۴**[۱] اور لڑکی مہر مقررہ کی مستحق ہوگی۔ **ومن سمی مهرا عشرة فما زاد فعلیه المسمی ان دخل بها اومات عنها لانه بالدخول یتحقق تسلیم المبدل وبه یتأکد البدل وبالموت ینتهی النکاح نهایته والشئی بانتهائه یتقرر ویتأکد فیتقرر بجمیع مواجبه هدایه ج ۲/ ص ۳۰۴**[۲] اور میراث کی بھی مستحق ہوگی قال الکمال فی الفتح ج ۲/ ص ۴۳۸[۳] **قوله والشئی بانتهائه یتقرر لان انتهاء ہ عبارة عن وجوده بتمامه فیستعقب مواجبه الممکن الزامها من المهر والارث والنسب الخ، ویستحق الارث برحم ونکاح صحیح ولو بلاوطئی**

---

[۱] درمختار علی الشامی زکریا ص ۶۶/ ج ۴/ اول کتاب النکاح، البحر الرائق کوئٹہ ص ۸۱/ ج ۳/ کتاب النکاح، النهر الفائق ص ۱۷۶/ ج ۲/ کتاب النکاح، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] هدایه ص ۳۲۴/ ج ۲/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) کتاب النکاح، باب المهر، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۴۳/ ج ۳/ باب المهر، مجمع الانهر ص ۵۰۹/ ج ۱/ باب المهر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] فتح القدیر ص ۳۲۲/ ج ۳/ (مطبوعه دار الفکر بیروت) باب المهر، شلبی علی تبیین الحقائق ص ۱۳۸/ ج ۲/ باب المهر، مطبوعه امدادیه ملتان.

ولا خلوۃ اجماعا شامی[۱] ص ۱۶۶ ۱ / ج ۵ / ۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۲۴/ ذی الحجہ ۵۱ ھ

صحیح: بندہ عبد الرحمٰن

صحیح: عبد اللطیف

جہیز، مہر، وراثت

سوال:- زید کے دو بیٹے بکر و عمر ہیں، ہر دو کی شادی مسماۃ الف و ب دونوں حقیقی بہنوں سے ہوئی ہے الف بکر کی اور ب عمر کی منکوحہ ہے کچھ عرصہ بعد بقضاء الٰہی عمر لا ولد فوت ہوجاتا ہے اس کی منکوحہ مسماۃ ب عدت مقررہ اپنی سسرال میں گذار کر بعد انقضاء عدت مسماۃ ب بیوہ کو اس کے والدین میکے لیجانا چاہتے ہیں تو مسمٰی زید مذکور بیوہ مذکورہ کو اس کے والدین کے حوالہ نہیں کرتے۔ بلکہ مسماۃ مذکورہ کو خلاف مرضی مسماۃ ب و والدین مسماۃ ب جبراً سسرال میں روکے رکھتا ہے حتی کہ زید مذکور بیمار ہوکر بستر مرگ پر دراز ہوجاتا ہے اور مرنے سے پیشتر اپنی بہو مسماۃ ب کو کہتا ہے کہ میرے بعد میری جملہ جائیداد و املاک نفقہ کی تم مالک ہو اور نصف دیگر مسمٰی بکر کی ملک ہے زید مذکور کے مرنے کے بعد جب مسماۃ (ب) اپنے میکہ میں آئی اور مسمّٰی بکر سے اپنے مال کا مطالبہ کیا تو مسمّٰی بکر نے مسماۃ ب کو مال دینے سے صاف انکار کردیا اور باپ اور متوفی بھائی کی جملہ جائیداد املاک پر قابض ہوگیا حتی کہ مسماۃ (ب) کو میکے سے ملے ہوئے زیورات اور پارچہ جات واسباب بھی نہ دیا۔ اندریں حالت از روئے شرع شریف مسماۃ ب بیوہ کی حق رسی کیسے ہوسکتی ہے۔

نیز کیا مسماۃ ب اپنے میکے سے ملے ہوئے زیورات اسباب وغیرہ جو اسی وقت سے

---

[۱] درمختار مع الشامی زکریا ص ۴۹۷ / ج ۱۰ / اول کتاب الفرائض، سکب الانھر علی مجمع الانھر ص ۴۹۵ / ج ۴ / کتاب الفرائض، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۴۷ / ج ۶ / کتاب الفرائض، الباب الاول.

بکر نے اپنے قبضہ میں کر رکھے ہیں مالک اوران اشیاء کا بکر سے مطالبہ کرسکتی ہے یا نہیں۔

(۲) بکر سے اپنے مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے یا نہیں؟

(۳) وہ زیورات و اسباب وغیرہ جو مسماۃ ب کو سسرال سے ملے تھے کیا وہ مسماۃ مذکورہ کی ملک ہیں یا نہیں اگر ہیں تو کل، یا جز۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسماۃ ب کو جو زیورات و پارچہ جات واسباب وغیرہ اس کے میکے سے ملے ہیں وہ تمام اس کی ملک ہیں[۱] ان میں بکر کا کوئی حق نہیں، بکر کا ان کو خود رکھنا صریح ظلم اور غصب ہے[۲] مسماۃ ب کو اپنا مہر وصول کرنے کا حق حاصل ہے بشرطیکہ شوہر نے ادا نہ کیا ہو اور مسماۃ نے معاف نہ کیا ہو اولاً ترکۂ شوہر سے مہر وغیرہ ادا کیا جائے گا اس کے بعد میراث تقسیم ہوگی[۳] بکر کا متوفی بھائی کا کل ترکہ پر قبضہ کرنا جائز نہیں بلکہ اس کے ذمہ لازم ہے کہ جملہ ورثاء کا حق بحصۂ شرعی ان کو دیدے اور زید نے جو بوقت مرض الموت وصیت کی ہے وہ کل مال میں جاری نہیں

---

[۱] جهز ابنته بجهاز وسلمها ذالک لیس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده ان سلمها ذلک فی صحته بل تختص به وبه یفی الخ درمختار علی الشامی زکریا ص۳۰۷/ج۴/کتاب النکاح، باب المهر، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۸۷/۳/ باب المهر، النهر الفائق ص۲۶۵/ج۲/باب المهر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] عن ابی حرة الرقاشی عن عمه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الالاتظلموا الا لایحل مال امرئ الابطیب نفس منه مسند احمد ص۷۲/ج۵/حدیث عم ابی حرة الرقاشی، مطبوعه دار الفکر بیروت، مشکوة ص۲۵۵/باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[۳] اس لئے کہ مہر شوہر کے ذمہ دین ہے اس کو تقسیم میراث سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔ ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله الی ماقال ثم یقسم الباقی بین ورثته الخ سراجی ص۴ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) البحر الرائق کوئٹه ص۴۸۹/ج۸/کتاب الفرائض، تبیین الحقائق ص۲۳۰/ج۶/ کتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان.

ہوگی بلکہ ایک تہائی میں جاری ہوگی اور مسماۃ (ب) چونکہ زید کی شرعاً وارث نہیں اس کے حق میں یہ وصیت ضرور جاری ہوگی[۱] اور بکر چونکہ شرعی وارث ہے اس کے حق میں اس وصیت کا جاری ہونا دیگر ورثہ کی اجازت پر موقوف[۲] ہے مسماۃ (ب) کوحق ہے کہ وہ اپنا مہر اور اپنا میکہ سے ملا ہوا کل سامان اور حسبِ وصیت اپنا حصۂ میراث بکر سے بذریعہ عدالت وصول کرلے اور جو زیورات مسماۃ (ب) کو سسرال سے ملے تھے وہ اگر بطور تملیک ملے تھے یا برادری میں بطور تملیک ملنے کا رواج ہے تو وہ بھی تمام مسماۃ (ب) وصول کرسکتی ہے، اگر بطور عاریت ملے تھے یا بطور عاریت ملنے کا رواج ہے تو وہ وصول نہیں کرسکتی[۳]۔ ہاں ترکۂ شوہر ہونے کی حیثیت سے بطور میراث وصول کرسکتی ہے۔

حصۂ میراث کل ورثہ کے معلوم ہونے پر معلوم ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہٰذا، ۶۴/۵/۳۰ھ

---

[۱] وتجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع وان لم یجز الوارث ذالک لاالزیادة علیه الخ، درمختار علی الشامی زکریا ص ۳۳۹/ج ۱۰/اول کتاب الوصایا، البحرالرائق کوئٹه ص ۴۰۴/ج۸/کتاب الوصایا، مجمع الانهر ص ۴۱۹/ج۴/کتاب الوصایا، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[۲] ولالوارثه الاباجازة ورثته الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۳۴۶/ج۱۰/اول کتاب الوصایا، البحرالرائق کوئٹه ص ۴۰۳/ج۸/کتاب الوصایا، مجمع الانهر ص ۴۱۸/ج۴/کتاب الوصایا، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[۳] جهز ابنته ثم ادعی أن مادفعه لها عارية وقالت هو تمليک اوقال الزوج ذالک بعد موتها ليرث منه وقال الاب اوورثته بعد موته عارية فالمعتمد ان القول للزوج ولهااذا كان العرف مستمراً ان الأب يدفع مثله جهازاً لاعارية الخ درمختارعلی الشامی زکریاص ۳۰۷/ج۴/ باب المهر، البحرالرائق کوئٹه ص۱۸۷/ج۳/باب المهر، النهرالفائق ص ۲۶۵/ج۲/باب المهر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۱۵۹/ج۲/باب المهر، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص۳۲۷/ج۱/باب النهر، الفصل السادس عشرفی جهازالبنت.

حق وراثت جبراً وصول کرنا

سوال:- پنجاب کا دستور ہے کہ عورت کو وراثت شرعی سے محروم کر دیا جاتا ہے لیکن کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ خاوند کی کل جائداد پر قابضہ ہو جاتی ہے اس کو فروخت کا حق نہیں تاحین حیات اس کا قبضہ رہتا ہے۔ دریں صورت باقی ورثاء کو کہا جائے کہ عورت بے اولاد کو چوتھا حصہ سرکاری طور پر اس کے نام کرادو اور باقی حصہ اپنا لے لو اگر ورثاء اس فیصلہ پر راضی نہ ہوں تو کیا وہ عورت کل جائداد پر قابض رہ کر جائداد کی آمدنی سے اپنے شرعی حصہ کی مالیت وصول کرنے کی حقدار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ورثہ خاوند عورت کا شرعی حصہ نہ دیں تو عورت کا حق ہے کہ جس طرح قدرت ہو اپنا شرعی حصہ وصول کر لے[1] زائد لینے کا حق نہیں۔ زائد کو دیگر ورثہ کے حوالہ کر دے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود حسن گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۲/۵/۶۳ھ

متبنیٰ شرعی وارث نہیں

سوال:- مسمی محمد عیسیٰ صاحب انتقال کر گئے حسب ذیل ورثاء چھوڑے تین حقیقی

---

[1] للدائن أن يأخذ بيده اذظفر بجنس حقه بغير رضاالمديون الى قوله ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس كان فى زمانهم لمطاوعتهم فى الحقوق والفتوىٰ اليوم على جواز الأخذ على القدرة من اى مال كان لاسيمافى ديارنا لمداومتهم العقوق الخ شامى زكريا ص ۲۲۱/ج ۹/ كتاب الحجر، تكملة فتح الملهم ص ۵۷۸/ج ۲/كتاب الاقضية باب قضية هند، مطبوعه كراچى اوباعتباراسباب الملك فانهاجبرية اواختيارية فالاول الميراث الخ،زيلعى ص ۲۲۹/ ج ۶/كتاب الفرائض،مطبوعه امداديه ملتان.

E:\F.M.Fainal\Jild-30\03-Istehqaq & Adm Iste....

بھائی محمد ادریس، محمد موسیٰ، محمد الیاس جو حیات ہیں ایک بہن قبولہ ایک بیوی زہرا خاتون۔ محمد عیسیٰ مرحوم نے اپنے سالے محمد ظہیر کی لڑکی انجم آرا کو بچپن سے پالا اس کو اپنی لڑکی بنا کر رکھا اب بعد انتقال مال و جائداد کا حقدار کون ہوگا کیا انجم آرا کو جائز ہے کہ وہ اپنی ولایت کو محمد موسیٰ مرحوم کے طرف منسوب کرے۔ محمد عیسیٰ کے بھائیوں میں سے کوئی ایک بغیر اجازت دیگر ورثاء تمام جائداد انجم آرا کے نام کرا دے تو گنہگار ہوگا یا نہیں۔ کیا محمد عیسی کے انتقال کے بعد بلا اجازت ان کے بھائیوں کے ان کے مکان میں رہ سکتی ہے اور ان کے مال میں سے کھا سکتی ہے ان فریقوں میں سے کوئی ایک بھی بغیر ان تمام فریقوں کی اجازت کسی قسم کا مال و جائداد میں تصرف کرسکتا ہے اگر تصرف کرے تو عنداللہ مؤاخذہ ہوگا یا نہیں۔ انجم آرا کی شادی محمد عیسیٰ کے مال و جائداد سے جہیز وغیرہ سامان دینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جہیز لینے والا جانتا ہے کہ عیسیٰ مرحوم کے مال سے شادی ہورہی ہے تو وہ ماخوذ گنہگار ہوگا یا نہیں نیز عیسیٰ مرحوم کی بیوی زہرا خاتون کی پرورش کا ذمہ دار کون ہے آیا محمد عیسی کے بھائیوں پر دیکھ بھال کرنا ضروری ہے یا خود زہرا کے بھائی جو کہ زندہ ہیں پرورش کے کوئی ذمہ دار نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

محمد عیسی مرحوم کے انتقال کے بعد اس کے ذمہ جو کچھ قرض اور دین مہر وغیرہ ہو ادا کیا جائے پھر جو کچھ ترکہ بچے اس کے ایک تہائی سے اس کی وصیت پوری کی جائے (اگر وصیت کی ہو) پھر جو کچھ بچے اس کو اس طرح تقسیم کیا جائے[1]۔

---

[1] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الى قوله ثم تقضى ديونه من جميع مابقى من ماله ثم تنفذوصاياه من ثلث مابقى بعدالدين ثم يقسم الباقى بين ورثته الخ سراجى ص ۴/ و ۳/مطبوعه ياسر نديم ديوبند،هندية ص۴۴۷/ج۶/كتاب الفرائض،الباب الاول،مطبوعه كوئٹه،ملتقى الابحر ص۴۹۳/ج۴/اول كتاب الفرائض،دارالكتب العلمية بيروت.

مسئلہ ۲۸/۴:

زوجہ	اخ	اخ	اخ	اخت
زہرہ	ادریس	موسیٰ (۳)	الیاس	قبولہ
۱/۷	۶/	۶/	۶/	۳/

یعنی ۲۸ حصہ بنا کر سات حصہ مرحوم کی بیوی زہرہ کوملیں گے[۱] چھ چھ حصے تینوں بھائیوں ادریس، موسیٰ، الیاس کوملیں گے تین حصے بہن قبولہ کوملیں گے[۲] مرحوم نے اپنے سالے کی لڑکی انجم آرا کو پالا ہے اس کو بحیثیت وراثت کچھ نہیں ملے گا ہاں اگر اس کے لئے کچھ وصیت کی ہوتو ایک تہائی ترکہ میں اس کو پورا کیا جائے گا[۳] اس کے علاوہ نہ تو وارث ہے نہ مرحوم کے ترکہ سے کچھ کھانے پینے کی اجازت ہے وہ ترکہ بطور وراثت دوسروں کا ہوگیا البتہ مرحوم کے ورثہ میں ز سے جو جو وارث چاہے اپنا حصہ اس لڑکی کو دے سکتا ہے[۴] تمام ترکہ دینے کا حق نہیں دوسرے کا حصہ نہیں دے سکتا[۵] اگر دیں گے تو اس کا استعمال نہ انجم آرا کو جائز ہوگا نہ اس کے شوہر وغیرہ

[۱] امالـلـزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عندعدم الولد،سراجی ص ۱۱،۱۲/فصل فی النساء،طبع یاسرندیم دیوبند،هندیه کوئٹه ص ۴۵۰/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض،مجمع الانهرص ۵۰۰/ج۴/کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] الخامسة الاخوات لاب وام للواحدة النصف وللثنتین فصاعداالثلثان ومع الاخ لاب وام للذکر مثل حظ الانثیین،هندیه کوئٹه ص ۴۵۰/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض،مجمع الانهرص ۵۰۰/ج۴/کتاب الفرائض،دارالکتب العلمیه بیروت،سراجی ص۱۶/فصل فی النساء،یاسرندیم دیوبند.

[۳] وتجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجز الوارث الخ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۳۳۹/ج۱۰/کتاب الوصایا،هندیة کوئٹه ۹۰/ج۶/اول کتاب الوصایا،مجمع الانهر ص۴۱۸/ج۴/کتاب الوصایا،دارالکتب العلمیة بیروت.

[۴] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک. تفسیر بیضاوی ص۷ تحت سورة فاتحه، مطبوعه رشیدیه دهلی.

[۵] ولا یجوز لاحدهما ان یتصرف فی نصیب الأخر الا بامره الخ عالمگیری کوئٹه ص ۳۰۱ج۲ کتاب الشرکة، الباب الاول فی بیان انواع الشرکة،فتاوی قاضیخان ص ۶۱۲/ج۳/کتاب الشرکة،مطبوعه کوئٹه،شامی کراچی ص ۳۰۰/ج۴/کتاب الشرکة.

کو۔ مرحوم کی زوجہ زہرہ اگر غریب ہے نادار ہے تو اس کے بھائی اس کی ہمدردی کریں بعد عدت اس کا نکاح دوسری جگہ کرادیا جائے تو بےفکری ہوجائے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۸/۲۸ھ

شوہر کے بھائی کے پوتے شرعاً بیوی کے وارث نہیں

سوال:- مسماۃ نور جہاں الٰہی بخش متوفی کی زوجۂ ثانیہ تھی اور الٰہی بخش کی زوجۂ اولیٰ کے بطن سے طفیل احمد تھا جس کو اس نے ایام طفولیت سے ۳۵ سال کی عمر تک مثل اپنے حقیقی لڑکے کے پرورش کیا۔ اور نور جہاں والٰہی بخش کے درمیان باہمی رنجش کا موقع پیش آیا۔ الٰہی بخش نے مسماۃ مذکورہ کو طلاق دیدی اور تقریباً تیس ہزار کی جائداد اور زیورات نقد واثاث البیت وغیرہ جو کچھ کہ مسماۃ مذکورہ کے قبضہ میں تھی کچھ واپس نہیں دیا بعد عدت مسماۃ مذکورہ نے مسمی عبدالاحد سے نکاح کرلیا تقریباً ۲۵/ یا ۳۰/ سال تک عبدالاحد خاں مذکور کے گھر پر رہی۔ اور بدقسمتی سے اس کے بطن سے عبدالاحد کے یہاں بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور عبدالاحد مذکور فوت ہوگیا مسماۃ نور جہاں نے اپنے شوہر اول کے پسر طفیل احمد کو چند مردماں کے روبرو کہا کہ میں اپنی عمر تیری سرپرستی میں سپرد کرنا چاہتی ہوں اور اپنی کل جائداد منقولہ وغیرہ تیرے نام کردونگی تو مجھ کو تازیست ایک سو روپیہ ماہواری دینا اخراجات کے لئے۔ چنانچہ نور جہاں مذکور کے قبضہ میں جو کچھ جائداد اس کے نام پر تھی بذریعہ ہبہ نامہ رجسٹری کردیا ترکۂ شوہر مسمی عبدالاحد کو تقسیم کرانے کی فکر کی کیونکہ حسب شرع ترکہ اس طرح تقسیم ہوتا تھا مسمی عبدلاحد کا بھائی عبدالصمد عبدالاحد کے سامنے فوت ہوچکا اور عبدالصمد کا لڑکا عبدالرؤف بھی اپنے باپ عبدالصمد کے سامنے فوت ہوگیا عبدالرؤف کے دولڑکے حمید الظفر ایوب خاں منجملہ چار سہام کے تین سہام ان لڑکوں کو ایک چوتھائی اور مسماۃ نور جہاں کا دین مہر مسماۃ نور جہاں نے باہمی فیصلہ کرکے اپنا ترکہ جدا کرلیا اور قابض ہوگئی چونکہ طفیل احمد سے اس کی جملہ جائداد کا وعدہ

ہو چکا تھا اس لئے طفیل احمد نے تین سو روپیہ جائداد کی ترمیم پر خرچ کیا مسماۃ نور جہاں نے اپنی حیات میں کرایہ داروں سے یہ کہہ دیا کہ میں کل جائداد طفیل احمد کو دے چکی ہوں اس کا کرایہ طفیل احمد کو دینا اور مسماۃ نور جہاں بھی فوت ہوگئی اس کی تجہیز وتکفین جملہ رسومات طفیل احمد مذکور نے کی اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا ترکہ حسب وعدہ مسماۃ مذکور کے اسکا مالک طفیل احمد ہے یا حمید الظفر وایوب خاں کو پہونچتا ہے اور کوئی رشتہ دار مسماۃ مذکورہ کا مادری یا پدری نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حمید الظفر وایوب خاں مسماۃ نور جہاں کے شرعی وارث نہیں اگر مسماۃ اپنی جائداد طفیل احمد کو شرعی ہبہ نہ کر چکی ہوتی تب بھی حمید الظفر وایوب خاں کو اس جائداد سے شرعاً کوئی حصہ نہ ملتا[1] پھر جبکہ اپنی زندگی میں بحالت صحت مسماۃ اپنی جائداد تقسیم کرا کے اس پر قابض ہوگئی اور طفیل احمد کو دے چکی اور اس پر قبضہ بھی طفیل احمد کا پورا پورا کرا دیا جس سے طفیل احمد شرعاً اس جائداد کا مالک ہوگیا۔

تو اب بطریق اولیٰ حمید الظفر وایوب خاں کو اس جائداد سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

(وتصح ای الهبة) بالایجاب والقبول والقبض اما الایجاب والقبول فلانه عقد والعقد منعقد بالایجاب والقبول والقبض لابدمنه لثبوت الملک هدایہ[2] ج ۱/ ص ۲۸۰/ ج ۳/ والاصل فی هذا ان کل عقد من شرطه القبض فان الشرط لایفسده

---

[1] ویستحق الارث باحدثلثة برحم ونکاح وولاء الخ درمختارمع الشامی کراچی ص ۷۶۲/ ج ۶/ کتاب الفرائض،عالمگیری ص ۴۴۷/ ج ۶/اول کتاب الفرائض،مجمع الانهر ص ۴۹۵/ ج ۴/ کتاب الفرائض،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] هدایه ص ۲۸۳/ ج ۳/ کتاب الهبة،مطبوعه یاسرندیم دیوبند،هندیة ص ۳۷۴/ ج ۴/ کتاب الهبة،الباب الاول،مطبوعه کوئٹه،زیلعی ص ۹۱/ ج ۵/ کتاب الهبة،مطبوعه امدادیه ملتان.

کالھبة والرھن کذافی السراج الوھاج عالمگیری[1] ج۳/ص۷ ۹ ۴/۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہٗ

صحیح: عبدالرحمٰن عفی عنہٗ، ۱۴/۱/۵۲ھ

ترکۂ میت سے کسی وارث سے دستبرداری لکھوانا زندگی میں لڑکے اورلڑکی کو ہبہ میں برابر حصہ دیا جائے اور ترکۂ میت سے لڑکے کو دوہرا اور لڑکی کو اکہرا

سوال:- زید بنارسی ساڑیوں کا تاجر ہے اور اس وقت اس کی اولاد میں چھ لڑکے اور ایک لڑکی موجود ہے اور اس کی زوجہ بھی موجود ہے۔ عرصہ تک زید کے لڑکے زید کے ساتھ رہتے رہے اور اس کے کاروبار میں بھی ہاتھ بٹاتے رہے۔ مورخہ ۱/۷/۷۰ء کو ان میں سے ایک لڑکا عمر زید سے الگ ہوگیا اور اس نے اپنا الگ کاروبار شروع کردیا اور بقیہ پانچ لڑکے زید کے ساتھ ہنوز شریک ہیں۔ زید چاہتا ہے کہ اپنی حیات ہی میں اپنے کاروبار کا حساب لگا کر عمر کو اس کو حصہ رسد دے کر اس سے دست برداری لکھوالے تاکہ زید کے انتقال کے بعد کوئی نزاع باقی نہ رہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور دریافت طلب ہیں۔

(الف) کیا اس طرح دست برداری عمر سے لکھوانے کا زید کو حق حاصل ہے اور عمر

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۳۹۶/ج ۴/ کتاب الھبة، الباب الثامن فی حکم الشرط فی الھبة، زیلعی ص ۱۰۳/ج۵/ کتاب الھبة فصل ومن وھب امه الاحملھاالخ مطبوعہ امدادیہ ملتان، درمختار علی الشامی زکریا ص ۵۱۶/ج۸/ کتاب الھبة، مسائل متفرقة.

بعد فوت ہونے کے زید دوبارہ حصۂ میراث کا حقدار ہوگا؟ اگر عمر دست برداری پر آمادہ نہ ہوتو زید کو مذکورہ بالا کارروائی کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

(ب) اپنی حیات میں تقسیم کرتے وقت زوجہ، لڑکی لڑکے کا حصہ برابر ہوگا یا نصف کے حساب سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف وب) زید زندگی میں جو کچھ اپنی اولاد اور بیوی کو دے گا وہ میراث یا میراث کا بدل نہیں بلکہ عطیہ ہے، جس بیٹے کو دیدے گا اور اس کا قبضہ کرادے گا وہ مالک ہو جائے گا[۱] پھر زید کے انتقال پر وہ بھی دوسرے بیٹوں کی طرح میراث کا حقدار ہوگا۔ دست برداری لکھوانے کی وجہ سے وہ میراث سے محروم نہیں ہوگا[۲] اپنی حیات میں جو کچھ دیا جائے وہ سب کو برابر دیا جائے۔ لڑکی اور لڑکے کو بھی برابر دیا جائے۔ اگر ضرورت یا حسن عمل یا خدمت کی وجہ سے کسی کو زیادہ دیا جائے تب بھی گنجائش ہے۔ مگر دوسرے کو نقصان پہونچانے کی غرض سے ہرگز ایسا نہ کیا جائے ورنہ ظلم ہوگا[۳] کیا بیوی کو بھی دے کر الگ کرنا مقصود ہے، ایسا نہیں چاہئے۔ اگر کسی

---

[۱] وتتم الهبة بالقبض الكامل، الدر المختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۴۹۳/ج۸/كتاب الهبة، زيلعى ص ۹۱/ج۵/كتاب الهبة مطبوعه امداديه ملتان، عالمگیری كوئٹه ص ۳۷۴/ج۴/ كتاب الهبة، الباب الاول.

[۲] لو قال الوارث تركت حقى لم يبطل حقه اذا لملك لايبطل بالترك، الاشباه والنظائر ص ۱۷۴/الفن الثالث، ما يقبل الاسقاط من الحقوق ومالا يقبله، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى، الارث جبرى لايسقط بالاسقاط، تكمله ردالمحتار كراچى ص ۵۰۵/ج۷/كتاب الدعوى مطلب واقعة الفتوى.

[۳] لابأس بتفضيل بعض الاولاد فى المحبة لانها عمل القلب وكذافى العطايا ان لم يقصد به الاضرار وان قصده فسوى بينهم يعطى البنت كا لابن عندالثانى وعليه الفتوى اى على قول ابى يوسف من ان التنصيف بين الذكر والانثى افضل من التثليث الذى هو قول محمد. الدر المختار مع الشامى زكرياص ۲، ۵۰۱/۸/ كتاب الهبة، قبيل باب الرجوع فى الهبة، عالمگيرى ص ۳۹۱/ج۴/كتاب الهبة الباب السادس فى الهبة للصغير، مطبوعه كوئٹه، فتاوى قاضيخاں ص ۲۸۹/ج۳/كتاب الهبة، فصل فى هبة الوالدلولده الخ مطبوعه كوئٹه.

لڑکے میں صلاحیت ہے کہ وہ الگ کام کرے اور اس میں منفعت و مصلحت ہے تو اس کو الگ کر دیا جائے اور مناسب رقم اس کو دیدی جائے، پھر دوسرے اور تیسرے اور بعد والے لڑکوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جائے تا کہ کسی کو کمی زیادتی کی شکایت نہ ہو، پھر زید کے انتقال پر سب لڑکے برابر کے حقدار ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۶/۳ھ

ایک بیوی کی اولاد کو دوسری بیوی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا

سوال:- زید نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں۔ تینوں بیویوں کے انتقال کے بعد زید کا بھی انتقال ہوگیا۔ پسماندگان میں اس وقت زید کے چھ بیٹے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے محل اولی سے دو بیٹے محل ثانی سے دو بیٹے محل سوم سے دو بیٹے اور ایک بیٹی بھی تھی۔ لیکن بیٹی صغرسنی میں ہی زید کے سامنے مرگئی تھی۔ زید نے اپنی موت سے پہلے کچھ زیورات حاجی عبدالرشید صاحب کی امانت میں رکھے تھے جس کا علم زید کے چند دوستوں اور بیٹوں کو بھی تھا اور ہے۔ مگر محل سوم کے لڑکوں نے باپ کے انتقال کے بعد اپنے باپ کی امانت حاجی عبدالرشید صاحب سے یہ کہہ کر واپس لے لی ہے کہ جو زیورات میرے باپ کے آپ کے پاس امانت میں ہیں وہ میری ماں کے ہیں۔ میری ماں کو میری ماں کے والدین کی طرف سے ملے تھے۔ لہٰذا ان زیوروں کے حقدار جن کے امین آپ ہیں ہم دونوں بھائیوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ حاجی عبدالرشید صاحب لڑکوں پر بھروسہ کرتے ہوئے اس وعدے کے ساتھ کہ میں تمہیں تمہارے باپ کی امانت لوٹا تو رہا ہوں لیکن تم اگر صادق القول ثابت نہ ہو سکے تو ایسی حالت میں تمہیں زیورات مجھ کو واپس کر دینے پڑیں گے۔ علاوہ مرقومہ زیورات کے زید کی اور بھی جائیدادیں ہیں جن کا بٹوارہ ہنوز عمل میں نہیں آیا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ موجودہ حقائق کی روشنی میں محل سوم کے لڑکوں کا دعویٰ لغو اور غلط ثابت نہ ہونے کی صورت میں

متذکرہ زیورات کے حقدار ازروئے شرع کیا محل سوم کے لڑکے ہی ہوں گے۔ برخلاف اس کے اگر یہ ثابت ہوجائے کہ مذکورہ زیورات محل سوم کے نہیں بلکہ زید کی کمائی کے ہیں۔تو ایسی صورت میں زیورات کی نیز دیگر جائیداد کی تقسیم کس طرح ہونی چاہئے یعنی تینوں محل کے لڑکوں میں کس کو کتنا ملنا چاہئے؟ ازراہ کرم حکمِ شرع سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر محل سوم کے لڑکوں کے علاوہ دیگر اولاد کو بھی اس کا اقرار ہے کہ یہ زیورات محل سوم کے زید کے پاس امانت تھے جو اس نے حاجی عبدالرشید صاحب کے پاس رکھے ہیں یا اس پر شرعی شہادت موجود ہو تو یہ صرف محل سوم کے دونوں لڑکوں کو ملیں گے زید کی دیگر اولاد کا اس میں کوئی حصہ نہیں[1] ورنہ دیگر جائیداد وغیرہ کی طرح ان میں بھی سب حقدار ہوں گے۔ چھ حصے بنا کر سب کو ایک ایک حصہ برابر ملے گا[2] اگر زید کے ذمہ کوئی قرض دین مہر وغیرہ باقی ہو تو اس کو تقسیم ترکہ سے پہلے ادا کیا جائے گا[3] اگر زید کے والدین زندہ ہوں تو چھٹا حصہ ان کو بھی ملے گا[4] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ

---

[1] ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق اوغيره كنكاح وطلاق الى قوله ولوللارث رجلان اورجل وامرأتان الخ،الدرالمختارعلى هامش ردالمحتارزكرياص ۱۷۸/ج۸/ كتاب الشهادت،زيلعي ص ۲۰۹/ج۴/كتاب الشهادة،مطبوعه امداديه ملتان،مجمع الانهرص ۲۶۱/ ج۳/كتاب الشهادات،دارالكتب العلمية بيروت.

[2] اذااجتمع جماعة من العصبة فى درجة واحدة يقسم المال عليهم باعتبارابدانهم الى قوله لكل واحد سهم الخ عالمگيرى ص ۴۵۱/ج۶/كتاب الفرائض،الباب الثالث فى العصبات، مطبوعه كوئٹه،بحركوئٹه ص ۴۹۸/ج۸/كتاب الفرائض.

[3] ثم يقضى ديونه من جميع مابقى من ماله الى قوله ثم يقسم الباقى بين ورثته الخ سراجى ص۴/مطبوعه ياسرنديم ديوبند،ملتقى الابحرص ۴۹۳/ج۴/كتاب الفرائض،دارالكتب العلمية بيروت،شامى زكرياص ۴۹۵/۱۰/كتاب الفرائض. (حاشیہ نمبر۴/اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

بیوی کا حصہ ترکۂ میت سے

سوال:- محمد ایوب خاں کے دولڑکے محمد یعقوب خاں اور محبوب خاں پہلی بیوی سے تھے جن کا شادی کے بعد محمد ایوب خاں نے جائداد تقسیم کی اور الگ کردیا اور محمد ایوب خاں نے دوسرا نکاح کیا اس بیوی سے ایک لڑکا محمد ریاض خاں پیدا ہوا جس کی ایوب خاں نے شادی کردی اور اپنی کل جائداد جوان کے یعنی ایوب خاں کے نام تھی وہ محمد ریاض خاں کے نام کردی پھر ریاض خاں کے انتقال پرملال ہوا۔ اب ریاض خاں کی بیوی کے سسرال والے یہ کہتے ہیں کہ قانوناً کل جائداد کی مالک ہماری لڑکی یعنی مسمٰی وکیلہ ہے اور یعقوب خاں محبوب خاں وایوب خاں کہتے ہیں کہ ایسانہیں بلکہ اس جائداد کے چار حصے ہونے کے اور تم صرف ایک حصہ کی مالک ہو اور مقدمات شروع ہوئے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا شرعاً قرآن و حدیث کی رو سے اس جائداد کی مالک مرحوم ریاض کی بیوی مسماۃ وکیلہ ہے یانہیں۔ یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ شرعاً ۴/حصے ہوں گے اور وہ ایک حصہ کی مالک ہوگی کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

بیوی کوشوہر کے ترکہ مملوکہ سے میراث ملتی ہے اگرشوہر نے اولا دنہ چھوڑی ہوتو بیوی کو ایک چوتھائی ترکہ ملتا ہے اس سے زیادہ کی میراث اس کونہیں ملتی البتہ جودین مہر ہواس کوتقسیم

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ؎ واما لاب فله احوال ثلاث الفرض المطلق وهو السدس وذلک مع الابن وابن الابن وان سفل الخ سراجی ص ۹/باب معرفة الفروض ومستحقيهاتبيين الحقائق ص ۲۳۰/ج ۶/کتاب الفرائض مطبوعه امداديه ملتان،شامی زکرياص ۵۱۲/ج ۱۰/کتاب الفرائض،وامااللام فاحوال ثلث السدس مع الولداوولدالابن وان سفل، سراجی ص ۱۷/فصل فی النساء،مطبوعه ياسر نديم ديوبند،زيلعی ص ۲۳۱/ج ۶/کتاب الفرائض،مطبوعه امداديه ملتان،شامی زکرياص ۵۱۴/۱۰/کتاب الفرائض.

ترکہ سے پہلے ادا کرنا لازم ہوتا ہے[۱] ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد۔ الآیۃ[۲]۔ مجموعہ ترکہ پر بحیثیت وراثت شرعیہ اس کا دعویٰ کرنا اور قبضہ کا مطالبہ کرنا شرعاً صحیح نہیں ہاں اگر قانوناً جوزمین جس کی کاشت میں ہو اس کے انتقال کے بعد اس کی بیوی کو بحیثیت کاشتکار ملتی ہو اور اصل مالک سرکار ہو تو پھر قانون کا اعتبار ہوگا اس میں شرعی میراث جاری نہیں ہوگی کیونکہ وہ ورثاء کی ملک ہی نہیں جس میں میراث جاری ہو۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۸۹ھ

حصۂ میراث پر قبضہ نہ کرنے سے میراث باطل نہیں ہوتی

سوال:- ایک عورت فوت ہوئی اس نے اپنے ورثاء میں والد وشوہر اور ایک لڑکی چھوڑی۔ ان ورثاء کے درمیان ترکۂ متوفیہ ہر قسم بروے مصلحت خود تقسیم ہوگیا اور ہر وارث متوفیہ اپنے اپنے حصہ پر قابض ہوگیا مگر والد متوفیہ اپنے حصوں پر قابض ہونے کے بعد جب اپنے حصۂ مکان مسکونہ پر قابض ہونے لگا تو اس نے اپنی نواسی یعنی دختر متوفیہ کو کچھ رنجیدہ پایا اس وجہ سے والد متوفیہ نے ترکۂ مکان پر اپنا قبضہ اس وقت حاصل نہیں کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد دختر متوفیہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ اب والد متوفیہ مذکورہ بالا اپنے حصۂ مکان پر قابض ہوسکتا ہے یا نہیں۔

---

[۱] ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله الخ سراجی ص ۴/مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ملتقی الابحر ص ۴۹۳/ج ۴/کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص ۴۹۵/ج ۱۰/کتاب الفرائض.

[۲] سورۃ نساء آیت ۱۲/. **ترجمہ:** اور ان بیبیوں کو چوتھائی ملے گا اس ترکہ کا جس کو تم چھوڑ جاؤ اگر تمہاری کچھ اولاد نہ ہو۔ (از بیان القرآن)

E:\F.M.Fainal\Jild-30\03-Istehqaq & Adm Iste....

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ ۱۲

میت عورت

شوہر	والد	لڑکی
۳	۳	۶

شریعت کے موافق صورت مسئولہ میں تقسیم ترکہ اس طرح ہے کہ کل ۱۲ر سہام ہوں گے تین شوہر کے تین والد کے چھ لڑکی کے[۱] اس کے خلاف اگر کسی طرح صلح اور تقسیم ہوگئی اور سب ورثاء بالغ ہیں اور اس پر رضامند ہیں تو وہ تقسیم میراث نہیں بلکہ مال مشترک کی تقسیم ہے کہ فلاں چیز لڑکی کے لئے اور فلاں چیز شوہر اور فلاں چیز والد کے لئے، اس کے لئے سب کی رضامندی ضروری ہے[۲] جب لڑکی رضامند نہیں اور تقسیم مذکور حکم حاکم سے نہیں ہوئی تو بروئے شریعت تقسیم کرنا چاہئے اگر تقسیم کے وقت لڑکی رضامند تھی۔ بعد میں طبعی افسوس ہوا۔ اور والد نے دلداری کے لئے مکان پر قبضہ نہیں کیا بلکہ لڑکی کو مستعار دیدیا تو اب اس پر قبضۂ مالکانہ درست ہے اگر مستعار نہیں دیا تھا بلکہ ہبہ کردیا تھا اور اس پر لڑکی کا قبضہ پہلے سے تھا تو وہ

---

[۱] واما الاب فله احوال ثلاث الفرض المطلق وهوالسدس وذلک مع الابن وابن الابن وان سفل والفرض والتعصیب معا وذلک مع الابنة وابنة الابن وان سفلت والتعصیب المحض الخ الی ماقال واما الزوج فحالتان النصف،عندعدم الولد وولد الابن اون سفل والربع مع الولد وولد الابن وان سفل ،سراجی ص ۱۱/باب معرفة الفروض ومستحقیها،مطبوعه یاسرندیم دیوبند،واما البنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة الخ سراجی ص ۱۲/فصل فی النساء، مطبوعه یاسرندیم دیوبند.

[۲] ولوکان فی المیراث رقیق وغنم وثیاب فاقسموا واخذبعضهم الرقیق وبعضهم الغنم جاز بالتراضی الخ خلاصة الفتاوی ص ۲۱۰/ج۴/کتاب القسمة، الفصل الاول فیمایقسم الخ مطبوعه کوئٹه.

لڑکی کی ملک ہو چکا تھا[۱] اب اسے واپس لینا درست نہیں[۲] بلکہ قانون شرع کے موافق اس میں میراث جاری ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۱۴/۷/۵۷ھ

بیوہ اگر دوسرا نکاح کرے تو وہ وراثت سے محروم نہیں

سوال:- کیا اگر کوئی عورت بیوہ ہونے کے بعد دوسرے سے نکاح کرلے تو اس سے اپنے مرحوم شوہر کی جائیداد اور ملک مہر کا حق نہیں یہاں کی کمیٹی کا خیال ہے کہ اپنا کوئی حق اس عورت کو مل نہیں سکتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوہ جب بعد عدت دوسرے سے نکاح کرے تو اس کا مہر اور حقِ وراثت مرحوم شوہر کے ترکہ سے ساقط نہیں ہوتا بلکہ وہ حقدار رہتی ہے[۳] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۸۸ھ

---

[۱] وتتم الهبة بالقبض الكامل الخ درمختار على الشامي زكريا ص ۴۹۳/ ج۸/ اول كتاب الهبة زيلعي ص ۹۱/ ج۵/ كتاب الهبة، مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيری كوئٹه ص ۳۷۴/ ج۴/ كتاب الهبة باب اول.

[۲] ولا يرجع في الهبة من المحارم بالقرابة كالاباء والامهات الخ عالمگيری ص ۳۸۷/ ج۴/ (مطبوعه كوئٹه) كتاب الهبة الباب الخامس في الرجوع في الهبة الخ، مجمع الانهر ص ۵۰۳/ ج۳/ باب الرجوع عن الهبة مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، زيلعي ص ۱۰۰/ ج۵/ مطبوعه امداديه ملتان.

[۳] الموت ايضا كالوط في حق العدة والمهر وفي الشامية اى اذامات عنها لزمها عدة الوفاة واستحقت جميع المهر، الدرالمختار مع الشامي زكرياص ۲۲۲/ ج۴/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

غیر شادی شدہ لڑکا شادی کا خرچ میراث سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال:- ایک شخص مسمٰی زید کا انتقال ہوا۔مرحوم نے اپنے پس پشت ایک بیوی اور ایک خواہر حقیقی اور پانچ لڑکیاں اور دو لڑکے وارث چھوڑے از روئے شرع شریف بیوی اور خواہر اور اولا دذکور واناث کو وراثت سے فرداً فرداً کس قدر حصہ ملے گا۔مرحوم نے اپنی حیات میں پانچ لڑکیوں اور ایک لڑکے کی شادی اپنے حصے سے کی تھی ایک لڑکا بے شادی شدہ ہے تو اس بے شادی شدہ لڑکے کو علاوہ حصہ کے شادی کا حصہ بھی باپ کی ملک سے علیحدہ شرعاً ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بشرط صحت سوال وعدم موانع ارث وبعد اداء دین میت ومہر زوجہ وتنفیذ وصایا زید کے کل ترکے کو بہتر ۷۲ سہام پر تقسیم کیا جائے گا۔اور ہر وارث اپنے حصہ کا بقدر استحقاق مستحق ہوگا۔[1] اور بے شادی شدہ لڑکے کو علاوہ حصہ میراث کے باپ کے ترکہ سے شرعاً شادی کا حصہ نہیں ملے گا۔[2]

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) باب المهر، مطلب فی احکام الخلوة، الارث جبری لایقسط بالاسقاط، تكمله ردالمحتار كراچی ص ۵۰۵ / ج ۷ / كتاب الدعوی مطلب واقعة الفتوی، الاشباه والنظائر ص ۱۷۴ / الفن الثالث، مایقبل الاسقاط من الحقوق ومالایقبله، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی.

[1] فیفرض للزوجة فصاعداً مع ولد اوولد ابن وان سفل الدرالمختار علی الشامی زكريا ص ۵۱۲ / ج ۱۰ / كتاب الفرائض، البحرالرائق كوئٹه ص ۴۹۴ / ج ۸ / كتاب الفرائض، مجمع الانهر ص ۵۰۰ / ج ۴ / كتاب الفرائض، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، واما البنات الصلب فاحوال ثلث الی قوله ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين وهو يعصبهن سراجی ص ۱۲ / فصل فی النساء، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، البحرالرائق كوئٹه ص ۴۹۴ / ج ۸ / كتاب الفرائض، تبيين الحقائق ص ۲۳۴ / ج ۶ / كتاب الفرائض، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] يوصيكم الله فی اولادكم للذكر مثل حظ الانثيين سورة النساء آيت ۱۱ /.

تفصیل حصہ ورثاء

مسئلہ۸ تصہ۷۲

میت

زوجہ	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	اخت حقیقی
۹	۱۴	۱۴	۷	۷	۷	۷	۷	محروم

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودگنگوہی

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ، ۲۷/۱۲/۵۱ھ

بھائیوں کی پیدا کردہ جائداد میں بہنوں کا حصہ

سوال:- آپس کی نااتفاقی سے بھائیوں میں بٹوارہ ہوا جومکانات والدصاحب کے پیدا کردہ اراضی ہم لوگوں کی پیدا کردہ مکانات وزمین کی کل مالیت تخمیناً ۲۴۰۰/ لگائی گئی ہے آپ بتلائیں کہ ۲۴۰۰۰/ ہزار میں بہنوں کو حصہ ملے گا یا ۱۰۰۰۰/ ہزارکم کرکے ۱۴۰۰۰/ ہزار والدین کی وصیت کے بعد اگر کوئی لڑکا والدین کی وصیت کوٹھکراتا ہے تو اس کے لئے کیا ہونا چاہئے۔

الجواب حامداًومصلیاً

جو چیز والدین کا ترکہ ہے اس میں وہ میراث کی مستحق ہیں اس میں ان کا حصہ ملے گا[1] موجودہ بھائیوں نے جو کچھ پیدا کیا ہے اور کمایا ہے اس میں بہنوں کا حصہ نہیں ہے[2] جو وصیت

---

[1] لان التركة فى لاصطلاح ماتركه الميت من الاموال صافياعن تعلق حق الغيربعين من الاموال شامى زكرياص ۴۹۳/ ج۱۰/ كتاب الفرائض،البحرالرائق كوئٹه ص ۴۸۹/ ج۸/ كتاب الفرائض،تبيين الحقائق ص ۲۲۹/ ج۶/ كتاب الفرائض،مطبوعه امداديه ملتان.

[2] مستفاد: سئل فى ابن كبيرذى زوجة وعيال له كسب مستقل حصل بسببه امو الاومات هل هى لوالده خاصة ام تقسم بين ورثته اجاب هى للابن تقسم بين ورثته حيث كان له كسب مستقل بنفسه تنقيح الفتاوى الحامدية ص۱۷/ ج۲/ كتاب الدعوى،مطبوعه مصر.

واجب العمل ہو اس کو پورا نہ کرنا حق تلفی اور گناہ ہے[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۲/۴/۸۷ھ

کسٹوڈین اگر جائداد مقبوضہ کو واپس کردے تو اس کا حکم

سوال:- اپنی ایک جائیداد وقف علی الاولاد کی اس میں اس نے بیٹوں اور بیٹیوں کے حصے مقرر کئے اور وصیت کی کہ یہ وقف نسلاً بعد نسل رہے گا۔ ۱۹۴۷ء میں عبداللہ کی تمام اولاد سوائے ایک لڑکی کے پاکستان چلی گئی اور وقف جائیداد پر کسٹوڈین نے قبضہ کرلیا ہے۔ عبداللہ کی جو اولاد پاکستان چلی گئی تھی اس نے وہاں اس وقف جائیداد کے عوض حکومت پاکستان سے جائیداد حاصل کی گویا استبدال ہوگیا ہے۔ ہندوستان میں کئی سال کے بعد کسٹوڈین نے عبداللہ کی لڑکی کو مذکورہ وقف جائیداد سپرد کردی اور کسٹوڈین نے عبداللہ کی لڑکی کو یہ تحریر بھی دیدی کہ یہ جائیداد اب تمہارے تصرف میں رہے گی تم انتظام کروگی اور کوئی اس میں حق نہیں رکھتا ہے۔ اب پاکستان سے عبداللہ کے پوتے کی لڑکی کی شادی ہوکر ہندوستان آئی ہے۔ اور کئی سال کے بعد اس کو ہندوستان کی شہریت مل گئی ہے اور اپنے دادا کی بہن سے جس کو کسٹوڈین نے سپرد کردی ہے مطالبہ کررہی ہے کہ مجھ کو اس جائیداد میں سے میرے والد کا حصہ دیا جائے، عبداللہ کی بیٹی جو اس جائیداد پر متصرف ہے جس کو کسٹوڈین نے دی ہے، کہتی ہے کہ تمہارے باپ پاکستان کی حکومت سے اس وقف جائیداد کے عوض میں کلیم کر کے معاوضہ لے چکے ہیں۔ اور یہ بھی کہتی ہے کہ باپ کے زندہ ہوتے ہوئے تم کو اس جائیداد میں سے کچھ طلب کرنے کا حق نہیں ہے۔ اب دریافت طلب یہ ہے۔

---

[۱] فان اوصی به وجب تنقیذه من ثلث الباقی، شامی زکریا ص ۴۹۵/ج ۱۰/ کتاب الفرائض، عن انس قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من قطع میراث وارثه قطع اللّٰه میراثه من الجنة یوم القیامة، مشکوة ص ۲۶۶/ قبیل کتاب النکاح، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

(۱) عبداللہ کی اولاد میں سے جو اولاد پاکستان چلی گئی ہے اور انہوں نے وہاں کی حکومت سے اس وقف جائیداد کے بدلہ میں معاوضہ لے لیا ہے کیا ان کو اب ہندوستان کی جائیداد میں سے حصہ پہنچتا ہے۔

(۲) کیا باپ کے زندہ ہوتے ہوئے اس کی اولاد کو وقف جائیداد میں سے مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے؟

(۳) حکومت ہند جب کسی کو ہندوستانی شہریت کے حقوق دیتی ہے تو پہلے یہ لکھوا لیتی ہے کہ تم یہاں کوئی مطالبہ جائیداد کا نہیں کروگے۔ اور یہ عبداللہ کے پوتے کی بیٹی سے بھی کی گئی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پاکستان پہنچ کر جن لوگوں نے یہاں کی وقف جائیداد کا معاوضہ لے لیا تو اس کا حصہ یہاں کی جائیداد سے ختم ہوگیا ہے اس بنا پر ان کو اب یہاں مطالبہ کا حق نہیں ہے[۱]۔

(۲) واقف نے کن شرائط کو وقف میں ملحوظ رکھا ہے ان کی تفصیل معلوم ہونے کی ضرورت ہے یعنی بتفصیل وراثت شرعیہ حصہ مقرر کئے ہیں یا کوئی اور صورت اختیار کی ہے۔ اس لئے وقف نامہ یا اس کی نقل بھیجئے۔ تب یہ معلوم ہو سکے گا کہ کس کو کس وقت مطالبہ کا حق حاصل ہے۔

---

[۱] بٹوارے کے وقت دونوں ممالک کے دوران چونکہ ایک دوسرے کی جائیداد کا عوض دینے کا معاہدہ ہوا تھا اور حکومت نے ایک دوسرے کی جائیداد کا عوض بھی دیا تھا اس لئے یہ حکماً بیع اور معاہدہ ہے لہٰذا اس معاہدہ کی رعایت کرنا لازم اور ضروری ہے اور جن لوگوں نے اپنی جائداد کا عوض لے لیا تھا اب ان کو یہاں کی جائداد سے مطالبہ کا حق نہیں ہے۔ البیع هو مبادلة المال بالمال بالتراضی. کنز علی هامش الزیلعی ص ۲/ ج ۴/ اول کتاب البیوع، مطبوعه امدادیه ملتان. اوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولاً. سورة بنی اسرائیل آیت ۳۴/ ابو القاسم ادروی

ترجمہ: عہد پورا کیا کرو، بے شک عہد کی باز پرس ہونے والی ہے۔ (بیان القرآن)

(۳) جب یہاں کی جائیداد کا عوض پاکستان میں دیا جا چکا تو گویا کہ یہاں کی حکومت نے جائیداد خرید لی ہے۔ پس حکومت کا اس قسم کی تحریر لکھوانا حسب ضابطہ درست ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ملازم کی تنخواہ کا وضع شدہ اور اس پر اضافہ شدہ روپیہ کیا ترکۂ میت ہے

سوال:- جو لوگ سرکاری ملازمت کرتے ہیں مثلاً کسی کا سو روپیہ مشاہرہ متعین ہوا ان سب سے حکومت ہر ماہ میں ایک معین مقدار رقم اپنے پاس کاٹ کر جمع کر لیتی ہے مثلاً دس روپے اور نوے روپے دیکر سو روپے کی وصولیابی پر دستخط لے لیتی ہے پھر کئی سال بعد حکومت وہ روپیہ اور ساتھ کچھ زائد رقم حکومت اپنی طرف سے اضافہ کر کے دیتی ہے اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ دونوں قسم کی رقم یعنی ایک جمع شدہ دوم حکومت کا اضافہ کردہ شدہ میت کے ترکہ میں شمار ہوگا یا ان میں سے صرف وہ حصہ جو تنخواہ کا جزو ہے اس پر وراثت جاری ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جزو تنخواہ دین ہے وہ ترکہ ہو کر ورثہ کو تقسیم ہوگا اضافہ کے متعلق اگر قانون میں کوئی صراحت ہے۔ مثلاً بیوی کو دیا جائے تو اس قانون کے موافق ملے گا کیونکہ یہ انعام ہے انعام دہندہ کو اختیار ہے کہ میت کے بعد جس کو چاہے دے[2] اگر قانون میں کوئی صراحت نہیں تو اس

---

[1] ملاحظہ فرمائیں گزشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ۱/۔

[2] **المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک تفسیر بیضاوی ص۷/ تحت سورة فاتحه، مطبوعه رشیدیه دهلی.**

کو بھی جز وتنخواہ کی طرح ترکہ بنا کر تقسیم کیا جائے گا کیونکہ معاہدہ اور معاملہ کی بناء پر یہ بھی دین ہے۔ دین کے متعلق کتب فقہ ردالمحتار[1] عالمگیری[2] خانیہ[3] زیلعی[4] وغیرہ میں موجود ہے کہ استحقاق ترکہ میت کے مستحقین کو ہے پنشن کے متعلق قانون کیا ہے مجھے علم نہیں تحقیق کرلیں پھر حکم شرعی میں کوئی اشکال ہو تو اس کو حل کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

فساد میں مرنے والے کے خون کا معاوضہ کس کا حق ہے؟

سوال:- ۳۱/مارچ ۷۵ء کو مالیگاؤں میں فساد ہوا فساد میں پولیس کی گولی سے مرنے والوں میں ایک شخص امام الدین ولد نجم الدین بھی تھا مذکورہ شخص کے پسماندگان میں ایک بیوی ماں باپ اور دو بھائی دو بہن ہیں جن میں سے ایک بہن شادی شدہ ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہے بقیہ تمام لوگ ایک ہی مکان میں مشترکہ خاندان کے طور پر زندگی گذارتے ہیں مرنے والے فرد کے مکان میں کل نو افراد رہتے ہیں۔ جس وقت امام الدین کی موت واقع ہوئی تو اس وقت اس کی بیوی حاملہ تھی حادثہ وفات کے تین ماہ بعد لڑکا تولد ہوا اس حادثہ کے کچھ عرصے بعد حکومت کی طرف سے بطور امداد مبلغ -/۵۵۰۰ سو روپئے ملا مرحوم کے بھائی بہنوئی میں ایک بھائی اور ایک بہن شادی شدہ ہے اور ایک بھائی اور ایک بہن کی شادی

---

[1] شامی زکریا ص ۱۶۵/ ج ۸/ کتاب القضاء.

[2] عالمگیری کوئٹہ ۳۶۶/ ج ۵/ کتاب الکراهیة، باب القرض والدین، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۱۲، ج ۳، کتاب ادب القاضی قبیل الباب السادس والعشرون فی الحبس والملازمة.

[3] خانیه علی هامش الهندیه کوئٹہ ص ۸۳/ ج ۳/ فصل فی الصلح عن المیراث والوصیة، کتاب الصلح.

[4] لان احد الورثة ینتصب خصما عن المیت فیثبت الملک للمیت ثم یکون لهم بطریق المیراث عنه وکذا یقوم الواحد مقامه فیما علیه دینا کان او عینا فیقوم مقام سائر الورثة فی ذلک، زیلعی ص ۲۰۲/ کتاب القضاء، مسائل شئی مطبوعه امدادیه ملتان.

کرنی ہے لہٰذا اس رقم کا حق دار کون ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حکومت کی طرف سے کسی کو متعین کرکے وہ روپیہ نہیں دیا گیا بلکہ معاوضہ خون دیا گیا ہے تو فساد میں پولیس کی گولیوں سے مرنے والے کے ورثہ کو شرعی وراثت کے طور پر تقسیم ہوگا[۱] پس اگر اس کے ایک لڑکا اور بیوی ہے۔

اولاد کوئی اور نہیں تو اٹھواں حصہ بیوی کو ملے گا بقیہ لڑکے کو ملے گا[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ملازمت کے ختم ہونے پر پراویڈنٹ فنڈ کا مستحق کون ہوگا؟

سوال:- وراثت کے بارے میں فقہ حنفی کے مطابق فتوی مطلوب ہے۔ سید عبد العلیم صاحب مرحوم نے ۱۹/اگست ۱۹۷۱ء کو انتقال فرمایا، انہوں نے مندرجہ ذیل ورثہ چھوڑے۔ مسماۃ بی بی ہاجرہ زوجہ متوفی، جمیلہ خاتون دختر متوفی، نسیمہ خاتون دختر متوفی، رشیدہ خاتون دختر متوفی، شوکت علی پسر متوفی۔ مرحوم ریلوے کے کارخانہ ملازم تھے۔ پراوڈنٹ فنڈ کے نام سے تنخواہ کا ایک جزو ہر ماہ وضع ہوکر جمع ہوتا رہتا ہے۔ اختتامِ ملازمت پر کل رقم جمع

---

[۱] واصل هذا ان القصاص حق جميع الورثة وكذا الدية الى قوله ولنا انه عليه السلام امر بتوريث امرأة اشيم الضبابى من عقل زوجها اشيم، هدايه ص ۵۵۶/۴، هدايه ص ۵۷۲/ ج ۴/ كتاب الجنايات فصل قال واذاصطلح القاتل، مطبوعه تهانوى ديوبند، بحر كوئٹه ص ۳۱۰/۸، كتاب الجنايات فصل فى الصلح على مال، زيلعى ص ۱۱۴/ ج ۶/ كتاب الجنايات، فصل وان صلح على مال، مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] واما للزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الابن وان سفل والثمن مع الولد والابن وان سفل، سراجى ص ۱۱، ۱۲، فصل فى النساء، درمختار على الشامى زكريا ص ۵۱۱، ۵۱۲/ ج ۱۰/ كتاب الفرائض، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۵۰/ ج ۶/ الباب الثانى فى ذوى الفروض،

کنندہ کوادا ہوجایا کرتی ہے۔ بصورتِ انتقال ملازم دوران ملازمت اس شخص کوملتی ہے جسے وہ نامزد کر جائے۔ اس طرح جمع شدہ رقم نامزد شخص کوادا کر کے محکمہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوجاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مرحوم نے ہاجرہ بی بی کا نام نامزدگی کے خانہ میں تحریر کیا تھا۔ چنانچہ ہاجرہ بی بی نے دس ہزار سے کچھ زائدرقم اس مد میں وصول کرلی اوراس کواپنی ذاتی ملکیت تصور کرتی ہیں۔ متوفی نے یہ رقم نہ انہیں ہبہ کی نہ کسی اور مطالبہ میں دی۔ یہ رقم مرحوم کے قبضہ اور تصرف میں نہیں تھی۔

(۱) ایسی صورت میں کیا وہ رقم تنہا ان کی ملکیت ہوگی یا سب ورثہ اس میں حصہ رسدی کے مستحق ہیں؟

(۲) مسماۃ ہاجرہ بی بی نے متوفی کے انتقال کے بعد جب انہیں غسل وکفن کے بعد لٹایا گیا تو تمام حاضرین کے سامنے مہر معاف کردیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ معافی اس لئے درخوداعتناء نہیں ہے کہ متوفی نے نہ اس کوسنا اور نہ قبول کیا۔ اس لئے وہ باردین مہر باقی ہے۔

(۳) مرحوم کی کچھ رقم ڈاکخانہ میں جمع تھی اور پندرہ سو روپیہ جو بینک ڈرافٹ کی صورت میں تھا نکل نہ سکا۔ یہ پندرہ سو روپے حج کی درخواست کے ساتھ ڈرافٹ کی صورت میں کیا گیا تھا درخواست کی نامنظوری کے بعد نکالا نہیں گیا اور درخواست دہندہ کا انتقال ہوگیا۔ یہ رقوم تنہا ہاجرہ بی بی کو ملے گی یا ورثہ میں تقسیم ہوگی؟

(۴) جمیلہ خاتون دختر متوفی اپنے شوہر فیض الرحیم صاحب کاظمی کے ساتھ لاہور میں ہیں۔ سیاسی حالات ناسازگار کے باعث آمدورفت فی الحال غیرممکن ہے۔ وارث میں ان کا وہی حق ہے جو دوسرے ورثہ کا۔ انہوں نے اپنی خالہ اور خالو کولکھا کہ جب تقسیم ہوتو ان کا حصہ بھی الگ کردیا جائے۔ چنانچہ ورثہ نمبر ایک و پانچ کے باوجود جمیلہ خاتون کے خالو مسمّٰی مقبول صاحب اس کے مؤید ہوئے اورانہوں نے چند بار اس کا اعادہ کیا مگر بعد میں ان کے خیالات تبدیل ہوگئے۔ دوران گفتگو انہوں نے فرمایا کہ (۱) تحریر کا کیا اعتبار، ہوسکتا ہے کہ بھالے کی

نوک پر جمیلہ سے یہ تحریر لکھوائی گئی ہے۔ استقرارِ حق کے لئے انہیں خود آنا چاہئے (۲) جمیلہ کا حصہ ورثہ نمبر ایک کے ساتھ شامل رہے گا اور اسی کے سپردگی میں رہے گا۔ اس لئے کہ وہی اس کا سگا بھائی ہونے کی حیثیت سے شرعاً اس کا مجاز ہے۔ دوسرے کسی کو اس کا حق نہیں پہونچتا کہ اس کی سپردگی میں جمیلہ کا حصہ دیا جائے۔ نیز یہ کہ جب بھی جمیلہ آئیں گی تو ورثہ نمبر ایک انہیں کچھ دے دلا کر راضی کرلے گا۔ اس رائے کی تائید میں فتاویٰ عالمگیری کا حوالہ بھی دیا گیا۔ جمیلہ خاتون ماں اور بھائی کے ساتھ اور ان کی سپردگی میں دینے پر اصرار اس پر فتویٰ کی آڑ فساد نیت پر مبنی ہے۔ جمیلہ خاتون کو اختیار ہونا چاہئے کہ وہ جسے پسند کریں ان کی سپردگی میں ان کا حصہ دیا جائے۔ ورثہ نمبر ایک کے دل میں یہ خدشہ ہے کہ اگر جمیلہ خاتون کا حصہ الگ کردیا گیا تو وہ لازماً ان کے بڑے باپ اور خسر سید عبدالرحیم صاحب کی سپردگی میں چلا جائے گا اس طرح ورثہ نمبر ایک اس سے محروم ہوجائیں گے۔ اس خدشہ کے دفعیہ کی یہ صورت بھی پیش کی گئی کہ جمیلہ خاتون کا حصہ الگ کرکے اس کی معقول قیمت ادا کردی جائے تاکہ وہ رقم انہیں دیدی جائے مگر اس پر بھی آمادہ نہیں ہے۔ براہ کرام جملہ امور کا واشگاف جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) سید عبدالعلیم کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا۔

مسئلہ ۴۰/۸ سید عبدالعلیم

میت

زوجہ	بنت	بنت	بنت	ابن
ہاجرہ بی بی	جمیلہ	نسیمہ	رشیدہ	شوکت علی
$\frac{1}{8}$	۷/	۷/	۷/	۱۴/

بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث ترکۂ مرحوم چالیس سہام بنا کر پانچ سہام زوجہ

(ہاجرہ بی بی) کوملیں گے[۱] سات سات سہام ہر لڑکی کوملیں گے۔ چودہ سہام لڑکے کوملیں گے[۲]۔ مرحوم کی تنخواہ سے وضع ہوکر جمع شدہ رقم بھی مرحوم کا ترکہ ہے[۳] خانہ نامزدگی میں کسی کا نام لکھا دینے سے ہبہ ہوکراس کی ملک نہیں ہوگی، یہ شرعی وصیت بھی نہیں۔ پس ہاجرہ بی بی کا ایسی رقم کو وصول کرکے تنہا اپنی ذاتی ملک تصور کرنا غلط ہے۔ اس میں سب ورثہ حسب تفصیل بالا شریک ہیں۔

(۲) غسل وکفن کے وقت زوجہ متوفی نے مہر معاف کردیا تو وہ معاف ہوگیا، اس کے لئے شوہر کا سننا یا قبول کرنا ضروری نہیں[۴]۔

(۳) یہ پندرہ سوکی رقم بھی مرحوم کا ترکہ ہے تنہا ہاجرہ بی بی اس کی مالک نہیں۔ حج کمیٹی سے واپس لے کر حصہ رسدسب پر تقسیم کی جائے[۵]۔

(۴) جمیلہ خاتون کا حصہ محفوظ رکھنا ضروری ہے اس میں کسی وارث کو بلا اجازت جمیلہ خاتون تصرف کا حق نہیں[۶] جبکہ حالات خراب ہونے کی وجہ سے وہاں سے آنا فی الحال دشوار

---

[۱] اما للزوجات فحالتان الى قوله والثمن مع الولدوولدالابن الخ سراجى ص ۱۲ /فصل فى النساء،درمختارعلى الشامى زكرياص ۵۱۱،۵۱۲ /ج۱۰ /كتاب الفرائض،عالمگيرى كوئٹه ص ۴۵۰ /ج۶ /الباب الثانى فى ذوى الفروض.

[۲] وامالبنات الصلب فاحوال ثلث الى قوله ومع الابن للذكرمثل حظ الانثيين الخ سراجى ص ۱۲ / فصل فى النساء،عالمگيرى كوئٹه ص ۴۴۸ /ج۶ /كتاب الفرائض الباب الثانى فى ذوى الفروض،البحرالرائق ص ۴۹۴ /ج۸ /كتاب الفرائض،مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[۳] لان التركة فى الاصطلاح ماتركه الميت من الاموال صافياعن تعلق حق الغير بعين من الاموال، شامى زكرياص ۴۹۳ /ج۱۰ /اول كتاب الفرائض،بحركوئٹه ص ۴۸۹ /ج۸ /كتاب الفرائض،زيلعى ص ۲۲۹ /ج۶ /كتاب الفرائض مطبوعه امداديه ملتان.

[۴] وصح حطهاكله أوبعضه قبل اولاالخ درمختارعلى الشامى زكرياص ۲۴۸ /ج۴ /باب المهر، بحركوئٹه ص ۱۵۰ /ج۳ /باب المهر،النهرالفائق ص ۲۳۶ /ج۲ /باب المهر،دارالكتب العلميه بيروت.

[۵] ملاحظہ فرمائیں حاشیہ نمبر۳/۔ (حاشیہ نمبر۶/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ہے تو یہ مطالبہ کہ ان کو خود آنا چاہئے بے محل اور مہمل ہے۔ خاندان والے اہل دیانت اور اہل الرائے جس کے پاس رہنے سے اس کی حفاظت تصور کریں یا اس کے پاس محفوظ کر کے جمیلہ کو مطلع کر دیں۔ پھر اگر وہ کسی کو خود نامزد کر دے تو اس کی سپردگی میں دیدیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پراویڈنٹ فنڈ کا مستحق انتقال ملازم کے بعد کون ہے

سوال:- زید ایک اسکول کا ملازم تھا اس کا کچھ روپیہ پراوڈنٹ فنڈ میں کٹ کر جمع ہے، انہوں نے اپنا لائف انشورینس بھی کروایا تھا جو سرکاری ملازموں کے لئے ضروری ہے۔ اور روپیہ پانے کی جگہ صرف اپنے لڑکے عمر کا نام درج کروایا۔ نیز زید نے اپنا روپیہ پہلی بیوی عائشہ کے نام بینک میں جمع کیا اور پاس بک لاکر عائشہ کے حوالہ کر دی اور کچھ روپیہ دوسری بیوی شاکرہ کے نام جمع کئے لیکن پاس بک اس کے حوالہ نہ کیا بلکہ اپنے ہی پاس رکھا۔ اب چند ماہ ہوئے زید کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے اپنے وارثوں میں دو بیوی عائشہ اور شاکرہ اور دو لڑکے عمر و بکر اور تین لڑکیوں کو چھوڑا۔ اب چند امور استفسار طلب ہیں۔

الف:- پراویڈنٹ فنڈ والا روپیہ تمام وارثوں کو حصۂ شرعی ملے گا اگر ملے گا تو کیوں یا حکومت جس وارث کو چاہے دیدے۔

ب:- لائف انشورینس والا روپیہ صرف بڑے لڑکے عمر کو ملے گا یا تمام وارثوں کو؟

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ٦ لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ و ولایتہ الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۱/ ج ۹/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر، قواعد الفقہ ص ۱۱۰/ مطبوعہ اشرفی دیوبند، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷/ کتاب الغصب مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی۔

ج:- دونوں بیویوں کے نام جو بینک بیلنس جمع ہے کیا وہ ہبہ نہیں؟ اگر ہبہ نہیں تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

الف:- ملازم کی کارکردگی کی اجرت کا جز جو کہ جمع کرلیا جاتا ہے وہ ملازم کا دین ہے اوراس پر جتنی رقم زائد ملتی ہے وہ اسی کا انعام ہے گوکہ اس پر ابھی ملازم کی ملک حاصل نہیں ہوئی لیکن اس کا اصل مستحق ملازم ہی ہے۔ ملازمت ختم ہونے پر وہ اس کو وصول کرسکتا ہے۔ اگراس سے پہلے اس کا انتقال ہوگیا تو ورثاء پر بحصۂ شرعی اس کی بھی تقسیم ہوگی[1] تاہم انعام دینے والا چونکہ ابھی تک اپنے انعام کا مالک ہے۔ وہ اگر ملازم کی کارکردگی کا انعام اس کے کسی مخصوص وارث کو دینا چاہے تو اس کو حق ہے[2]۔

ب:- محض اتنی بات سے وہ روپیہ بڑے لڑکے عمر کی ملک نہیں ہوا، کیونکہ اس میں **تملیک الدین ممن لیس علیه الدین** ہے[3] ہاں اگر عمر کو روپیہ دے کر بطور ہبہ مالک بنادیتا پھر اس کی طرف سے وکیل ہوکر جمع کرتا تو دوسری بات تھی۔ اب تو یہ سب ورثاء کا حق ہے لیکن

---

[1] وتنفسخ الاجارة بموت احدالمتعاقدين ای احدمن الآجر والمستأجر،وان المنافع والاجرة صارت ملكاً للورثة والعقدالسابق لم يوجدمنهم فينتقض،مجمع الانهر ص ۵۵۹/ج۳/كتاب الاجارة باب فسخ الاجارة مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت،فتح القدير ص ۱۴۵/ج۹/باب فسخ الاجارة مطبوعه دارالفكربيروت.

[2] المالک هو المتصرف فی الاعيان المملوكة كيف شاء من الملک تفسير بيضاوی ص۷/ تحت سورۂ فاتحه.مطبوعه رشيديه دهلی.

[3] تمليک الدين ممن ليس عليه الدين باطل الخ درمختارعلی الشامی زكرياص ۵۱۸/ج۸/ كتاب الهبة،فصل فی مسائل متفرقه،سكب الانهر ص ۳۱۰/ج۳/كتاب الهبة مسائل متفرقه، دارالكتب العلميه بيروت.

اصل جمع کردہ رقم سے جو رقم زائد ملے اس کو صدقہ کردیں[۱]۔

ج:- ہبہ کے لئے موہوب لہ کا قبضہ کرادینا لازم ہوتا ہے یہاں ایسا نہیں ہوا۔ اس لئے یہ ہبہ تام نہیں، پاس بک لاکر حوالہ کردینے سے قبضہ نہیں ہوگیا[۲] جمع شدہ روپیہ کے وصول کرنے کا حق ہوگیا وصول کرنے سے پہلے وہ روپیہ اصل مالک کا ہے اور انتقال کے بعد ورثاء مستحق ہیں۔

وہٰذا اکلہ ظاہر۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک مشترکہ جائداد کا قصہ

سوال:- والد کی معزولی سے پہلے زید نے پرانی گاڑی کی خرید وفروخت کی دلالی (کمیشن) اور ٹرانسپورٹ آفس کی ایجنٹی سے کچھ روپیہ کمایا زید اس رقم سے پرانی گاڑی خرید کر مرمت کر کے فروخت کرنے کا دھندا بہت دنوں تک کرتے رہے ایک کار جو فروخت نہیں ہوسکی ذاتی استعمال میں رکھا۔ مالی حالات خراب ہونے پر کار بے مرمت ہوگئی اور بند پڑی رہی والد کے معزول ہوجانے پر زید مذکورہ گاڑی اور پرانے پارٹ پرزے کو ساڑھے انیس سو روپیہ میں فروخت کر کے اور بتیس سو روپیہ دوستوں اور ۲۲½ سو روپیہ گورنمنٹ سے قرض

---

[۱] والافان علم عين الحرام لايحل له ويتصدق به الخ شامي زكريا ص ۳۰۱/ج۷/ باب البيع الفاسد. مطلب فيمن ورث مالاحراماً،بذل المجهود ص۳۷/ ۱/كتاب الطهارة،باب فرض الوضوء مطبوعه سهارنپور،عالمگيری كوئٹه ص ۳۴۹/ج۵/كتاب الكراهية الباب الخامس عشرفی الكسب.

[۲] ومنها ان يكون الموهوب مقبوضاحتى لا يثبت الملك للموهوب له قبل القبض عالمگيری كوئٹه ص ۳۷۴/ج۴/كتاب الهبة،الباب الاول فی تفسير الهبة،مجمع الانهر ص ۴۹۱/ج۳/ كتاب الهبة مطبوعه بيروت،شامی زكرياص ۴۹۳/ج۸/كتاب الهبة.

لے کر ایک چھوٹا موٹا کارخانہ کا آغاز کیا جس سے ترقی ہوئی صورت مسئولہ یہ ہے کہ ½ ۱۹سو روپیہ کی حیثیت موروثی کہلائے گی یا غیر موروثی۔

(۲) زید، عمر، بکر، خالد، والد کی معزولی کے چار سال بعد اپنے بھائی رحمٰن، رحیم، کریم کی ضروریات زندگی اور تعلیم کے حصول کا بار برداشت کرتے رہے۔ زید، عمر، بکر، خالد نے والد کی معزولی کے چار سال بعد اپنی جدوجہد سے زمین خریدی ایک مکان کی تعمیر کے ٹیکس میں تخفیف کی خاطر مذکورہ بالا زمین کی خریداری اور مکان کی تعمیر والد کے نام کر دیا اور والد ہی کی زندگی میں بکر اللہ کو پیارا ہو گیا۔ دو مسئلہ دریافت طلب ہیں۔

(الف) بکر محنت و جدوجہد جائداد کے حصول میں رہا اس صورت میں ان کی اولاد محجوب کہلائے گی یا غیر محجوب؟

(ب) ٹیکس میں تخفیف کے تحت زید، عمر، بکر، خالد نے زمین و مکان کی تعمیر اپنے ناموں کے بجائے والد کے نام کیا اب وہ مکان موروثی کہلائے گا یا غیر موروثی؟

(۳) والد نے اپنی کمائی سے ایک مکان والدہ کے نام سے بنوایا والدین کی حیات میں زید، عمر، خالد نے ضروریات کے پیش نظر مکان کے مغربی حصہ میں برآمدہ کی نئی تعمیر کی۔ والدین کے وصال کے بعد جب یہ مکان ناکافی ہوا، تو زید، عمر، خالد نے اپنی کمائی سے اسی مکان پر بالائی مکان تعمیر کرایا اور اس پر قابض و دخیل ہیں دریافت طلب یہ ہے کہ برآمدہ اور بالائی منزل کی تعمیر کی حیثیت کیا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید اور زید کے بھائیوں کے پاس جو کچھ روپیہ اور کاروبار تھا وہ اصلاً والد کا تھا والد نے ابتدا کی اور ان سب نے ان کے ساتھ تعاون کر کے کاروبار کو بڑھایا والد کمزور ہوتے گئے۔ کام میں حصہ کم لیتے گئے یہ لوگ بڑھتے گئے کاروبار ترقی کرتا گیا۔ اور والد نے ان کے کسی تصرف کو نہیں روکا تو اس صورت میں وہ سب کاروبار روپیہ اور انیس سو روپیہ والد کا تھا

جس لڑکے نے جو کچھ خرچ کیا وہ والد کا روپیہ خرچ کیا والد نے اپنی زندگی میں کسی سے کوئی محاسبہ مطالبہ نہیں کیا والد کے انتقال پر جو کچھ باقی رہا وہ سب والد مرحوم کا ترکہ ہے سب ورثاء اس میں حصہ دار ہیں شرعی طریق پر میراث کے مستحق ہیں[۱]۔

(۱) والد کی زندگی میں فروخت کر کے ساڑھے انیس سو روپیہ میں دوستوں وغیرہ سے روپیہ لے کر جو کچھ ملا کر کام کر لیا اب اس روپیہ کے مطالبہ کا کسی وارث کو حق نہیں[۲]۔

(۲) اصل روپیہ کو والد کا تھا اسی میں جدوجہد کی اور لڑکوں نے کما کر جو کچھ کہ والد کے نام پر خریدا وہ سب والد کا ہے[۳]۔ (الف) والد کے روپیہ کاروبار کے علاوہ بکر نے اگر کوئی اور ملازمت تجارت زراعت وغیرہ سے روپیہ حاصل کیا ہو تو وہ بکر کا ترکہ ہوگا اور اس کی اولاد حقدار ہوگی[۴]۔ (ب) یہ جائداد بھی اگر اس روپیہ سے خریدی گئی جو والد کے کاروبار کا تھا جس کو لڑکوں نے ترقی دی تھی تو یہ بھی لڑکوں کی ملکیت نہیں بلکہ والد کی ملک ہے۔

(۳) والد نے اگر تعمیر کرا کے اپنی اہلیہ کو وہ مکان دے دیا اور ان کا قبضہ کرا دیا تو وہ اہلیہ کی ملک ہوگا۔ وہ والد کا ترکہ نہیں[۵] پھر اگر لڑکوں نے اس کی تعمیر میں اضافہ کیا بالائی کمرے

---

[۱] دفع لابنه مالا ليتصرف فيه ففعل وكثر ذالک فمات الاب ان عطاه هبة فالكل له والا فميراث الدرالمختارعلى الشامى زكرياص ۵۲۰/ج۸/كتاب الهبة، فى مسائل متفرقه.

[۲] ايضاً. [۳] ايضاً.

[۴] هكذا يستفاد من الهندية اب وابن يكتسبان فى صنعة واحدة ولم يكن لهما مال فالكسب كله للاب اذا كان الابن فى عيال الاب لكونه معيناً له الى قوله وكذاالحكم فى الزوجين اذا لم يكن لهما شئى ثم اجتمع بسعيهما اموال كثيرة فهى للزوج وتكون المرأة معينة له اذا كان لها كسب على حدة فهو لها (عالمگيرى ص ۳۲۹/ج۲/) الباب الرابع فى شركة الوجوه وشركة الاعمال .

[۵] وتتم الهبة بالقبض الكامل(الدرالمختارعلى هامش الشامى زكرياص ۴۹۳/ج۸/)كتاب الهبة،مجمع الانهرص ۴۹۱/ج۳/كتاب الهبة،دارالكتب العلمية بيروت،عالمگيرى ص ۳۷۴/ج۴/كتاب الهبة،الباب الاول الخ،مطبوعه كوئٹه.

بنوائے اور کوئی معاملہ طے نہیں کیا تو والدہ کی صواب دید پر ہے۔ وہ چاہیں تو لڑکوں کو دیدیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوكة كيف شاء من الملک تفسير بيضاوی ص/۷ تحت سورۂ فاتحه، مطبوعه رشيديه دهلی.

فصل سوم: ترکہ میں تصرف

میراث میں بعض ورثہ کا تصرف

سوال:-زید نے اپنے بیمار بھائی عمر کا علاج کرایا۔سورو پیہ تو عمر کے پاس موجود تھے۔اور بقول زید ان کے علاوہ چارسورو پیہ زید کے عمر کے علاج میں اور خرچ ہو گئے۔عمر جانبر نہ ہوا۔اس کی وفات کے بعد اس کی بیوی ہندہ کے باپ نے ہندہ کے مہر نیز دیگر حقوق کا مطالبہ ورثہ عمر سے کیا۔زبانی طور پر ہندہ نے مہر معاف کر دیئے تھے۔مگر پدر ہندہ نے اس معافی کو نہیں مانا اور مقدمہ بازی شروع کر دی جس میں بقول زید دوسورو پیہ زید کے خرچ ہو گئے آخر زید نے پدر ہندہ کو آٹھ سورو پیہ دے کر جملہ حقوق سے دستبرداری کرالی ان آٹھ سورو پیہ میں سے چارسورو پیہ تو زید کے اپنے تھے اور چارسورو پیہ ایک شخص فخر الدین سے قرض لئے گئے۔عمر کا کچھ ترکہ وطن میں تھا اور کچھ بمبئی میں۔وطن میں تو ایک متوفی باپ کے چھوڑے ہوئے مکان میں عمر کا حصہ تھا۔یہ حصہ اس زمانہ ارزانی کی قیمت کے حساب سے اندازاً تین سورو پیہ کا ہوگا۔دوسرے ایک زمین تھی جو زید وعمر کے آدھے ساجھے کی تھی۔وفات عمر سے کئی سال کے بعد زید نے اس زمین کو چارسو پچاس روپیہ میں بیچا اور اس کی کل قیمت اپنے ذاتی خرچ میں کر لی۔تیسرے عمر کا کچھ سامان غیر نقد تھا جو اندازاً ایک سواسی روپیہ کا ہوگا جس میں سے سورو پیہ کا سامان تو تنہا زید نے لے لیا۔اور باقی زید سمیت سب ورثہ عمر پر بحساب شرعی تقسیم ہوا۔پدر ہندہ سے فارغ ہو کر زید بمبئی گیا اور وہاں اول عمر کے جمع کردہ بارہ سورو پیہ بینک سے وصول کئے جس میں سے چارسورو پیہ فخر الدین مذکور کو بھیج دیئے اور پانچ سو روپیہ اپنے ایک چھوٹے بھائی بکر کو قرض دیئے۔بعدۂ زید نے بمبئی میں ایک شخص سے ۱۲۵ روپیہ اور دوسرے شخص یامین نامی سے پندرہ سورو پیہ اور وصول کئے۔لیکن بمبئی میں ترکہ عمر کو

وصول کرنے کی کوشش میں بقول زید چھ سو روپیہ خرچ ہو گئے۔ شخص مذکور نہ تو عمر کا قرض دار تھا نہ امانتدار پھر بھی اس نے پندرہ سو روپیہ زید کو اس طرح دیئے کہ بمبئی میں عمر اور اس شخص کی ایک مشترکہ دوکان دستکاری کی تھی۔ بعد وفات عمر، زید نے اس کے پاس پہونچ کر اس سے کہا یا تو عمر کی جگہ مجھ کو دوکان میں اپنا شریک بنا یا حق شرکت بمبئی میں جو گڈول کے انگریزی نام سے رائج ہے۔ اور یہ بھی خیال ہے کہ عمر اور اس شخص کے درمیان اس حق شرکت کا معاہدہ شاید طے ہوا ہو۔ کیونکہ شرکت دوکان کے متعلق عمر اور اس کے درمیان ایک عہد نامہ لکھا گیا تھا جس میں بہت سی دفعات تھیں۔ بہرحال اس شخص نے زید کی آخری بات کو مان کر پندرہ سو روپیہ گڈول کے دیئے تھے۔ عمر کی بیماری ہندہ سے مقدمہ بازی بکر کو قرض دہی اور بمبئی میں ترکہ عمر کو وصول کرنے کی کوششوں میں جتنا روپیہ خرچ ہوا اس کو کم کر کے ترکہ عمر کا زر نقد جو کچھ بچا وہ زید کے اپنے مال میں مخلوط ہو کر زید ہی کے ہاتھوں سے تھوڑا سا زید اور اس کے اہل وعیال پر اور زیادہ تر ورثۂ عمر باستثناء چند پر کئی سال تک خرچ ہوا۔ اس خرچ میں بڑا حصہ زید کے اپنے روپیہ کا تھا۔ کیونکہ خرچ اتنا وسیع تھا کہ باقی ماندہ زر نقد ترکہ عمر اس کے مقابلہ میں نہایت قلیل تھا۔ زید نے رقم ترکہ عمر سے بکر کو جو پانچ سو روپیہ قرض دیئے تھے اس کے متعلق بکر نے زید سے دریافت کیا کہ یہ قرض آپ ہی کو ادا کیا جائے یا اس کو قابل تقسیم قرار دیکر سب ورثہ کو بقدر ان کے حصوں کے دیدیا جائے۔ زید نے جواب دیا کہ جیسا تیری سمجھ میں آئے ویسا کر دے۔ بکر نے اپنی سہولت کے لئے یہ تجویز کیا کہ رقم قرض میں سے بقدر اپنے حصہ کے کاٹ کر باقی کو زید ہی کو ادا کرنے کا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ کچھ ادائیگی تو زر نقد سے کر دی اور باقی کے بدلہ میں مکان متروکہ پدر میں سے اپنے حصہ کو زید کو دیدینے کا وعدہ کیا۔ ان واقعات سے عرصہ دراز کے بعد اب زید کے دل میں خواہش پیدا ہوگئی کہ متوفی باپ کے مکان کو تنہا اپنی ملکیت میں کرلیا جائے کیونکہ اول تو زید کے پانچ سو روپیہ باپ پر قرض تھے جو از روئے وصیت زید کو مکان پدر سے وصول کرنے تھے۔ دوسرے مکان مذکور کی مرمت میں زید کے سو روپیہ خرچ

ہوئے۔تیسرے مکان پر ایک شخص سے مقدمہ بازی ہوئی تو اس میں زید کے تین سو روپیہ خرچ ہوئے۔اس کے علاوہ مکان مذکور میں سے اپنی ایک بہن کا حصہ زید خرید چکا ہے اور ایک بھائی بکر نے بھی اپنا حصہ مکان زید کو دیدینے کا وعدہ کیا ہوا ہے جیسا کہ اوپر مذکور بھی ہو چکا۔تو از روئے حساب ورثۂ پدر میں سے جس جس کا تھوڑا بہت حق مکان مذکور میں باقی نکلے وہ دے دلا کر مکان کو اپنا کر لیا جائے۔زید کی یہ خواہش دیگر ورثہ کو ناگوار ہوئی جس کی وجہ سے انہوں نے ترکہ عمر کو یاد کیا کہ اگر ترکہ عمر میں ہمارے کچھ حقوق باقی ہوں تو ان کے ذریعہ سے ہمارے وہ بوجھ ہلکے ہو جائیں جن کے دباؤ سے ہم سے دستبرداری کا مطالبہ کیا جا رہا ہے چنانچہ انہوں نے اول تو زید سے ترکہ عمر کے حسابات کا مطالبہ کیا دوسرے یہ کہ عمر سے متعلق خرچ کی جو رقمیں زید نے بتائیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ان پر اعتراضات کئے کہ یہ رقوم اندازہ سے بہت زیادہ ہیں زید نے کہا میرا اپنا روپیہ تم لوگوں پر خرچ ہوا جس کا اگر حساب لگایا جائے تو ترکہ عمر میں حقدار بننے کے بجائے تم لوگ میرے زیر احسان ہوا اور اگر چہ میرے احسانات تم پر بطور قرض کے نہیں ہیں تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ ترکہ عمر کی جو اشیاء اب تک بھی باقی ہیں اگر از روئے حساب وہ میری ملکیت قرار نہ پا سکیں تو میرے احسانات کے معاوضہ ہی میں وہ میری ہو جائیں۔چنانچہ باہر کے مکان میں سے عمر کا حصہ مجھے مل جائے اور بکر کا بھی مل جائے جبکہ بکر مجھ سے اس کا وعدہ بھی کر چکا ہے اور میرے پانچ سو روپیہ جو والد مرحوم کے مکان پر قرض ہیں۔نیز مرمت مکان اور مقدمہ بازی میں جو میرا روپیہ خرچ ہوا ہے اس کے بدلہ میں دیگر ورثہ اگر مکان پدر سے دستبرداری کو گوارہ نہیں کرتے ہیں تو کم از کم اتنا ہی کر دیں کہ مکان کو میرے نام پانچ سال کے لئے دخلی رہن کر دیں پھر میرے قرض کی ادائیگی کی کوشش کرتے رہیں۔اور درصورت عدم ادائیگی مجھے اختیار ہوگا مکان سے وصول کر لینے کا اور میری بتائی رقوم اخراجات متعلق ترکہ عمر میں غیر معمولی زیادتیوں کا شبہ سو تم لوگوں نے میرے احسانات کو بالکل بھلا دیا تم دوسروں کے دست نگر ہو کر زندگیاں گذارنے والو اخراجات کی وسعت کا صحیح

اندازہ کیسے لگا سکتے ہو۔

مہربانی فرما کر سوالات ذیل کے جوابات کے علاوہ جو اور باتیں قابلِ اطلاع ہوں ان سے بھی مطلع فرمایا جائے۔

(۱) آخری سطور میں مذکورہ زید کا اظہار برہمی مع عدم جوابدہی احتمال زیادتی اخراجات متعلق ترکہ عمر بجا ہے یا بیجا؟

(۲) یامین سے وصول شدہ روپیہ ترکہ عمر میں شمار ہونے کے قابل تھا یا نہیں اگر نہیں تو اس کے احکام سے مطلع فرمایا جائے؟

(۳) ورثۂ عمر جن پر زرترکہ عمر خرچ ہوا اور وہ جن پر نہیں ہوا ترکہ عمر ختم شدہ اور باقی ماندہ میں اگر کچھ حقوق رکھتے ہوں تو ان سے مفصل فرمایا جائے۔

(۴) بکر نے جو اپنا حصہ مکان زید کو دینے کا وعدہ کیا ہے اس وعدہ کو پورا کرے یا رقم قرض باقی ماندہ کو تمام ورثہ عمر پر تقسیم کرے۔

(۵) ترکہ عمر سے متعلق خرچ کی جو رقم زید نے بتائی ہیں اور ان میں اندازہ سے بہت زیادہ زیادتیوں کے احتمال کا کوئی جواب زید نے نہیں دیا تو ان کو زید کے بتانے کے مطابق ہی ماننا پڑے گا یا اندازہ کے مطابق بھی کیا جا سکتا ہے؟

(۶) زید نے بحیثیت مسلمان کے زرترکہ عمر کو ورثہ عمر باستثناء چند پر بے حساب خرچ کیا ہے حالانکہ ترکہ میں حساب ہوتا ہے۔ مثلاً ماں کا اتنا بہن کا اکہرا بھائی کا دوہرا تو کیا ولی ہونے کی وجہ سے زید کے لئے یہ حساب معاف ہے۔

(۷) زید نے بیوہ عمر ہندہ کو جو آٹھ سو روپیہ دے کر جملہ حقوق سے دستبرداری لی۔ اس کے ساتھ متوفی باپ کے مکان میں عمر کے حصہ میں سے ہندہ کا جتنا حصہ نکلتا تھا بیعنامہ ہندہ سے اپنے نام کرالیا، کیا زید کی یہ کارروائی شرعاً درست ہوگئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ برہمی مغلوب الغضب ہونے کے بنا پر ہے کوئی باضابطہ جواب نہیں۔

(۲) اس کے لئے زید کا بیان سامنے ہونا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس نے کس بناء پر روپیہ وصول کیا ہے۔ اگر اس نے ناحق جبراً وصول کیا ہے تو یہ حرام ہے[۱] اور ہرگز ترکہ عمر نہیں۔ اگر واقعۃً عمر نے روپیہ دیا اور شرکت کا معاملہ کیا اور حساب سے اس قدر روپیہ عمر کا ہوتا تھا تو پھر یہ ترکہ شمار ہوگا اور اول صورت میں اس روپیہ کی واپسی زید کے ذمہ لازم ہے۔ ثانی صورت میں جو اور ترکہ کا حال وہی اس کا بعد اداء قرض وغیرہ، ترکہ عمر میں جمیع ورثہ شریک ہیں اور یہ شرکت حسب استحقاق وراثت ہوگی جس کی تفصیل ورثہ کی تفصیل وتعیین معلوم ہونے پر تحریر کی جاسکتی ہے۔ جن ورثہ پر اس کے استحقاق سے زیادہ خرچ ہوا اگر ان کی طلب پر خرچ ہوا تو ان کے ذمہ اس مقدار زیادتی کی واپسی لازمی ہے وہ ایسے ورثہ کو دیں جن کو باوجود استحقاق کے کچھ نہیں ملا یا استحقاق سے کم ملا۔ اگر بغیر ان کی طلب کے یہ زیادتی ان پر خرچ ہوئی، تو خرچ کرنے والا اس کا ضمان ان ورثہ کو ادا کرے جن کو ترکہ نہیں ملا یا استحقاق سے کم ملا۔

(۴) جبکہ زید نے عمر کے جمع کردہ بارہ سو روپیہ بینک سے وصول کر کے بکر کو پانچ سو روپیہ قرض دیئے اور ادائیگی کی صورت دریافت کرنے پر اختیار دیدیا کہ جیسا تیری سمجھ میں آئے ویسا کردے یعنی رقم خواہ کل زید کو دیدے خواہ جملہ ورثہ میں حسب حصص تقسیم کردے۔ پھر بکر نے اپنا حصہ میراث کاٹ بھی لیا تو اب بکر کو چاہئے کہ بقیہ رقم (اپنا حصہ کاٹنے کے بعد) تنہا زید کو نہ دے نہ بصورت نقد نہ بصورت حصہ مکان۔ بلکہ جس طرح اپنا حصہ خود کاٹ لیا ہے زید کو نہیں دیا۔ اسی طرح ہر وارث کا حصہ اس وارث کو دے صرف زید کے حوالہ نہ کرے۔ زید کو صرف زید کا حصہ دے۔

---

[۱] لایحل مال امرء الابطیب نفس منه مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۵ / باب الغصب والعاریة. الفصل الثانی مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

(۵) زید سے تفصیل دریافت کرلی جائے جب تک جھوٹ اور خیانت کا ثبوت نہ ہو زید کے قول کا اعتبار ہوگا۔ اگر دیگر ورثہ کو یقین نہ ہو تو زید سے قسم لی جاسکتی ہے[۱]۔

(۶) یہ معاف نہیں، زید کے ذمہ ہر ایک کا حصہ پورا پورا دینا واجب ہے، ایک کا حصہ دوسرے پر از خود خرچ کرنا جائز نہیں[۲]۔

(۷) اگر بیوہ ہندہ نے مہر معاف کردیا تو وہ شرعاً معاف ہوگیا[۳]۔ پدر ہندہ کو مہر کے مطالبہ اور مقدمہ بازی کا ہرگز حق نہیں جبکہ ہندہ موجود ہے اور وہ کہتی ہے کہ میں نے مہر معاف کردیا تو پھر پدر ہندہ کا ورثۂ عمر سے مقدمہ بازی کرکے مہر وصول کرنا سراسر ظلم ہے۔ البتہ ہندہ اپنا حصہ میراث ضرور وصول کرسکتی ہے۔ اور زید نے جو آٹھ سو روپے دیئے ہیں تو معلوم نہیں ہو سکا کہ اس میں بعوض مہر کس قدر ہیں اور بعوض میراث ہندہ کس قدر ہے۔ جس قدر رقم زید نے بعوض حصہ میراث ہندہ ادا کی ہے اس کے عوض میں وہ ہندہ کے حصہ میراث کا مالک ہوگیا۔ اور شرعاً یہ درست ہے خواہ وہ مکان کا حصہ ہو خواہ دیگر سامان کا۔ دیگر ورثہ اب اس کے متعلق کچھ نہیں کرسکتے۔ جس طرح زید نے اپنے نام بیعنامہ کرالیا ہے دیگر ورثہ کو بھی یہ حق حاصل تھا جب زید نے اس حق کو وصول کرلیا اور دیگر ورثہ خاموش رہے تو اب اوروں کا حق ساقط ہوگیا۔ اور چونکہ یہ رقم زید نے ترکۂ عمر سے نہیں دی اس لئے ورثۂ عمر کو اس میں شرکت کا

---

[۱] البينة على المدعي واليمين على من انكر مشكوة شريف ص ۳۲۶ / باب الاقضية والشهادة. مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۲] ولايجوز لاحدهما ان يتصرف في نصيب الاخر الابامره. عالمگیری کوئٹہ ص ۳۰۱ / ج ۲ / الباب الاول من كتاب الشركة، قاضيخان ص ۶۲۲ / ج ۳ / كتاب الشركة مطبوعه کوئٹہ شامی کراچی ص ۳۰۰ / ج ۴ / كتاب الشركة.

[۳] وصح حطها لكله اوبعضه عنه قبل اولاالخ. الدر المختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۲۴۸ / ج ۴ / باب المهر. مطلب في حط المهر والابرأ منه، بحر کوئٹہ ص ۱۵۰ / ج ۳ / باب المهر، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۱۶ / ج ۱ / باب المهر الفصل العاشر في هبة المهر.

حق نہیں[1]۔ یہاں تک سوالات کے جوابات تھے۔

عمر کی بیماری پر جو کچھ زید نے خرچ کیا اگر عمر کی طلب پر بطور قرض خرچ نہیں کیا تو زید کو اس کے مطالبہ کا حق نہیں[2]۔

حصہ ہندہ کو جبکہ زید نے اپنے نام بیع کرایا ہے تو اس کی قیمت ترکہ عمر سے ادا کرنا درست نہیں۔ لہٰذا فخر الدین کا روپیہ بھی زید کو اپنے پاس سے دینا چاہئے۔ نہ کہ ترکۂ عمر سے زمین مشترکہ کو فروخت کر کے نصف قیمت بطور اصل مالک زید کی ہے۔ اور بقیہ نصف میں جملہ ورثۂ عمر شریک ہیں۔ زید کا کل قیمت کو اپنے ذاتی خرچ میں لانا درست نہیں[3]۔ جملہ ورثہ اپنے حصہ میراث کا مطالبہ زید سے کر سکتے ہیں۔ باپ کے مکان متروکہ میں جو حصہ عمر کا تھا اس میں بھی جملہ ورثہ شریک ہیں۔ ایک سواسّی روپیہ کے سامان میں سے زید کو سو روپیہ کا سامان تنہا رکھنا بھی جائز نہیں صرف اپنا حصہ رکھ سکتا ہے۔ بارہ سو روپیہ میں بھی سب شریک ہیں۔ اسی طرح ۱۲۵/ روپیہ اور پندرہ سو روپیہ کا حال ہے۔ جس قدر رقم زید کی ترکۂ عمر کے وصول کرنے میں خرچ ہوئی اس کو زید ترکۂ عمر سے استحساناً کاٹ سکتا ہے۔ ہندہ کے پدر سے مقدمہ بازی

---

[1] یکے از ورثہ غائب است۔ ان كان التخارج على مالهم على ان نصبها للحاضرين جاز. عالمگيری كوئٹه ص ۲۶۹/ ج ۴/ كتاب الصلح. الباب الخامس عشر فی صلح الورثة، سكوت المالك القديم حين قسم ماله بين الغانمين رضا الخ شامی كراچی ص ۴۸۲/ ج ۴/ كتاب الوقف مطلب المواضع التی يكون فيها السكوت كالقول.

[2] فلو انفق بلا امره ليس له الرجوع فی الحكم الخ البحر الرائق كوئٹه ص ۲۰۱/ ج ۴/ باب النفقة، النهر الفائق ص ۵۱۸/ ج ۲/ كتاب الطلاق باب النفقة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيری كوئٹه ص ۵۶۲/ ج ۱/ كتاب الطلاق الباب السابع عشر فی النفقات الفصل الرابع فی نفقة الاولاد.

[3] لايجوز لاحدهما ان يتصرف فی نصيب الاخر الا بامره، عالمگيری كوئٹه ص ۳۰۱/ ج ۲/ الباب الاول من كتاب الشركة، فتاوی قاضيخان على الهنديه كوئٹه ص ۶۲۲/ ج ۳/ كتاب الشركة، شامی كراچی ص ۳۰۰/ ج ۴/ كتاب الشركة.

میں جو کچھ خرچ ہوا اس کو ترکۂ عمر سے نہیں کاٹ سکتا۔ اس نے وہ مقدمہ محض اپنی ذات کے لئے لڑایا ہے نہ کہ دیگر ورثہ کے لئے جس قدر ترکہ عمر ورثہ مستحقین کے پاس پہنچ چکا، اس قدر سے زید سبکدوش ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۳؍ ج ۲؍ ۶۶ھ

ایک بہن نے شادی کے لالچ میں مشترکہ سب زمین فروخت کردی

سوال:- ہندہ کے والدین کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا تھا ہم سات بہن بھائی بے سہارا چھوٹے بہن سب سے بڑی تھیں جو شادی شدہ تھیں ہم تینوں کنوارے تھے۔ والد صاحب کے انتقال کے وقت خوید کی عمر آٹھ برس تقریباً تھی بڑے بھائی کی عمر تقریباً ۱۳، ۱۴ برس کی تھی اور چھوٹے کی عمر تقریباً ۴، ۵ برس کی تھی جس وقت میری عمر تقریباً ۱۴، ۱۵ برس کی ہوئی تو ایک قریبی شریک نے کہا کہ تیری شادی اپنی دختر دے کر بٹے سٹے کرادوں گا بشرطیکہ تو اپنی زمین میرے نام کرادو ہم نے اپنی نادانی سے بخوشی قبول کرلیا۔ ان صاحب نے ۱۴؍ بیگھہ زمین ہم سے مفت لے لی اور اپنی لڑکی بٹے میں دے کر میری شادی کرادی اس کے بعد ایک صاحب دیندار نے ان سے کہا کہ تمہارے لئے یہ زمین اور اس کی فصل کھانا تمہارے لئے جب تک درست نہیں ہوسکتی جب تک کہ تم ان لڑکوں کو تھوڑی بہت قیمت ادا نہ کردو انہوں نے کہا کہ ہم اپنی لڑکی کو دیا کریں گے ان کو نہیں دیتے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب کہ انہوں نے ہم کو کچھ نہیں دیا صرف لڑکی بٹے میں دیکر ہماری زمین اپنے لئے حلال کرلی یہ زمین اور اس کی فصل اس کے لئے حلال وجائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین سب بھائی بہنوں کی مشترک تھی اس کے دینے کا کسی ایک دو کو حق نہیں تھا[1] اور لڑکی کی شادی کی وجہ سے زمین طلب کرنے کا حق نہیں تھا یہ رشوت ہے جو کہ ناجائز ہے اس کے ذمہ واجب ہے کہ زمین واپس کردے[2] پھر کوئی بھائی بہن اپنا حصہ فروخت کرنا چاہے تو اس سے خرید لینا درست ہے جب کہ وہ بالغ ہو۔ جس وقت خریداری کا معاملہ کرے اس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

موت زوجہ کے بعد اس کے ترکہ میں اختلاف

سوال: -ایک عورت کا انتقال ہوا اس کے متروکہ مال میں سے کچھ اسباب علاوہ نقد سونے کے چھ اشرفیاں اور کچھ کپڑے اور تاگوں کی ریل نکلے ہیں۔ شوہر کہتا ہے کہ جب

---

[1] لایجوز لاحدهما أن یتصرف فی نصیب الاخر الابأ مره الخ عالمگیری ص ۳۰۱/ ج ۲/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب الشرکة، الباب الاول، مجمع الانهر ص ۵۴۳/ ج ۲/ کتاب الشرکة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۶۷/ ج ۵/ کتاب الشرکة.

[2] أخذ اهل المرأة شیئاً عند التسلیم للزوج أن یسترده لانه رشوة الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۳۰۷/ ج ۴/ کتاب النکاح، باب المهر، مطلب انفق علی معتدة الغیر، عالمگیری کوئٹه ص ۳۲۷/ ج ۱/ باب المهر، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت، البحرالرائق کوئٹه ص ۱۸۷/ ج ۳/ باب المهر.

[3] عاقدین جس دام پر بھی مبیع کے تبادلہ کے لئے رضامند ہو جائیں اس پر معاملہ کرنا درست ہے ظاہر یہ ہے کہ بہن خریداری کے وقت کی قیمت پر رضامندی سے معاملہ کرے گی، سابقہ قیمت پر فروخت کرنے پر رضامندی بظاہر مشکل ہے۔ البیع هو مبادلة المال بالمال بالتراضی البحرالرائق کوئٹه ص ۲۵۶/ ج ۵/ کتاب البیع، عالمگیری کوئٹه ص ۲/ ج ۳/ کتاب البیوع، الباب الاول، تبیین الحقائق ص ۲/ ج ۴/ کتاب البیوع، مطبوعه امدادیه ملتان.

افریقہ سے میری عورت آنے لگی ہے اس وقت میں نے اشرفیاں دی تھیں اگر چہ اس وقت جو نکلی تھیں اس سے زیادہ تھیں نیز کپڑوں کے ٹکڑے تاگوں کے ریل میری دوکان کے ہیں لہٰذا اشرفیاں اور یہ چیزیں مجھے خاص ملنی چاہئے، اب سوال یہ ہے کہ ان چیزوں میں اور ورثہ کا بھی حق ہے یا خاوند کو صرف حق ہے؟

نوٹ:– جب مرحومہ عورت افریقہ سے آئی تھی تو خاوند افریقہ میں تھا۔عورت کو آئے ہوئے تقریباً اٹھارہ برس ہوئے اس عرصہ میں عورت اپنے ملک میں رہی۔عورت کے افریقہ سے آنے کے بعد تقریباً آٹھ نو برس کے بعد خاوند ملک آیا تھوڑی مدت رہ کر افریقہ چلا گیا۔ چھ سات برس کے بعد پھر ملک آیا ڈیڑھ دو برس سے عورت خاوند سے الگ رہتی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو سامان مرد کے لئے مخصوص ہوتا ہے یا اس کی دوکان اور تجارت کا ہے وہ مرد کا ہے اس میں عورت کے دیگر ورثہ کا حق نہیں مگر یہ کہ اس پر کوئی ثبوت پیش کریں کہ یہ عورت کی ملک ہے اور جو سامان مرد وعورت ہر دو کے لئے مشترک ہے وہ بھی صورت مسئولہ میں مرد ہی کے لئے ہے۔ **واذا مات احدهما ثم وقع الاختلاف بين الباقي وورثة الميت فعلٰى قول ابي حنيفة ومحمدؒ مايصلح للرجال فهو للرجل ان كان حياً ولورثته ان كان ميتاً وما يصلح للنساء فهو على هٰذا وما يصلح لهما فعلٰى قول محمد هو للرجل ان كان حياً ولورثته ان كان ميتاً وقال ابو حنيفةؒ المشكل للباقي منهما وما كان من متاع التجارة والرجل معروف لتلك فهو للرجل كذافي المحيط**، کذا فی العالمگیری[1] ج ۱/ص ۳۲۹/۔

---

[1] **عالمگیری کوئٹہ ص ۳۲۹/ج ۱/باب المهر، الفصل السابع عشر فی اختلاف الزوجين في متاع البيت، زيلعی ص ۳۱۲/ج ۴/كتاب الدعوىٰ باب التحالف، مطبوعه امداديه ملتان، المحيط البرهانی ص ۲۲۶/ج ۴/كتاب النكاح، الفصل الحاوی والعشرون فی الخصومات الواقعة بين الزوجين الخ نوع آخر منه فی اختلافهما فی متاع البيت، مطبوعه ڈابهيل.**

اور جو سامان عورت کے لئے مخصوص ہوتا ہے وہ عورت کا ترکہ شمار ہوگا اس میں شوہر کے ساتھ دیگر ورثہ بھی شریک و مستحق ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

ترکۂ میت سے ضیافت و ایصالِ ثواب

سوال:- مالِ متروکہ میں میت کا حق کس قدر باقی رہتا ہے اور ورثہ نابالغ ہوتے ہوئے بغیر وصیت میت اموالِ متروکہ غیر مقسوم میں سے کوئی کارِ خیر جیسے ضیافت وغیرہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور درصورتِ وصیت کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ترکۂ میت سے اولاً تجہیز و تکفین میت کی جائے اس کے بعد دین میت ادا کیا جائے۔ پھر اگر وصیت کی ہو تو ایک ثلث سے وصیت پوری کی جائے[1] ایک ثلث سے زائد میں وصیت نافذ نہیں ہوتی الا یہ کہ ورثہ اجازت دیدیں بشرطیکہ ورثہ بالغ ہوں نابالغ کی اجازت بھی معتبر نہیں[2] بغیر وصیت مطلقاً اور بصورت وصیت ایک سے زائد ضیافت وغیرہ میں خرچ کرنا درست

---

[1] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضى ديونه مع جميع مابقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقى بعد الدين سراجى ص ۴،۳ / مجمع الانهر ص ۴۹۳ / ج ۴ / كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت، شامى زكريا ص ۴۹۴ / ج ۱۰ / كتاب الفرائض.

[2] وتجوز بالثلث للاجنبى وان لم يجز الوارث بذلك لا الزيادة عليه الا ان تجيز ورثته وهم كبار، الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۳۳۹ / ج ۱۰ / كتاب الوصايا، عالمگيرى ص ۹۰ / ج ۶ / كتاب الوصايا، الباب الاول، مجمع الانهر ص ۴۱۹ / ج ۴ / كتاب الوصايا.

نہیں جبکہ ورثہ نابالغ ہوں یا غائب ہوں۔ ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل فعال المیت لانه شرع فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة الی قوله وهٰذه الا کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها ولاسیماً اذا کان فی الورثة صغارا وغائب مع قطع النظر عما یحصل عند ذٰلک غالباًمن المنکرات الکثیرة اھ شامی[1] ص ۸۴۱ / ج ۱ / ۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹ / جمادی الاولیٰ ۶۷ھ

ترکۂ مشترکہ سے ایک وارث نے زمین خریدی اس میں دوسرے وارث کا حصہ

سوال:- ایک قطعہ زمین خریدی گئی اس وقت جب کہ دو حقیقی بھائی اور ان کے حقیقی والد تو ایک گھر میں رہتے تھے اور کام دھندہ بھی سب ایک ہی میں تھا لیکن خریدی خطہ زمین مذکورہ کی صرف ایک ہی بھائی کے نام کی گئی جو بڑا تھا۔ لہٰذا چھوٹا بھائی اس زمین میں نصف کا شریک ہوگا یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس نے وہ زمین خریدی ہے اگر اس نے اپنے ہی لئے خریدی ہے تو وہ اسی کی ہے اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں، قیمت اگر مشترک روپیہ سے ادا کی ہے تو شرکاء کا روپیہ حسب حصص دینا اس کے ذمہ واجب ہے۔ لو تصرف احدالورثة فی الترکة المشترکة وربح

---

[1] شامی زکریا ص ۱۴۸، ۴۹ / ج ۳ / باب صلاة الجنازة. مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت، فتاوی بزازیة ص ۸۱ / ج ۴ / باب الجنائز، مطبوعه کوئٹه، عالمگیری ص ۱۶۷ / ج ۱ / کتاب الجنائز، قبیل الفصل السابع فی الشهید، مطبوعه کوئٹه.

فالربح للمتصرف وحده كذافي الفتاوىٰ الغياثية اھ[1] ہندیہ ص۳۴۶/ج۲/۔ اگروہ شرکت کے لئے خریدی ہے تو مشترک ہے شرکاء قیمت میں بھی شریک ہوں گے۔ بینہ نہ ہونے کی صورت میں وجوب ثمن کے لئے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ لو صدقه فی الشراء للشركة وكذبه في دعوى الاداء من مال نفسه قال الخير الرملي في حاشية المنح والذی يظهر ان القول للمشتری لانه لما صدقه الأخر في الشراء ثبت الشراء للشركة وبه يثبت نصف الثمن بذمته ودعواه انه دفع من مال الشركة دعوى وفائه فلا تقبل بلا بينة ولذاقالوا اذالم يعرف شراء ه الابقوله فعليه الحجة لانه يدعى وجوب المال في ذمة الأخر وهو ينكروهنا ليس منكرابل مقربالشراء الموجب لتعلق الثمن بذمته وله تحليفه انه مادفعه من مال الشركة اه قال المشترى هولی خاصة اشتريته بمالي لنفسي قبل الشركة فالقول له بيمينه بالله ماهومن شركتنا او حال الشركة لومن جنس تجارتهما فهو للشركة وان لم يكن من تجارتهما فهو له خاصة اه شامی[2] بتغير ص ۵۴۹/ ج۳/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

والد پر خرچ کی ہوئی رقم کو ترکہ میں محسوب کرنا

سوال:- جب والدین مریض اور ضعیف ہو جائیں اور وہ ہر قسم کی خدمت کے محتاج

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۳۴۶/ ج ۲/ کتاب الشركة، مطلب لو تصرف احدالورثة فی الترکة فالربح له الخ شرح المجلة سليم رستم باز ص ۶۱۰/ ج ۱/ رقم الماده ص ۱۰۹۰/ کتاب الشركة، مطبوعه اتحاد ديوبند.

[2] شامی زکریا ص ۴۸۶،۸۷/ ج ۶/ کتاب الشركة، مطلب فی دعوى الشریک انه ادى الثمن من ماله، قاضیخان ص ۶۱۸/ ج ۳/ کتاب الشركة، فصل فی شركة العنان، مطبوعه کوئٹه، منحة الخالق ص ۱۷۶/ ج ۵/ کتاب الشركة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

ہو جائیں تو ان کے خرچہ وصرفہ کے ذمہ دار کون کون اولاد میں ہوں گے؟

(۲) ان حالات میں اگر ایک لڑکے نے اپنے والدین کی بھرپور خدمت کی اور علاج و خوراک، پوشاک وغیرہ میں کوئی کمی نہیں رکھی اور والد مرحوم کی دیوانگی اور پاگل پن کی حالت میں ہر قسم کے نقصانات کپڑوں کا پھاڑنا لحاف اور گدوں میں آگ لگانا چارپائیوں اور برتنوں کا توڑنا وغیرہ وغیرہ برداشت کرتا رہا اور والد مرحوم کے صاحب جائیداد ہونے کی وجہ سے مالی نقصانات کو اس امید پر برداشت کرتا رہا کہ یہ خسارے ان کی جائیداد سے بوقت تقسیم وصول ہو جائیں گے کیا شرعاً اس کو حق ہے کہ بوقت تقسیم جائیداد واجبی اور ضروری خسارے تقسیم ترکہ سے قبل وصول کر لے۔

(۳) اگر اس ضرورت اور ذمہ داری کے پیش نظر کچھ لڑکوں نے والدین کے اخراجات کے لئے کچھ ماہانہ رقم مقرر بھی کر لی اور پھر یہ لوگ اس رقم وعدہ کی ہوئی کو ادا نہ کریں تو اس شخص کو جس نے والدین کی خدمت کی اور ان دعوی کنندگان سے بوقت تقسیم جائیداد رقم ملنے کی توقع رکھی یہ حق ہے کہ بوقت تقسیم جائیداد اس طے شدہ کو لے لے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

سب لڑکوں کے ذمہ حسب استطاعت واجب ہے[1]

(۲) محض توقع وامید پر ان مصارف کو تقسیم کرنے سے قبل بحیثیت دین وصول کرنے کا حق نہیں جب تک اس کی تصریح کی ہو کہ میں بطور قرض یہ سب خسارہ برداشت کر رہا ہوں[2]

---

[1] ويجبر الولد المؤسر على نفقة الابوين المعسرين الخ عالمگيرى كوئٹه ص ۵۶۴/ ج ۱/ كتاب النفقات الفصل الخامس فى نفقة ذوى الارحام، النهر الفائق ص ۵۲۰/ ج ۲/ كتاب الطلاق باب النفقة مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت، فتاوى قاضيخان ص ۴۴۷/ ج ۱/ باب النفقة، فصل فى نفقة الوالدين الخ مطبوعه كوئٹه.

[2] فاذا اراد الرجوع انفق عليه باذن القاضى فلو انفق بلاامره ليس له الرجوع فى الحكم الا ان يكون اشهد انه انفق يرجع، البحر الرائق ص ۲۰۱/ ج ۴/ باب النفقة، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

(۳) جنہوں نے وعدہ کر کے ابھی رقم خرچ نہیں کی اس کی ذمہ داری خود ان پر ہے جس نے خرچ کی وہ اپنا ذمہ پورا کر چکا ہے اگر دوسرے بھائیوں سے یہ معاملہ نہیں کیا ایک بھائی دوسرے بھائی کی وعدہ کی ہوئی رقم بھی دیدے اس توقع پر کہ پھر وصول کر لے گا تو محض توقع پر تقسیم جائیداد سے قبل طے شدہ رقم لینے کا حق نہیں۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۵/۷ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

مرحومہ زوجہ کا مہر ترکہ ہے

سوال:- زید نے اپنے نکاح کے فوراً بعد اپنی زوجہ کا مہر ادا نہیں کیا۔ارادہ بھی تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو ادا کردوں۔زید صاحب اولاد ہے مگر زید کی زوجہ کا انتقال ہو گیا۔اب زید کے لئے ادائیگی مہر میں کیا مسئلہ ہے؟ وہ مسجد یا مدرسہ کو مہر دینے کے لئے تیار ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مہر اب ترکۂ زوجہ بن گیا ہے اب اس میں شرعی میراث جاری ہوگی۔ایک چوتھائی کا مستحق شوہر ہے[۱] وہ خود رکھ لے اور بقیہ اولاد کو دیدے۔اگر سب لڑکے ہیں تو سب کو برابر دیدے۔اگر لڑکی بھی ہے تو دوہرا لڑکے کو اکہرا لڑکی کو دیدیا جائے[۲] یہ اس وقت ہے کہ زوجین

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، النهر الفائق ص۵۱۸/ج۲/كتاب الطلاق باب النفقة،مطبوعہ دارالكتب العلميه بيروت، عالمگیری کوئٹہ ص۵۶۲/ج۱/كتاب الطلاق الفصل الرابع فی نفقة الاولاد،الباب السابع عشرفی النفقات.

[۱] واما للزوج فحالتان النصف عند عدم الولد والربع مع الولد الخ، سراجی ص۱۱، مطبوعہ یاسرندیم دیوبند، باب معرفة الفروض الخ ،البحر الرائق کوئٹہ ص۴۹۳/ج۸/كتاب الفرائض، مجمع الانهر ص۵۰۰/ج۴/كتاب الفرائض،مطبوعہ دارالكتب العلمية بيروت.

[۲] واماالبنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة والثلثان لاثنيين (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

کے والدین میں سے کوئی زندہ نہ ہو ورنہ سب کی تفصیل لکھ کر ہر ایک کا حصہ دریافت کرلیں۔ پورا مہر بغیر دیگر ورثاء کی اجازت کے ازخود مسجد وغیرہ میں دینے کا حق نہیں[۱] اپنا حصہ جس طرح چاہے کرے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۶/۳/۵ھ

ترکۂ میت میں اگر بعض ورثہ تجارت کریں کیا اس میں سب شریک ہوں گے؟

سوال:- زید نے انتقال کے وقت ایک بیوہ تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑی، اس میں سے زید ہی نے اپنی حین حیات میں بڑی لڑکی کی شادی کردی۔ زید کے کل متروکہ کا حساب تیرہ ۱۳۰۰ سو روپے ہوا۔ زید کے دو لڑکے بڑے تھے، ان پر ایک چھوٹی بہن، ایک چھوٹے بھائی اور والدہ کی کفالت عائد تھی۔ لہٰذا کل وارثوں میں سے کسی نے بھی اپنا حصہ طلب نہیں کیا اور اسی تیرہ سو روپے سے دونوں بڑے لڑکوں نے تجارت شروع کردی جس کو گیارہ سال گذر گئے۔ اور بڑی شادی شدہ لڑکی کے علاوہ سب کا نان ونفقہ چلتا رہا اور اب بھی چل رہا ہے۔ اب بڑے دو لڑکوں کے علاوہ سب ورثاء کہتے ہیں کہ جو موجودہ ترکہ ہے وہ سب کا ہے وہ سب

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) فصاعدة ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين الخ سراجی ص ۱۲/فصل فی النساء مطبوعه دار الكتاب ديوبند، عالمگيری كوئٹه ص ۴۴۸/ج ۶/كتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الارحام، البحر الرائق كوئٹه ص ۴۹۴/ج ۹/كتاب الفرائض.

[۱] لايجوز التصرف بمال غيره بلا اذنه ولا ولايته الخ الدر المختار علی الشامی زكريا ص ۲۹۱/ج ۹/كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير، الاشباه والنظائر ص ۱۵۷/الفن الثانی، كتاب الغصب، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، قواعد الفقه ص ۱۱۰/الرسالة الثالثة القواعد الفقهية، مطبوعه دار الكتب ديوبند.

تقسیم کیا جائے۔ زید کے دونوں بڑے لڑکوں کا کہنا ہے کہ صرف مرتے وقت تیرہ سو روپے تھے وہی تقسیم ہوں گے۔سوال یہ ہیکہ کونسا ترکہ تقسیم ہوگا ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میت کا ترکہ وہ ہے جو اس نے انتقال کے وقت چھوڑا ہے[1] اس میں سب ورثاء شریک ہیں، جن دولڑکوں نے روپیہ لے کر تجارت کی ہے اس میں دوسرے شریک نہیں وہ خود ان کی محنت ہے نہ کہ سب کی[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

ترکۂ میت کے مکان سے کسی وارث کو الگ کرنا

سوال:- میں میرٹھ کا رہنے والا ہوں میرے باپ کا نام عبداللطیف تھا۔ میرے باپ کے دو بھائی عبدالبصیر وعبدالعلیم تھے اور میرے دادا کا نام عبدالباری تھا۔ دادا کی حیات ہی میں میرے باپ کے دونوں بھائی الگ ہوگئے تھے۔ کاروبار بھی علیحدہ کرلیا اور انہوں نے جس وقت مکان کی تعمیر کی ،تو جس حصے میں رہتے تھے وہی تعمیر کیا۔ بقیہ مکان جس میں میرے والد رہتے تھے وہ تعمیر نہیں ہوا۔ چونکہ میرا باپ علیحدہ ہوگیا تھا۔اب اللہ کا حکم ایسا ہوتا ہے کہ میرے والد کا انتقال میرے دادا کے سامنے ہی ہوجاتا ہے۔اب میں عبدالحفیظ بے باپ کے

---

[1] الترکة فی الاصطلاح ماترکه المیت من الاموال صافیا عن تعلق حق الغیر بعین من الاموال. شامی زکریاص ۴۹۳/ج۱۰/اول کتاب الفرائض،بحر کوئٹه ص ۴۸۹/ج۸/کتاب الفرائض، زیلعی ص ۲۲۹/ج۶/کتاب الفرائض،مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] لوتصرف احد الورثة فی الترکة المشترکة وربح فالربح للمتصرف وحده الخ عالمگیری ص۳۴۶/ج۲/کتاب الشرکة الباب السادس فی المتفرقات(مطبوعه کوئٹه)شرح المجلة لسلیم رستم بازص ۶۱۰/ج۱/رقم الماده ص ۱۰۹۰/کتاب الشرکة مطبوعه اتحاددیوبند.

ہوگیا۔اب کچھ آدمیوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ عبدالحفیظ کے چچا مکان میں حصہ نہ دیں گے،تو کبھی کبھی میرے دادا سے اور دادی معصوماً سے یہ سوال کرلیا کرتے تھے کہ حفیظ کا نام مکان میں چڑھاؤ۔میرا چچا عبدالبصیر یہ کہہ کر برابر کردیا کرتا تھا کہ حفیظ کو ہم ساتھ رکھیں گے اس کو علیحدہ نہیں کریں گے۔جس کی مثال یہ ہے کہ ہمارے مکان کے برابر میں ایک مکان بک رہا تھا جو میرے چچا عبدالبصیر نے میرے نام خریدنے نہیں دیا۔اور یہ کہہ دیا میرے دادا سے کہ ہم حفیظ کو نہیں نکالیں گے۔اب دادا دادی کا انتقال ہوگیا۔تو ہمارے چچا عبدالعلیم نے ان کی وصیت کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے نام یعنی عبدالعلیم اور عبدالبصیر کا اندراج میونسپلٹی میں کیا۔اب میرے دونوں چچا کا انتقال ہوگیا۔اور دونوں چچا کی اولاد مجھ کو گھر سے نکالتی ہے اور کہتی ہے کہ تمہارا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دادا دادی مرحوم چچا نے نہ آپ کو کچھ ہبہ کیا نہ کوئی حصہ متعین کرکے آپ کے نام پر وصیت کی۔صرف اتنی بات رہی کہ آپ کو مکان سے نہیں نکالیں گے۔اس سے مکان کی ملکیت میں تو آپ کا کوئی حصہ نہیں۔لیکن اگر یہ وصیت کی ہو کہ آپ کو مکان میں رہنے کا حق دیا جائے۔مکان سے نکالا نہ جائے تو شرعاً یہ وصیت معتبر ہوگی۔ورثاء کو چاہئے کہ اس کی پابندی کریں۔صحت الوصیة بخدمة عبده وسكنىٰ داره مدة معلومة وابداً درمختار[1] ص۴۴۲/ ج۵/۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۹۳ھ

[1] الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص۳۹۷/ج۱۰/كتاب الوصايا. باب الوصية بالخدمة والسكنى والثمرة،ملتقى الابحر ص۴۴۸/ج۴/كتاب الوصايا،باب الوصية بالخدمة والسكنى الخ،مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،زيلعى ص۲۰۲/ج۶/كتاب الوصايا،باب الوصية،بالخدمة والسكنى الخ مطبوعه امداديه ملتان.

زمین بیوی کے نام خریدنا، اور مال مشترک میں تصرف

سوال: - زید فوت ہو چکا اور ورثہ ذیل چھوڑے ایک زوجہ ۶/ بنات اخ عینی، شرعاً اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ زید نے جوز مین اپنی کمائی سے خرید کر اپنی زوجہ کے نام خرید کرائی اس خیال سے کہ اولاد نرینہ نہیں ہے۔ مرنے کے بعد بھائی مالک ہو جائے گا اگر زوجہ کے نام ہوگی بھائی محروم رہے گا اور بقیہ جائداد منقولہ از قسم نقد وغیرہ وہ زید کی عورت کے پاس ہے اس کو وہ اپنے صرف میں کر رہی ہے زید کے بھائیوں کو کچھ نہیں دیتی۔ سوال یہ ہے کہ جو جائداد زوجہ کے نام ہے وہ ترکہ میں شمار ہو کر قابل تقسیم ہے یا نہیں زید کی زوجہ کا حق مہر ۲۵/ روپیہ تھا اگر زید نے تمام جائداد بعوض حق المہر عورت کو لکھدی ہو اس غرض سے کہ دوسرا وارث محروم رہے کیا یہ تحریر شرعاً جائز ہے۔ جس قدر جائداد منقولہ وغیر منقولہ جو ترکہ میت سے ہے اور عورت کے قبضہ میں ہے اس کو وہ عورت فروخت کر سکتی ہے بغیر رضامندی دیگر ورثاء کے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ ۲۴ تصہ ۷۲

زوجہ	بنات	اخ عینی
۳	۱۶	۵
۹	۴۸	۱۵

بشرط صحت سوال وعدم موانع ارث بعد تجہیز وتکفین وادائے دین میت وتنفیذ وصیت وغیرہ از ثلث مال زید کا ترکہ بہتر ۷۲ سہام قرار دے کر اس طرح تقسیم ہوگا کہ ۹/ سہام زوجہ کو ملیں گے[۱] ۴۸/ سہام سب بنات کو[۲] یعنی ہر ایک کو آٹھ آٹھ سہام ۱۵/ سہام اخ عینی کو۔ بھائی عصبہ

[۱] امالـلزوجات فحالتان الی قوله ولثمن مع الولدولد الابن وان سفل الخ سراجی ص ۱۲/ فصل فی النساء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، زیلعی ص ۲۳۳/ ج ۶/ کتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۴۹۳/ ج ۸/ کتاب الفرائض. (حاشیہ نمبر ۲/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ہونے کی وجہ ماقبی مال لے لے گا۔ والعصبة كل من يأخذماابقنه اصحاب الفرائض الخ سراجی ص ۵/ عالمگیری ص ۴۵۱/ ج ۶/ الفرائض الباب الثالث فی العصبات.

سوال کے ابتداء میں ہے کہ وہ جائداد زوجہ کے نام خرید کرائی ہے آخر میں ہے کہ زوجہ کے نام منتقل کرائی ہے۔ اگر یہ مطلب ہے کہ بائع سے براہ راست جائداد زوجہ کے نام خریدی اور منتقل کرائی ہے تب تو وہ زوجہ کی ملک ہے ترکۂ زوج نہیں۔ مگر یہ کہ زوجہ اس بات کا اقرار کرے یا ورثہ زوج کے پاس اس کا ثبوت ہو کہ یہ جائیداد متوفی نے اصالۃً اور حقیقۃً اپنے لئے خریدی تھی اور کسی عارضی مصلحت کی وجہ سے کاغذ میں زوجہ کا نام تحریر کرادیا تھا تو اس وقت ترکۂ میت شمار ہو کر حسب تحریر بالا ورثہ پر تقسیم ہوگا۔ اگر یہ مطلب ہے کہ اپنے نام خرید کر پھر زوجہ کے نام منتقل کرادی تھی تو اس صورت میں اگر بحالت صحت وتندرسی بطور ہبہ منتقل کر کے زوجہ کا قبضہ اس پر کرادیا تھا تو وہ زوجہ کی ملک ہے[1] ترکۂ متوفی نہیں بھائی مطالبہ نہیں کرسکتا۔

اگر بحالت صحت وتندرستی لکھی ہے تو یہ تحریر معتبر ہے اگر مرض الموت میں لکھی ہے تو اس کی کیفیت لکھ کر دوبارہ دریافت کریں۔

جس قدر حصہ زوجہ کی ملک ہے خواہ زوج نے اپنی حیات میں اس کو دیا ہو خواہ ترکہ میں ملا ہو اس کو فروخت کرسکتی ہے اس میں رضامندی کی ضرورت نہیں اور کسی کو منع کرنے کا حق نہیں۔ خواہ وہ جائداد مشترک ہو خواہ تقسیم شدہ ہو[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہٰذا

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/ رجب ۶۴ھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) [2] واماالبنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة والثلثان للاثنتين فصاعدة الخ سراجی ص ۱۲/ فصل فی النساء، زیلعی ص ۲۳۳/ ج ۶/ كتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۴۹۴/ ج ۸/ كتاب الفرائض.

[1] وتتم الهبة بالقبض الكامل، الدر المختار على هامش ردالمحتا (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

تقسیم میراث سے پہلے مشترک جائداد میں سے کسی کو کچھ دینا

سوال:- زید نے ہندہ سے شادی کی دولڑکیاں پیدا ہونے کے بعد ہندہ انتقال کرگئی زید نے پھر دوسری شادی کرلی زینب سے ایک لڑکا ہے اور تین لڑکیاں ہیں گویا کہ زید کے کل چار بچے زینب سے ہیں۔ دولڑکیاں ہیں ہندہ مرحومہ سے اور تین لڑکیاں ایک لڑکا زینب سے ہیں نیز زید نے کچھ جائداد خریدنے کے لئے ایک صاحب کو روپیہ دے رکھا تھا اور جس جائداد کے لئے یہ روپیہ دیا تھا جس شخص کو اس شرط پر کہ اگر تم مقدمہ میں کامیاب ہوگئے تو جائداد دینا ورنہ واپس کرنا ابھی روپیہ لینے والا شخص مقدمہ لڑ رہا تھا کہ زید کا انتقال ہوگیا اور انتقال کے بعد روپیہ لینے والا کامیاب ہوگیا اب اس کو تو زید کے نام کرنا ہی تھا مگر زید کے مرجانے کی وجہ سے زید کی بیوی زینب کے نام جائداد کردیا پھر زینب نے دوسری شادی عمر سے کرلی اب زینب کو عمر سے ایک لڑکا ہے اب سوال یہ ہے کہ زینب کے پاس جو کچھ مال ہے اس میں سے اپنے شوہر ثانی عمر کو بھی دے سکتی ہے شادی کے باوجود زینب ابھی زید ہی کے گھر پر ہے چونکہ جائداد کی مالک ہے۔ عمر اپنے یہاں سے آتا ہے کبھی کبھی دو چار دن رہتا ہے پھر چلا جاتا ہے تو زینب نے جب دوسری شادی کرلی ہے تو اس کو حق پہنچتا ہے کہ اس زید کے مال کو خود کھائے اور اپنے شوہر عمر کو بھی کھلائے۔

(۲) کیا زینب کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اب عمر سے جو لڑکا پیدا ہوا ہے اس کو بھی کچھ حصہ دیدے۔

(۳) کیا زینب نکاح ثانی کے بعد زید کے مال میں حق رکھتی ہے۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) زکریا ص ۴۹۳/ ج۸/ کتاب الهبة، تبيين الحقائق ص ۹۱/ ج۵/ کتاب الهبة، مطبوعه امداديه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۴/ ج۴/ کتاب الهبة، الباب الاول.

۲ المالک هو المتصرف فی الاعيان المملوکة کيف شاء من الملک، تفسير بيضاوی ص۷/ سورة فاتحه، مطبوعه رشيديه دهلی.

(۴) اگر ان لوگوں کو کچھ حق نہیں پہنچتا ہے تو پھر پانچ لڑکیوں ایک لڑکا جو کہ ابھی یتیم نابالغ ہیں زید کے متروکہ مال میں کتنا کتنا تقسیم کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے جائداد خریدنے کے لئے روپیہ دے کر وکیل بنایا تھا پھر زید کا انتقال ہوگیا جس سے وہ وکالت بھی ختم ہوگئی[1] اور جو روپیہ دیا تھا وہ ترکہ زید کا بن گیا جس کے مستحق سب ورثہ ہیں اس وکالت کی وجہ سے انتقال زید کے بعد اس شخص کو اس روپیہ سے جائداد خریدنا درست نہیں تھا بلکہ اس کو لازم تھا کہ وہ روپیہ ورثہ کو دیدے تاہم جائداد خرید لی اور ورثہ کے حق میں خریداری بہتر ہے وہ سب ورثہ کی ہے اس جائداد اور تمام ترکہ کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ اگر زید کے ذمے کوئی قرض ہو تو پہلے اس کو ادا کیا جائے پھر اگر اس نے کوئی وصیت کی ہو تو ایک تہائی ترکہ سے شریعت کے موافق وہ پوری کی جائے[2] اس کے بعد آٹھ حصے بنا کر ایک حصہ زید کی زوجہ ثانیہ زینب کو اور ایک ایک حصے پانچوں لڑکیوں میں سے ہر ایک کو اور دو حصے لڑکے کو[3]

---

[1] ومنه موت المؤكل لان التوكيل بامر الموكل وقد بطلت اهلية الامر فتبطل الوكالة علم الوكيل بموته اولا، عالمگیری کوئٹہ ص۶۳۷/ج۳/کتاب الوكالة. الباب التاسع فيمايخرج به الوكيل عن الوكالة. الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكرياص ۲۸۱/ج۸/كتاب الوكالة، باب عزل الوكيل.

[2] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الى قوله ثم تقضى ديونه من جميع مابقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقى بعدالدين ثم يقسم الباقى بين ورثته الخ سراجى ص۴،۳/مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مجمع الانهر ص۴۹۳/ج۴/كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت، شامى زكرياص ۴۹۵/ج۱۰/كتاب الفرائض.

[3] واما للزوجات فحالتان الى قوله والثمن مع الولد وولدالابن وان سفل. واماالبنات الصلب فاحوال ثلث الى قوله و مع الابن للذكر مثل حظ الانثيين وهو يعصبهن، سراجى ص۱۲، ۱۱/ فصل فى النساء، بحر كوئٹہ ص۴۹۳، ۴۹۴/ج۸/كتاب الفرائض، عالمگیری ص۴۷۰، ۴۴۸/ ج۶/كتاب الفرائض، الباب الثانى ذوى الفرائض، مطبوعه كوئٹہ.

زینب نے اگر اپنا مہر وصول نہ کیا ہو نہ معاف کیا ہو تو وہ مہر کی بھی حقدار[1] اور آٹھویں حصہ کی بھی حقدار ہے اس لئے اپنے حصہ اور مہر چاہے تو اپنے دوسرے شوہر عمر کو دیدے اور چاہے تو اس سے پیدا شدہ اولاد کو دیدے[2] پوری جائداد کی حقدار نہیں نکاح ثانی کی وجہ سے اس کا مہر اور حق وراثت ساقط نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱/۱۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین ۸۹/۱/۱۱ھ

میراث کے مال مشترک سے اعزہ کی ضیافت

سوال:- کسی شخص کے اپنے بھائی یا اپنی لڑکی کی اولاد ہے ان میں سے بعض بالغ اور بعض نابالغ ہیں جو کہ یتیم ہیں ان کا مال متروکہ مشترک ہے مذکورہ اولاد اپنے چچا نانا کو کھانا کھلانے کے لئے زور لگاتے ہیں۔ حالانکہ چچا، نانا مالِ مشترک کو یتیم کا مال سمجھ کر کھانا نہیں چاہتے ایسی حالت میں اگر چچا یا نانا کھانا کھالیوے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

(ب) اولاد مذکورہ میں سے جو بالغ ہو چکے ہیں ان کو نکاح کی ضرورت ہے اور نکاح میں روپیہ وغیرہ خرچ کرنا نیز بتقریب ولیمہ رشتہ داروں اور ہمسایہ کے لوگوں کو کھانا کھلانا پڑتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بالغ کو مالِ متروکہ مشترکہ سے خرچ کرنا اور لوگوں کو کھلانا جائز ہے یا نہیں؟ بتقدیر اول کس طرح جائز ہے اور بتقدیر ثانی بالغوں کا نکاح کے جملہ خرچ کس طرح کرنا ہوگا۔ جواب تحریر فرمائیں۔ (ترکۂ میت میں ایک وارث کی محنت سے اضافہ ہوا اس کی تقسیم کس طرح ہو)

---

[1] مہر جب شوہر نے ادا نہیں کیا اور نہ ہی بیوی نے معاف کیا تو وہ شوہر کے ذمہ دین ہے اس لئے عورت ترکہ میت سے مہر بھی وصول کرسکتی ہے۔ ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله الخ سراجی ص ۴/.

[2] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک. تفسیر بیضاوی ص ۷/ تحت سورة فاتحه مطبوعه رشیدیه دهلی.

(۲)(الف) خالد کی بہن زینب کو اس کے باپ عمر نے نکاح میں دیدیا عمر نے مرتے وقت اپنے بیٹے خالد کو کہا کہ بیٹا میرے بعد تم ہی تو میرے مالِ متروکہ کے مالک ہو گے تم اپنی بہن زینب کو ہر سال سسرال سے لایا کرو اگر ہو سکے اسے کھلا پلا کر کپڑا وغیرہ دے کر خوش رکھیو۔ زینب کا خیال ہے کہ اگر بھائی کے مکان پر ہر سال آجایا کروں تو کافی ہے۔ باپ کا متروکہ مال بھائی کے پاس رہے اس کا تقاضا نہیں کرتی۔ صراحۃً اپنا حصہ چھوڑتی بھی نہیں۔ نیز عمر کے مرنے کے بعد خالد نے کمائی کر کے مالِ متروکہ کو اور بڑھایا نیز جائداد کا بھی منافعہ ملتا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ خالد مال متروکہ مشترکہ میں سے مہمانداری، قربانی، خیرات، زکوٰۃ، مدرسہ کا چندہ وغیرہ دینی کار خیر میں خرچ کرتا ہے۔ آیا خالد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ مفصل تحریر کریں۔

(ب) حالت مذکورہ میں خالد کی بہن زینب ایسی حالت میں اپنی اولاد چھوڑ کر مرگئی تو زینب کی اولاد کو مال مذکورہ میں حصہ ملے گا یا نہیں؟ اگر ملے گا تو خالد کو ان یتیموں کا مال علیحدہ کئے بغیر کار خیر میں مال خرچ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) الف:- یہ کھانا شرعاً جائز نہیں۔ اگر ان بچوں کی دل شکنی کے خیال سے چچا، نانا کھانا کھالیں تو اس کی قیمت بصورت نقد یا کسی دوسری صورت سے ان کو دیدیں۔ یہ حکم نفس کھانے کا ہے۔ اگر یہ کھانا سویم، چہلم وغیرہ مروجہ رسوم و بدعات کے ماتحت ہو تو اس کو دل شکنی کے خیال سے بھی نہیں کھانا چاہئے۔ **ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة، روی الامام احمدؒ وابن ماجه باسناد صحیح عن جریر ابن عبدالله قال کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة اھ الی قوله ولا سیما اذا کان فی الورثة صغار اوغائب اه شامی**[1]

---

[1] شامی زکریا ص ۱۴۸، ۱۴۹/ ج۳/ باب صلوٰة الجنازة، مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت، بزازیه علی الهندیه ص ۸۱/ ج۴/ کتاب الصلوة باب الجنائز مطبوعه کوئٹه، عالمگیری ص۱۶۷/ ج ۱/ کتاب الجنائز، قبیل الفصل السابع فی الشهید، مطبوعه کوئٹه.

(ب) تقسیم کرکے بالغ اپنے حصہ سے خرچ کریں مال مشترک سے اپنے نکاح وغیرہ میں خرچ کرنا درست نہیں کیونکہ اس شرکت میں ہر ایک دوسرے کے حصہ میں اجنبی ہے۔

ولایجوز لاحدھما ان یتصرف فی نصیب الاٰخر الابامرہ وکل واحد منھما کالاجنبی فی نصیب صاحبہٖ اھ عالمگیری[1]۔

(۲) (الف) خالد کے ذمہ واجب ہے کہ باپ کے مرنے کے وقت جس قدر ترکہ موجود تھا اس کو حسب وراثت شرعیہ تقسیم کرکے بہن کا حصہ بہن کو دیدے اور جو کچھ مال مشترک سے خرچ کیا ہے اس کو بعد تقسیم اپنے حصہ میں محسوب کرے۔

(ب) جبکہ زینب نے اپنا حصہ خالد کو ہبہ نہیں کیا تو اب اس کا حصہ اس کی اولاد کو ملے گا۔ زید کے ذمہ ضروری ہے کہ اس کو بہن کی اولاد کے حوالہ کردے ایسے مالِ مشترک سے خرچ کرنا جائز نہیں جو کچھ خرچ کیا وہ اپنے حصہ میں شمار کرے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

بیوہ کو تمام ترکۂ زوج پر قبضہ کا حق نہیں

سوال:- مرحوم مہدی اور متین نے ایک قطعہ اراضی والدہ کے ترکہ میں پائی تھی مہدی کے انتقال پر ان کی بیوہ ان کے حصہ کی حقدار ہوئیں خود کفیلی کے باعث انہوں نے اس کو مدرسہ میں وقف کردیا مہدی کے انتقال کے بعد متین ہی دونوں حصوں پر قابض رہے مفلسی کے باعث ضرورۃً مرحوم متین نے دونوں حصوں کو اپنے رشتہ کے بھائی نظر حمید صاحب کو مبلغ پانچ سو روپے پر اس شرط سے دیدی کہ جب روپیہ دیں گے تو زمین واپس لے لیں گے تقریباً

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۳۰۱ / ج ۲ / الباب الاول من کتاب الشرکۃ، فتاوی قاضیخان ص ۶۱۲ / ج ۳ / کتاب الشرکۃ، مطبوعہ کوئٹہ، شامی کراچی ص ۳۰۰ / ج ۴ / کتاب الشرکۃ.

[2] حوالہ بالا۔

دس سال سے نظر حمید صاحب دونوں حصوں پر کاشت کرتے ہیں اور پیدا شدہ غلہ خود ہی لے لیتے ہیں لیکن لگان تینوں کو ہی ادا کرنا پڑتا ہے جس کو وہ غریبی کی وجہ سے ادا نہیں کر پاتے تھے جب متین نے زمین کو فروخت کر کے قرض اور لگان بقایا کی ادائیگی چاہی تو نظر حمید نے یہ کہا کہ میں نے اسے خرید لیا تھا لیکن وہ بات ثبوت میں نہ آنے پر وہ اپنے پانچ سو روپیہ لے کر زمین چھوڑنے پر تیار ہو گئے اب مدرسہ نے جس میں بیوہ کی زمین وقف تھی اس میں متین کا حصہ مبلغ آٹھ سو روپیہ میں خرید لیا اور بقایا لگان کی ادائیگی جو مدرسہ نے اپنے ذمہ لے لی ہے رجسٹری کے موقع پر قیمت ادا کرنے کو کہا اور متین نے اس کو بخوشی منظور کرتے ہوئے بغیر کسی جبر واکراہ کے اپنا حصہ بدست ورکنگ کمیٹی ممبروں کے روبرو فروخت کر دیا اور نظر حمید صاحب بھی بغیر کسی اعتراض کے اپنے پانچ سو روپے لینے پر تیار ہو گئے لیکن بارش اور تعمیر مدرسہ کی وجہ سے رجسٹری کرنے میں پندرہ بیس یوم کی تاخیر ہوگئی اور متین صاحب اچانک انتقال کر گئے اب مرحوم کے ورثہ میں تین لڑکے ان کی بیوہ اور دو شادی شدہ لڑکیاں ہیں ان میں سے دو لڑکے بالغ اور ایک نابالغ ہے جس کی عمر تقریباً تیرہ چودہ سال ہوگی موجود ہیں یہ سبھی حضرات مرحوم کی فروخت کردہ اراضی کو مدرسہ کے بدست فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں فقیہان کیا فرماتے ہیں۔ اگر یہ زمین قیمت کی ادائیگی میں مدرسہ کی ملکیت ہونے میں کوئی شرعی عذر نہ رکھتی ہو تو قیمت کی ادائیگی کے بعد قانونی ضابطے میں لائی جائے اور قبضہ کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مہدی کے ترکہ سے بیوہ حق شوہر کی مستحق تھی کل ترکہ کی مستحق نہیں تھی[1] اپنے حصہ مملوکہ

---

[1] اما للزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولدو ولدالابن وان سفل والثمن مع الولد وولدالابن الخ سراجی ص ۱۱/فصل فی النساء،مطبوعه دارالکتاب دیوبند،الدرالمختار علی الشامی زکریاص ۱۵۱۲،۵۱۲/ج۱۰/کتاب الفرائض،عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۰/ج۶/ کتاب الفرائض،قبیل الفروض المقدرة فی کتاب اللّٰه سنة.

کو وقف کرنے کا بھی اس کو حق تھا[۱] پھر متین نے اگر کل زمین پر قبضہ کیا تو یہ بھی غلط ہوا اس کے حصہ کل زمین کو بیع بالوفاء کر دیا تو یہ بھی غلط ہوا اس کی جو صورت اختیار کی گئی وہ بھی غلط ہے[۲] اور اتنی مدت تک نظر حمید نے اس زمین کی پیداوار اپنے استعمال میں رکھی یہ بھی غلط ہے[۳] پھر متین نے اگر مدرسہ کے ہاتھ اس زمین کو فروخت کر دیا یعنی ایجاب قبول کر لیا لیکن قانونی حیثیت سے اس کی تحریر مکمل نہیں ہوئی تھی کہ متین کا انتقال ہو گیا تو اس کی وجہ سے وہ بیع فسخ نہیں ہوگی[۴] اگر بیع کا ایجاب قبول نہیں ہوا تھا صرف وعدہ اور ارادہ تھا کہ متین کا انتقال ہو گیا تو وہ زمین ورثہ کی ملک ہے اگر بالغ ورثاء اس کی بیع کرنا چاہتے ہیں اور نابالغ کے حق میں بھی مناسب یہی ہے کہ بیع کر دی جائے تو بیع کرنا اور مدرسہ کو اس کا خریدنا درست ہے۔[۵] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[۱] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء الخ بیضاوی شریف ص۷/ ج۱/ سورة الفاتحه، شرح المجلة ص۴۵۴/ ج۱/ الباب الثالث فی المسائل المتعلقة بالحیطان، الفصل الاول فی بعض قواعدفی احکام الاملاک، مطبوعه اتحادبکڈپو دیوبند، معجم المصطلحات والالفاظ الفقهیة، ص۳۵۱، ۳۵۲/ ج۳/ حرف المیم، الملک التام، مطبوعه دار الفضیلة القاهرة.

[۲] یقول بعت منک علی أن تبیعه منی متی جئت بالثمن فهذا البیع باطل وهورهن وحکمه حکم الرهن الخ شامی زکریاص۵۴۵/ ج۷/ کتاب البیوع، باب الصرف مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹه ۲۰۹/ ج۳/ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الوفاء، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص۴۰۶، ۴۰۷/ ج۴/ کتاب البیوع، نوع فیمایتصل بالبیع الفاسد.

[۳] لایحل له أن ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن لأنه اذن له فی الربا الخ شامی زکریاص۸۳/ ج۱۰/ کتاب الرهن، مجمع الانهر ص۲۷۳/ ج۴/ کتاب الرهن، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص۲۰۸، ۲۰۹/ ج۳/ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الوفاء.

[۴] واذا حصل الایجاب والقبول لزم البیع الخ هدایه ص۲۰/ ج۳/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) اول کتاب البیوع، مجمع الانهر ص۵/ ج۳/ کتاب البیوع، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص۲۶۲/ ج۵/ کتاب البیوع.

[۵] ملاحظہ ہو اسی عنوان کا حاشیہ نمبر ۲/۔

موتِ زوجہ کے بعد اس کے ترکہ میں اختلاف

سوال:- ایک عورت کا انتقال ہوا، اس کے ترکہ میں سے کچھ اسباب علاوہ نقد سونے کے چھ اشرفیاں اور کچھ بڑے اور تاگوں کی ریل نکلے ہیں۔ شوہر کہتا ہے کہ جب افریقہ سے میری عورت آنے لگی ہے اس وقت میں نے اشرفیاں دی تھیں۔ اگر چہ اس وقت جو نکلی تھیں اس سے زیادہ تھیں۔ نیز کپڑوں کے ٹکڑے، تاگوں کے ریل میری دوکان کے ہیں۔ لہٰذا اشرفیاں اور یہ چیزیں مجھے ملنی چاہئے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان چیزوں میں اور ورثاء کا بھی حق ہے یا صرف شوہر کا حق ہے؟

(نوٹ) جب مرحومہ عورت افریقہ سے آئی تھی تو خاوند افریقہ میں تھا۔ عورت کو آئے ہوئے تقریباً اٹھارہ برس ہوئے۔ اس عرصہ میں عورت اپنے ملک میں رہی۔ عورت کے افریقہ سے آنے کے تقریباً آٹھ نو برس بعد خاوند ملک آیا۔ تھوڑی مدت رہ کر افریقہ چلا گیا۔ چھ سات برس کے بعد پھر ملک آیا۔ ڈیڑھ دو برس سے عورت خاوند سے الگ رہتی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو سامان مرد کے لئے مخصوص ہوتا ہے یا اس کی دوکان اور تجارت کا ہے وہ مرد کا ہے اس میں عورت کے دیگر ورثہ کا حق نہیں، مگر یہ کہ اس پر کوئی ثبوت پیش کریں کہ یہ عورت کی ملک ہے اور جو سامان مرد وعورت ہر دو کے لئے مشترک ہے وہ بھی صورتِ مسئولہ میں مرد ہی کے لئے ہے۔ **واذا مات احدهما ثم وقع الاختلاف بين الباقي وورثة الميت فعلىٰ قول ابي حنيفة ومحمد مايصلح للرجال فهو للرجل ان كان حياً ولورثته ان كان ميتاً وما يصلح للنساء فهو على هٰذا وما يصلح لهما فعلىٰ قول محمد هو للرجل ان كان حياً ولورثته ان كان ميتاً وقال ابوحنيفةؒ المشكل للباقي منهما وما كان من متاع التجارة والرجل معروف لتلك فهو للرجل كذافي المحيط كذافي العالمگيرى**

ص ۳۲۹/ج ۱/ [1]

اور جو سامان عورت کے لئے مخصوص ہوتا ہے وہ عورت کا ترکہ شمار ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مشترکہ جائداد میں کسی شریک کا اپنے حصہ پر قبضہ نہ کرنا

سوال:- مسائل ذیل بغرض جواب ارسال خدمت سراپا برکت ہے۔ بعد ارقام جواب فتوی مزین بمہر فرما کر احقر کے پاس واپس فرمادیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ جواب جلد درکار ہے۔

شجرہ

سوتیلی ماں میاں شرف الدین صاحب وصیت کنندہ بحق محمد صادق

میاں شرف الدین

میاں عطا محمد صاحب | میاں نذر محمد صاحب

(میاں عطا محمد صاحب:) محمد صادق | میاں عاشق محمد صاحب | میاں شوق محمد صاحب

(میاں نذر محمد صاحب:) میاں محمد افضل صاحب | میاں دوست محمد صاحب

میاں شرف الدین صاحب، میاں عطا محمد صاحب مع دو پسران میاں عاشق محمد صاحب ومیاں شوق محمد صاحب، میاں نذر محمد صاحب مع ہر دو پسران اور محمد صادق ہر ایک

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۳۲۹/ج ۱/کتاب النکاح،الفصل السابع عشر فی اختلاف الزوجین فی متاع البیت المحیط البرهانی ص۲۲۷/ج۴/کتاب النکاح،نوع آخر منه فی اختلافهما فی متاع البیت،مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل،مجمع الانهر ص۳۶۸،۳۶۷/ج۳/کتاب الدعوی، باب التحالف.

علیحدہ علیحدہ رہا کرتے تھے اور خرچ بھی ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ تھا۔ میاں شرف الدین صاحب نے جائداد سکنیٰ علاوہ جائداد زرعی کے جوان کے نام درج کاغذات سرکار تھی چاہے وہ جدی تھی یا بعدہ خود خرید کردہ تھی چاہے خود خرید کردہ زر ترسیل شدہ ہر دو پسران میاں شرف الدین صاحب سے خرید کی گئی تھی۔ اور صاحب موصوف نے کاغذات میں بوجہ ملازمت پردیس وعدم حاضری پسران خود اپنے نام رجسٹری وغیرہ کرالی۔ مندرجہ ذیل طریق پر تقسیم کردی۔

میاں شرف الدین صاحب نے اپنے بڑے پسر میاں محمد صاحب کو سکنیٰ زمین سے تخمیناً سات مرلہ اراضی جس پر علاوہ کچا مکیہ کے مکانات کے ایک مکان پختہ ملبہ کا تعمیر شدہ تھا۔ اور میاں نذر محمد صاحب کو سکنی زمین پیمائشی دس مرلہ بنابر وجہ کہ اس اراضی پر کچا ملبہ کے مکانات تعمیر شدہ تھے، حوالہ کردی اور اپنے لئے تین مکانات سکنیٰ علیحدہ رکھ لئے اور ہر دو پسر ان کے مکانات سے بھی کچھ حصہ مکانات بڑے رہائش تاحین حیات تصرف میں رکھ لئے۔

ماسوائے ایک کمرہ (درحصہ میاں نذر محمد صاحب) وسیڑھی کمرہ وراستہ وغیرہ (درحصہ میاں عطا محمد صاحب) کمرہ متذکرہ جو علی الترتیب میاں نذر محمد صاحب ومیاں عطا محمد صاحب کے حصہ میں آئے۔ اور جس پر محمد صادق پسر عطا محمد بموجب وصیت پردادی مندرجہ بالا درشجرہ وزان بعد فیصلہ شرعی قابض اور رہائش پذیر تھا۔ ہر دو پسران میاں شرف الدین صاحب نے قبضہ کرلیا اور میاں شرف الدین صاحب نے ان تین مکانات سے دو دو کانات پر مکمل تصرف کرلیا اور تیسرا مکان جو بطور بیٹھک مشترکہ طور پر ہر ایک فریق کے زیر استعمال جیسا کہ قبل از تقسیم تھا رہا۔ اس دوران میں بعد تقسیم قبضہ ہائے مکانات بطریق بالا میاں عطا محمد صاحب راہی ملک بقا ہوگئے بعد وفات میاں عطا محمد صاحب مرحوم محمد صادق نے اپنے والد ماجد میاں شرف الدین صاحب سے درخواست کی کہ چونکہ اس کے پاس کوئی اور بیٹھک نہیں اور نہ ہی شریعت میں پسران میاں عطا محمد صاحب مرحوم موصوف کی وفات کے بعد بموجودگی میاں نذر محمد صاحب ان کے وارث ہو سکتے ہیں۔ اپنی جائداد یعنی سہ مکانات سے جو صاحب موصوف

بوقت تقسیم اپنے تصرف میں رکھ لئے تھے۔ بیٹھک متذکرہ بطور ہبہ یا قیمۃً جیسا مناسب خیال فرماویں پسران میاں عطا صاحب مرحوم کے حق میں منتقل فرمادیویں۔ کیونکہ اس مکان بیٹھک پر محمد صادق نے بلاشرکت کسی دیگر فریق کے کافی ملبہ لگایا ہوا ہے اور اگر میاں شرف الدین مکان بیٹھک محمد صادق کے حوالہ نہ کرنا چاہیں تو اس ملبہ کی موجودالوقت یا اسی قدر ملبہ اگر بروئے شریعت محمد صادق لینے کا حق دار ہو تو مرحمت فرمادیں۔ جس کے جواب میں صاحب موصوف نے ارشاد فرمایا کہ مکان بیٹھک پر دوصورت میں محمد صادق کو نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی ملبہ کی موجودالوقت قیمت اور نہ ہی اسی قدر ملبہ دیا جاسکتا ہے۔ اس جواب پر محمد صادق نے ملبۂ مکان بیٹھک پر سے جو اس نے لگایا تھا اتارنے کی درخواست کی تو جواب ملا کہ ملبہ جو محمد صادق نے مکان متذکرہ پر لگایا ہوا ہے چاہے شریعت، رواج پنچایت یا قانون محمد صادق کو اجازت نہ بھی دے تو بھی محمد صادق کو ملبہ متذکرہ اتارنے کی بخوشی اجازت ہے اور اس بات پر صاحب موصوف رضامند ہیں۔ اس تصفیہ کے بعد محمد صادق بیٹھک کے حصول میں کوشاں رہا۔ حتی کہ عرصہ زائد از دوسال گذر گیا اور بیٹھک بدستور سابق مشترکہ طور پر استعمال ہوتی رہی۔ اب میاں شرف الدین صاحب نے بذریعہ تحریری رقعہ اپنے سابقہ فیصلہ کی روسے محمد صادق کو ملبہ اتارنے کا حکم دیا اور جملہ برادران محمد صادق کو اپنا اپنا سامان نشست وبرخاست مکان بیٹھک سے اٹھانے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ بیٹھک خالی کردو۔ کیونکہ محمد صادق اور اس کے دیگر برادران میاں عاشق محمد ومیاں شوق محمد صاحبان پابندی شرع محمدی کے دعویدار ہیں۔ لہٰذا مندرجہ ذیل امور کے لئے مفصل شرعی احکام درکار ہیں۔

(۱) آیا ملبہ متذکرہ بیٹھک جو محمد صادق نے بلاشرکت کسی دیگر فریق بیٹھک پر لگایا ہوا ہے اور جس کے اتارنے کی اجازت میاں شرف الدین صاحب نے برضامندی دی۔ محمد صادق شرعاً لینے کا حقدار ہے یا نہیں؟ جبکہ کسی دیگر فریق نے نا ہی کوئی ملبہ لگایا اور نہ ہی شکست وریخت میں خرچ کر کے محمد صادق کا ہاتھ بٹایا، حالانکہ استعمال مشترکہ ہوتا رہا۔

(۲) آیا میاں شرف الدین صاحب کو اس جائداد سے جو بوقت تقسیم جائداد مابین پسران خود صاحب موصوف نے اپنے قبضہ میں رکھی تھی بیٹھک متذکرہ کوئی امر شرعاً مانع ہے۔ اگر میاں شرف الدین صاحب اپنے مرحوم پسر میاں عطا محمد صاحب کی اولاد کو کچھ حصہ یا سالم اپنی زندگی میں منتقل فرما دیویں۔

(۳) اگر میاں شرف الدین صاحب اپنے پسر میاں نذر محمد صاحب یا اس کی اولاد کو اپنی زندگی میں اپنی جائداد پر تصرف کرنے کی اجازت دیں اور پسران میاں عطا محمد صاحب مرحوم کو نظر انداز فرما دیویں تو کیا۔

(الف) یہ عمل صاحب موصوف کا شرعاً قطعِ رحمی کے مترادف نہ ہوگا تو قطعِ رحمی کرنے والے کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

(ب) اگر یہ عمل میاں شرف الدین صاحب شرعاً قطعِ رحمی کے مترادف ہوگا۔

(۴) جو جائداد زرمرسلہ میاں عطا محمد مرحوم سے میاں شرف الدین صاحب خرید کرتے رہے اور بجائے اپنے پسر میاں عطا محمد صاحب مرحوم کے نام رجسٹری کرانے کے بعد اپنے رجسٹری وغیرہ کراتے رہے ہیں۔

(الف) ایسی جائداد کا شرعاً کون مالک ہے؟

(ب) کیا اس جائداد کا میاں شرف الدین صاحب کو کسی دیگر شخص کے حق میں منتقل کرنے کا شرعاً حق ہے یا نہیں؟

(ج) کیا میاں شرف الدین صاحب ایسی جائداد اپنے قبضہ میں رکھنے کے شرعاً حقدار ہیں؟

(د) کیا یہ جائداد میاں شرف الدین صاحب کی وفات کے بعد ترکہ میاں شرف الدین صاحب میں شامل کی جاسکتی ہے؟

(۵) مرحوم میاں عطا محمد صاحب کے ترکہ میں ان کے والد میاں شرف الدین

صاحب بحیثیت والد متوفی ۱/۶ حصے کے شرعاً حقدار ہیں اور مطالبہ بھی کرتے ہیں لیکن عملاً باوجود اصرار ورثہ میاں عطا محمد صاحب مرحوم اپنا حصہ لینے سے لیت ولعل فرما رہے ہیں حالانکہ مرحوم کو فوت ہوئے عرصہ تخمیناً ساڑھے سات سال کا گذر رہا ہے۔ لہٰذا

(الف) اگر میاں شرف الدین صاحب اپنی زندگی میں ۱/۶ حصہ حاصل نہ کریں اور لینے سے انکار بھی نہ کریں تو کیا بعد وفات میاں شرف الدین صاحب یہ حصہ ۱/۶ حصہ ترکہ میاں شرف الدین صاحب میں شمار ہوگا۔

(ب) اگر میاں شرف الدین صاحب ۱/۶ حصہ لینے میں لیت ولعل کرتے ہیں اور زندگی وفا نہ کرے تو کیا ورثاء میاں عطا محمد صاحب مرحوم گنہگار تو نہ ہوں گے؟

(ج) اگر شرعاً ورثاء میاں عطا محمد صاحب مرحوم گنہگار رہوں گے تو ان کو شرعاً کیا عمل کرنا چاہئے جس وجہ سے وہ اس بار سے سبکدوش ہوسکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) محمد صادق حقدار ہے[۱] (۲) بیٹھک کو اپنے قبضہ وتصرف میں رکھنا شرعاً درست ہے کوئی مانع نہیں۔ بحالت صحت وتندرستی اگر منتقل کردیں گے تو شرعاً یہ انتقال معتبر ہوگا اور عطا محمد کی اولاد کی طرف منتقل ہوجائے گی[۲]۔

(۳) (الف، ب) اپنی زندگی میں کلی اختیار ہے[۳] عطا محمد کی اولاد کو نظر انداز

---

[۱] عمّر دارزوجته بماله باذنها فالعمارة لها والنفقة دين عليها لصحة امرها ولو عمر لنفسه بلا اذنها فالعمارة له ويكون غاصبا للعرصة فيؤمر بالتفريغ بطلبها ذالک قال الشامی والنفقة دين عليها لانه غير متطوع فی الانفاق فيرجع عليها الخ درمختارمع الشامی کراچی ص۷۴۷/ ج۶/کتاب الوصايا مسائل شتی.

[۲] وتتم الهبة بالقبض الكامل،الدرالمختارعلى هامش ردالمحتارزکریاص۴۹۳/ج۸/کتاب الهبة،زيلعی ص ۹۱/ج۵/کتاب الهبة،مطبوعه امداديه ملتان،عالمگيری کوئٹه ص ۳۷۴/ج۴/ کتاب الهبة،الباب الاول.

[۳] المالک هو المتصرف فی الاعيان المملوكة كيف شاء من الملک.تفسيربيضاوی ص۷/ تحت سورة فاتحه مطبوعه رشيديه دهلی.

کردینے سے کوئی حق تلفی بھی نہیں۔البتہ مروت کا تقاضا یہ ہے کہ نظر انداز نہ کریں[۱]۔

(۴) (الف،ب،ج،د) اگر عطا محمد نے اس لئے روپیہ بھیجا کہ آپ میرے لئے جائداد خرید لیں اور میاں شرف الدین نے اس کے لئے خریدی مگر کسی مصلحت یا مجبوری سے عطا محمد صاحب کا نام درج نہیں کرایا بلکہ اپنا نام درج کرایا ہے وہ جائداد عطا محمد کی ملک ہے[۲] میاں شرف الدین کو اس میں اصالۃً مالکانہ تصرف کا حق نہیں۔وہ کسی کے حق منتقل نہیں کر سکتے اور بعد وفات میاں شرف الدین صاحب کا ترکہ شمار ہو کر ورثہ میں تقسیم نہیں ہوگی بلکہ ترکہ عطا محمد کا قرار پا کر عطا محمد کے ورثہ میں تقسیم ہوگی۔$\frac{1}{4}$ میاں شرف الدین کو ہی ملے گا اگر عطا محمد نے روپیہ بطور ہبہ اپنے والد کو دیا ہے۔اور والد نے اپنے لئے یہ جائداد خریدی ہے تو وہ کلیۃً میاں شرف الدین کی ملک ہوگی ان کو اس میں مالکانہ تصرف کا حق بھی حاصل ہوگا جس کے حق میں چاہیں وہ منتقل بھی کر سکیں گے[۳] اور بعد وفات ترکہ میاں شرف الدین شمار ہو کر ان کے ورثہ میں تقسیم ہوگا۔

(۵) میاں شرف الدین کو چاہئے کہ معاملہ صاف کردیں یعنی اپنا حصہ $\frac{1}{4}$ وصول کرلیں۔پھر اگر کسی کو دینا چاہیں تو اس کو دیدیں۔معلق رکھنا اچھا نہیں۔

(الف) یہ ایک $\frac{1}{4}$ حصہ ترکہ میاں شرف الدین شمار ہوگا۔

---

[۱] لو وهب شيئاً لاولاده فى الصحة واراد تفضيل البعض على البعض ورى عن ابى حنيفةؒ لابأس به اذاكان لزيادة فصل فى الدين وان كانوا سواء يكره ، شامى كراچى ص ۴۴۴/ج ۴/ كتاب الوقف مطلب مهم فى قول الواقف،خانيه ص ۲۷۹/ج ۳/ كتاب الهبة فصل فى هبة الوالدلولده الخ مطبوعه كوئٹه،بزازية ص ۲۳۷/ج ۶/ كتاب الهبة،الجنس الثالث فى هبة الصغير.

[۲] یہ ہزل ہے جس میں طے شدہ معاملہ کا اعتبار ہوتا ہے کاغذی اندراج وغیرہ کا اعتبار نہیں ہوتا ہے الهزل هوان لايراد باللفظ دلالته لاالمعنى الحقيقى ولاالمجازى.الوصول الى قواعد الاصول ص ۳۰۸/ باب الامور المعترضة على الاهلية.مطبوعه دارالكتب العمية بيروت نورالانوار ص ۳۰۶/ مبحث الاهلية،مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۳] ملاحظہ ہو عنوان ھذا کا حاشیہ نمبر ۳/۔

(ب) میاں شرف الدین بھی ورثاء میاں محمد عطا صاحب میں ہیں دیگر ورثاء کو چاہئے کہ ۱/۴ حصہ میاں شرف الدین کے حوالہ کردیں۔ پھر بھی وہ قبضہ نہ کریں تو ان ورثاء پر کوئی الزام نہیں۔ تاہم اگر میاں شرف الدین صاحب نے اپنا حصہ باوجود اس سعی ورثاء عطا محمد کے نہیں لیا اور میاں شرف الدین صاحب کا انتقال ہوگیا تو ان ورثہ پر گناہ نہیں۔

(ج) حسب تحریر (ب) عمل کریں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/صفر ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، ۱۰/صفر ۶۸ھ

مال موروث مشترک سے صدقہ دینا

سوال:- زید کا انتقال ہوگیا اب زید کی بی بی ہندہ اور ایک نابالغہ لڑکی ہے مال موروثہ غیر مقسوم ہے زید کی زندگی کی حالت میں ہندہ کی والدہ بیوہ کو زید اپنے مال سے نان نفقہ دیتا تھا کیا بعد موت بیوہ والدہ ہندہ اس مال موروثہ سے بطور سابق نان نفقہ میں تصرف کرسکتی ہے یا نہیں؟ زید نے بوقت موت اس بارے میں کچھ تصریح نہیں کی فی الحال وہ نابالغہ لڑکی اور اس کی بی بی کے اندر مال موروثہ مشترک ہے اور ہندہ اپنے عزیز واقارب وطالب علم وغیرہ کی اس غیر مقسومہ مال سے مہمانداری اور دعوت وغیرہ کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مال مشترک سے ہندہ کے لئے جائز نہیں کہ کوئی صدقہ وغیرہ کسی کو دے یا مہمانداری کرے اور ہندہ کی والدہ کو بھی اس مال سے طریقہ سابقہ پر نان نفقہ لینا جائز نہیں۔ البتہ بعد تقسیم ہندہ کو حق ہے کہ اپنا مال والدہ کو دے یا مہمانوں کو کھلائے یا صدقہ کرے ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع فى السرور لا فى الشرور وهى بدعة مستقبحة الى قوله ولا سيما اذا كان فى الورثة صغار اوغائب اه

ردالمحتار[۱] ج ۱/ص ۹۴۰/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ،

صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم

بھتیجوں کی پرورش کا صرفہ بھائی کے ترکہ سے وصول کرنا

سوال:- زید نے اپنے بھتیجہ اور بھتیجی کی دولڑکیوں کی پرورش اور شادی بیاہ بھی کی تو کیا زید بھائی کے ترکہ میں سے بھتیجہ اور اس کی لڑکی کی پرورش وغیرہ کا خرچ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید نے بھتیجہ اور بھتیجیوں کی پرورش اول تبرعاً کی ہے تو اب خرچ نہیں لے سکتا نہ زید کے بعد زید کا لڑکا لے سکتا ہے اگر اس پر گواہ موجود ہیں کہ اپنے پاس سے بطور قرض خرچ کرکے پرورش کی ہے اور یہ نیت تھی کہ میں اپنے بھائی کے ترکہ سے جو کہ ان بھتیجوں کی ملک ہے وصول کروں گا اور اس پر بینہ موجود ہے تو لے سکتا ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۷/۳/۵۹

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۴/ ربیع الثانی ۵۹ھ

---

[۱] شامی زکریا ص ۱۴۸،۴۹/ ج۳/باب صلوٰۃ الجنازۃ. مطلب فی کراھۃ الضیافۃ من اھل المیت، عالمگیری ص۱۶۷/ ج ۱/ کتاب الجنائز ،قبیل الفصل السابع فی الشھید،مطبوعہ کوئٹہ بزازیۃ ص ۸۱/ ج۴/باب الجنائز ،مطبوعہ کوئٹہ.

[۲] فاذا اراد الرجوع انفق علیہ باذن القاضی فلو انفق بلا امرہ لیس لہ الرجوع فی الحکم الا ان یکون اشھد انہ انفق لیرجع،البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۰۱/ ج۴/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

ایک بیٹے کو روپیہ دینے کے بعد دیگر ورثاء کا اس میں حق

سوال:- ایک شخص نے انتقال کیا ان کا ایک لڑکا بیان کرتا ہے کہ والد صاحب مجھ کو ایک ہزار روپے دیئے تھے۔ اور فرمایا تھا کہ تم اپنے فلاں کام میں لاؤ اور ہم کو واپس نہ دینا اور یہ بیان ان کا اپنے والد کے انتقال کے بعد ہے مگر متوفی کے کاغذات میں مستعار لکھے ہوئے نکلے۔ تو اس صورت میں وارثان متوفی مذکور کے حکم شرعی معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ نیز اگر گواہان کے ذریعہ متوفی کے مرض الموت کا یہ ثبوت مل جائے کہ متوفی نے اب مرض الموت میں واپس لینے کا ارادہ ترک کر دیا تھا یا معاف کر دیا ہے تو کیا یہ فعل متوفی کی وصیت سمجھا جائیگا یا کیا؟ اور یہ بات کہ وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی، متوفی کوئی عالم نہیں تھے کہ اس بات کو جانتے، کیا اس صورت میں اس فعل کو عبث سمجھا جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دیگر ورثاء کو اس لڑکے کا یقین ہے کہ والد نے بحالت صحت میں وہ روپیہ دیدیا واپس لینے کے لئے نہیں دیا بلکہ ہبہ کر دیا ہے تب تو وہ روپیہ محض اس لڑکے کا ہے دیگر ورثہ کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ اگر یقین نہیں اور اس کے پاس ثبوت شرعی بھی نہیں تو پھر وہ ترکہ شمار ہوگا اور سب ورثہ اس میں شریک ہوں گے[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/شوال ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) باب النفقه، النهر الفائق ص ۵۱۸/ج ۲/کتاب الطلاق، باب النفقة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، سكب الانهر على مجمع الانهر ص ۲۰۰/ج ۲/باب النفقة، فصل مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[1] دفع لابنه مالاً ليتصرف فيه ففعل و كثر ذلك فمات الاب ان اعطاه هبة فالكل له والا فميراث الخ درمختار على الشامی زکریا ص ۵۲۰/ج ۸/کتاب الهبة فصل فی مسائل متفرقة

فصل چھارم:- حرام مال میں وراثت

ترکۂ حرام کا حکم

سوال:- آباء واجداد کسبِ حرام سے جو مال جمع کر کے چھوڑ گئے ہیں وہ مال ان کے ورثہ کے واسطے حلال ہے یا نہیں؟ اور اس مال سے کوئی کارِ خیر کرنا جیسے حج وغیرہ درست ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیونکر وضاحت سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ خالص حرام ہے اور اربابِ اموال معلوم ہیں تو اس کی واپسی لازم ہے۔ اگر معلوم نہیں تو تصدق لازم ہے تاکہ وبال سے بچ جائے اگر وہ مخلوط ہے حلال وحرام سے تو ورثہ کو اس کا لینا حکماً درست ہے لیکن بقدرِ حرام کا بدل ادا کرنے سے پہلے تصرف درست نہیں۔ اخذ مورثه رشوة اوظلماً ان علم ذٰلک بعینه لایحل لهٗ اخذه والافله اخذه حکماً اما فی الدیانة فیتصدق به بنیة ارضاء الخصماء اھ شامی[1] ص ۱۴۶/ج ۴/۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۹/ج ۱/۶۷ھ

مورث کا حرام مال وارث کے لئے

سوال:- حرام کاروبار کے مالک کے مرجانے کے بعد وہ حرام پیسے وارثین کے

---

[1] شامی زکریا ص ۳۰۱/ج ۷/باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالا حراماً، عالمگیری ص ۳۴۹/ج ۵/کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص ۱۸۷/ج ۴/کتاب الکراهیة، فصل فی الکسب، دارالکتب العلمیه بیروت.

لئے حلال ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ وارثین کا کاروبار حلال ہو اور حرام کاروبار کو برا سمجھتے ہوں، بعض عالم کا کہنا ہے کہ مورث کا حرام مال وارثین کے لئے حلال ہوجاتا ہے، دلیل پیش فرماتے ہیں، کہ تبدیل ملک سے تبدیل حکم لازم آتا ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''لک صدقة ولنا هدية'' ملک بدلنے سے حضور ﷺ کے لئے ہدیہ ہوگیا، سوال یہ ہے کہ ملک کے تبادلے سے تبدیل حکم لازم آتا ہے، اس کے اندر عموم ہے یا صرف صدقہ کے لئے خاص ہے، اسی وراثت کے پیسے سے وارثین حضرات مرحوم مورث کی طرف سے حج بدل کرانا چاہتے ہیں، اس پیسے سے حج بدل کرانا اور کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شخص نے حرام پیسہ اور سامان جمع کیا ہے، پھر انتقال ہوگیا، اور ورثہ کو معلوم ہے کہ یہ مال حرام ہے، تو وہ سامان اور پیسہ ورثہ کے لئے حلال نہیں ہوگا، یہاں تبدیل ملک کی بحث بے محل ہے، اس لئے کہ مورث کی ملک اگر ثابت ہوجاتی اور وہ مستحق ہوتا مگر وارث اس کا اصالۃً مستحق نہ ہوتا، تو مورث کا نائب ہوکر مستحق ہوسکتا تھا، اور صورت مسئولہ میں تو مورث کی ملک ثابت نہیں، پھر نائب کی ملک کیسے ثابت ہوگی، ''اخذ مورثه رشوة او ظلماً ان علم ذٰلک بعينه لايحل له اخذه، والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده عليهم والافان علم عين الحرام لايحل لهٗ ويتصدق بنية صاحبه وان كان مالاً مختلطاً مجتمعاً من الحرام ولايعلم اربابه ولاشيئاً منه بعينه حل له حكما والاحسن ديانة التنزه عنه اھ، ردالمحتار ج۴/ص ۱۳۰ /۱

حرام پیسہ کو حج کے لئے خرچ کرنا مکروہ تحریمی ہے، اگرچہ اس سے حج ادا ہوجائے گا مگر

---

۱ شامی زکریا ج۷/ص ۳۰۱/باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالا حراماً، المحيط البرهانی ص۶۳/ج۸/كتاب الكراهية والاستحسان، الفصل الرابع عشرفی الكسب، مطبوعه ڈابھیل، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۴۹/ج۵/كتاب الكراهية، الباب الخامس عشرفی الكسب.

مقبول نہیں ہوگا، اور خدائے پاک کی خوشنودی حاصل نہیں ہوگی'' **یجتهد فی تحصیل نفقة حلال فانه لایقبل بالنفقة الحرام کماورد فی الحدیث مع انه یسقط الفرض عنه معها ولاتنافی بین سقوطه وعدم قبوله فلایثاب لعدم القبول ولایعاقب عقاب تارک الحج اھ شامی ج ۲/ص ۴۰/[1]** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۸/۹۱ھ

مال حرام میں وراثت

سوال:- مال ربوٰ میں وراثت جاری ہوسکتی ہے یانہیں، اگر وراثت جاری ہوگی تو وارث کے لئے اس مال کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مال ربوٰ شرعاً حرام ہے، اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی، بلکہ بعینہ وہ مال موجود ہے تو اس کو واپس کرنا ضروری ہے، اگر وہ مال ہلاک کردیا تو ضمان ضروری ہے۔'' **یبداء من ترکة المیت الخالیة عن تعلق حق الغیر بعینها، درمختار[2] ج ۵/ص ۶۶۳/فیجب ردعین الربوالوقائماً لاردضمانه وقال الشامی وانما یجب ردضمانه لواستهلکه**

---

[1] شامی زکریا ج۳/ص ۴۵۳/کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، سکب الانهر ص ۳۸۵/ج ۱/کتاب الحج، تحت قوله وقدرة زادوراحلة، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت، بحر ص ۳۰۹/ج ۲/کتاب الحج، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] الدرالمختارعلی هامش ردالمحتازکریاج ۱۰/ص ۴۹۳/اول کتاب الفرائض، مجمع الانهر ص ۴۹۳/ج ۴/اول کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیه بیروت، بحرکوئٹه ص ۴۸۹/ج ۸/ اول کتاب الفرائض.

ج ۴/ص ۲۴۴/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۲/۵۲ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۲/۵۲ھ

مال حرام ورثہ کے لئے

سوال:- اگر کسی آدمی کے پاس مال حرام ہو تو مرنے کے بعد اس کی اولاد بالغ کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کا اصل مالک معلوم ہے تو اس کا واپس کرنا ضروری ہے، اگر معلوم نہیں البتہ وہ مال بجنسہ جو حرام ہے معلوم ہے تو کسی فقیر کو صدقہ کرنا اصل مالک کو ثواب پہنچانے کی نیت سے ضروری ہے، اور اگر مال مخلوط ہے یہ معلوم نہیں کہ کونسا حرام اور کونسا حلال ہے، تو ورثہ کو استعمال کرنا درست ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ اس سے احتیاط کریں، یعنی اگر مالک کا علم ہو تو اس کو دیدیں ورنہ صدقہ کردیں، اگر تمام مال حرام ہے تو اس کا استعمال درست نہیں، مالک معلوم ہونے کی صورت میں واپسی ضروری ہے، نہ معلوم ہونے کی صورت میں صدقہ کردیا جائے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] الدر المختار مع الشامی زکریا ج۷/ص ۳۹۹/اول باب الربا، حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار ص۱۰۷/ج۳/ کتاب البیوع، باب الربا، مطبوعه دار المعرفة بیروت، بحر مع منحة الخالق ص ۱۲۵/ج۶/اول باب الربوا، مطبوعه الماجدیه کوئٹه،

[2] اخذ مورثه رشوة اوظلما ان علم ذٰلک بعینه لایحل لهٗ اخذه والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده علیهم والا فان علم عین الحرام لایحل له ویتصدق به بنیة صاحبه وان کان مالا مختلطامجتمعامن الحرام ولایعلم اربابه ولاشیأمنه بعینه حل له (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

منشیات کی آمدنی سے مکان کی تعمیر اوراس کی توریث

سوال:- میرے والدصاحب شراب اور دیگر منشیات کے تاجر کا حساب کرنے والے ملازم تھے۔اسی ملازمت سے والدصاحب نے پیسہ پس انداز کرکے ایک مکان خریدا تھا۔ان کے مرنے کے بعدایک حصہ جس کی مالیت دوہزارہوگی۔اب اس حصہ سے مجھے نفع حاصل کرنا کیسا ہے؟ میں بھی ایک غریب آدمی ہوں، گذربسر کے موافق وظیفہ ملتا ہے۔اب میرے لئے کیاحکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

مسکرات ومنشیات میں سے بعض توایسی ہوتی ہیں کہ ان کی بیع وشراء حرام ہےاور بعض ایسی ہیں کہ ان کی بیع وشراءحرام نہیں ہے[1] والدصاحب نے جورقم اپنی کمائی سے پس انداز کی تھی وہ اگرحرام وغیرحرام مشترک تھی تواس سے جومکان بنایاہےآپ کے لئے بحیثیت وارث اس کےاستعمال کی گنجائش ہے[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلےصفحہ کاباقی حاشیہ)حکماوالاحسن دیانة التنزه عنه،شامی زکریاج ۱/ص ۳۰۱/باب البیع الفاسد،مطلب فیمن ورث مالاًحراماً،بذل المجھود شرح ابوداؤدص۳۷/ج۱/کتاب الطھارة، باب فرض الوضوء،مطبوعه سھارنپور،عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۹/ج۵/کتاب الکراھیة،الباب الخامس عشرفی الکسب، المحیط البرھانی ص۶۳/ج۸/ کتاب الکراھیة الخ، الفصل الرابع عشرفی الکسب، مطبوعه ڈابھیل،

[1] وصح بیع غیرالخمرممامرومفاده صحة بیع الحشیشة والافیون،شامی کراچی ص ۴۵۴/ ج۶/کتاب احیاء الموات،فصل فی الشرب.

[2] اخذ مورثه رشوة اوظلما ان علم ذلک بعینه لایحل له اخذه والافله اخذه الخ شامی زکریا ص ۳۰۱/ج۷/ باب البیع الفاسد،مطلب فیمن ورث مالاًحراماً،مجمع الانھرص۱۸۷/ج۴/ کتاب الکراھیة، فصل فی الکسب، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت،عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۹/ج۵/کتاب الکراھیة، الباب الخامس عشرفی الکسب،

غیر مملوک زمینوں میں وراثت

سوال:- باپ کے انتقال کے بعد اس کی زرعی زمین میں لڑکی بھی مستحق میراث ہوگی یا ساری زمین لڑکے کو مل جائے گی۔سوال اس لئے پیدا ہوا کہ زرعی زمینوں کی مالک غالبًا حکومت ہوگئی ہے۔ یہ زمینیں اب افراد کی ملک نہیں ہیں۔تو اگر لڑکا ساری زرعی زمین خود لیلے اور اپنی بہن کو کچھ نہ دے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟ باغ اور باغ کی زمین اور مکان اور مکان کی زمین کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین ملک سرکاری ہے اور اس نے برائے کاشت کرایہ پر کسی کو دی ہے تو وہ اس کی ملک نہیں ہوگئی۔اس کے انتقال پر اس زمین پر وراثت جاری نہیں ہوگی بلکہ جس کو سرکار دے گی اس کو اس میں حق کاشت حاصل ہوگا۔یہی حال باغ اور گھر کی زمین کا ہے۔ جو زمین کسی کی مملوکہ ہے اس میں وراثت جاری ہوگی۔اورلڑکی کو حصہ نہ دینا ظلم اور غصب ہوگا[1]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ناجائز میراث میں حصہ

سوال:- میرے والد مرحوم محکمۂ جنگلات کے چوکیدار تھے۔بعد وظیفہ انتقال ہوگیا، حج بھی کرچکے تھے۔اب ان کی جائیداد وارثوں میں تقسیم ہونے والی ہے۔ میں اپنے والد کی جائیداد کو ناجائز سمجھتے ہوئے اس جائیداد سے مستفید ہونے کے بجائے اپنی اولاد کے نام منتقل

---

[1] من اخذ من الارض شیئاً بغیر حقه خسف به یوم القیامة الی سبع ارضین،مشکوة شریف ص ۲۵۶/کتاب الغصب،طبع یاسر ندیم دیوبند.

کرنا چاہتا ہوں اور اپنا گذر بسر اپنی تنخواہ پر ہی کروں گا۔ میرے اس خیال کو بعض لوگ درست نہیں فرماتے، وہ کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ میری رہبری فرمائی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جائیداد وغیرہ آپ کے والد صاحب نے جائز طریقہ پر کمائی ہے وہ سب ان کا ترکہ ہے[۱] دوسرے بھائیوں کی طرح آپ بھی وارث ہیں۔ آپ کو اپنا حصۂ میراث لینے کا پورا حق ہے، اس کو حرام تصور نہ کریں۔ جو چیزیں ناجائز طریقہ پر مثلاً رشوت سے حاصل کی ہو اور اس کا مالک معلوم ہو، وہ نہ لیں، اس کے مالک کو واپس کردیں[۲] اپنی اولاد کی طرف بھی منتقل نہ کریں۔ زہر سے جس طرح خود پرہیز ضروری ہے اپنی اولاد کو بھی کھلانے کی اجازت نہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۲/۳۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

جس مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی اس کا حکم ورثہ کے حق میں

سوال:- جس مال کی زکوۃ پوری وجزوی نہ دی گئی ہو اگر ایسا مال ترکۂ وراثت میں ملے عام لوگوں کو یا خواص کو اس کا لینا کیسا ہے؟

(۲) مال مذکور میں بے برکتی یا نحوست تو نہیں؟

---

[۱] التركة في الاصطلاح ماتركه الميت من الاموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الاموال الخ شامي زكرياص ۴۹۳/ ج ۱۰/ كتاب الفرائض، بحر كوئٹه ص ۴۸۹/ ج ۸/ كتاب الفرائض، زيلعي ص ۲۲۹/ ج ۶/ كتاب الفرائض، مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] مات وكسبه حرام فالميراث حلال ثم رمزوقال لانأخذ بهذه الرواية وهو حرام مطلقاعلى الورثة اى سواء علم اربابه أولا فان علموا اربابه ردوه عليهم الخ درمختارمع الشامي زكريا ص ۵۵۴/ ج ۹/ كتاب الحظروالاباحة، فصل في البيع، عالمگيرى ص ۳۴۹/ ج ۵/ كتاب الكراهية، الباب الخامس عشرفي الكسب، مطبوعه كوئٹه، مجمع الانهرص ۱۸۷/ ج ۴/ كتاب الكراهية، فصل في الكسب، دارالكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

آدمی کے مرنے کے بعد ورثہ کو ایسا مال لینا درست ہے اور ورثہ کے ذمہ اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں البتہ اگر وصیت کی ہو تو اس کی زکوٰۃ ثلث مال سے ادا کردی جائے اگر بلا وصیت اس کی زکوٰۃ ورثہ نے ادا کردی ہو تو اس کی وجہ سے میت کے ذمہ سے انشاء اللہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی واما دین اللّٰہ تعالیٰ فان اوصیٰ به وجب تنفیذه من ثلث الباقی والا لا درمختار قال الشامی قوله اما دین اللّٰہ تعالیٰ الخ محترز قوله من جهة العباد وذٰلک کالزکوٰة والکفارات ونحوها قال الزیلعی فانها تسقط بالموت فلا یلزم الورثة ادائها الا اذا اوصیٰ بها اوتبرعوا بها هم من عندهم لان الرکن فی العبادات نیة المکلف وفعله وقدفات بموته فلا یتصور بقاء الواجب اه وتمامه فیه اقول وظاهر التعلیل ان الورثة لو تبرعوا بها لا یسقط الواجب عنه لعدم النیة منه ولان فعلهم لا یقوم مقام فعله بدون اذنه تامل اه رد المحتار ج۵ ص ۵۳۶[1] / اس سے معلوم ہوا کہ اس کی زکوٰۃ میت کے ذمہ واجب تھی جب اس نے ادا نہیں کی تو ورثہ پر اس کا گناہ نہیں۔

(۲) زکوٰۃ ادا نہ ہونے کی وجہ سے ورثہ پر تو اس کا کوئی وبال نہیں البتہ نفس مال جیسا کہ بعد ادائے زکوٰۃ طیب اور مزکی ہوتا ویسا نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۵۴/۱/۸ ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۰/محرم ۵۴ھ

کسی کی چیز ناحق آجائے تو اس کی واپسی

سوال:- میرے ماموں تصدیق حسین کے دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں بڑے لڑکے

[1] ردالمحتار زکریا ص ۴۹۵ / ج ۱۰ / مطبوعه نعمانیه ص ۴۸۵ / ج ۵ / کتاب الفرائض، زیلعی ص ۲۳۰ / ج ۶ / کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، بحر کوئٹه ص ۴۸۹ / ج ۸ / کتاب الفرائض.

عبدالوحید کے ساتھ میری بہن کی شادی ہوئی تھی شادی کے آٹھ سال بعد عبدالوحید کا انتقال ہوگیا تھا اولاد کوئی نہیں ہوئی عبدالوحید مرحوم کے نام ساٹھ بیگہ زمین تھی عبدالوحید مرحوم کے انتقال کے بعد ساٹھ بیگہ زمین ان کی بیوہ کے نام ہوگئی۔عبدالوحید کے انتقال کے بعد تحصیل دار گاؤں میں آئے اور عبدالوحید کے والد سے معلوم کیا کہ اس کا وارث کون ہے یہ زمین کس کے نام منتقل کی جائے تو انہوں نے کہا کہ اس کی بیوہ عمس خاتون کے نام کردی جائے سرکاری قانون بھی یہی تھا اب اس کے نام یہ زمین منتقل ہوگئی اس کے چار پانچ سال بعد چک بندی ہوئی جس میں دوسرے لڑکے سعید احمد نے بغیر عمس خاتون کو بتلائے اور دھوکہ دے کر دستخط وغیرہ کرا کے ساٹھ بیگہ زمین اپنے نام درج کرالیا جس سے دونوں کے نام آدھی آدھی زمین مشترکہ ہوگئی اس کے بعد جب سعید احمد نے دیکھا کہ تصدیق حسین بہت ضعیف ہوگئے ہیں تو دیکھ بھال کرنے لگا تصدیق حسین ہمیشہ اپنے بڑے لڑکے عبدالوحید مرحوم سے بہت خوش رہے اس کے برعکس چھوٹے لڑکے سعید احمد سے ہمیشہ ناخوش رہے اسی وجہ سے مکان کا بڑا حصہ عمس خاتون کے نام پر لکھ دیا کہ بعد میں اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو جب اس نے یعنی سعید احمد نے اپنے نام بیوہ کی آدھی زمین کرالی تو اس وقت بھی بہت برا بھلا کہا اور اس کے چار پانچ سال کے بعد تصدیق حسین کا انتقال ہوگیا خود تصدیق حسین کے نام بھی اسی بیگہ زمین تھی جسے اب کل زمین ستہتر ۷۷ دونوں کو ملے گی یہ سب زمین سید داری لیں زمین دار سے لگان پر کرایہ پر لی تھی جو اب خود کاشت کار کا مالک ہوگیا ہے میرے والد بھی زمین دار تھے ان کی بیس بیگہ زمین بھی لگان پر تصدیق حسین لئے ہوئے تھے ہمارے والد نے تصدیق حسین سے اپنی بیس بیگہ زمین واپس مانگی جس پر ماموں نے جواب دیا کہ آپ نہیں لے سکتے ہیں۔لہٰذا میں واپس نہیں کروں گا تصدیق حسین نے لڑکیوں کو بھی حصہ نہیں دیا اب سوال یہ ہے کہ عمس خاتون کتنی زمین لے سکتی ہے۔اگر قانوناً زیادہ زمین حاصل کرے اور میرے والد کی زمین مجھ کو اور تصدیق حسین کی لڑکیوں کا نکال کر ان کا حصہ اس میں سے واپس کردیں یہاں ایک معتبر

عالم بھی مفتی بھی تھے اور حالات سے بخوبی واقف تھے ان کا کہنا تھا کہ عمس خاتون لے سکتی ہے دوسروں کا حصہ بھی واپس کرسکتی ہے چار سال سے مقدمہ چل رہا ہے چاروں لڑکیاں بھی سعید احمد کے خلاف ہیں چنانچہ تین سال پہلے کی بات ہے کہ سعید احمد کے دو بھانجے عمس خاتون کا غلہ بٹوانے کے لئے کھلیان پر گئے تو ان کو سعید احمد نے اوران کے آدمیوں نے اتنا مارا کہ بارہ گھنٹے کے بعد وہ اس کا بھانجہ اللہ کو پیارا ہوگیا اور دوسرے کو بہت زیادہ چوٹیں آئیں اس کی بیوہ یا اس کی ماں سعید احمد کے لئے یا مارنے والوں کے لئے بددعا یا کوئی عمل اعمال قرآن سے کراسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعی وراثت مورث کے مملوکہ ترکہ میں جاری ہوتی ہے جو چیز اس کے پاس بطور کرایہ تھی اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی[1] بلکہ مالک سے معاملہ رضامندی کی ضرورت ہوگی شرعی طور پر (بذریعہ وراثت ہبہ بیع) جس چیز پر ملک حاصل ہوجائے مالک کو حق ہے کہ وہ پوری چیز یا اس کا کوئی حصہ دوسرے کو دیدے[2] جو بیٹا اپنے باپ کو نالائق حرکتوں سے ستائے وہ محروم القسمت ہے۔ دوسرے کی چیز پر غاصبانہ ظالمانہ قبضہ کرنا کبیرہ گناہ ہے[3] پھر اس کی وجہ سے مارنا پیٹنا وہ بھی اہل قرابت کو اتنا شدید جرم ہے کہ مرنے سے پہلے بھی اس کا وبال ضرور

---

[1] لان التركة فی الاصطلاح ماتركه الميت من الاموال صافياعن تعلق حق الغيربعين من الاموال الخ شامی زكريا ص ۴۹۳/ ج ۱۰/ كتاب الفرائض، بحر كوئٹه ص ۴۸۹/ ج۸/ كتاب الفرائض، زيلعی ص ۲۲۹/ ج۶/ كتا بالفرائض، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] المالک هو المتصرف فی الاعيان المملوكة كيف شاء من الملک، تفسير بيضاوی ص۷/ تحت سورة فاتحه، مطبوعه رشيديه دهلی.

[3] نهب اموال المسلمين حرام علی كل احد، مرقاة شرح مشكوة ص۳۴۸/ ج۳/ كتاب الغصب والعارية، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

ہی چکھنا ہوگا[۱] آخرت کی سزا کہیں گئی نہیں ظالم کے ظلم سے تحفظ کی تدبیر کی جاسکتی ہے اور یہ دعا بھی کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوظلم کی سزا دے[۲] کسی کے پاس کسی کا حصہ ناحق آجائے تو اس کو واپس کردینا چاہئے یا اس کی رضامندی ہو تو اس کی قیمت دیدی جائے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] عن ابی بکرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ مامن ذنب احری ان یعجل اللّٰه لصاحبه العقوبة مع مایدخرله فی الاخرة من البغی وقطیعة الرحم، مشکوٰة شریف ص ۴۲۰/باب البر والصلة، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

ترجمہ: ابی بکرہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کوئی گناہ اس لائق نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے مرتکب کو بہت جلد دنیا ہی میں اسکا بدلہ یا عذاب دے اور آخرت میں بھی اس کے عذاب کو اس کے لئے جمع رکھے۔ مگر دو گناہ اس لائق ہیں اور وہ امام وقت کے خلاف بغاوت کرنا اور رشتہ ناتہ کو قطع کرنا ہیں۔

[۲] وفیه جواز الدعاء علی الظالم الخ فتح الباری ص ۴۶۴/ ج ۱/مطبوعه نزار مصطفی البازمکه، مکرمه، عمدة القاری ص ۱۷۵/ ج ۲/الجزء الثالث، مطبوعه دارالفکر بیروت، ابواب الوضوء، باب اذاالقی علی ظهر المصلی قذراو جیفة الخ.

[۳] ویجب ردعین المغصوب فی مکان غصبه الی قوله اویجب ردمثله ان هلک الخ، الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۲۶۶/ ج ۹/ کتاب الغصب، البحر الرائق ص ۱۰۹/ ج ۸/ کتاب الغصب، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الانهر ص ۷۸/ ج ۴/ کتاب الغصب، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

فصل پنجم:- ذوی الفروض

بہن اور چچا کا حصہ میراث

سوال:- زید کا لاولد انتقال ہوگیا اور ایک حقیقی ہمشیرہ اور ایک حقیقی چچا زاد بھائی وارث چھوڑا ترکۂ مورث کیسے تقسیم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں اگر کوئی اور شرعی وارث نہیں تو بعد تجہیز وتکفین واداۓ دین میت و تنفیذ وصایا وشرط عدم موانع ارث زید کا کل ترکہ میں سے نصف بہن[۱] کو ملے گا اور نصف چچازاد بھائی کو[۲] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

صحیح: عبد اللطیف ۱۹/ذی الحجہ ۵۳ھ

توریث اخت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب

سوال:- زید نے وفات پائی ایک زوجہ اور دو بیٹیاں اور ایک حقیقی بہن چھوڑی اور ایک علائی بھائی بھی ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے۔

---

[۱] واما للاخوات لاب وام فاحوال خمس النصف للواحدة الخ سراجی ص ۱۵/فصل فی النساء مطبوعہ دارالکتاب دیوبند، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۰/ج ۶/الباب الثانی فی ذوی الفروض، البحر الرائق کوئٹہ ص ۴۹۵/ج ۸/کتاب الفروض.

[۲] والعصبة کل من یأخذ ما ابقته اصحاب الفرائض الخ سراجی ص ۵/ثم جزء جده ای للاعمام ثم بنوهم الخ سراجی ص ۲۲/فصل فی العصبات، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۱/ج ۶/الباب الثالث فی العصبات، البحر الرائق کوئٹہ ص ۴۹۷/ج ۸/کتاب الفروض.

۱	۲	۳	۴
زوجہ	بنتان	اخت لاب وام	اخ لاب

اب ہم کو جمہور کا مذہب تو معلوم ہے مگر ابن عباسؓ کا مذہب معلوم کرنا ہے امید ہے کہ آپ فیصلہ ابن عباس کے مذہب کے مطابق مع حوالہ کتاب تحریر فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں ابن عباسؓ کا مذہب ایک تو بنتان میں جمہور سے مختلف ہے۔ جمہور کے نزدیک بنتان ثلثان کی مستحق ہیں اور ابن عباسؓ کے نزدیک نصف کی۔

واما لبنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة وهٰذا مصرح بها فی الأیة والثلثان للاثنین فصاعدة والمنصوص علیه فی القرآن صریحاً انها ان کن نساء فوق اثنتین فلهن ثلثا ماترک واما الاثنتان فحکمهما عند ابن عباسؓ حکم الواحدة وهو ظاهر وعند سائر الصحابةؓ حکم الجماعة اه شریفیة[1] ص ۲۶ /.

اور دوسرے اخت میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک بنت کے ساتھ اخت عصبہ بن جاتی ہے۔ اور ابن عباسؓ کے نزدیک عصبہ نہیں بنتی۔ ولهن (للاخوات لاب وام) الباقی مع البنات او مع بنات الابن وهو قول جمهور العلماء وقال ابن عباسؓ لا تعصیب لهن مع البنات الخ شریفیة[2] شرح سراجی ص ۳۲ / لیکن دونوں مسئلوں میں جمہور کا مسلک راجح ہے کمافی موضعه۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، یکم ربیع الاول ۵۶ھ

---

[1] شریفیه شرح سراجی ص ۲۱ / فصل فی النساء، مطبوعه مجتبائی دهلی، البحر الرائق کوئٹه ص ۴۹۴ / ج ۸ / کتاب الفرائض، تبیین الحقائق ص ۲۳۳ / ج ۶ / کتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] شریفیه شرح سراجی ص ۲۶ / فصل فی النساء، مطبوعه مجتائی دهلی، البحر الرائق کوئٹه ص ۴۹۶ / ج ۸ / کتاب الفرائض، تبیین الحقائق ص ۲۳۶ / ج ۶ / کتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان.

مفتی مقلد اور مستفتی مقلد کو ابن عباسؓ کے مذہب پر فتویٰ دینا اور فیصلہ کرنا جائز نہیں[۱]۔

سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف یکم ربیع الاول ۵۶ھ

ردعلی الزوجین وابن وبنت معتق اورابن وبنت رضاعی کی باہمی ترتیب

سوال:- گذارش یہ ہے کہ استفتاء کا جواب موصول ہوا۔ آنجناب کی محنت اور تحقیق میں جانفشانی کا ممنون ہوں بعض مسائل سابقہ کے متعلق اپنے خیال ناقص کو پیش کرتا ہوں اگر خلاف عقل یا نقل ہوتو امید ہے کہ اصلاح فرما کر ممنون فرمائیں گے نیز بعض جدید استفسارات کا جواب تحریر فرما کر شکر گذاری کا موقع دیں۔ امید ہے کہ تکلیف دہی سے معاف رکھیں گے بلکہ دعاء خیر میں فراموش نہ فرمائیں گے۔

(۱) ردعلی الزوجین وبنت معتق اورابن وبنت رضاعی کی باہمی ترتیب کے متعلق بندہ کی رائے ناقص یہ ہے کہ ان کی توریث چونکہ شرعی طریق سے نہیں سراجی کی حاشیہ میں ہے کہ مال متروکہ کا ان لوگوں کو ملنا بطریق ارث نہیں ہے بلکہ بوجہ قرب الی المیت ہے پس جب ترکہ کی تقسیم ان پر بطور وراثت نہیں تو شرعی ترتیب بھی نہ ہوگی مسلمان حاکم یا بستی کے بااثر لوگ ان میں سے جس کو چاہیں دیدیں۔ اس کے متعلق جدید استفسار یہ کہ حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں (صفحہ وغیرہ یادنہیں) تحریر فرمایا کہ اگر زوجہ یا زوج بیت المال کے مال کے مستحق ہوں تو ان کو دیا جائے پس یہ قید کہاں سے معلوم ہوئی نیز اگر استحقاق کی قید لگائی جائے تو زوجہ

---

[۱] ان المفتی المجتهد لیس له العدل عما اتفق علیه ابوحنیفةؓ واصحابه فلیس له الافتاء به وان کان مجتهدا متقنا لانهم عرفوا الادلة وبینوا اماصح وثبت، شرح عقود رسم المفتی ص ۱۹۱/ یجوز العمل بالضعیف، مطبوعه زکریادیوبند.

وغیرہ کی کیا خصوصیت رہی۔

الجواب حامداًومصلیاً

حق وراثت کی وجہ سے جن کو حصہ ملتا ہے ان کی ترتیب منقول ہے[1] اور جن کو حق وراثت کی وجہ سے نہیں ملتا ان کی ترتیب منقول نہیں اور چونکہ ایسا مال اصالۃً بیت المال میں رہنا چاہئے تھا لہٰذا جو شخص بیت المال میں تصرف کا حق رکھتا ہو اسی کی رائے سے اس میں بھی تصرف کیا جائے گا اور وہ حاکم وقت ہے یا جماعت معززۂ مسلمین اس کے قائم مقام ہے اور جو بیت المال کے مصارف ہیں وہی اس مال کے بھی مصارف ہیں چنانچہ شریفیہ[2] شرح سراجی ص۱۴/ میں ہے۔ **ثم بیت المال ای اذالم یوجد احد من المذکورین توضع الترکۃ فی بیت المال علی انہا مال ضائع فصارت لجمیع المسلمین اعلم ان ھٰذا المال فی بیت المال یصرف الی نفقۃ المریض وادویتہ اذا کانوا فقراء الی قولہ وللامام حق الاعطاء والمنع** زوجین پر رد بھی اسی بناء پر ہے اور اسی وجہ سے قید لگائی ہے کہ ''اگر وہ بیت المال کے مستحق ہوں تو ان کو دیا جائے۔ علاوہ ازیں زوجین اور بنت المعتق وغیرہ کو چونکہ میت سے قرابت کا بھی تعلق ہے لہٰذا ان میں دو چیزیں جمع ہو جائیں گی اول احتیاج دوم قرابت تو

---

[1] فیبداء باصحاب الفرائض وھم الذین لھم سھام مقدرۃ فی کتاب اللّٰہ تعالی ثم بالعصبات من جھۃ النسب ثم بالعصبۃ من جھۃ السبب وھو مولی العتاقۃ ثم عصبۃ علی الترتیب ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیۃ بقدرحقوقھم ثم ذوی الارحام ثم مولی الموالات ثم المقرلہ بالنسب علی الغیرثم الموصی لہ بجمیع المال ثم بیت المال،سراجی ص۵،۶/مطبوعہ دارالکتاب دیوبند، الدرالمختارعلی الشامی زکریاص۴۹۸، ۵۰۲/ج۱۰/کتاب الفرائض،مجمع الانہر ص۴۹۵، ۴۹۶/ج۴/کتاب الفرائض،مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[2] شریفیہ شرح سراجی ص۱۱/بحث الورثۃ،مطبوعہ مجتبائی دھلی،عالمگیری کوئٹہ ص۱۹۱/ج۱/کتاب الزکاۃ،فصل مایوضع فی بیت المال اربعۃ انواع،شامی کراچی ص۲۱۹/ج۴/کتاب الجھاد،فصل فی الجریۃ.

الرازی عن بیت المال هل للاغنیاء فیه نصیب قال لا الا ان یکون عاملاً او قاضیا الخ

فقط اہل احتیاج پر ان کو تقدیم ہوگی۔ لیکن اگر ان میں احتیاج نہ ہو بلکہ صاحب وسعت ہوں تو ان کے لئے ورع افضل والیق ہے حتی کہ اغنیاء کے لئے بیت المال میں کوئی حصہ نہیں جب تک وہ عامل قاضی وغیرہ نہ ہو اور فقرا کے لئے بلا ان وجوہ کے بھی حصہ ہے۔ سئل علی شامی[۱] ج ۳ ص ۳۸۷۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

لڑکیوں کا حق میراث میں

سوال:- دیہات میں چونکہ لڑکیوں کو حصہ دینے کا رواج نہیں اس لئے لڑکیاں جھگڑتی نہیں اور بعض لڑکیوں کو علم نہیں کہ ہمارا حصہ بھی جائداد وغیرہ میں ہے یا نہیں ایسی صورت میں اگر خبر نہ کی جائے اور معاف کرالیا جائے تو معاف ہوگا یا نہیں اور اگر خبر کردے کہ ان میں تیرا بھی حصہ ہے لیکن تو معاف کردے تو معاف ہوگا یا نہیں اور اگر بے خبری میں گزر گئی کہ میرا حصہ بھی ہے یا نہیں تو وہاں مواخذہ کرے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی کا حق ذمہ سے بغیر اس کے ادا کئے یا بغیر صاحب حق کے معاف کئے ساقط نہیں ہوتا[۲] اگر دنیا میں نہ حق کو ادا کیا نہ صاحب حق سے معاف کرایا تو قیامت میں مواخذہ ہوگا[۳] اگر

---

[۱] شامی زکریا ص ۳۴۹/ ج ۶/ باب العشر والخراج. مطلب فی مصارف بیت المال، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۱۸/ ج ۵/ کتاب الجهاد، فصل فی الجزیه، قاضیخان علی الهندیة کوئٹہ ص ۴۰۲/ ج ۳/ کتاب الحظر والاباحة.

[۲] وان کانت عما یتعلق بالعباد فان کانت من مظالم العباد فیتوقف صحة التوبة منها مع ماقد مناه فی حقوق اللّٰه علی الخروج عن عهدة الاموال وارضاء الحضم فی الحال اوالاستقبال بأن یتحلل منهم اویردها الیهم الخ شرح فقه اکبر ص ۱۹۴/ (مطبوعه رحیمیه (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Fainal\Jild-30\06-Zavilfuroz

صاحب حق کو اس کے حق کی اطلاع کی گئی اور اس نے خوشی سے معاف کر دیا تو پھر وہ حق معاف ہو جائے گا اور قیامت میں مواخذہ نہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۲۶/۱۱/۵۱ھ

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ،

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مہر معاف کرنا پھر وفات کے بعد اس کا مطالبہ کرنا

سوال: -زید کی بیوی نے اگرچہ اپنے مطالبات مہر وغیرہ خرچۂ عدت معاف کر دیا تھا مگر اب مطالبہ کر رہی ہے، اس کا یہ مطالبہ قابل ادائیگی ہے یا نہیں؟

گریجویٹی فنڈ میں میراث کا حکم

(۲) سرکاری ملازم کو گریجوٹی ملتی ہے، زید نے فارم میں اپنی اہلیہ کا نام لکھا تھا، جب رقم اہلیہ وصول کر لے تو اس میں دیگر ورثاء کا حق ہے یا نہیں؟ نیز زید کا قرضہ اس رقم سے اس کی اہلیہ ادا کرنے کی ذمہ دار ہے یا نہیں؟

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) دیوبند) بحث التوبة، نووی علی مسلم ص ۳۵۴/ج ۲/ کتاب التوبة، مطبوعه رشیدیه دهلی، المفهم شرح مسلم ص ۱۷/ج۷/کتاب الرقاق، باب وجوب التوبة، مطبوعه دار ابن کثیر بیروت.

[۳] عن ابی هریرة قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رحم اللّٰه عبداً کانت لاخیه عنده مظلمة فی عرض او مال فجاء ه فاستحله قبل ان یؤخذ ولیس ثم دینار و لادرهم فان کانت له حسنات اخذ من حسناته وان لم تکن له حسنات حملوا علیه من سیئا تهم ترمذی شریف ص ۶۷/ج ۲/ابواب صفة یوم القیامة، باب ماجاء فی شان الحساب، مطبوعه بلال دیوبند، فتح الباری ۱۳۹/ج۵/کتاب المظالم، باب من کانت له مظلمة عند الرجل، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه، مرقاة شرح مشکوة ص ۲۰۷/ج ۴/باب الظلم، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی.

بیمہ میں میراث کا حکم

(۳) بیمہ کی رقم وصول کرنے کے لئے بھی بیوی کے نام کا فارم بھرا گیا تھا۔ جب رقم اہلیہ وصول کرے تو دیگر ورثاء بھی اس میں حقدار ہیں یا نہیں؟

پینشن کا حق دار کون ہے؟

(۴) پینشن کی چڑھی ہوئی رقم پانے کی حقدار بھی صرف اہلیہ ہے۔ یہ قانون سرکاری ہے، جس وقت یہ رقم وصول ہو تو دیگر ورثاء اس میں حقدار ہیں یا نہیں؟ نیز اس رقم سے زید کا قرضہ ادا کر دیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟

میڈیکل امداد میں وراثت

(۵) میڈیکل امداد کی رقم جو گورنمنٹ سے ملی وہ بھی اہلیہ کے قبضہ میں رہی۔ دیگر ورثاء اس پر حقدار ہے یا نہیں؟

بلڈنگ میں حق وراثت

(۶) زید نے ایک بلڈنگ چھوڑی جو کرایہ پر ہے اس بلڈنگ کا وہ حصہ جس میں زید رہتا تھا اس کا وصیت نامہ اہلیہ کے نام لکھ دیا تھا۔ اہلیہ نے کرایہ کی رقم وصول کی ہے دیگر ورثاء میں بھی وہ رقم قابل تقسیم ہے یا نہیں؟

سامان آرائش میں میراث کا حکم

(۷) زید کے مکان کا سامان آرائش و برتن وغیرہ اہلیہ کے قبضہ میں ہیں۔ یہ سامان بھی دیگر ورثاء میں قابل تقسیم ہے یا نہیں؟

دوسرے لوگوں کے پاس موجود سامان پر حق وراثت

(۸) زید مرحوم کا کچھ سامان دیگر لوگوں کے پاس ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ سامان ہمیں زید نے بخشش کرایا تھا۔ یہ بخشش درست ہے یا نہیں؟ نیز یہ سامان بھی دیگر ورثاء پر قابلِ تقسیم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) دین مہر معاف کرنے سے معاف ہوگیا۔ اب اس کے مطالبہ کا حق نہیں[۱]۔ وفات شوہر کے بعد نفقۂ عدت واجب نہیں ہوتا[۲] جو سامان زیور وغیرہ بیوی کی ملک کر دیا گیا تھا اور وہ موجود ہے تو اس کا مطالبہ کرسکتی ہے وہ معاف کرنے سے اس کی ملک سے خارج نہیں ہوا[۳] اسی طرح حق میراث ایک چوتھائی ہے وہ بھی طلب کرسکتی ہے[۴] قرض کا حکم (۸) میں ہے۔

---

[۱] وصح حطها لکله اوبعضه عنه قبل اولاالخ الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص۲۴۸/ج۸/ باب المهر، مطلب فی حط المهر والابراء منه، بحر کوئٹه ص۱۵۰/ج۳/باب المهر، النهر الفائق ص۲۳۶/ج۲/باب المهر دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] لاتجب النفقة بانواعها لمعتدة موت مطلقاً الخ الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص۳۳۴/ج۵/ باب النفقة، مطلب فی نفقة المطلقة، عالمگیری ص۵۵۸/ج۱/الباب السابع فی النفقات الفصل الثالث فی نفقة المعتدة، مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص۵۱۷/ج۲/باب النفقة، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] اس لئے کہ شئی مملوک کے معاف کرنے سے کوئی چیز ملکیت سے خارج نہیں ہوتی ہے جب تک وہ چیز کسی کو مالک بنا کر اپنی ملکیت سے نکال نہ دے اور واہب کا اس پر قبض نہ کرادے اس لئے محض معاف کرنے کی وجہ سے شئی مملوکہ اس کی ملکیت سے خارج نہں ہوگی۔ وتتم الهبة بالقبض الکامل. الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص۴۹۳/ج۸/کتاب الهبة ابو القاسم ادروی زیلعی ص۹۱/ج۵/کتاب الهبة، مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص۳۷۴/ج۴/کتاب الهبة الباب الاول.

[۴] امالـلزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولدالابن وان سفل الخ سراجی ص۱۱/ فصل فی النساء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۵۱۱، ۵۱۲/ج۱۰/کتاب الفرائض، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۰/ج۶/الباب الثانی فی ذوی الفروض.

(۲) جبکہ اس فارم نام زد (نامنیشن) کے ذریعہ صرف وصول کرنے کا اختیار مقصود ہے، تملیک مقصود نہیں تو اس گریجویٹی میں حسبِ وراثت جملہ ورثاء شریک ہیں[۱]۔ قرض کا حکم (۸) میں ہے۔

(۳) اس کا حال بھی (۲) کی طرح ہے۔

(۴) قانونی اعتبار سے جو مستحق ہو، پنشن اسی کو ملے گی[۲]۔ قرض کا حکم (۸) میں ہے۔

(۵) یہ ترکہ زید ہے سب ورثہ حقدار ہیں[۳]۔

(۶) بیوی کے حق میں وصیت معتبر نہیں جب تک دوسرے ورثاء رضامند نہ ہوں[۴]۔

---

[۱] الهزل ان لا يراد باللفظ دلالته لاالمعنى ولاالمجازى الخ. الوصول الى قواعد الوصول ص ۳۰۸/باب الامور المعترضة على الاهلية. مسالة الهزل. مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[۲] اس لئے کہ پنشن حکومت کی طرف سے تبرع اور احسان ہے جو اس کی بیوی کو ملتی رہے گی اس لئے اس میں وراثت جاری نہ ہوگی۔ نیز وہ مملوک بھی نہیں ہے۔ مستفاد امدادالفتاوی ص ۳۴۲/ج ۴/کتاب الفرائض، مطبوعه زكريا ديوبند.

[۳] لان التركة ماتركه الميت من الاموال صافيا عن تعلق حق الغير من الاموال الخ، شامى زكريا ص ۴۹۳/ج ۱۰/كتاب الفرائض، بحر كوئٹه ص ۴۸۹/ج ۸/كتاب الفرائض، زيلعى ص ۲۲۹/ ج ۶/كتاب الفرائض، مطبوعه امداديه ملتان.

[۴] ولالوارثه وقاتله مباشرة الاباجازة ورثته لقوله عليه الصلاة والسلام لاوصية لوارث الا ان يجيزهاالورثة يعنى عند وجود وارث آخر الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۳۴۶/ ج ۱۰/كتاب الوصايا، زيلعى ص ۱۸۲/ج ۶/كتاب الوصايا، مطبوعه امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص ۴۰۳/ج ۸/كتاب الوصايا.

ترجمہ سوال: کوئی شخص ورثہ میں ترکہ تقسیم ہونے کے بعد یا قبل تقسیم میت پر دعویٰ دین کرتا ہے اور مرحوم نے موت کے وقت اس کا کوئی اظہار نہیں کیا ورثہ بھی دین سے عدم علمیت کا اظہار کرتے ہیں اور مدعی گواہ وغیرہ کوئی ثبوت نہیں رکھتا اس صورت میں مدعی پر حلف لازم ہے یا ورثاء میت پر یا اس کا دعویٰ ہی ناقابل سماعت ہے جواب سے جلد مشرف فرماویں۔ فقط

خلاصہ جواب: اگر میت نے ترکہ میں مال چھوڑا ہے اور مدعی اپنے دعوی پر گواہ نہیں رکھتا اور ورثاء دین کا اقرار نہیں کرتے تو مدعی کو حق ہے کہ ورثہ سے حلف لیوے اگر حلف کرلیں مدعی کا دعویٰ ساقط ہوجائے گا اگر حلف سے انکار کریں تو دعوی لازم ہوجائیگا۔

اس کرایہ میں سب ورثاء شریک ہیں[1]۔قرض کا حکم (۸) میں ہے۔

(۷) وہ سامان جو زید کی ملک تھا اب اس کا ترکہ ہے اس میں سب ورثاء حصہ دار ہیں،تنہا بیوی کی ملک نہیں[2]۔

(۸) اگر ورثاء کے نزدیک بخشش کرنا تسلیم نہیں اور وہ سامان ورثاء کے پاس ہے تو وہ ترکہ ہے۔ورثہ حقدار ہیں[3]۔کل ترکہ سے اولاً مرحوم کا قرض ادا کیا جائے[4] پھر

مسئلہ ۲۴/۴

زید

بیوی	حقیقی بھائی	ہمشیرہ	ہمشیرہ	ہمشیرہ	ہمشیرہ
$\frac{1}{4}$	۶	۳	۳	۳	۳

چوبیس حصہ بنا کر چھ حصہ اہلیہ کو ملیں گے، چھ حصے بھائی کو ملیں گے، تین تین حصے ہر ہمشیرہ کو ملیں گے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند،۲۴/۳/۹۵ھ

بعض مسائل وراثت

سوال:-مخدومی محترمی جناب مولانا مفتی صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیکم وبرکاتہٗ حسب ذیل سوالات کے جوابات بروئے شریعت اسلام بمہر خاص مرحمت فرماویں۔

(۱) ایک شخص کا انتقال ہوگیا اس کے وارث تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے مرحوم کا ترکہ جائداد معافی آراضی کا لگان سالانہ ہے اس میں ہر ایک کا حصہ کتنا رہے گا۔

(۲) ایک لڑکے کا قبضہ نانا صاحب مرحوم کی تمام جائداد منقولہ وغیر منقولہ پر ہے اور

---

[1]،[2]،[3] پچھلے صفحہ کا حوالہ نمبر۳/ملاحظہ کیجئے۔

[4] ثم تقضى ديونه من جميع مابقى من ماله الخ سراجی ص ۴/مطبوعه امداديه ديوبند،شامی زكرياص ۴۹۵/۱۰/كتاب الفرائض.

اس کا داخل خارج اس جائیداد پر ہو چکا ہے اس حالت میں اس کو والد صاحب مرحوم کے ترکہ میں سے حصہ ملے گا یا نہیں اور اگر ملے گا تو کس حساب سے۔

(۳) متوفی کی جائیداد کی آمدنی سے تجہیز و تکفین کا قرض پہلے ادا ہوگا یا متوفی کے ذمہ جو قرض ان کی حیات کا ان کے ہاتھ کا ہے وہ پہلے ادا ہوگا۔

(۴) بعض ورثاء نے متوفی کی تجہیز و تکفین میں فضول خرچی کر کے خلاف شرع روپیہ صرف کیا اور تیجے کا کھانا پکایا اس میں بہت قرض لیا اور سال بھر تک میت کے ایصال ثواب کے لئے قرض کر کے فاتحہ دلاتے رہے یہ رقم متوفی کی آمدنی سے وصول کر سکتے ہیں کیا؟

(۵) ورثاء کو حصے متوفی کا جائز قرض ادا ہونے کے بعد دیئے جائیں گے کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ ۷ مسـ

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
۲	۲	۲	۱

بعد تجہیز و تکفین و ادائے قرض وغیرہ سات سہام بنا کر اس طرح ترکہ تقسیم ہوگا کہ ایک سہم لڑکی کو ملے گا اور دو دو سہام ہر لڑکے کو ملیں گے[۱]۔ آراضی اور دیگر منقولہ غیر منقولہ کل ترکہ کی تقسیم اسی طرح ہوگی۔

(۲) نانا کی جائداد پر جائز یا ناجائز قبضہ کرنے کی وجہ سے والد کے ترکہ سے محروم نہیں ہوگا۔ بلکہ والد کے ترکہ سے حسب جواب نمبر (۱) حصہ ملے گا۔

(۳) اول متوسط طریق پر تجہیز و تکفین ہوگی پھر دوسرا قرضہ ادا کیا جائے گا پھر اگر کوئی

---

[۱] واماالبنات الصلب فاحوال ثلث الی قوله ومع الابن للذکر مثل حظ الانثیین وهو یعصبهن الخ سراجی ص ۱۲، ۱۱/ فصل فی النساء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری ص ۴۴۸/ ج ۶/ کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، مطبوعه کوئٹه بحر کوئٹه ص ۴۹۴/ ج ۸/ کتاب الفروض.

وصیت کی ہوتو ایک تہائی ترکہ سے وہ وصیت پوری کی جائے گی اس کے بعد ورثاء کو حصہ ملے گا[۱]

(۴) یہ رقم جو ایصال ثواب، فاتحہ، تیجہ وغیرہ میں خرچ کی ہے۔ اس کو ترکہ سے وصول کرنا درست نہیں بلکہ جن لوگوں نے یہ خرچ کیا ہے وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں۔

تنبیہ: مروجہ طریقہ پر فاتحہ اور تیجہ منع ہے[۲]۔

(۵) متوفی نے جو قرض اپنی حیات میں لیا تھا اس کو ادا کرنے کے بعد ورثہ کو حصہ ملے گا اور جو رقم تیجہ وغیرہ میں خرچ کی ہے اس کو ترکہ مشترکہ سے ادا کرنا درست نہیں[۳] بلکہ وہ خود ان خرچ کرنے والوں کے ذمہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ ر ج ۱/ ۶۹ ھ

ایک وراثت کی تقسیم

سوال:- ایک شخص سنی المذہب کچھ عرصہ ہوا کہ فوت ہوگئے ان کی کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ ہی متوفی کے والدین زندہ ہیں صرف ان کی منکوحہ بیوہ ہے جائداد مکان دوکان چکی

---

[۱] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضىٰ ديونه من جميع مابقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقى بعد الدين ثم يقسم الباقى بين ورثته الخ، سراجى ص ۴،۳/ مطبوعه ياسر نديم ديوبند،مجمع الانهر ص ۴۹۳/ ج ۴/ كتاب الفرائض،دارالكتب العلمية بيروت،شامى زكرياص ۴۹۴/ ج ۱۰/ كتاب الفرائض.

[۲] ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع فى السرور لافى الشرور لانه بدعة مستقبحة، شامى زكرياص ۱۴۸/ ج ۳/باب صلاة الجنازه،مطلب فى كراهة الضيافة من اهل الميت،عالمگيرى كوئٹه ص ۱۶۷/ ج ۱/ كتاب الجنائزقبيل الفصل السابع فى الشهيدبزازية ص ۸۱/ ج ۴/باب الجنائز،مطبوعه كوئٹه.

[۳] ولايجوز لا حدهما ان يتصرف فى نصيب الاخرالابامره،الخ عالمگيرى كوئٹه ص ۳۰۱/ ج ۲/الباب الاول من كتاب الشركة،قاضيخان ص ۶۲۲/ ج ۳/ كتاب الشركة،مطبوعه كوئٹه، شامى كراچى ص ۳۰۰/ ج ۴/ كتاب الشركة.

اور باغات پر مشتمل ہے جو متوفی کی خود بنائی ہوئی ملکیت ہے اور کل جائداد مع زیورات مکان کا وصیت نامہ متوفی نے اپنا منکوحہ بیوہ کے حق میں اپنی ہی زندگی میں رجسٹری کرایا تھا جس کی رو سے بیوہ ساری جائداد کی حقدار ہوتی ہے لیکن متوفی کی بہن جو یہاں کی باشندہ ہے کا ایک لڑکا ہے جو اپنے کو ساری جائداد کا وارث بتاتا تھا ان حالات میں معاملہ متنازعہ ہوگیا ہے اس صورت میں شرعی قانون کی رو سے کل جائداد کی وراثت کن کے حق میں منتقل ہوتی ہے اور کس کس قدر، یہ بھی بتانے کی زحمت کریں کہ وہ وصیت نامہ جو متوفی نے اپنی زندگی میں اپنی منکوحہ بیوی کے حق میں بذریعہ رجسٹری کیا تھا وہ بحال رہے گا یا ساقط ہوجائے گا؟

(نوٹ) مرحوم کی زندگی ہی سے تین یتیم بچے پرورش پارہے تھے جن میں ایک بچی شادی کے قابل ہے وہ تینوں بچے اب بھی بیوہ کے پاس پرورش پاتے ہیں کیا شرعی جائداد میں ان کا بھی کچھ حق ہے متوفی کی تین حقیقی بہنیں ہیں ایک یہاں اور دو پاکستان کی باشندہ ہوچکی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مرحوم کے دادا پر دادا میں کوئی مرد موجود نہیں تو مرحوم کا ترکہ بعد ادائے دین مہر وغیرہ[1] چار حصے بنا کر ایک حصہ بیوہ کو ملے گا[2] اور ایک ایک حصہ تینوں بہنوں کو ملے گا[3] جو بہنیں

---

[1] تقضٰی دیونہ من جمیع ما بقی الی قولہ ثم یقسم الباقی بین ورثتہ (سراجی ص ۴/) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مجمع الانہر ص ۴۹۵/ ج ۴/ کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیۃ بیروت، شامی زکریا ص ۴۹۵/ ۱۰/ کتاب الفرائض۔

[2] اما للزوجات فحالتان الربع للواحدۃ فصاعدۃ عند عدم الولد وولدالابن (سراجی ص ۱۱، ۱۲/) فصل فی النساء، شامی زکریا ص ۵۱۲/ ۱۰/ کتاب الفرائض، مجمع الانہر ص ۵۰۰/ ج ۴/ کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیۃ بیروت۔

[3] واما للاخوات لاب وام فاحوال خمس النصف للواحدۃ والثلثان للاثنین فصاعدۃ، سراجی ص ۱۵، ۱۶، مجمع الانہر ص ۵۰۰/ ج ۴/ کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیۃ بیروت، بحر کوئٹہ ص ۴۹۵/ ج ۸/ کتاب الفرائض۔

دوسرے ملک میں ہیں ان سے ان کے حصہ کے متعلق معاملہ طے کرلیا جائے۔ جو بچے پرورش میں ہیں وہ شرعی وارث نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۱۴۰۰ھ

فرائض ووصیت

سوال:- مسماۃ زینب کا انتقال ہوا جس کے ورثاء دو بھائی اور ایک بہن موجود ہیں ترکہ لعـــ لعہ۴۹ روپیہ ہیں نیز وصیت کی کہ للعہ۴ بھانجے کو دینا اور صـعـــ بھتیجے کو دینا: عـــہ۲۰ قربانی وغیرہ میں خرچ کرنا جس کا ثواب مجھ کو پہنچا دینا ایک جوڑا اور بتیس سیر گیہوں پھوپھی کو دینا تو یہ وصیت اور ترکہ کس طرح پر تقسیم کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دو بھائی اور ایک بہن بالغ ہیں اور اس وصیت کی اجازت دیتے ہیں تو حسب وصیت مسماۃ زینب لعـ للعــہ ۴۹ کو مصارف مذکورہ پر صرف کردیا جائے آگے کچھ بچا ہی نہیں جو ورثہ پر تقسیم کیا جائے اور مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ اگر اس وصیت کی اجازت نہیں دیتے تو اس میں سے ایک ثلث کو[1] یعنی: ۱۶ہ مصارف مذکورہ بیان کردہ وصیت کے موافق صرف کردیا جائے[2] اور بقیہ دو ثلث یعنی[3]: ۳۲ہ کو پانچ سہام بنا کر ایک بہن کو اور دو

[1] ۲۱/ پیسے اور ایک پیسہ کا ایک تہائی۔

[2]......وتجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجز الوارث ذلک لاالزیادة علیه الاان تجیز ورثته بعد موته وهم کبارالخ الدرالمختارعلی الشامی زکریاص ۳۳۹/ج۱۰/اول کتاب الوصایا،سکب الانهرص ۱۹، ۴۱۸/ج۴/کتاب الوصایا،دارالکتب العلمیة بیروت،زیلعی ص ۱۸۳/ج۶/ کتاب الوصایا،مطبوعه امدادیه ملتان.

[3] ۴۲/ پیسے اور ایک پیسہ کا دو تہائی۔

دوسہام دونوں بھائیوں کوتقسیم کردیا جائے[۱] اور تجہیز وتکفین اور دین کی ادائیگی تنفیذ وصیت اور تقسیم ترکہ پر مقدم ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۵/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۱۹/ج ۱/۵۶ھ

تقسیم ترکہ وقرض

سوال:- ہمارے والد عبدو عرصۂ چالیس سال ہوئے انتقال فرمایا ان کے چار بیٹے حاجی قاسم، حاجی محمد، عبد الغفور، عبد الشکور ایک بھائی عبد الغفور والد صاحب کے زمانہ ہی میں اپنا علیحدہ کاروبار کرتے تھے وہ مقروض ہوگئے والد کے انتقال کے بعد ان کی خواہش ہوئی کہ اگر سب مل کر میرا قرض ادا کردیں تو میں اپنے حصہ سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ چنانچہ سات ہزار روپئے ان کے قرض میں سب نے ملکر ادا کردیا وہ تحریری طریقہ سے دست بردار ہوگئے باقی تین بھائی قاسم، حاجی محمد، حاجی عبد الشکور نے مشترک کاروبار شروع کیا۔ ایک مکان حاجی قاسم وعبد الشکور کے نام خریدا گیا اس سے متصل ایک بڑی زمین حاجی محمد کے نام پر خریدی گئی اس قطعۂ زمین اور مکان کو ملا کر ایک بڑا مکان کئی منزلہ تعمیر کیا گیا ایک چھوٹا مکان بنام حاجی محمد

---

[۱] واما للاخوات وام فاحوال خمس الی قوله ومع الاخ لاب وام للذکر مثل حظ الانثیین الخ سراجی ص ۱۶/ فصل فی النساء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، هندیه کوئٹه ص ۴۵۰/ الباب الثانی فی ذوی الفروض، مجمع الانهر ص ۵۰۰/ ج ۴/ کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] الاول یبدأ بتکفینه وتجهیزه من غیر تبذیر ولا تقتیر ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله ثم تنفذ وصایاه من ثلث مابقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثته الخ سراجی ص ۳/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) ملتقی الابحر ص ۴۹۳/ ج ۴/ کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص ۴۹۴/ ج ۱۰/ کتاب الفرائض.

وحاجی قاسم ہے اس کے علاوہ ایک دکان قاسم کی زوجہ کے نام پر خریدی گئی اس شرط پر کہ زوجہ حاجی قاسم کے انتقال پر بنام حاجی عبدو حاجی محمد عمر و حاجی محمد (عبدو کا پوتا) ہوگی۔ حاجی محمد نے ایک مکان حاجی قاسم کے نام خریدا اور چھوگا لال والا مکان فروخت کر کے ساڑھے چھ ہزار روپئے حاصل کئے قاسم نے پوتوں کے نام وصیت نامہ تحریر کر کے قبضہ میں دیدیا ایک مکان زوجہ کو حاجی محمد نے خرید کر از سر نو تعمیر کرایا۔ والد کے انتقال کے چار سال بعد ہی والدہ کا انتقال ہوا جس کو چھتیس سال کا عرصہ ہوا انتقال کے وقت ایک طلائی ہار سترہ تولے کے بارے میں ایک پوتے کے لئے وصیت کر گئیں اور اب پینتیس سال کے بعد ایک بھائی نے اس پوتے کے سپرد کر دیا حاجی محمد نے دو حج کئے اور بیوی کو کرائے اور اولاد کی شادیاں کیں دوسرے بھائی نے بھی اولاد کی شادیاں کیں کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ حاجی محمد کہتے ہیں کہ سب مکانات وغیرہ میری ذاتی کمائی ہیں اور اسی طرح ان کی زوجہ کہتی ہیں کہ سب کچھ میرے شوہر کی کمائی کا حصہ ہے بتیس ہزار روپئے اس کاروبار پر قرض ہیں حاجی محمد اس کی ادائیگی کے لئے متفکر ہیں ہم سب کا مشترک کاروبار اس صورت میں شرع شریف کی رو سے کس طرح تقسیم عمل میں آئے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عبدو کے انتقال کے بعد چار بیٹے برابر کے وارث تھے پھر تین نے اور ان کی والدہ نے ملکر عبدالغفور کا قرض سات ہزار روپئے ادا کیا اس شرط پر کہ عبدالغفور ترکۂ پدری سے دستبردار ہوجائے گا گویا کہ انہوں نے اپنا حصۂ میراث مبلغ سات ہزار روپیہ میں اپنے بھائیوں اور والدہ کے ہاتھ فروخت کر دیا لہٰذا اب عبدو کے ترکہ میں تین لڑکے اور بیوی شریک رہے[1] پھر کاروبار مشترک رہنے کی وجہ سے آمدنی بھی سب کی برابر مشترک رہی اس مشترک آمدنی سے

---

[1] اذا كانت التركة بين ورثة فاخرجوا احدهم منها بمال اعطوه اياه والتركة عقار اوعروض صح قليلاً كان ما اعطوها او كثيراً، هنديه كوئٹه ص ٢٦٨ / ج ٤ / كتاب الصلح، الباب الخامس عشر في صلح الورثة والوصی فی المیراث.

جو مکان حاجی قاسم وحاجی عبدالشکور کے نام خریدا گیا اور جو زمین حاجی محمد کے نام خریدی گئی وہ بھی سب مشترک ہے پھر جو مکان کئی منزلہ وہاں تعمیر کیا گیا وہ بھی مشترک ہے چھوٹے مکان یک منزلہ جو کہ حاجی محمد وحاجی قاسم کے نام پر ہے وہ بھی عبدو کے ترکہ سے ہے یا مشترک آمدنی سے ہے وہ بھی مشترک ہے جو دکان لب سڑک حاجی قاسم کی زوجہ کے نام خریدی گئی ہے اس کا بھی یہی حال ہے جو شرط اس میں لگائی ہے وہ بھی لغو ہے[1] اسی طرح حاجی محمد کا خرید کردہ مکان جس کی وصیت حاجی قاسم نے پوتوں کے نام کی اور زوجہ حاجی محمد کا لکھنؤ والا خرید وتعمیر کردہ مکان یہ بھی مشترک ہے والدہ کے انتقال کے بعد اگر ان کے والدین میں کوئی زندہ نہیں تو ان کا ترکہ چاروں بیٹوں کو ملے گا یعنی عبدالغفور بھی اس ترکہ مادری میں مشترک ہوگا جو کہ پہلے ترکہ کو بھائیوں کے ہاتھ فروخت کر چکا تھا والدہ نے جو طلائی ہار کی وصیت پوتے کے لئے کی ہے اگر یہ والدہ کے ترکہ کے ایک تہائی کے اندر ہے تو شرعاً یہ صحیح اور معتبر ہے اگر ایک تہائی سے زائد ہے تو یہ چار بیٹوں کی اجازت پر موقوف ہے[2] والدہ اپنے شوہر کے ترکہ سے آٹھویں حصہ کی حقدار ہیں[3] مشترک روپیئے سے جو حج کئے گئے ایک بار یا دو بار اولاد کی جو شادیاں کی گئیں مشترک کاروبار میں مشترک خاندان ہر کم وبیش میں صرف ہوا ہی کرتا ہے اب اس کا کوئی حساب نہیں۔ کاروبار میں مشترک ہوتے ہوئے حاجی محمد کا یہ کہنا کہ سب مکانات

---

[1] المسلمون علی شروطهم الاشرطاحرم حلالااواحل حراماً، ترمذی شریف ص ۲۵۱/ج ۱/ ابواب الاحکام باب ماذکرعن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فی الصلح بین الناس،طبع مکتبه بلال دیوبند.

[2] ولاتصح بمازاد علی الثلث الاباجازة الورثة،ملتقی الابحر مختصراً ص ۴۱۸/ج ۴/کتاب الوصایا،دارالکتب العلمیة بیروت،درمختارعلی الشامی زکریاص ۳۳۹/ج ۱۰/کتاب الوصایا عالمگیری ص ۹۰/ج ۶/کتاب الوصایاالباب الاول،مطبوعه کوئٹه.

[3] واما للزوجات فحالتان الی قوله والثمن مع الولد الخ، سراجی ص ۱۲/فصل فی النساء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،عالمگیری ص ۴۵۰/ج ۶/الباب الثانی فی ذوی الفروض،مجمع الانهرص ۵۰۰/ج ۴/کتاب الفرائض،دارالکتب العلمیة بیروت.

وغیرہ میری ذاتی کمائی ہے اسی طرح ان کی زوجہ کا اس میں ہمنوائی کرنا غلط اور شرعاً غیر معتبر ہے تیس ہزار روپئے جو اس کاروبار پر قرض ہے وہ بھی سب مشترک ہے سب کو اس کاروبار سے وہ قرض ادا کرنا لازم ہے کسی کو انکار کرنے کا حق نہیں اب اگر علیحدہ گی چاہتے ہیں تو اولاً قرض ادا کردیں پھر جو کچھ بچے اس کو برابر تقسیم کرلیں۔ نقد بھی سامان بھی، زمین بھی، مکان بھی، دکان بھی عبدالغفور کا تعلق نہ والد کے ترکہ سے کچھ رہا نہ قرض سے نہ وہ ترکہ لیں گے نہ قرص میں شریک ہوں گے والدہ کے ترکہ میں سے ایک چوتھائی کے حقدار ہیں[1] اور جو قرض ان کے حصہ میں آئے گا وہ ان کے ذمہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۲/۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۶/۳/۱ھ

میراث کی ایک صورت اور وصیت نامہ

سوال:- زید کا انتقال ہوگیا ہے جس نے پسماندگان مندرجہ ذیل چھوڑے، ۳ بھتیجے اور ۲ بھتیجیاں نیز دو حقیقی بھانجے اور دو بھانجیاں۔ مسئلہ یہ ہے کہ زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا، کس کو کس قدر حصہ ملے گا؟ جبکہ زید کی مندرجہ ذیل وصیتیں بھی ہیں اور زید کا تعلق ایک مدرسہ سے تاوفات رہا ہے۔

وصایا:- (۱) میرے پاس کچھ دھات کے برتن ہیں جو میری ملک نہیں بلکہ مدرسہ کے ہیں۔

(۲) تمام کچے برتن میرے ہیں جن کو چاہیں دیئے جائیں۔

(۳) دو چار کتابوں کے علاوہ سب کتابیں میری ہیں جن کو حسب استعداد ضرورت

---

[1] اذااجتمع جماعة من العصبة فی درجة واحدة بقسم المال علیهم باعتبار ابدانهم الخ عالمگیری ص ۴۵۱/ج ۶/کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، مطبوعه کوئٹه.

مندلوگوں کو دیدی جائیں جن میں میرا خادم عمر بھی شامل ہے۔

(۴) میرے نئے پرانے کپڑے کس ایک شخص کو نہ دیئے جائیں بلکہ ضرورت مندوں کو دیدئے جائیں۔

(۵) بڑا صندوق میرا ذاتی ہے چھوٹا صندوق مدرسہ کا ہے جو بغیر استعمال کئے رکھا ہے۔

(۶) دو عدد بوریوں میں کپڑے ہیں، کچھ سلے ہوئے کچھ بغیر سلے وہ بھی میرے نہیں ہیں۔ نیز لکڑی کا صندوق اور چارپائی بھی میری نہیں ہے۔

(۷) میرے روپے کا حساب بکر وخالد دو شخصوں کو معلوم ہے۔ اگر کسی بھائی کا قرضہ ہو تو دو گواہوں کے ساتھ ان دونوں سے لے لے۔

(۸) میرے خرچ کے علاوہ جو کچھ بچے وہ مدرسہ کو دیدیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو اشیاء زید کی ملک نہیں بلکہ بطور امانت اس کے پاس تھیں وہ زید کا ترکہ نہیں اس میں کسی وارث کا حق نہیں۔ وہ جس کی ہیں اس کو دیدی جائیں[1]۔ جو اشیاء زید کی ملک تھیں وہ ترکہ ہیں۔ اولاً تجہیز وتکفین متوسط طریقہ پر کر کے جو کچھ بچے اس کے ایک تہائی میں وصیت پوری کی جائے۔ اس کے بعد بقیہ ترکہ تینوں حقیقی بھتیجوں کو برابر ملے گا[2] بھتیجیوں، بھانجوں، بھانجیوں کو

[1] وحق الامانة ان تؤدی الی اهلهاالخ مرقاة شرح مشکوة ص۱۰۶/ج۱/باب الکبائر وعلامات النفاق،الفصل الاول،مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

[2] قال علمائنارحمهم اللّٰه تعالیٰ تتعلق بترکة المیت حقوق اربعة مرتبة الاول یبدأ بتکفینه وتجهیزه من غیرتبذیرولا تقتیرثم تقضی دیونه بجمیع مابقی من ماله ثم تنفذ وصایاه من ثلث مابقی بعدالدین ثم یقسم الباقی بین ورثته الخ. سراجی ص۳/ مطبوعه یاسرندیم دیوبند،ملتقی الابحرص۴۹۳/ج۴/کتاب الفرائض،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،درمختارمع الشامی زکریاص۴۹۳/ج۱۰/کتاب الفرائض.

اس کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۷/۸۹ھ

تقسیم ترکہ اور غیر شرعی طور پر مقبوضہ زمین میں وراثت

سوال:- (۱) زید کا انتقال ہوا، اس کے ورثاء میں ایک بیوی، ایک حقیقی بھائی، ایک حقیقی بہن اور بھتیجے ہیں۔ زید کے ترکہ کی تقسیم شرعی کس طرح ہوگی؟ ان ورثاء میں کون کون اور کتنا کتنا حصہ پائیں گے؟ زید کے انتقال کے دس مہینہ بعد زید کے بھائی کا بھی انتقال ہوگیا۔ اب بھائی کے لڑکے ہیں۔

(۲) زید متوفی کی بیوی اور چار بہنیں ہیں۔ زید کے خسر نے اپنی ہر لڑکی کو ۲۵/۲۵/ بیگہ زمین باقاعدہ لکھ دی تھی، دو بہنیں پاکستان چلی گئیں، اس لئے ہندوستانی بہنوں نے کل سو بیگہ زمین نصف نصف بانٹ لی اور پچاس پچاس بیگہ زمین پر بہن قابض ہوگئی۔ زید کی پہلی بیوی نے فوت ہونے سے قبل اپنی مقبوضہ پچاس بیگہ زمین زید کو باقاعدہ لکھ دی تھی۔ زید بیوی کے فوت ہونے کے بعد اس پر قابض رہا۔ اب زید کی وفات کے بعد زید کے ترکہ میں پچاس بیگہ زمین بھی شامل ہوگی یا صرف ۲۵/ بیگہ جو زید کی بیوی کو اس کے والد نے دی تھی؟ پاکستانی بہنیں ابھی حیات ہیں اور انہوں نے اپنے حصہ کی زمین کسی کو ہبہ نہیں کی۔ زید کی موجودہ بیوی کے متعلق زید نے اپنی زندگی میں مرنے سے ایک ماہ قبل یہ کہا تھا کہ میرے بعد تم میری ۹۰ بیگہ زمین کی مالک ہوگی۔ سرکار کے قانون کے اعتبار سے زید کی بیوی کے نام زید کی آراضی کل اس کے نام ہوچکی تھی۔

---

[۱] ومن لا فرض لها من الاناث واخوها عصبة لا تصير عصبة باخيها. سراجی ص ۲۳/ باب العصبات، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری ص ۴۵۱/ ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات، مطبوعہ کوئٹہ.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مسئلہ۴

زید	مســــــــــــئله		
بیوی	بھائی	بہن	بھتیجے
۱	۲	۱	م

بشرط صحت سوال بعد ادائے دین مہر وغیرہ زید کا ترکہ چار سہام بنا کر ایک سہم بیوی کو ملے گا،[1] دو سہم بھائی کو ملیں گے ایک سہم بہن کو ملے گا۔ پھر بھائی کے انتقال کے بعد اس کا ترکہ اس کے ورثاء کو ملے گا[2]۔

(۲) زید کے خسر نے اپنی ہر لڑکی کو ۲۵/ بیگہ زمین لکھ دی تھی جن میں سے دو پاکستان چلی گئیں بقیہ دو نے ان کے حصہ کی زمین پر بھی بغیر کوئی معاملہ (بیع ہبہ وغیرہ) طے کئے قبضہ کرلیا تھا۔ یہ قبضہ شرعاً غلط تھا اس سے وہ سب کی مالک نہیں ہوگئی۔ پس ان میں زید کی بیوی کا زید کو اپنی پوری مقبوضہ زمین (۲۵/ بیگہ اپنی اور ۲۵/ بیگہ پاکستانی بہن کا حصہ) دیدنا شرعاً درست نہیں ہوا۔ پاکستانی بہن کے حصہ میں تصرف کا اس کو حق نہیں تھا[3] لہٰذا وہ ترکۂ زید نہیں۔

---

[1] واما للزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدةً عندعدم الولدالخ سراجی ص ۱۱/فصل فی النساء، مطبوعہ یاسرندیم دیوبند،مجمع الانہر ص ۵۰۰/ج۴/کتاب الفرائض،دارالکتب العلمیة بیروت، ہندیہ کوئٹہ ص ۴۵۰/ج۶/الباب الثانی فی ذوی الفروض.

[2] واماالاخوات لاب وام فاحوال خمس الی قولہ ومع الاخ لاب وام للذکرمثل حظ الانثیین الخ سراجی ص۱۶/فصل فی النساء،مطبوعہ یاسرندیم دیوبند،ہندیة کوئٹہ ص ۴۵۰/ج۶/ کتاب الفروض،الباب الثانی فی ذوی الفروض،مجمع الانہر ص ۵۰۰/ج۴/کتاب الفروض، دارالکتب العلمیة بیروت.

[3] لایجوزالتصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ،شامی زکریاص ۲۹۱/کتاب الغصب مطلب فیمایجوزمن التصرف بمال الغیر،الاشباہ والنظائر ص۱۵۷/الفن الثانی،کتاب الغصب،اشاعت الاسلام دہلی،قواعدالفقہ ص ۱۱۰/قاعدہ ص ۲۷۰/مطبوعہ اشرفی دیوبند.

موجودہ بیوی کے حق میں زید کا زمین کے متعلق وصیت کرنا اس شرط پر معتبر ہوسکتا ہے کہ اس کے بھائی اور بہن نے بھی اس کی اجازت دی ہو ورنہ یہ وصیت معتبر نہیں۔[1] زمین کی مالک اگر حکومت ہے تو اس کا قانون معتبر ہوگا وہ چاہے جس کے نام کردے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند

وراثت کی ایک صورت

سوال:- ظہورالحی مرحوم نے بذریعہ وصیت نامہ اپنی تحریر میں کہا کہ علاوہ نقد کے دیگر جائیداد منقولہ میں سے میری اہلیہ کا حصہ نکال کر مابقی جائیداد کو فروخت کردیا جائے اور اس کے زرِ ثمن کو حمیدہ اختر سلمہا کے جہیز تیار کرنے میں لگادیا جائے۔ اور شادی ہوگئی تو دوسری بہنوں کے جہیز میں لگادیا جائے۔ ابھی حمیدہ اختر اور دوسری بہنوں کی شادی نہیں ہوئی۔ کیا وصیت مرحوم بہن اور بھائی کی موجودگی مرحوم کی جائیداد کا مصرف مرحوم کی اہلیہ کی بھتیجوں پر ازروئے شرع جائز ہے اور نفاذ پذیر ہے یا نہیں؟

(۲) کیا مرحوم کی وقفیہ جائیداد کا متولی مرحوم کی حقیقی بہنیں اور بھائی کی موجودگی میں ان کی اہلیہ اور ان کے مرنے کے بعد ان کی بھتیجیاں وغیرہ ازروئے شرع ہوسکتی ہیں یا نہیں؟ یا ان کے بھائی اور بہن؟

---

[1] لاوصیة لوارث الاان یجیزھا الورثة یعنی عند وجودوارث آخر. الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار زکریا ص ۳۴۶/ج ۱۰/کتاب الوصایا، ملتقی الابحر ص ۴۱۸/ج ۴/کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیة بیروت، ھندیه کوئٹه ص ۹۰/ج ۶/کتاب الاوصایا، الباب الاول.

[2] المالک ھو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک، تفسیربیضاوی ص ۷/ تحت سورة فاتحه، مطبوعه رشیدیه دھلی.

الجواب حامداً ومصلیاً

بھائی بہن کی موجودگی میں بہن کی لڑکیاں وارث نہیں، ان کے حق میں وصیت شرعاً معتبر ہے۔ لہٰذا مرحوم کے ترکہ کے ایک ثلث (۱/۳) میں وصیت نافذ کی جائے گی[۱]

(۲) مرحوم نے اپنے بعد کے لئے جس کو متولی جائیداد موقوفہ قرار دیا ہے وہ متولی ہوگا اور مرحوم کی قائم کردہ ترتیب کا شرعاً لحاظ رکھا جائے گا[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۹۵ھ

تقسیم میراث کی ایک صورت

سوال:- چند مکان ترکہ کی صورت میں ایسے ہیں جن کو زید مرحوم کے بھائیوں اور زید کے وارثان پر تقسیم کرنا ہے۔ ان مکانات میں وارثان کا جو حصہ متعین ہو وہ مجموعی طور پر وارثان کی رضامندی سے ایک ہی مکان میں کل حصہ دیدیا جائے گھر ہستی کے بٹوارہ میں جس سامان کے نقصان کا اندیشہ ہو تو اس کو فروخت کر کے قیمت تقسیم کردی جائے تو یہ طریقہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بچوں کے حق میں یہ مفید ہو کہ مختلف مکانات سے ان کا حصہ نکال کر ایک مکان

---

[۱] وتجوز بالثلث للاجنبی عندعدم المانع وان لم یجز الوارث ذلک لاالزیادة علیه الخ درمختارعلی الشامی زکریاص ۳۳۹/ج ۱۰/اول کتاب الوصایا، ملتقی الابحر ص ۴۱۸/ج ۴/ کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص ۹۰/ج ۶/کتاب الوصایا، الباب الاول.

[۲] مرعاة غرض الواقفین واجبة الخ شامی زکریا ص ۶۶۵/ج ۶/ کتاب الوقف مطلب مرعاة غرض الواقفین واجبة الخ، النهر الفائق ص ۳۲۵/ج ۳/کتاب الوقف، دارالکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۳۴۵/ج ۵/کتاب الوقف.

E:\F.M.Fainal\Jild-30\06-Zavilfuroz

میں جمع کر دیا جائے کہ اس میں کسی کی شرکت نہ ہو تو یہ بھی درست ہے۔[۱] لیکن قیمت کا اندازہ دیانت دار اور تجربہ کار حضرات سے کرایا جائے تا کہ بچوں کو نقصان نہ ہو۔ جو سامان بچوں کی ضرورت سے زائد ہو اور حفاظت کرنے میں اس کے ضائع ہونے یا خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کو فروخت کر کے قیمت کو محفوظ کر لینا بہتر ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

وراثت

سوال:- محمد یامین نے بیوہ محمد یوسف سے نکاح کیا، ساتھ میں محمد اصغر آیا جو سوتیلا بھتیجا تھا۔ اب محمد یامین کی اس بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ محمد یوسف ہی محمد علی کی پہلی بیوی سے تھا۔ باقی سب اولاد محمد علی کی دوسری بیوی سے ہے۔

(۱) چندا جو کہ محمد علی کا سگا بھتیجا ہے اس کی جائیداد میں کتنے کا حقدار ہے؟ اور چچیرے بھائیوں کی نجی جائیداد میں حقدار ہے یا نہیں؟

(۲) بشیرن لڑکی محمد علی اپنے باپ کی جائیداد میں کتنی حقدار ہے اور بھائیوں کی نجی جائیداد میں بھی حقدار ہے یا نہیں اگر ہے تو کتنی؟

(۳) محمد یوسف جس کا باپ کے سامنے انتقال ہوا، باپ کی جائیداد میں حقدار ہے یا نہیں؟ محمد یوسف کی نجی جائیداد کا مالک محمد اصغر ہے اس میں سے بھتیجا احمد حسن بھی حقدار

---

[۱] تقسیم الدور بعضها فی بعض اذا كانت فی مصر واحد وكانت القسمة اصلح لهم الی قوله واذا قسم الكل قسمة واحدة يجتمع نصيب كل واحد منهم فی دار واحدة وينفع بذلک الخ زيلعی ص ۲۷۰/ كتاب القسمة. مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] وله بيع المنقول لا العقار ولا يشتری الا الطعام والكسوة لانهما من حفظ الصغير، الدر المختار علی هامش ردالمحتار زكريا ص ۲۶۸/ ج ۸/ كتاب الوكالة قبيل باب الوكالة بالخصومة والقبض.

ہے یا نہیں؟

(۴) محمد یامین نے سوتیلے بھائی محمد یوسف کی بیوہ حفیظن سے نکاح کیا ساتھ میں محمد اصغر آیا۔ اس لئے محمد یامین کا حصہ محمد اصغر کو ملنا چاہئے یا نہیں؟ اور اس کی والدہ کی محمد اصغر کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں، محمد یامین سے بھی کوئی اولاد نہیں۔ محمد یامین کی نجی جائیداد سے بھتیجے احمد حسن کو جو حیات ہے حق پہنچتا ہے یا نہیں؟ اگر پہونچتا ہے تو کتنا؟

(۵) محمد حسن کا حق اور اس کی نجی جائیداد کا مالک احمد حسن ہے یا کسی اور کو بھی حق پہنچتا ہے اگر پہنچتا ہے تو کتنا؟

(۶) امیر حسن کا انتقال والد کے سامنے ہوا مگر اس نے نجی جائیداد بھی چھوڑی، اس میں کتنا کتنا کس کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محمد علی کے انتقال کے وقت پسری اولاد موجود ہونے کی وجہ سے بھتیجا محروم رہے گا۔ چندا کو محمد علی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا۔ جس چچیرے بھائی نے اپنے انتقال پر اپنے والد یا اپنے لڑکے کو چھوڑا ہے، اس کے ترکہ سے بھی چندا کو کچھ نہیں ملے گا[1]۔

(۲) محمد علی کے انتقال پر دولڑکے اور ایک لڑکی موجود تھی اس کا ترکہ پانچ حصہ بنا کر دو دو حصے دونوں لڑکوں کو ملیں گے اور ایک حصہ لڑکی بشیرن کو ملے گا[2] بھائیوں کے ترکہ سے اس کو

[1] الاقرب فالاقرب یرجحون بقرب الدرجة اعنی اولٰھم بالمیراث جزء المیت ای البنون ثم بنوھم وان سفلوا ثم اصلہ ای الاب الخ سراجی، ص ۲۲/باب العصبات، عالمگیری ص ۴۵۱/ ج ۶/کتاب الفروض الباب الثالث فی العصبات، مطبوعہ کوئٹہ، درمختار علی الشامی زکریا ص ۵۱۸/ج ۱۰/کتاب الفرائض فصل فی العصبات.

[2] واما البنات الصلب فاحوال ثلث الی ماقال ومع الابن للذکر مثل حظ الانثیین الخ سراجی ص ۱۲/فصل فی النساء، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۴۸/ج ۶/کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، زیلعی ص ۲۳۴/ج ۶/کتاب الفرائض، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

کچھ نہیں ملے گا کیونکہ کسی بھائی نے باپ کو چھوڑا، کسی نے بیٹے کو چھوڑا، دونوں صورتوں میں بشیرن محروم ہے[۱]۔

(۳) محمد یوسف کا انتقال باپ کے سامنے ہوگیا وہ باپ کا وارث کیسے ہوتا۔ اگر اس نے کوئی ذاتی جائیداد چھوڑی ہے خواہ سامان یا نقد وغیرہ چھوڑا ہے تو اس میں سے بھی بھتیجا احمد حسن حقدار نہیں[۲]۔

(۴) محمد یامین کے ترکہ سے محمد اصغر کو اس وجہ سے کچھ نہیں ملے گا کہ وہ اس کی بیوی کے ساتھ آیا ہے، حقیقی بیٹا ہوتا تو مستحق ہوتا۔

(۵) اس کا وارث لڑکا احمد حسن ہے، بھائی بھتیجا کوئی وارث نہیں[۳]۔

(۶) اس کا وارث باپ محمد علی ہے[۴]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۳/۱۲ھ

جائیداد موروثہ میں سے بقدر حصہ قیمت دے کر کسی وارث کو الگ کر دینا

سوال:- زید نے اپنی زندگی میں یکے بعد دیگرے دو عقد نکاح کئے۔ پھر زید کا انتقال ہوگیا پسماندگان میں دونوں بیوی سے نو اولادیں اور ایک بیوہ ہے۔ ترکہ کے بٹوارے میں بڑی دقتیں حائل ہوگئی ہیں۔ اندیشہ نزاع پیدا ہو جانے کا ہے۔ ضروری معلوم ہوا کہ شرعی طور سے معاملات کی وضاحت حاصل کرکے اطمینان کرلیا جائے تاکہ بٹوارہ کے بعد مرنے

---

[۱] وبنو الاعيان والعلات كلهم يسقطون بالابن وابن الابن وان سفل وبالاب بالاتفاق الخ سراجی ص۱۷/فصل فی النساء، زیلعی ص۲۳۷/ج۶/کتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص۴۹۷/ج۸/کتاب الفرائض.

[۲]، [۳]، [۴] حوالہ مذکورہ بالا۔

والوں کے ذمہ کسی طرح کا مواخذہ نہ رہے۔

مسائل یہ ہیں:-ایک قدیمی کاروبار میں دو قدیمی بھائی برابر کے شریک دار تھے۔ان دونوں نے ایک قطعہ مکان اور چند کمپنیوں کے شیر (حصہ) اس مشترکہ کاروبار کی رقم سے زید کے نام خرید کیا تھا کیونکہ دونوں بھائیوں کی اولادوں میں اس وقت سب سے بڑے یہی تھے۔ اور رقم کاروباری کاغذات میں خرید جائیداد کھاتہ کے نام سے لکھ دی گئی تھی۔مکان وشیئر کا منافع اور ان کے جو مصارف کا اندراج کاروباری کاغذات میں ہوا کرتا تھا سالانہ مجموعی منافع شرکاء پر تقسیم ہو جاتا تھا۔ان دونوں کے انتقال کے بعد ان دونوں کی اولادیں کاروبار میں شریک دار ہوئیں اور شرکاء پر منافع تقسیم ہوتا رہا۔زید کا انتقال ہو گیا۔انتقال کے بعد جب قانونی مشورہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مکان وشیئر کے قانونی مالک زید مرحوم کے وارثان ہیں۔ زید مرحوم کے بھائیوں کا حقِ ملکیت اس وقت تک قابلِ تسلیم نہ ہوگا جب تک جملہ وارثان زید کے نام بھائیوں کے بیعنامہ نہ کرا دیں۔ان سب دشواریوں کے ہوتے ہوئے اگر یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ مکان وشیئر کی پختہ قیمت کا تخمینہ کر کے زید مرحوم کے کاروباری سرمایہ سے زید مرحوم کے بھائیوں کو ان کے حصہ کے مطابق رقم دے دی جائے تو یہ طریقہ مناسب رہے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح کر لینا شرعاً درست ہے۔اس صورت میں بھائیوں کا جو حق وحصہ مکان اور کمپنیوں کے شیئرز میں تھا اس کا معاوضہ ان کو مل جائے گا اور تقسیم جائیداد کی زحمت بھی نہیں ہوگی[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اذا کانت الترکة بین ورثة فاخرجوا احدھم منھا بمال اعطوہ ایاہ والترکة عقار أوعروض صح قلیلاً کان ما اعطوہ اوکثیراً، عالمگیری کوئٹہ ص ۲۶۸ / ج۴ / کتاب الصلح، الباب الخامس عشرفی صلح الورثة والوصی فی المیراث.

تقسیم ترکہ کی ایک صورت

سوال:- ایک مکان ہے جو کہ موروثی ہے اور یہ مکان ہماری دادی مرحومہ کی ذاتی ملکیت تھی اس کے انتقال کے بعد ترکہ پہونچا ان کے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کل یہی اولاد تھی (ہماری دادی جان کے) لہٰذا بیٹا یعنی ہمارے والد مرحوم کا دو حصہ ہوا اور بیٹی کا ایک لیکن ان دونوں بھائی بہنوں نے اپنی زندگی میں بٹوارہ نہیں کیا اور بغیر بٹوارہ عمل میں لائے ہمارے والد ہماری پھوپھی انتقال کر گئیں ہماری پھوپھی کی تین اولاد ہیں یعنی ایک بیٹا اور دو بیٹی اور ہمارے والد کی اولادیں چار ہیں یعنی ہم تین بھائی اور ایک بہن۔

دادی

بیٹا — بیٹی

بیٹی	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹا
ثریا	واحق	واثق	طارق	قدسیہ	نجمہ	مستقیم

اب یہ بھی جان لیں کہ ہمارے دونوں بھائی بچپن ہی سے کمزور دماغ واقع ہوئے ہیں اوران کی دماغی حالت صحیح نہیں کہی جاسکتی۔

چھوٹا بھائی واحق تو نیم پاگل ہے اور بڑے بھائی طارق پاگل تو نہیں کہے جا سکتے لیکن انہیں عقل و سمجھ کی حد سے زیادہ کمی ہے اور مراحق ہیں دماغ کمزور ہونے کی وجہ سے کچھ بھی لکھ پڑھ نہیں سکتے۔ ثریا بہن اور ہم دماغی حیثیت سے بہتر ہیں۔

ہماری پھوپھی ہمیشہ سعودی عرب میں اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہیں اور ہم پر پورا بھروسہ کرتی ہیں۔ ہماری دونوں پھوپھی زاد بہن خود سر ہیں اور غیر شادی شدہ ہیں بزرگوں کا کہنا نہیں مانتی البتہ چال چلن ان کا درست ہے ان کا چھوٹا بھائی مستقیم بھی ہمارے بھائیوں کی طرح ہے۔

مذکورہ مکان کی بات چیت جب ہم نے اپنی پھوپھی زاد بہنوں سے چند سال قبل کی تو وہ لوگ اس پر راضی نہیں ہوئے کہ ہم لوگوں کو ہمارے والد کا دوحصہ مکان میں ملے اگر زبردستی کی جاتی اور قانونی کارروائی کی جاتی تو اندرونی معاملہ تو کوئی دیکھتا نہیں اور لوگ یہ کہتے کہ لڑکیوں کو بے سہارا پاکرستا رہے ہیں اس لئے ہم خاموش رہے سال گذشتہ جب ہم نے تلاش معاش کے لئے امریکہ جانے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ والدہ اور بھائیوں کا حصہ ان کے حوالہ کردیں تو ہم نے پھوپھی زاد بہنوں سے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا لیکن بے فائدہ۔

اس بات پر مصر ہیں کہ جتنا حصہ ہمارے قبضہ میں ہے جو آدھے سے بھی بہت کم ہے بس اتنا ہی لے کر اطمینان کرلیں اور بقیہ حصہ مکان کا ان لوگوں کے لئے چھوڑ دیں ہم نے سمجھایا لیکن وہ نہیں مانیں جب ہم نے قانونی کارروائی کی دھمکی دی تو وہ رونے لگی اور کہا کہ تھوڑا سا لے لو اس پر میرے دماغ میں یہ بات آگئی کہ جو تھوڑا سا یہ لوگ دینے کو راضی ہوئے ہیں اور زیادہ کے اصرار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ وہ ہرگز نہیں مانے گی تو پھر مقدمہ لڑنے کے سوائے کوئی چارہ نہ ہوگا۔ اس طرح وہ مکان بکتا نہیں کہ جس کے لئے گاہک تیار تھا اس طرح میرے امریکہ جانے میں رکاوٹ پیدا ہوجاتی میرے نفس کو بڑی تسکین ہوئی کہ جو خاندان میں کسی سے نہ دبیں ان کو ہم نے دبا دیا ان تینوں باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو تھوڑی سی زیادہ زمین وہ لینے کو کہہ رہی تھیں ہم لینے کو تیار ہوگئے جس کے لینے کے بعد بھی پورے مکان میں $\frac{2}{3}$ کے بجائے آدھے سے کم ہی حصہ ہم لوگوں کو ملا۔

ہماری والدہ مرحومہ کو اس کے متعلق خبر نہ تھی ہم نے وثیقہ اس طرح لکھوایا کہ ہمارے والد نے اس مکان کا اپنا حصہ ہماری والدہ کو زبانی ہبہ کردیا تھا جو حقیقت نہیں تھا وثیقہ پر دستخط ان لوگوں کا اور میرا بحیثیت مختار عام کے ہوگیا لیکن یہ اس وقت ہم نے نہ سوچا کہ ایسا کرکے ہم اپنے بھائیوں اور بہنوں اور والدہ کی حق تلفی کررہے ہیں۔

بات یہ ہے کہ چھوڑی ہوئی سب جائداد ہم لوگوں نے انتظامی سہولت کے خیال سے

والدہ مرحومہ کے نام کر دیا تھا۔

والدہ کو جب معلوم ہوا کہ ہم مکان فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ کہیں والدین کی حیات میں بٹوارہ ہوتا ہے وہ چاہتی نہ تھیں کہ بٹوارہ ہو پھر انہوں نے کہا کہ پہلے مکان نجمہ وغیرہ سے (ہماری پھوپھی زاد بہنوں سے بٹوارہ کرلوگے تب نا) ہم نے جواب دیا کہ ان لوگوں سے جھنجھٹ کون مول لے جتنا بھی دینے کو تیار ہوں ہم لے کر معاملہ ختم کر لیتے ہیں۔ ہم نے یہ نہیں کہا کہ معاملہ ختم کر دیا ہے والدہ نے کہا اپنا حصہ کوئی کیسے چھوڑ دے گا پھر وہ خاموش ہوگئیں اس واقعہ کے چار روز بعد ان کا انتقال ہوگیا خانگی بٹوارہ نامہ جو ہمارے اور ہماری پھوپھی زاد بہنوں کے درمیان ہوا اور وہ سادہ کاغذ پر ہوا تھا۔ وہ کاغذ ہمارے پاس ہے فریق دوئم کے پاس کوئی کاغذ نہیں ہے۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ (۱) جو بٹوارہ ہم اپنی پھوپھی زاد بہنوں سے کر چکے ہیں اسی پر عمل کریں۔ اس پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنی والدہ اپنے بھائیوں اپنی بہن کے حصوں کی خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ ان کی بغیر اجازت جب کہ ہم ان کے منتظم تھے ہم نے ان کے حصے کی تھوڑی تھوڑی زمین اور مکان اپنی پھوپھی زاد بہنوں کے حوالہ کر دیا ناجائز طریقہ سے۔

(۲) جو بٹوارہ ہم اپنی پھوپھی زاد بہنوں سے کر چکے ہیں۔ اس کو کالعدم سمجھیں اور بٹوارہ نامہ پھاڑ کر پھینک دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو بٹوارہ پھوپھی کی اولاد کے ساتھ آپ نے کیا وہ بغیر دیگر ورثہ (بہن بھائیوں والدہ) کی اجازت سے کیا آپ کو اس کا حق نہیں تھا اگر سب نے منظور نہیں کیا تو وہ قابل عمل نہیں[1] دادی صاحبہ کے انتقال کے وقت اگر ان کے والدین اور شوہر موجود نہیں تھے تو ان کا

---

[1] ولایجوز لاحدھما ان یتصرف فی نصیب الاخر الامرہ الخ عالمگیری (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ترکہ تین حصے ہوکر ایک حصہ آپ کی پھوپھی صاحبہ کا تھا اور دو حصے آپ کے والد صاحب[1] کے پھر والد صاحب کے انتقال پر ان کا ترکہ آٹھ حصے ہوکر ایک حصہ آپ کی والدہ کا[2] اور ایک حصہ آپ کی بہن کا۔ اور دو دو حصے آپ تینوں بھائیوں کے ہوئے[3] پھوپھی کی اولاد کو ۱/۳ سے جس قدر زائد دیا اس کی قیمت لگا کر اب والدہ کے انتقال کے بعد اس کے سات حصے بنالیں ایک حصہ اپنی طرف سے بہن ثریا کو دے دیں اور دو دو حصے دونوں بھائیوں وافق، طارق کو دے دیں اپنے دو حصے گویا کہ بٹوارہ کی صورت میں پھوپھی کی اولاد کو دے ہی چکے ہیں۔ ان بہن بھائیوں کو اس پر راضی کرلیں[4] کہ انہوں نے اتنا اتنا اپنا حصہ فروخت کردیا والدہ کا حصہ بھی سب آپ چاروں کو پہنچا ہی تھا (جب کہ ان کے والدین نہیں تھے اس طرح کر لینے سے آپ کو نہ عدالت میں جانا پڑے گا نہ وعدہ خلافی ہوگی نہ بہن بھائیوں کی حق تلفی ہوگا نہ آخرت کا مؤاخذہ ذمہ میں رہے گا۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) كوئٹه ص ۳۰۱/ ج ۲/ كتاب الشركة، الباب الاول الخ، فتاوى قاضيخان ص ۶۱۲/ ج ۳/ كتاب الشركة، مطبوعه كوئٹه شامى كراچى ص ۳۰۰/ ج ۴/ كتاب الشركة.

---

[1] واما لبنات الصلب فاحوال ثلث الى قوله ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين الخ سراجى ص ۱۲/ فصل فى النساء، هندية ص ۴۴۸/ ج ۶/ كتاب الفرائض، الباب الثانى فى ذوى الفروض مطبوعه كوئٹه، زيلعى ص ۲۳۴/ ج ۶/ كتاب الفرائض، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] واما للزوجات فحالتان الى قوله والثمن مع الولد وولدالابن الخ سراجى ص ۱۲/ فصل فى النساء، هنديه كوئٹه ص ۴۵۰/ ج ۶/ كتاب الفرائض، الباب الثانى فى ذوى الفروض، مجمع الانهر ص ۵۰۰/ ج ۴/ كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت.

[3] وامالبنات الصلب فاحوال ثلٰث الى ماقال ومع الابن للذكرمثل حظ الانثيين الخ، سراجى ص ۱۲/ فصل فى النساء، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، هنديه ص ۴۴۸/ ج ۶/ كتاب الفرائض، الباب الثانى فى ذوى الفروض، مطبوعه كوئٹه، زيلعى ص ۲۳۴/ ج ۶/ كتاب الفرائض، مطبوعه امداديه ملتان.

[4] ولا يجوز لا حد هما أن يتصرف فى نصيب الاخر الاباامره الخ عالمگيرى ص ۳۰۱/ ج ۲/ (مطبوعه كوئٹه) كتاب الشركة الباب الاول.

بہن بھائیوں میں سے جو اپنا حصہ جو کہ پھوپھی کی اولاد کے پاس بٹوارہ میں چلا گیا جس کے سات حصے بنانے کے لئے اوپر لکھا گیا ہے بخوشی معاف کردے تو آپ اس کے حصہ کی قیمت دینے سے بری ہوجائیں گے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۹۱ھ

مدت متعینہ گزرنے کے بعد مکان مرہون کا حکم اور تقسیمِ میراث کی ایک صورت

سوال:- (۱) زید کا انتقال ہوگیا اور بکر اس کی جائداد کا مالک بن گیا ملکیت اس کے پاس جو آئی ہے اس میں ایک مکان ہے جو ایک سو سال قبل عمر نے زید کو ایک ہزار روپے میں رہن دیا تھا شرط یہ تھی کہ اگر تین سال میں رقم ادا نہ کی گئی تو زید مکان کا مالک بن جائے گا۔ حکومت نے اس کو مالک تسلیم کرلیا اور زید اس کا مالک بن گیا شرعاً اس مکان کو واپس کرنا چاہئے یا نہیں دیگر یہ کہ عمر کا انتقال ہوچکا ہے اور اب اس کا کوئی وارث باقی نہیں رہا تو اس صورت میں بکر کیا اس مکان کا مالک بن جاتا ہے۔ اس مکان کو وقف کردیا جائے اور اگر وقف کیا جائے تو کس نیت سے کیا جائے؟

(۲) زید کے چار وارث ہیں۔ تین لڑکیاں اور ایک لڑکا۔ زید نے اپنے مرنے کے بعد کئی مختلف اشیاء چھوڑی ہیں جس میں کچھ اشیاء وارثوں کی تعداد سے کم ہیں اور کچھ اشیاء ایسی ہیں جو گھریلو کام کی ہیں۔ لیکن بازار میں ان کا کوئی خریدار نہیں۔ مثلاً زید کے ذاتی کپڑے ٹوپیاں،، شیروانیاں، ازاربند وغیرہ وغیرہ آئینہ ایک عدد، موزے دو جوڑے، بنیان، فاؤنٹن پین، پینسل، کچھ برتن کانچ کے اور کچھ تانبے کے اس کے علاوہ تالے چھوٹے بڑے کئی عدد ہیں جن کے داموں کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا اس کے علاوہ رضائی تکیہ اور گدے وغیرہ بھی ہیں،

جواہرات میں کچھ ایسے ہیں جن میں کچھ اصلی اور نقلی کی تمیز ناممکن ہے جو ہری بھی ان کی صحیح رہبری نہیں کر پاتے ان کے علاوہ کچھ موتی کچھ قیمتی پتھر مثلاً زبرجد اور جواہر مہرہ وغیرہ بہت قلیل تعداد میں ہیں۔ جن کو بازار میں اگر فروخت کیا جائے تو قیمت بہت کم آئے گی اور خریدنے جائیں تو پھر قیمت بہت بڑھ جاتی ہے نیز اس قسم کی اور کئی چھوٹی موٹی چیزیں ہیں لہٰذا شرعاً وارثوں کا ہی تقسیم کا جو آسان طریقہ ہے وہ بتایا جائے اور تقسیم کی نسبت فرداً فرداً بتایا جائے تاکہ اس کے مطابق مذکورہ ملکیت کو تقسیم کیا جائے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اس طرح رہن رکھ کر شرعاً ملکیت کا استحقاق نہیں ہوتا اس مکان کی واپسی لازم تھی یا زید کو مالک مکان اجازت دے دیتا کہ تم اس مکان کو فروخت کر کے اپنا روپیہ وصول کرلو اور بقیہ جو قیمت کا روپیہ قرض سے زائد ہو وہ مجھے دے دو[1] لیکن ایسا نہیں کیا گیا اور قانونی اعتبار سے زید کو مالک تجویز کر دیا گیا پس اگر عمر نے اس کو تسلیم کرلیا اور رضامندی دے دی کہ قرض کے عوض یہ مکان تمہارے ہاتھ فروخت کرتا ہوں اور زید نے اس کو منظور کرلیا تو زید مالک ہوگیا زید کے انتقال کے بعد اگر اس کا صحیح وارث صرف بکر ہے تو اب وہ مالک ہے زید اور عمر کے درمیان مکان سے متعلق بیع کا اگر علم نہ ہو اور یہ ظاہر ہوتا ہو کہ محض قانونی مجبوری اور بے بسی کی وجہ سے عمر کچھ چارہ جوئی نہیں کر سکا اس لئے اس مکان پر زید کا قبضہ رہا اور اتنی مدت میں بمقدار قرض اس مکان سے آمدنی بھی حاصل کر چکا تو بکر اب اس مکان کو عمر کی طرف سے بطور صدقہ کسی غریب کو دے دے کہ اس کا ثواب عمر کو پہنچے اور زید کو اس کے وبال سے بچالے[2]۔

---

[1] ولیس له ان یبیع الا بتسلیط من الراهن (هدایه ص ۵۲۲/ ج ۴/) کتاب الرهن، مطبوعه تهانوی دیوبند، شامی زکریا ص ۱۲۵/ ج ۱۰/ کتاب الرهن، باب التصرف فی الرهن الخ عالمگیری ص ۴۶۲/ ج ۵/ کتاب الرهن، الباب الثامن فی تصرف الراهن الخ مطبوعه کوئٹه.

[2] واما اذا کان عندرجل مال خبیث فاماان ملکه بعقدفاسداوحصل له بغیر عقد ولایمکنه ان یرده الی مالکه ویرید ان یدفع مظلمته عن نفسه فلیس له حیلة الاان (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

(۲) چاروں وارث ہر چیز کی قیمت اہل تجربہ سے لگوا کر پانچ حصے بنالیں، تقسیم کرلیں[۱] جوشئی جس وارث کے لئے مناسب ہو وہ ساری اس کے حصہ میں بھی لگا سکتے ہیں مثلاً اس طرح کہ ایک شئی کی قیمت پانچ سو روپے ہیں وہ سب ایک وارث کو دے دی جائے جو کہ ایک سو کا مستحق ہے اور چار سو کی مقدار جو کہ اس کے پاس دیگر ورثہ کی آ گئی ہے اس کے عوض کسی دوسری شئی سے اس کا حصہ ساقط کر کے دوسروں کو دے دیا جائے اگر کچھ چیزیں خیرات کرنا چاہیں تو سب ورثہ بعد تقسیم کے ان سب کی طرف سے خیرات کردیں جب ہر چیز کی قیمت لگا کر پانچ حصہ تصور کر لئے جائیں گے تو تقسیم آسان ہوگی پھر جو وارث چاہے اپنا حصہ دوسرے کو فروخت بھی کرسکتا ہے۔ مثلاً فاؤنٹن پین کی قیمت پانچ روپیہ ہے وہ ایک لڑکی لے لے اور ایک ایک روپیہ دونوں بہنوں کو دے دے دو روپیہ بھائی کو دے دے سب رضامندی سے اس طرح طے کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۵ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین عفی عنہ، ۹۲/۳/۶ھ

لڑکی کا حصۂ میراث

سوال:- اگر کوئی شخص قوم فقیر بلا اولاد ذکور مر جائے اور اس کی جائیداد اراضی اس

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) یدفعہ الی الفقراء الخ بذل المجھود ص ۳۷/ ج ۱/ کتاب الطھارۃ باب فرض الوضوء، مطبوعہ یحیوی سہارنپور، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۴۹/ ج ۵/ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب، شامی زکریا ص ۳۰۱/ ج ۷/ باب البیع الفاسد مطلب فیمن ورث مالاً حراماً.

[۱] اذا اختلط البنون والبنات عصب البنون البنات فیکون للابن مثل حظ الانثیین الخ زیلعی ص ۲۳۴/ ج ۶/ کتاب الفرائض، مطبوعہ امدادیہ ملتان، بحر کوئٹہ ص ۴۹۴/ ج ۸/ کتاب الفرائض، سراجی ص ۱۲/ فصل فی النساء، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

E:\F.M.Fainal\Jild-30\06-Zavilfuroz

کی پیدا کردہ یا اس کے والد کی پیدا کردہ ہو اور اس کا برادر حقیقی یا چچا حقیقی یا بھتیجہ حقیقی نہ ہو صرف دختر ہو تو دختر کو اس کا ترکہ شرعاً ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دختر کو نصف ترکہ تو ضرور ہی ملے گا[1] اور اگر کوئی ذوی الفروض اور عصبات میں سے موجود نہیں تو دوسرا نصف بھی اسی کو مل جائے گا یعنی وہ کل کی وارث ہو جائے گی[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

لڑکی کی میراث

سوال:- لڑکی کو اپنے والد کی جائیداد میں سے کتنا حصہ ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکی کی میراث کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ میت کی لڑکی تو صرف ایک ہو اور لڑکا کوئی نہ ہو تو اس صورت میں لڑکی کو میت کے کل ترکہ کا نصف ملتا ہے دوم یہ کہ لڑکیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں اور لڑکا کوئی نہ ہو تو اس صورت میں ان لڑکیوں کو میت کے کل ترکہ کا دو ثلث ملتا ہے سوم یہ کہ کوئی لڑکا بھی ہو اس صورت میں لڑکے سے نصف کی مستحق ہوگی خواہ ایک لڑکا ہو

---

[1] واما النساء فالاولی البنت ولها النصف اذاانفردت عالمگیری کوئٹہ ص ۴۴۸/ ج ۶/ کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، البحرالرائق کوئٹہ ص ۴۹۴/ ج ۸/ کتاب الفرائض، سراجی ص ۱۲/ فصل فی النساء، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند.

[2] مافضل عن ذوی الفروض ولامستحق له یردعلی ذوی الفروض بقدرحقوقهم سراجی ص ۴۲، ۴۳/ باب الرد، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۶۹/ ج ۶/ کتاب الفرائض، الباب الرابع عشرفی الرد، الدرالمختارمع الشامی کراچی ص ۷۶۴/ ج ۶/ کتاب الفرائض.

یا زیادہ[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اولاد کی موجودگی میں بیوی کا حصہ کتنا ہوگا؟

سوال:- ہماری اس طرح کی تقسیم شرع کے موافق ہے یا نہیں یعنی اس طرح جائداد کے سات حصے کر کے پانچ مرد لڑکوں کو دولڑکیوں کو ایک حصہ، والدہ کو ایک حصہ۔

ایضاً:- زمین کی اس طرح کی تقسیم کہ ایک ہی جگہ رکھ کر ہر ایک کو اس کے حصہ کے موافق حقدار قرار دینا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کی والدہ کا اس میں حصہ $\frac{1}{8}$ ہے[۲] جیسا کہ آپ نے بھی لکھا ہے کہ اگر تمام بھائی بہن بخوشی والدہ کو زائد دینا چاہیں تو اختیار ہے[۳]۔

(۲) سب رضامند ہوں تو زمین کو ایک جگہ رکھ کر سب کو حق دار قرار دینا بھی درست ہے۔ تقسیم کر کے الگ کرنا ضروری نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳ $\frac{1}{88}$ ھ

---

[۱] واما البنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة والثلثان لاثنتين فصاعدة ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين الخ سراجی ص ۱۲ /فصل فی النساء، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۴۴۸ /ج ۶ /کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، البحرالرائق کوئٹه ص ۴۹۴ /ج ۸ /کتاب الفرائض.

[۲] اما للزوجات فحالتان الربع لواحدة فصاعدة عند عدم الولدوولدالابن وان سفل والثمن مع الولدالخ سراجی ص ۱۲ /فصل فی النساء، شامی زکریا ص ۵۱۲ /ج ۱۰ /کتاب الفرائض، زیلعی ص ۲۳۳ /ج ۶ /مطبوعه امدادیه ملتان.

[۳] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوكة كيف شاء الخ بيضاوی شريف ص ۷ /ج ۱ / سورة الفاتحه.

ایک بیٹا اور دو بیٹی کے درمیان وراثت کی تقسیم

سوال:- مسمی حاجی کریم الدین کا انتقال ہوا اس نے ایک لڑکا حاجی عزیز الدین تین لڑکیاں مسماۃ مجیدن، مریم، حاجن عزیزن چھوڑے لہذا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ زوجہ مسماۃ حبیبہ تھی جس کا انتقال ہوگیا۔ اور ورثہ مذکورہ چھوڑے پھر عزیزاً کا انتقال ہوا اس نے مذکورہ بھائی بہن چھوڑے عزیز الدین کے نانا نے اپنی زندگی میں ایک مکان عزیز الدین کو دیدیا تھا اور ایک لڑکی مرتے وقت چھوڑی تھی۔ آیا اس مکان میں مسماۃ مجیدن اور عزیزن کا کچھ حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مســـــــــ ۴/				حاجی کریم الدین
زوجہ	ابن	بنت	بنت	بنت
حبیبہ	عزیز الدین	مجیدن	مریم	عزیزن
کان لم تکن لانہا ماتت اولاً وترکت الورثۃ المذکورۃ	۲/	۱/	۱/	کان لم تکن لانہا ماتت اولاً وترکت الورثۃ المذکورۃ

حسب بیان سائل صورتِ مسئولہ میں مسما حاجی کریم الدین کا ترکہ بعد ادائے دین وغیرہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ کل ۴/ سہام کیئے جائیں گے ایک ایک دونوں لڑکیوں مجیداً اور مریم کو۔ اور دو سہام لڑکے حاجی عزیز الدین کو ملیں گے۔ ہکذا فی کتب الفرائض[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

[1] ومع الابن للذکر مثل حظ الانثیین سراجی ص ۱۲/ فصل فی النساء، زیلعی ص ۲۳۴/ ج۶/ کتاب الفرائض، مطبوعہ امدادیہ ملتان، بحر کوئٹہ ص ۴۹۴/ ج۸/ کتاب الفرائض.

اگر عزیز الدین کے نانا نے اپنی صحت اور تندرستی کی حالت میں وہ مکان ہبہ کرکے اس کے قبضہ میں دیدیا تھا تو وہ عزیز الدین کی ملک ہے[1] اس میں مجیدن و مریم وعزیزن وغیرہ کا کوئی حصہ نہیں لیکن اگر مرض الموت میں ہبہ کرکے قبضہ کرایا ہے تو وہ وصیت کے حکم میں ہے یعنی ایک تہائی کی ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے[2] اگر قبضہ نہیں کرایا تو وہ ہبہ تام نہیں ہوا۔ حسب حکم شرع اس میں وراثت جاری ہوگی۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۶/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مظاہر علوم ۴/رجب ۵۷ھ

فرائض

سوال:- زید کے چار بھائی ہیں اور پوری جائداد کی مالک والدہ ہیں۔ نیز زید کی حیات ہی میں بغیر ضابطہ اس جائداد کا بٹوارہ ہوگیا تھا۔ مگر کچھ روز بعد زید وفات پا جاتے ہیں اور زید کے کوئی اولاد بھی نہیں تھی جس کا وارث وہ لڑکا یا لڑکی ہوجاتی۔ لہٰذا وفات کے بعد غیر ضابطہ (جس کا ابھی بیعنامہ نہیں ہوا) جائداد یا مال سے اس کی بیوی حصہ دار ہوگی یا نہیں؟

---

[1] وتصح الهبة بالايجاب والقبول والقبض اما الايجاب والقبول فلانه عقد والعقد منعقد بالايجاب والقبول والقبض لا بدمنه لثبوت الملک. هدايه ص ۲۸۳/ ج۳/اول کتاب الهبة. مطبوعه ياسرنديم ديوبند،زيلعی ص ۹۱/ج۵/کتاب الهبة مطبوعه امداديه ملتان،عالمگيری کوئٹه ص ۳۷۴/ج۴/کتاب الهبة الباب الاول،مطبوعه کوئٹه.

[2] وهبته ووقفه وضمانه کل ذلک حکمه کحکم وصية فيعتبر من الثلث الخ الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکريا ص ۳۸۱/ج۱۰/کتاب الوصايا،باب العتق فی المرض،هنديه ص ۴۰۰/ ج۴/الباب العاشر فی هبة المريض،مطبوعه کوئٹه،المحيط البرهانی ص۲۰۵/ج۹/ کتاب الهبة،الفصل العاشر فی هبة المريض،مطبوعه ڈابهيل.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس بٹوارہ پر والدہ صاحبہ نے رضامندی ظاہر کرکے اس کو منظور کرلیا تو وہ صحیح ہوگیا۔ اور جو کچھ زید کے حصہ میں آیا وہ زید کی ملک ہوگیا[1] وفاتِ زید کے بعد حسبِ قواعد شرعیہ اس میں میراث جاری ہوگی اور بیوی کو بھی ۱/۴ حصہ ملے گا۔ والدہ کو ۱/۶ ملے گا۔ جو کچھ زید کے ذمہ دین مہر اور قیمت جائداد وغیرہ ہو اس کو تقسیم میراث سے پہلے ادا کیا جائے گا[2]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۱/۱۲ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۱/۱۲ھ

فرائض ووصیت

سوال:- سید عبدالاحد صاحب مرحوم نے اپنی وفات سے قبل جائداد وغیرہ کے متعلق وصیت کی ان کی وصیت استفتاء کے ساتھ ملحق کردی گئی ہے۔ ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمائیں کہ آیا اس وصیت کا نفاذ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ہوسکتا ہے تو کس طرح پر؟ مدلل ارشاد فرمائیں۔

(۲) متوفی کے جملہ ورثاء کی فہرست بھی اسی کے ساتھ ملحق ہے۔ جائداد کی تقسیم کس طرح ہوگی اور کن لوگوں کو حصہ مل سکتا ہے؟

سید عبدالاحد مرحوم ولد سید ہدایت حسین مرحوم ساکن مجھوا میر نے اپنی تاریخ انتقال سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل مندرجہ ذیل وصیت زبانی مجھ سے اور اسحاق سلمہ سے روبرو دیگر وارثان

---

[1] وتتم الهبة بالقبض الكامل، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۴۹۳/ ج۸/ باب الهبة.

[2] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعدالدين ثم يقسم الباقي بين ورثته سراجی ص ۵. ۳/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

واقرباء کے کی تھی، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) نوردیدہ زہرہ بی بی دختر متوفی کی ولیہ زمانہ نابالغیت میں اس کی ماں ہاجرہ بی بی بیوہ متوفی رہیں گی۔

(۲) بذریعہ وصیت زبانی حسب ذیل جائداد حسب ذیل وارثان کی تنہا ملکیت ہوگی ہاجرہ بیوہ متوفی (۱) جملہ زمینداری کا ایک ثلث (علاوہ حصہ شرعی) بقیہ وارثان وحقداران۔
(۲) جملہ حصہ اندر باغیچہ قلمی واقع مجھوامیر۔ (۳) جملہ حصہ اندر باغیچہ واقع مجھوا شاہی۔
(۴) جملہ حصہ مکان موجودہ مع اگواڑہ وپچھواڑہ (۵) جملہ سامان منقولہ اندر مکان علاوہ سامان مندرجہ۔

(ب) زہرہ بی بی دختر متوفی (علاوہ حق شرعی جائداد کے) سنگاردان اعدد پتیلا کلاں ایک عدد لگن کلاں ایک عدد، سینی ایک عدد، دیگچی خورد دو عدد، اگالدان دو عدد، فرش بدری ایک عدد، گلاس بدری ایک عدد، طشتری تانبہ ۳ عدد، کشتی چینی ایک عدد، قاب چینی ایک عدد، روپیہ اندر سیونگ پاس بک ملکیت زہرہ بی بی۔

(۳) کھیت: ۵۹۸ دوازی ۸ بھر آٹھ بسوہ علاوہ بقیہ جائداد غیر منقولہ حسب قانون شرع محمدی جملہ حقداران کو ملے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جن کے حق میں وصیت کی ہے وہ شرعی وارث ہیں۔ وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی۔ لاوصیة لوارث الحدیث[۱] لیکن اگر دیگر ورثہ بالغ ہوں اور وہ اس وصیت کی اجازت رضامندی سے دیں تو ان کی مرضی کے موافق نافذ ہو سکتی ہے[۲]۔

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۵ / باب الوصایا، الفصل الثانی.

[۲] فان اوصی واجاز باقی الورثة صحت، مرقاة شرح مشکوٰۃ ص ۳۹۹ / ج ۳ / کتاب الوصایا، الفصل الثانی، مطبوعه اصح المطابع بمبئی، زیلعی ص ۱۸۳ / ج ۶ / اول کتاب الوصایا، مطبوعه امدادیه ملتان، درمختار مع الشامی زکریا ص ۳۴۶ / ج ۱۰ / کتاب الوصایا.

(۲) مسـ۸ـــــ

زوجہ	دختر	حقیقی بہن	سوتیلی ماں،	سوتیلی بہن،	خالہ،	چچازاد بھائی،	چچازاد بہن
۱	۴	۳	....	....	محروم	....	....

بعد تجہیز وتکفین وادائے قرض (مہر وغیرہ) سید عبدالاحد صاحب کا کل ترکہ آٹھ سہام قرار دے کر حسب نقشہ بالا ورثہ پر تقسیم ہوگا۔ یعنی ایک سہم زوجہ کو ملے گا[۱] چار دختر کو ملیں گے[۲] تین حقیقی بہن کو[۳] باقی سوتیلی ماں، سوتیلی بہن، خالہ، چچازاد بھائی، بہن سب محروم رہیں گے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/رجب ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

حقیقی بھائی اور بہن کی اولاد میں وراثت کا حقدار کون ہے؟

سوال:- مسماۃ الف (ایک فرضی نام ہے) نے اپنے پہلے شوہر کی وفات کے کچھ

---

[۱] اما للزوجات فحالتان الی قوله والثمن مع الولدالخ سراجی ص ۱۱/فصل فی النساء، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، زیلعی ص ۲۳۳/ج ۶/مطبوعہ امدادیہ ملتان، شامی زکریا ص ۵۱۲/ج ۱۰/ کتاب الفرائض.

[۲] واما البنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدةالخ سراجی ص ۱۲/فصل فی النساء، ہندیہ ص ۴۴۸/ج ۶/کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض مطبوعہ کوئٹہ، مجمع الانہر ص ۵۰۰/ج ۴/کتاب الفرائض، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت.

[۳] واما اللاخوات لاب وام فاحوال خمس الی ماقال ولهن الباقی مع البنات الخ سراجی ص ۱۶/فصل فی النساء، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بحر کوئٹہ ص ۴۹۶/ج ۸/کتاب الفرائض، عالمگیری ص ۴۵۰/ج ۶/الباب الثانی فی ذوی الفروض مطبوعہ کوئٹہ.

عرصہ بعد اپنا نکاحِ ثانی مسمی زید کے ساتھ کرلیا تھا اور یہ کہ ترکہ جائداد اور غیر منقولہ مسماۃ مذکور کو اپنے سابق شوہر سے ملا ہوا ہے۔ بعدہٗ مسمّٰی زید کی وفات کے بعد زید کے حقیقی وارثان نے ترکہ زید تقسیم کیا اور مسماۃ الف کو بھی اس کا حصہ از ترکہ منقولہ وغیر منقولہ بموجبِ حق شرعی دے دیا۔ چنانچہ مسماۃ مذکور ہر دو ترکہ جات پر بحیثیت مالکانہ قابض و دخیل ہوئی۔ سابق شوہر سے کوئی اولاد حیات نہیں ہے اور نہ زید کے نطفہ سے کوئی اولاد پیدا ہوئی۔ نیز زید کا قریبی رشتہ مسماۃ الف کے ساتھ نکاح ہونے سے قبل حقیقی سالی کا بھی وابستہ تھا۔ اب محض مسماۃ الف کا ایک حقیقی بھائی مسمّٰی عمر موجود ہے اور مسمّٰی زید کے نطفہ سے سابقہ بیوی سے پیدا شدہ تین لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں۔ زید کی وفات کو تقریباً نو سال کا عرصہ ہو چکا اب تک بدستور مسماۃ الف کی بود و باش زید کے وارثان مذکور کے ساتھ ہے مسماۃ مذکور کی کوئی حقیقی بہن بھی حیات نہیں صرف اس کی بہن کی دختر ہے۔ مندرجہ بالا مسماۃ الف کے ترکہ کے جائز شرعی وارث کون کون ہو سکتے ہیں اور کس قدر حصہ پا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسماۃ الف کے والدین دادا وغیرہ کوئی موجود نہیں صرف مسمّٰی عمر حقیقی بھائی اور بہن کی اولاد ہے تو اس صورت میں مسماۃ کا کل ترکہ بعد اداء حقوق متقدمہ علی الارث برادر حقیقی مسمّٰی عمر کو ملے گا[1] بہن کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا[2] ترکہ بعد وفات مورث تقسیم ہو چکا ہے۔ سوال سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مسماۃ الف کا انتقال ہو چکا۔ لہٰذا انتقال کے وقت اگر بے وارث رہے

---

[1] والعصبة کل من یأخذ ما ابقته اصحاب الفرائض وعندالانفراد یحرز جمیع المال الخ سراجی ص ۵/طبع یاسر ندیم دیوبند، مجمع الانہر ص ۵۰۴/ج ۴/کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، دارالکتب العلمیة بیروت، ھندیہ کوئٹہ ص ۴۵۱/ج ۶/کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات.

[2] انما یرث ذووالارحام اذالم یکن احد من اصحاب الفرائض ممن یردعلیہ ولم یکن عصبة، ھندیہ کوئٹہ ص ۴۵۹/ج ۶/کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، الدرمع الشامی زکریا ص ۵۴۷/ج ۱۰/باب توریث ذوی الارحام، سکب الانہر ص ۵۲۲/کتاب الفرائض، فصل فی توریث ذوی الارحام دارالکتب العلمیة بیروت.

یا کسی وارث کا اضافہ ہو گیا تو اس کا اعتبار ہوگا[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف

نانا، نانی کے ترکہ میں نواسوں کا حق

سوال:- ایک شخص عمر نے اپنی حیات میں چاہا کہ اپنا مسکونہ مکان اپنی دختر ہندہ کے نام کر دے جس کو ہندہ کے شوہر ندیم نے قبول نہیں کیا۔ کئی برس کے بعد عمر کی حیات ہی میں ہندہ کا انتقال ہوا اور اس کے اپنے وارث مسلمہ (عمر کی بیوی) اور فرمان (عمر کا لڑکا) چھوڑے۔ ہندہ کی حیات ہی میں عمر نے مسکونہ مکان مسلمہ کے نام منتقل کر دیا تھا۔ ایک روز مسلمہ کے والدین کے انتقال پر عمر اور مسلمہ میں مشورہ ہوا کہ مسلمہ کے ملنے والے ورثہ میں سے ہندہ کے بچوں کو دو ہزار فی کس حصہ دے دیا جائے (چونکہ فرمان کی اولاد ہونے کے بعد مسکونہ مکان دینے کا سوال نہ رہا) مسلمہ نے کہا چاروں کو دو دو ہزار یعنی کل آٹھ ہزار۔ عمر نے کہا کہ نہیں بلکہ دس ہزار، دو ہزار ہندہ کے شوہر واصف کو بھی دیا جائے کہ وہ بھی اپنا ہی بچہ ہے اس کے بعد عمر نے انتقال کیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً وارث کون کون ہیں؟ آیا عمر کی بیوی مسلمہ اور پسر فرمان یا ہندہ کی اولاد بھی وارث ہے۔ اگر وہ وارث نہیں ہے تو کیا اس کا حق ہے کہ تقاضا کر کے اپنا حصہ طلب کرے۔ مسلمہ اور فرمان نے ہندہ کی اولاد کو اپنے مکان میں ایسے وقت رکھا جبکہ ان سے کرایہ کا مسکونہ مکان چھوٹ رہا تھا۔ اس اولاد کو احسان

---

[۱] یعتبر کونہ وارثا اوغیر وارث وقت الموت، الدر مع الشامی کراچی ص ۶۵۱/ج ۶/کتاب الوصایا، مجمع الانہر ص ۴۲۳/ج ۴/کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیہ بیروت، ہندیہ کوئٹہ ص ۹۰/ج ۶/اول کتاب الوصایا.

فراموشی کر کے حصہ طلب کرنا جائز ہے۔عمر نے جو مسلمہ کو اپنے والد کے ترکہ میں دو دو ہزار دینے کا مشورہ دیا تھا وہ صرف مشورہ تھا یا وصیت تھی؟ کیا ہندہ کی اولاد اپنا حصہ کہہ کر طلب کرسکتی ہے۔مسلمہ کو مشورہ میں کمی وبیشی کا حق ہے یا نہیں اور مسلمہ کے ساتھ اگر ہندہ کی اولاد نافرمانی اور بدتمیزی کرے اور بالکل نہ دے تو کیا وہ گنہگار ہوگی؟ ہندہ کے انتقال کے بعد عمر اور مسلمہ نے واصف کی دوسری شادی کی جس سے بچے ہوئے،انہوں نے اپنے ہی مکان میں رکھا،کھانا پینا دونوں کا الگ رہا،مگر کبھی (تقریباً اٹھائیس سال) کوئی کرایہ طلب نہیں کیا۔وقتاً فوقتاً اپنی ضرورت اور رہائش کے لئے واصف نے مرمت وغیرہ اپنے حصہ مکان میں اپنے پاس سے کرائے۔آخر میں تقریباً پانچ چھ سال پہلے فرمان سے کہہ کر چابی طلب کی کہ مکان میں مرمت وغیرہ کرانا ہے۔مگر دوسرے حصہ مکان میں عارضی منتقل ہوکر اپنے حصہ بلا اجازت فرمان ومسلمہ (وارثان عمر) ایک حصہ منہدم کرا کر دوسرا کمرہ تعمیر کرایا جس کی تعمیر کا خرچہ وہ پندرہ ہزار بتاتے اور طلب کرتے ہیں۔دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ آیا وہ حصے جو مکان اصلی وارثان کے بلا منظوری کرایا گیا ہے اس کی لاگت وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ واصف کے خاندان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ فرمان اور مسلمہ کا ارادہ اس مکان کو فروخت کرنے کا ہے۔واصف اور اس کے بچوں کا اندازہ مکان کی قیمت کا $\frac{1}{3}$ تھا۔مکان ان کے اندازہ قیمت سے دوگنی اور تگنی قیمت پر فروخت ہوا۔ایسی صورت میں کیا فرمان اور مسلمہ کو واصف کو کچھ ادا کرنا چاہئے جبکہ انہوں نے خریدار کو وہ حصہ مکان دکھایا بھی نہ تھا۔اور لاگت کے بعد واصف وغیرہ اس حصے مکان میں جو انہوں نے اپنی رہائش اور زیبائش کے لئے بنایا تھا تقریباً پانچ سال وہ بھی لئے اور اپنا مکان تیار ہونے پر دوسری جگہ چلے بھی گئے اور ایسی صورت میں کیا واصف کا رقم طلب کرنا جائز ہے؟ اور اگر مسلمہ انکار کرے تو کیا گناہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال کے بعض اجزاء میں اشکال ہے ہندہ کا شوہر پہلے بتایا گیا کہ ندیم ہے پھر بتایا گیا

کہ واصف ہے۔ شاید یہ دونوں ندیم اور واصف ایک ہی شخص کے نام ہوں گے۔ ہندہ کے انتقال پر اس کے وارث دو ظاہر کئے گئے۔ مسلمہ (عمر کی بیوی) یعنی ہندہ کی والدہ۔ فرمان (عمر کا لڑکا) یعنی ہندہ کا بھائی، حالانکہ ہندہ کا والد (عمر) خود بھی زندہ اور وارث ہے۔ نیز آگے چل کر یہ بھی بتایا گیا ہے ہندہ کے بچوں کو دو دو ہزار روپئے دینے کا مشورہ کیا گیا اور مجموعہ آٹھ ہزار بتایا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندہ کے چار بچے بھی ہیں ان کو ورثہ میں کیوں شمار نہیں کیا گیا۔ تاہم مشورہ کی وجہ سے بغیر روپیہ دیئے ہوئے ہندہ کی اولاد نہ مالک ہوئی نہ مستحق[1]۔ ''یہ مشورہ'' وصیت بھی نہیں[2] اس کی بناء پر ہندہ کی اولاد کو نانا اور نانی کے ترکہ سے مطالبہ کا حق نہیں۔ اس کے اصلی وارث فرمان اور مسلمہ (بیٹا اور بیوی) ترکہ کے حقدار ہیں آٹھواں حصہ بیوی کا ہے[3] بقیہ لڑکے کا[4] اگر کوئی قرض دین مہر وغیرہ ذمہ میں ہو تو اس کو تقسیم ترکہ سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے[5] فرمان اور مسلمہ خوشدلی سے کچھ دیدیں تو ہندہ کی اولاد کو چاہئے کہ

[1] وتتم الهبة بالقبض الكامل ،الدرالمختار مع الشامی زکریاص ۴۹۳/ج۸/کتاب الهبة،مجمع الانهرص ۴۱۹/ج۳/کتاب دارالکتب العلمیه بیروت،هندیه کوئٹه ص ۳۷۴/ج۴/کتاب الهبة،الباب الاول.

[2] ورکنها قوله:اوصیت بکذاالفلان ومایجری مجراه من الالفاظ المستعملة فیها،الدرمع الشامی کراچی ص ۶۵۰/ج۶/کتاب الوصایا،هندیه کوئٹه ص ۹۰/ج۶/کتاب الوصایا،الباب الاول مجمع الانهرص ۴۱۷/ج۴/اول کتاب الوصایا،دارالکتب العلمیه بیروت.

[3] واماللزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عندعدم الولد،والثمن مع الولدالخ،سراجی ص ۱۲/فصل فی النساء،طبع یاسرندیم دیوبند،مجمع الانهر ص ۵۰۰/ج۴/کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیه بیروت،هندیه کوئٹه ۴۵۰/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض.

[4] العصبة کل من یاخذماابقته اصحاب الفرائض،سراجی ص۵/طبع یاسرندیم دیوبند،مجمع الانهرص ۵۰۳/فصل فی العصبات، دارالکتب العلمیه بیروت،هندیه کوئٹه ص ۴۵۱/ج۶/ کتاب الفرائض،الباب الثالث فی العصبات.

[5] ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله الٰی قوله ثم یقسم البا قی بین ورثته .سراجی ص ۴/ مطبوعه یاسرندیم دیوبند،هندیه کوئٹه ص۴۴۷/ج۶/اول کتاب الفرائض،مجمع الانهرص ۴۹۵/ج۴/اول کتاب الفرائض دارالکتب العلمیه بیروت.

شکریہ کے ساتھ قبول کرلے، نانی کا احترام ضروری ہے ان کے ساتھ بدتمیزی کرنا معصیت اور گناہ ہے[۱] واصف اوراس کے متعلقین کو مکان میں عاریۃً رکھا اور کرایہ وصول نہیں کیا یہ مسلمہ اورفرمان کا احسان وتبرع تھا۔ واصف کو مالک نہیں بنایا تھا اس کو حق نہیں تھا کہ مکان کا کوئی حصہ منہدم کراکے دوبارہ تعمیر کرائے جب تک اصلی مالک کی اجازت نہ لے لے۔ اس لئے اس کا یہ تصرف غلط ہوا[۲] یہ ہوسکتا ہے کہ چونکہ مسلمہ اورفرمان نے اپنے مکان میں ۲۸ سال تک بلا کرایہ کے رکھا تو اس احسان کے عوض واصف نے وہ مکان کا حصہ نیا بنوا دیا۔ هَلْ جزاء الاحسان الا الاحسان۔ (الآیۃ[۳]) اب اس میں جو کچھ صرف ہوا اس کا مطالبہ بے محل ہے[۴]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

---

[۱] عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا. مشکوٰۃ شریف ص۴۲۳/ باب الشفقة، والرحمة على الخلق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،ان عقوق الآباء،محرم ایضاً،مرقاۃ ص۶۶۵/ج۴/کتاب البر والصلة الفصل الاول،طبع بمبئی.

[۲] لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنه ولا ولا یته. الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص۲۹۱/ج۹/کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ،الاشباہ ص۱۵۷/الفن الثانی کتاب الغصب،دار الاشاعت دهلی،قواعدالفقه ۱۱۰/قاعدہ ص۲۷۰/ دار الکتاب دیوبند.

[۳] سورۃ رحمن آیت ۶۰/. **ترجمہ:** بھلا غایت اطاعت کا بدلہ بجز غایت عنایت کے کچھ اور بھی ہوسکتا ہے۔ (از بیان القرآن)

[۴] عمر دارزوجته بماله باذنها فالعمارة لها والنفقة دین علیها الی قوله ولها ای ولو عمرلها بلا اذنها فالعمارة لهاوهومتطوع فی البناء فلارجوع له،الدرمع الشامی کراچی ص۷۴۷/ج۶/ کتاب الخنثی،مسائل شتی،مجمع الانهر ص۴۸۸/ج۴/مسائل شتی،دار الکتب العلمیه بیروت،بحر کوئٹه ص۴۸۵/ج۸/کتاب الخنثی مسائل شتی.

باپ اور بیٹے کی میراث کی تقسیم

سوال:- ایک شخص کے تین لڑکے اور دولڑکیاں ہیں، اس نے تینوں لڑکوں کی اور دونوں لڑکیوں کی شادی کردی اور باورچی خانہ سب کا مشترک ہے۔ پھرایک لڑکا ملازمت پر چلا گیا اوراپنے ساتھ اپنے بچوں کو لے گیا۔ چند سالوں کے بعد بڑے لڑکے کا انتقال ہوگیا۔ اورایک بیوہ اورتین لڑکیاں چھوڑیں۔ان سب کے مصارف کے کفیل دادا صاحب رہے۔ پھر ملازمت پر جانے والالڑکا بھی واپس آ گیا اوراس نے اپنا گھر علیحدہ بنایا۔ بڑے لڑکے کے انتقال کے بعد وہ شخص (والد) صاحب فراش ہوگئے۔اور بالکل لاچار ومعذور ہوگئے۔اس کے بعد ملازمت سے واپس آنے والے لڑکے نے باپ کے کاروبار میں سے ایک کاروبار یعنی موٹر جوکہ کرایہ پرچلتی ہے،اس سے بطور نگرانی ملازمت کرلی اوراپنی محنت اور جانفشانی اورجدو جہد کے بعد دوسرے کوشریک کرکے پوری موٹراپنے نام کرلی اوراس کا تمام انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا۔اس دوران اس لڑکے نے اپنے باپ کواس کاروبار کا کوئی حساب نہیں دیا۔البتہ تمام حساب اچھی طرح لکھا ہوا ہے۔اس کاروبار کے ہاتھ میں لینے کے تقریباً پانچ سال بعد باپ کا انتقال ہوگیا۔اوراپنے ترکہ میں ایک بڑا مکان اورایک چھوٹا مکان اور کچھ بونڈ چھوڑا چند غیر تمندلوگوں نے باہم ملکر یہ فیصلہ کیا کہ چھوٹا مکان کاروبار کرنے والے لڑکے کودیدیا۔اورتقریباً اس ہی کے برابر مکان بڑے لڑکے کو دیدیا اور بڑے مکان کا بقیہ حصہ جوکہ تقریباً چھوٹے مکان کے برابر ہی ہے دونوں بہنوں کو دیدیا۔ بہنوں نے اس مکان کے حصہ کوسب سے بڑے لڑکے کی بیوہ اورلڑکیوں کے رہنے کے لئے دیدیا۔ نیز دیگر سامان بھی بقدرِ حصہ تقسیم کردیا اور بہنوں کے لئے یہ طے ہوا کہ ایک بھائی ایک بہن کواورایک بھائی ایک بہن کواس کے حصہ کے مطابق رقم دیدے۔ یہ سب کام زبانی طے ہوئے تحریری نہیں۔

تقریباً پانچ سال بعد موٹر کا کاروبار کرنے والے لڑکے کا انتقال ہوگیا جس نے ایک

مکان، ایک موٹر کرایہ پر چلنے والی اور ایک ٹیکسی کرایہ پر چلنے والی ترکہ میں چھوڑی ہے۔ (موٹر اور ٹیکسی میں ایک شخص اور شریک ہے) اس شخص کی ایک بیوی اور ایک ۱۱/سال کی لڑکی ہے جو کہ فاتر العقل اور معذور ہے چھوڑی ہے۔

شرعی حیثیت سے اس شخص کی زندگی کے دوران اس کے کاروبار میں جس لڑکے نے اپنی محنت و جانفشانی سے جو کام کیا ہے اور نفع و نقصان اٹھایا ہے۔

(۱) باپ کے انتقال کے بعد اس نفع و نقصان میں تمام ورثاء شریک رہیں گے یا نہیں؟

(۲) باپ کے انتقال کے بعد اس کاروبار میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

(۳) اب اس لڑکے کے انتقال کے بعد اس لڑکے کے مال میں کس طرح تقسیم ہوگی؟ اب اس گھر میں صرف ایک بھائی دو بہن اور ایک شخص کی بیوہ اور ایک فاتر العقل لڑکی حیات ہیں۔

اس معاملہ میں شریعت کی رو سے جس طرح تقسیم ہوگی اسے بالتفصیل بیان فرمائیں، تاکہ حقدار کو اس کے حق کے مطابق اس کا حق پہنچ جائے اور خدا کے یہاں ماخوذ ہونے سے محفوظ رہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس لڑکے نے ملازمت سے آکر والد کے کاروبار (موٹر) میں نگرانی کی ملازمت کر لی۔ یہ ملازمت درست ہوگئی۔ پھر اگر پورے موٹر اپنے نام والد سے خرید لی یا شرعی طور پر ہبہ کرالی تو وہ موٹر اس کی ملک ہوگئی[1]۔ پھر باغیرت لوگوں نے والد کے انتقال کے بعد جو تقسیم زبانی کی اور تمام ورثہ نے منظور کر لی وہ بھی معتبر ہوگئی۔ جو موٹر اس لڑکے نے اپنے نام کرالی تھی

---

[1] دفع لابنه مالاً ليتصرف فيه ففعل ذالک وکثر ذالک فمات الاب ان أعطاه هبة فالكل له والا فميراث بأن دفع اليه ليعمل للأب الخ درمختار مع الشامی زکریا ص ۵۲۰/ج۸/کتاب الهبة فصل فی مسائل متفرقة، هندیه کوئٹه ۳۹۲/ج۴/کتاب الهبة، الباب السادس فی الهبة للصغير.

E:\F.M.Fainal\Jild-30\06-Zavilfuroz

اگراس کوبھی تقسیم کردیا کہ اس میں بھی تمام ورثہ شریک رہیں اوراس لڑکے نے اس کوبھی منظور کرلیا تو اس کی بھی تقسیم ہوگئی[1] جب تک کاروبار باپ کا تھا نفع ونقصان کا ذمہ دار باپ تھا۔ جب لڑکے نے موٹر (خرید کر یا ہبہ کراکے) اپنے نام کرالی تو وہ لڑکا ذمہ دار ہوگیا۔کوئی دوسرا وارث ذمہ دار نہیں۔

(۲) باپ نے اپنی ملک میں جو کچھ چھوڑا اس میں سب وارث حسبِ حصص شریک ہیں۔

(۳) جس لڑکے نے جو کچھ باپ سے علیحدہ خود کمایا وہ اسی کا ہے[2]۔اس کے مرنے کے بعداس کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ آٹھواں حصہ بیوہ کو ملے گا[3] نصف ترکہ لڑکی کو ملے گا[4]۔

---

[1] حکمارجلا معلوما فحکم بینهمابیینة او اقراراونکول ورضیا بحکمه صح،الدرمع الشامی زکریاص۱۲۷/ ج۸/کتاب القضاء،باب التحکیم،مطلب حکم بینهماقبل تحکیمه ثم اجازه جاز، مجمع الانهر ص ۲۴۱/ ج۳/کتاب القضاء،فصل فی التحکیم دارالکتب العلمیه بیروت،هدایه ص ۱۴۴/ج۳/کتاب ادب القاضی،باب التحکیم،طبع تهانوی دیوبند.

[2] سئل فی ابن کبیرذی زوجة وعیال له کسب مستقل حصل بسببه اموالاومات هل هی لوالده خاصة ام تقسم بین ورثته؟اجاب هی للابن تقسم بین ورثته،حیث کان له کسب مستقل بنفسه،تنقیح الفتاوی الحامدیه ص۱۷/ج۲/کتاب الدعوی مطبوعه میمنیه مصر،فتاوی خیریه علی هامش تنقیح الفتاوی الحامدیه ص۱۸۵/کتاب الشرکة،مطبوعه میمنیه مصر.

[3] اما للزوجات فحالتان الی قوله والثمن مع الولد وولدالابن الخ سراجی ص ۱۲/فصل فی النساء،طبع یاسرندیم دیوبند،مجمع الانهرص ۵۰۰/ج۴/کتاب الفرائض،دارالکتب العلمیه بیروت،هندیه کوئٹه ص ۴۵۰/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض.

[4] واما لبنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة الخ سراجی ص ۱۲/فصل فی النساء، طبع یاسرندیم دیوبند،هندیه کوئٹه ص۴۴۸/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض، مجمع الانهرص ۵۰۰/ج۴/کتاب الفرائض،دارالکتب العلمیه بیروت.

پھر جو کچھ بچے اس میں سے دوہرا بھائی کو ملے گا۔ اکہرا اکہرا ہر بہن کو ملے گا[1] یعنی کل چالیس سہام ہوں گے۔ پانچ سہام بیوہ کے ہیں، بیس سہام لڑکی کے ہیں۔ تین تین سہام تینوں بہنوں کے۔ چھ سہام ایک بھائی کے۔ کوئی قرض دین مہر وغیرہ ہوتو اس کو پہلے ادا کیا جائے گا[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شوہر اور بھائیوں کے درمیان تقسیم ترکہ کی صورت

سوال:- زید کی بیوی ایک حصۂ جائیداد کی بلاشرکت غیر مالک تھی جو اس کو ترکہ پدری سے پہونچا تھا۔ انتقال کے وقت زید کے علاوہ عمر، بکر بھائی بھی اس نے اپنے وارثان میں چھوڑے ہیں۔ زید کی بیوی کا کوئی بچہ زندہ نہیں ہے۔ تو از روئے شریعت یہ امر دریافت طلب ہے کہ زید کو اپنی بیوی کی جائداد میں کتنا حصہ پہونچتا ہے اور عمر وبکر اپنی بہن کی جائداد میں کتنے کتنے حصے کے وارث ٹھہرتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کی بیوی کا ترکہ نصف زید کو ملے گا[3] اور نصف دونوں بھائی عمر وبکر کو ملے گا[4]۔

---

[1] واما للاخوات لاب وام فاحوال خمس الی قولہ ومع الاخ لاب وام للذكر مثل حظ الانثيين الخ سراجی ص ۱۶/فصل فی النساء، طبع یاسر ندیم دیوبند، ہندیہ کوئٹہ ص ۴۵۰/ج ۶/ کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، مجمع الانہر ص ۵۰۰/ج ۴/کتاب الفرائض، دار الكتب العلميه بيروت.

[2] يبدأ من تركة الميت بتجهيزه ودفنه، ثم تقضى ديونه ثم تنفذ وصاياه ثم يقسم الباقى بين ورثته مجمع الانہر ص ۴۹۳/ج ۴/اول کتاب الفرائض، مطبوعہ دار الكتب العلميه بيروت، ہندیہ کوئٹہ ص ۴۴۷/ج ۶/ کتاب الفرائض، الباب الاول، سراجی ص ۴/طبع یاسر ندیم دیوبند.

[3] اما للزوج فحالتان النصف عند عدم الولد الخ سراجی ص ۱۱/باب معرفة الفروض ومستحقيها، طبع ياسر نديم ديوبند، مجمع الانہر ص ۵۰۰/ج ۴/ (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

بشرطیکہ مرحومہ کی والدہ پہلے انتقال کرچکی ہو۔ یہ ترکہ خواہ والد کی طرف سے ملا ہو یا شوہر نے تملیکاً دیا ہو یا اور کسی طرح ملا ہو سب کا یہی حکم ہے۔ مہر اگر ادا نہیں کیا گیا نیز بیوی نے معاف نہیں کیا تو اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۸۸ھ

پہلی بیوی اور دوسری بیوی کی اولاد ترکہ میں برابر کے حقدار ہیں

سوال:- ہمارے والد صاحب کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہے اور والد صاحب نے پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسرا نکاح کیا اس سے چار لڑکے ہیں اب والد والدہ دونوں کا انتقال ہوگیا لہٰذا اب ہمارے آپس میں جائداد کے متعلق جھگڑا ہے۔ بڑا بھائی کہتا ہے کہ سب جائداد میں سے آدھا حصہ میرا ہے اور آدھا تمہارا چار بھائیوں کا ہے لہٰذا اب یہ مشورہ ہوا ہے فتوی منگالیں جس طرح علماء دین شرع کے مطابق جواب دیں گے۔ آیا یہ اس طرح صحیح ہے جس طرح ہمارا بھائی کہتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بڑے بھائی کا یہ دعویٰ کرنا کہ آدھا میرا حصہ ہے غلط ہے پانچوں بھائی برابر کے حقدار ہیں[۱] اگر ایک بھائی ایک ماں سے ہے اور چار بھائی دوسری ماں سے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت، هندیه کوئٹه ۴۵۰/ ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض.

[۴] والعصبة کل من یأخذ ما ابقته اصحاب الفرائض الخ سراجی ص۵/ ثم جزء ابیه ای الاخوة الخ سراجی ص۲۲/ باب العصبات، طبع یاسر ندیم دیوبند، مجمع الانهر ص۵۰۴/ ج۴/ کتاب الفرائض، فصل فی العصبات دار الکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص۴۵۱/ ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات.

[۱] دونوں بیوی کے لڑکے میت یعنی باپ کے جز اور بیٹا ہونے میں برابر ہیں ایک دوسرے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لئے باپ کے ترکہ میں سب برابر کے شریک ہونگے، عصبة بنفسه وهو کل ذکر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

البتہ بڑے بھائی کی والدہ کے ترکہ میں وہ بھائی جو دوسری والدہ سے ہیں وہ اس میں حصہ دار نہیں ہوں گے اسی طرح چاروں کی والدہ کا ترکہ ان چاروں کو ملے گا۔ بڑا بھائی جو کہ پہلی بیوی سے ہے وہ اس میں حصہ دار نہیں ہوں گے مگر والد کے ترکہ میں سب ہی برابر کے حصہ دار ہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۹/۳ھ

فرائض اور تعیین ترکہ

سوال:- ہندہ مرگئی اس نے شوہر ماں باپ بہن وارث چھوڑے کس کو کتنا کتنا حصہ ملے گا اور ترکہ کون کون سا شمار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو چیزیں ہندہ کی ملک کردی گئی خواہ والدین کی طرف سے خواہ سسرال کی طرف سے وہ سب ہندہ کا ترکہ ہے[۱] جن چیزوں کے متعلق ملک اور عدم ملک کی تصریح نہیں اور ہندہ کے استعمال میں تھیں جیسے چارپائی وغیرہ اور شوہر کہتا ہے کہ یہ میری ملک ہیں تو ان میں تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ جو چیزیں مخصوص ہیں عورتوں کے لئے جیسے زنانہ کپڑے زیور وغیرہ وہ بھی ہندہ کا

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) لم یدخل فی نسبته الی المیت انثی وهم اربعة اصناف جزء المیت الخ عالمگیری ص ۴۵۱/ج ۶/(مطبوعه کوئٹه) کتاب الفرائض الباب الثالث فی العصبات، شامی زکریا ص ۵۱۸/ج ۱۰/کتاب الفرائض، سراجی ص ۲۲، ۲۱/باب العصبات مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، اذااجتمع جماعة من العصبة فی درجة واحدة یقسم المال علیهم باعتبار ابدانهم الی قوله لکل واحدسهم الخ عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۱/ج ۶/کتاب الفرائض الباب الثالث فی العصبات.

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [۱] لانالترکة فی الاصطلاح ماترکه المیت من الاموال صافیا عن تعلق حق الغیر بعین من الاموال الخ شامی زکریا ص ۴۹۳/ج ۱۰/کتاب الفرائض، بحر کوئٹه ص ۴۸۹/ج ۸/زیلعی ص ۲۲۹/ ج ۶/کتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان.

ترکہ ہے اور جو چیزیں مردوں کے لئے مخصوص ہیں یا مشترک ہیں تو وہ شوہر کی ملک ہیں[۱] ہندہ کا ترکہ نہیں۔ ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ چھ سہام بنا کر تین سہام شوہر کو ایک سہام ماں کو دو سہام باپ کو ملیں گے[۲] بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا[۳] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم میراث

سوال:- زید کی پہلی بیوی سے دو لڑکے اور ایک لڑکی دوسری بیوی سے صرف ایک لڑکا ہے بتلایئے کہ باپ کی جائداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

---

[۱] ولو بعث الی امرأته شیأ ولم یذکر جهة عند الدفع غیر المهر فقالت هو هدیة وقال هو من المهر فالقول له فی غیر المهیا للاکل کثیاب وشاة حیة وسمن وعسل وما یبقی شهرا والقول لها فی المهیاله کخبز ولحم مشوی لان الظاهر یکذبه الخ الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۳۰۱،۳۰۳/ج ۴/ باب المهر، مطلب فیما یرسله الی الزوجة، سکب الانهر ص ۵۳۲/ ج ۱/باب المهر تحت فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، زیلعی ص ۱۵۸/ج ۲/باب المهر، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۲] واما الاب فاحوال ثلث الی ماقال والتعصیب المحض ذالک عند عدم الولد وولد الابن الی ما قال واما للزوج فحالتان النصف عند عدم الولد الخ، سراجی ص ۹،۱۱/باب معرفة الفروض الخ زیلعی ص ۲۳۰،۲۳۳/ج ۶/کتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان، شامی زکریا ص ۵۱۲/ ج ۱۰/کتاب الفرائض، واما للام فاحوال ثلث السدس مع الولد او ولد الابن مع وان سفل او مع الاثنین من الاخوة والاخوات الخ سراجی ص ۱۷/فصل فی النساء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شامی زکریا ص ۵۱۴/ج ۱۰/کتاب الفرائض، بحر کوئٹه ۴۹۱/ج ۸/کتاب الفرئض.

[۳] وبنو الاعیان والعلات کلهم یسقطون بالابن الی قوله وبالاب بالاتفاق الخ سراجی ص ۱۷/ فصل فی النساء، بحر کوئٹه ص ۴۹۷/ج ۸/کتاب الفرائض، زیلعی ص ۲۳۷/ج ۶/کتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان.

E:\F.M.Fainal\Jild-30\06-Zavilfuroz

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر صرف یہی وارث ہیں تو کل سات سہام (حصے) بنا کر دو دو سہام (حصے) تینوں لڑکوں کو ملیں گے ایک (حصہ) لڑکی کو ملے گا[۱] دین مہر وغیرہ ادا کرنا تقسیم میراث سے پہلے ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند

بیوی کی میراث

سوال:- بیوی کو اپنے شوہر کی جائداد میں سے کون سا حصہ ملنا چاہئے۔ احکام شرعیہ سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی اولاد بھی ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملتا ہے اگر کوئی اولاد نہیں تو چوتھائی ملتا ہے[۲]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، ۲۶/۶/۵۶ھ

صحیح: عبد اللطیف ۲۸/۶/۵۶ھ

---

[۱] یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین. الآیۃ سورۃ النساء آیت ۱۱/.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے۔

اذا اختلط البنون والبنات عصب البنون البنات فیکون للابن مثل حظ الانثین الخ زیلعی ص ۲۳۴/۶، کتاب الفرائض، طبع امدادیہ ملتان، بحر کوئٹہ ص ۴۹۴/ج ۸/کتاب الفرائض.

[۲] اما للزوجات فحالتان الربع للواحدۃ فصاعدۃً عند عدم الولد وولدالابن وان سفل والثمن مع الولد وولدالابن وان سفل الخ سراجی ص ۱۱/ فصل فی النساء، زیلعی ص ۲۳۳/ج ۶/کتاب الفرائض، مطبوعہ امدادیہ ملتان، شامی زکریا ص ۵۱۲/ج ۱۰/کتاب الفرائض.

بہن اور بیوی کے چچا ہوتو ترکہ کس کو ملے گا؟

سوال:- ایک شخص کا انتقال ہوگیا اس کی نہ اولاد ہے اور نہ ہی بیوی ہے صرف ایک بہن ہے تو دریافت یہ ہے کہ اس کی بہن کو اس کا مکان مل سکتا ہے یا کہ نہیں؟ اور اس شخص کی بیوی کا ایک چچا بھی موجود ہے لیکن وہ بھی لاولد ہے۔ عندالشرع ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کے صرف ایک بہن اور ایک بیوی کا چچا ہے تو اس کا کل ترکہ مکان وغیرہ اس کی بہن کو ملے گا[1] بیوی کے چچا کو کچھ نہیں ملے گا اگر اس کے ذمہ کوئی قرض بھی ہو تو اس کا ادا کرنا پہلے ضروری ہے۔ اگر کوئی وصیت بھی کی ہے تو ایک تہائی ترکہ سے پہلے وصیت پوری کی جائے گی[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۱/۸۵ھ

دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم ترکہ

سوال:- زید کی سب سے پہلی بیوی جو تھی اس سے ایک لڑکا ہے زید کی بیوی کا

---

[1] احدها ان یکون فی المسألة جنس واحد ممن یرد علیه عند عدم من لایرد علیه فاجعل المسئلة من رؤ سهم الخ سراجی ص ۴۴/باب الرد، بحر کوئٹه ص ۵۱۶/ج۸/کتاب الفرائض، زیلعی ص۲۴۷/ ج۶/مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] تتعلق بترکة المیت حقوق اربعة مرتبه الاول یبدأ بتکفینه وتجهیزه من غیر تبذیر ولاتقتیر ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله ثم تنفذ وصایاه من ثلث مابقی بعدالدین ثم یقسم الباقی بین ورثته الخ سراجی ص ۴،۳/مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، ملتقی الابحر ص ۴۹۳/ج۴/ کتاب الفرائض، دالکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص ۴۹۴/ج۱۰/کتاب الفرائض.

انتقال ہوگیا زید نے اس کے بعد دوسری بیوی کی اس بیوی سے دولڑکیاں باقی تھیں زید کا جب انتقال ہوا تو اس بیوی سے لڑکا پیٹ میں تھا زید کے مرنے کے بعد چھ ماہ بعد یہ لڑکا پیدا ہوا۔ دو لڑکیاں اور لڑکا ہوگیا لڑکیاں جو تھیں وہ اپنی والدہ ہی کے سامنے انتقال فرما گئیں تھیں۔ زید کا جس وقت انتقال ہوا تو وہ آدھا مکان چھوڑ کر مر گئے تھے جس وقت یہ دوسری بیوی کا لڑکا ہوشیار ہوگیا جو تہائی مکان جو اس کو ملا تھا دونوں لڑکوں نے آپس میں تقسیم کر کے چوتھائی چوتھائی کرلیا تھا دوسری بیوی کے لڑکے نے مبلغ پانچسو روپیہ فروخت کردیا تھا اب وہ دوسری بیوی کا لڑکا اپنی والدہ کا آٹھواں حصہ اور اپنی دونوں بہنوں کا حصہ مانگتا ہے تو اب التماس ہے کہ پہلی بیوی کا جو لڑکا ہے اس کو بھی حق پہنچتا ہے یا نہیں بہنوں کے حصہ میں سے کیوں دولڑکیاں جو تھیں وہ بھی ایک ہی باپ سے تھیں زید کی دوسری بیوی سے جو لڑکا ہے وہ پہلی بیوی کے لڑکے سے اپنی بہنوں اور والدہ کا حصہ مانگتا ہے اپنا مکان کا تہائی اس نے فروخت کردیا تھا اب پہلی بیوی کا جو لڑکا ہے اس کے حصہ میں اپنی والدہ اور بہنوں کا حصہ مانگتا ہے تو بہنوں اور والدہ کے حصہ میں سے پہلی بیوی کے لڑکے کو ان کے حصہ میں سے کچھ پہنچے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک بیوی کو اور اس کی اولاد کو دوسری بیوی کے حصہ سے اور دوسری بیوی کی اولاد کے حصہ سے کچھ نہیں ملے گا لہٰذا دوسری بیوی کی لڑکیوں کے حصہ میں پہلی بیوی کے لڑکے اسی طرح دوسری بیوی کے لڑکے کو ان بہنوں اور ماں کے حصہ کے مطالبہ کا پہلی بیوی کے لڑکے کے حصہ میں سے کوئی حق نہیں[۱] البتہ باپ جمیع ترکہ میں سے اپنی بہنوں اور ماں کا حصہ اور مہر (بشرطیکہ مہر کی ادائیگی یا معافی نہ ہوئی ہو) کے مطالبہ کی حقدار ہے۔ اسی طرح پہلی بیوی کا لڑکا بھی جمیع

---

[۱] کیونکہ ان کے درمیان کوئی اسباب ارث نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے مستحق میراث ہوں۔ ویستحق الارث باحدی خصال ثلاث بالنسب وهو القرابة والسبب وهو الزوجية والولاء، عالمگیری کوئٹہ ص۴۴۷/ ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الاول، شامی کراچی ص۷۶۲/ ج۶/ کتاب الفرائض، مجمع الانهر ص۴۹۵/ ج۴/ اول کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت.

ترکہ میں سے اپنی ماں کا مہر بشرطیکہ مہر کی ادائیگی یا معافی نہ ہوئی ہو وصول کرسکتا ہے اور جس قدر حصہ ماں کے ترکہ اور بہنوں کے ترکہ سے دوسری بیوی کے لڑکے کو پہنچے اس کو فروخت کرسکتا ہے۔

مسئلہ ۴۸

مســــــــــــــــــــــــــــــــ

زوجہ اولیٰ	زوجہ ثانی	ابن زوجہ اولیٰ	ابن زوجہ ثانیہ	بنت	بنت
کان لم تکن لانہا مانت قبلہ	۱/۶	۱۴/	۱۴/	۷/	۷/

کل ترکہ حسب نقشہ مسطورہ تقسیم کیا جاوے دوسری بیوی اور اس کی لڑکیوں کے ترکہ کی تقسیم پورے ورثہ معلوم ہونے پر لکھی جاسکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

العبد محمود غفرلہٗ

سوال متعلق استفتاء بالا

سوال:- جس وقت زید کا انتقال ہوا تھا تو جو دوسری بیوی تھی وہ زندہ تھی اس وقت اس بیوی کے پاس دونوں بیویوں کا زیور اور برتن وغیرہ ہے تو یہ سامان سب اس بیوی کے والدین کے یہاں رہے بعد میں اس دوسری بیوی کا انتقال ہوگیا تو وہ سب سامان اس کے والدین کے پاس رہا جب لڑکا ہوشیار ہوگیا تو اس کے ماموں نے سب سامان لڑکے کو دیدیا اور لڑکے کی شادی ہوئی تو سب زیور لڑکے کی بیوی کو چڑھادیا اور برتن وغیرہ اس کے قبضہ میں دیدیئے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک باپ کے دو لڑکے ہیں زیور وغیرہ میں دونوں کا حق ہے یا ایک کا۔ سائل بالا

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زیور وغیرہ پہلی بیوی کی ملک ہے اس میں دوسری بیوی اور دوسری بیوی کی اولاد کا

کوئی حق نہیں وہ تمام پہلی بیوی کے لڑکے کا ہے[۱] (بشرطیکہ کوئی اور شرعی وارث نہ ہو) اور جو سامان زید کا ہے اس کی تقسیم کی صورت جواب بالا میں بیان کردی گئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ، ۷/۶/۵۴ھ

صحیح: عبد اللطیف

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹ جمادی الثانی ۵۴ھ

ماں اور بیوی میں تقسیم میراث

سوال:- زید کا انتقال ہوا اس نے ایک ماں ایک بیوی وارث چھوڑے اور کوئی نہیں ہے تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میت کے ذمہ قرض مہر وغیرہ جو کچھ ہے اس کو ادا کرنے کے بعد[۲] چوتھائی ترکہ بیوی کو ملے گا[۳] اور تہائی ترکہ ماں کو ملے گا[۴] دادا پردادا وغیرہ کی اولاد میں کوئی عصبہ ہو تو اس کو ملے گا[۵] تمام

[۱] ویستحق الارث بنسب ونکاح وولاء، مجمع الانہر ص ۴۹۵/ ج ۴/ کتاب الفرائض مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۴۷/ کتاب الفرائض الباب الاول، شامی کراچی ص ۷۶۲/ ج ۶/ کتاب الفرائض.

[۲] ثم تقدم دیونہ التی لھا مطالب من جھة العباد ویقدم دین الصحة ھو ما کان ثابتاً بالبینة مطلقاً او بالاقرار فی حال الصحة الخ، ردالمحتار ص: ۴۹۵/ ج: ۱۰/ کتاب الفرئض، ملتقی الابحر ص: ۴۹۳/ ج: ۴/ کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیة بیروت، سراجی ص: ۴/ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[۳] وللزوجات حالتان الربع بلاولد شامی زکریا ص ۵۱۲/ ج ۱۰/ کتاب الفرائض، زیلعی ص ۲۳۳/ ج ۶/ مطبوعہ امدادیہ ملتان، سراجی ص ۱۲/ فصل فی النساء، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[۴] والثلث عند عدمھم ای عدم الولد وولدالابن الخ شامی ص ۵۱۴/ (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

ورثہ کی تفصیل لکھ کر معلوم کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

found.

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) ج۱۰/ سراجی ص۱۷/ فصل فی النساء، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بحر کوئٹہ ص۴۹۱/ ج۸/ کتاب الفرائض.

۵؎ والعصبة كل من يأخذ ما ابقته اصحاب الفرائض وعند الانفراد يحرز جميع المال (السراجي في الميراث ص۵/ وفي الشامية ثم العصبات بانفسهم اربعة اصناف جزء الميت ثم اصله ثم جزء ابيه ثم جزء جده اراد بالجد ما يشمل اباالاب الخ درمختار مع الشامي ص۵۱۸/ ج۱۰/ كتاب الفرائض، سراجي ص۲۲/ باب العصبات، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، عالمگيری ص۴۵۱/ ج۶/ كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات، مطبوعه كوئٹه.

فصل ششم: عصبات کا بیان

ایک وارث دوسرے وارث کی موجودگی میں محروم کیوں ہے؟

سوال:- ایک غیر مسلم نے سوال کیا ہے کہ شریعت نے مجوب کو میراث سے کیوں محروم ٹھہرایا ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے اور کیا راز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

میراث کے لئے شریعت نے احکام بیان کئے ہیں کہ کون وارث کس حالت میں کتنی میراث کا مستحق ہوگا، اور کون کس کی وجہ سے مجوب ہوگا۔ دادا مستحق میراث ہے لیکن باپ کی موجودگی میں اس کو کچھ نہیں ملتا، کیونکہ دادا کا رشتہ باپ کے واسطے سے ہے۔[1] اسی طرح بھائی وارث ہوتا ہے مگر باپ کی موجودگی میں اس کو کچھ نہیں ملتا، اس لئے کہ اس کا رشتہ بھی باپ کے واسطے سے ہے[2] یہی حال پوتے کا ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں وہ وارث نہیں ہوتا۔[3] یہ بات بالکل صاف اور قابلِ قبول ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۱۳۹۴ھ

---

[1] والجد الصحیح کا لاب الی قولہ ویسقط الجدبالاب لان الاب اصل فی قرابة الجدالی المیت سراجی ص ۱۰/باب معرفة الفروض ومستحقیها، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، سکب الانهر ص ۵۰۲/ج ۴/کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] وتحجب الاخوة بالابن وابنه وان سفل وبالاب الخ (مجمع الانهر ص ۵۱۰/ج ۴/فصل فی الحجب دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص ۴۵۳/ج ۶/کتاب الفرائض، الباب الرابع فی الحجب، الدرمع الشامی زکریا ص ۵۳۰/ج ۱۰/کتاب الفرائض.

[3] کل من یدلی الی المیت بشخص لایرث مع وجودذالک الشخص(سراجی ص ۲۷/باب الحجب طبع یاسرندیم دیوبند، کابن الابن مثلافانه لایرث مع الابن (مجمع الانهر ص ۵۱۰/ج ۴/کتاب الفرائض، فصل فی الحجب، دارالکتب العلمیة بیروت، الدرمع الشامی زکریا ص ۵۲۹/ج ۱۰/کتاب الفرائض.

علاتی بھتیجہ وارث نہیں عینی کی موجودگی میں

سوال:- مسمی زید نے دو بھتیجے عینی اور ایک بھتیجا علاتی چھوڑا۔ اب اس کی جملہ جائداد کے وارث ازروئے شرع شریف بھتیجے عینی ہیں یا کہ علاتی بھتیجا وارث ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بشرطِ صحتِ سوال وعدمِ موانعِ ارث بعد تجہیز وتکفین وادائے دین میت از کل مال تنفیذ وصیت وغیرہ از ثلثِ مال، صورتِ مسئولہ میں زید کا ترکہ اس کے دونوں عینی بھتیجوں کو ملے گا۔ علاتی بھتیجا اس صورت میں وارث نہیں ہوگا۔ ثم یرجحون بقوة القرابة اعنی به ان ذاالقرابتین اولٰی من ذی قرابة واحدة ذکراً کان او انثیٰ لقولہٖ علیه السلام ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات کالاخ لاب وام اوالاخت لاب وام اذاصارت عصبة مع البنت اولیٰ من الاخ لاب وان الاخ لاب وام اولٰی من الاخ لاب اھ سراجی ص ١٦ / [1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۶۳/۳/۸ھ

صحیح: عبداللطیف ۱۰/ربیع الاول ۱۳۶۳ھ

عصوبت کہاں ختم ہوتی ہے

سوال:- امداد الفتاویٰ جلد سوم ص ۱۱۸ وص ۱۱۹ میں حضرت تھانویؒ کا فتویٰ ہے کہ

---

[1] سراجی ص ٢٢ / (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب العصبات، هندیه کوئٹه ص ٤٥٢ / ج ٦ / کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، مجمع الانهر ص ٥٠٦ / ج ٤ / کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، دارالکتاب العلمیه بیروت.

اولادِ عم الجد پر عصوبت ختم ہوجاتی ہے یعنی اولادِ عم اب الجد بطور عصوبت وارث نہ ہوں گے۔ بعدہ ملحقات تتمہ اولیٰ امداد الفتاویٰ ص ۳۲۸/ میں حضرت نے عام اطلاع دی ہے کہ میرے اس فتویٰ پر وثوق نہ کریں میں از سرِ نو تحقیق کررہا ہوں۔ دیگر اہل علم بھی اس کی اپنے طور پر تحقیق کریں۔ اب گذارش یہ ہے کہ حضرت اس کے متعلق کیا فیصلہ کرگئے اگر حضرت کا کوئی فیصلہ معلوم نہیں تو آنجناب اپنی تحقیق عمیق سے مطلع فرما کر ممنون فرماویں حسن خاتمہ کی دعا سے فراموش نہ فرماویں۔ فقط والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت تھانویؒ کی آخری رائے تو معلوم نہیں ہوسکی مگر جامع وجیز یعنی فتاویٰ بزازیہ[1] ج ۳/ص ۴۵۶/ برحاشیہ عالم گیری ج ۶/ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اولادِ عم اب الجد بھی بطور عصوبت وارث ہوں گے **ثم عم الاب لاب وام ثم عم الاب لاب ثم ابن عم الاب لاب وام ثم ابن عم الاب لاب وهٰكذا عمومة الاجداد وان علوا وا ولادهم الذاكران وان سفلو ثم مولٰى العتاقة اھ تتمه امداد الفتاوی** میرے پاس موجود نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

عصبات کی انتہاء کیا دادا کے چچا تک ہے؟

سوال:- وراثت میں عصبہ کہاں تک ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو دادا کے چچا تک ختم کرتے ہیں اس کے بعد ذوی الارحام کی طرف وراثت منتقل ہوجائے گی۔ اور حضرت میاں اصغر حسین صاحب دیوبندیؒ الی آخرہ تک عصبہ کو لکھتے ہیں۔ اور حضرت تھانویؒ

---

[1] بزازیہ علی هامش الهندية كوئٹه ص ۴۵۶/ ج ۶/ كتاب الفرائض، الثانی فی العصبات المحضة، مجمع الانهر ص ۵۰۵/ ج ۴/ كتاب الفرائض، فصل فی العصبات، دار الكتب العلمیه، بحر كوئٹه ص ۴۹۸/ ج ۸/ كتاب الفرائض.

کی رائے ظاہراً درست معلوم ہوتی ہے کہ اگر الی آخرہ عصبہ کو مانا جائے تو ذوی الارحام کا نمبر ہی نہیں آسکتا۔ آپ برائے مہربانی مع حوالہ کتب اس کو تحریر فرماویں کہ ان دونوں روایتوں میں سے فتویٰ کس پر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت تھانویؒ نے اپنی رائے سے رجوع فرمالیا تھا[۱] صحیح وہی ہے جس کو حضرت مولانا اصغر حسین صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ الجامع الوجیز میں اس کی تصریح ہے[۲] جس وقت کسی عصبہ کی تحقیق نہ ہو تو ذوی الارحام کو ترکہ ملے گا[۳] (اگر آپ اپنی تحریر میں کتب کا حوالہ دیتے اور عبارات نقل کرتے کہ حضرت تھانویؒ[۴] اور حضرت مولانا اصغر حسین صاحبؒ[۵] نے کن کتب میں عبارات لکھی ہیں، تو میں بھی جواب میں عبارات نقل کر دیتا تاہم میں نے جامع وجیز کا حوالہ دیا ہے)۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] حاشیہ امداد الفتاوی ص ۳۴۴/ ج ۴/ کتاب الفرائض، مطبوعہ زکریادیوبند.

[۲] ثم عم الاب لاب وام ثم عم الاب لاب ثم ابن عم الاب لاب وام ثم ابن عم الاب لاب وكذابنوهما وان سفلوا وهكذاعمومة الاجدادوان علوا واولادهم الذكران وان سفلوا ثم مولى العتاقة بزازيه على هامش الهندية كوئٹه ص ۴۵۶/ ج ۶/ الثانی فی العصبات المحضه، مجمع الانهر ص ۵۰۵/ ج ۴/ کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، دار الکتب العلمیه، بحر کوئٹه ص ۴۹۸/ ج ۸/ کتاب الفرائض.

[۳] ثم ذوی الارحام ای يبدأ بهم عندعدم ذوی الفروض النسبية والعصبات فياخذون كل المال الدرالمختارمع الشامی زکریا ص ۵۰۱/ ج ۱۰/ اول کتاب الفرائض، بزازيه على هامش الهندية ص ۴۵۳/ ج ۶/ کتاب الفرائض، الاول فی اصحاب الفرائض، طبع کوئٹه مجمع الانهر ص ۴۹۶/ ج ۴/ کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیه بیروت.

[۴] امدادالفتاوی ص ۳۴۳/ ج ۴/ کتاب الفرائض منتهی شدن عصوبت باولادعم الجد، طبع زکریادیوبند.

[۵] مفید الوارثین ص ۱۲۱/ پانچواں باب عصبات کا بیان، قبیل فصل ۳/ درجہ سوم کے عصبات، مصنفہ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندیؒ طبع کتب خانہ اصغریہ دیوبند۔

چوتھی پشت کا عصبہ بھی وارث ہے

سوال: -ایک شخص کی وفات ہو جائے اور متوفی کا حقیقی برادر و چچا و بھتیجہ نہ ہو تو دختر کی موجودگی میں تیسری چوتھی پشت کے جد ونکا شرع کے بموجب کوئی حق ملتا ہے ایسی صورت میں کہ جائداد بزرگوں کی پیدا کردہ نہ ہو اور متوفی یا والد متوفی نے خود پیدا کی ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

تیسری یا چوتھی پشت کے عصبات کو بھی حق پہنچتا ہے اگر چہ جائیداد ان کے بزرگوں کی پیدا کردہ نہ ہو[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۹/۴/۶۰ ھ

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۹/۴/۶۰ ھ

عینی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی کو کچھ نہیں ملتا

سوال: -ایک شخص فوت ہو جاتا ہے اور مندرجہ ذیل ورثہ چھوڑتا ہے اس کی میراث کس طرح تقسیم کی جائے۔ دو برادر حقیقی دو برادر علاتی، ایک ہمشیرہ حقیقی ایک ہمشیرہ علاتی اخ عینی، اخ عینی، اخ علاتی، اخ علاتی، اخت عینی، اخت علاتی۔ بینوا توجروا۔

---

[1] ثم عم الاب لاب وام ثم عم الاب لاب ثم ابن عم الاب لاب وام ثم ابن عم الاب لاب وهٰكذا عمومة الاجداد وان علوا واولادهم الذكران وان سفلوا ثم مولى العتاقة. بزازيه على على هامش الهندية كوئٹه ص ۴۵۶/ ج ۶/ كتاب الفرائض، الثانی فی العصبات المحضة، مجمع الانهر ص ۵۰۵/ ج ۴/ كتاب الفرائض، فصل فی العصبات، دار الكتب العلميه بيروت، بحر كوئٹه ص ۴۹۸/ ج ۸/ كتاب الفرائض.

الجواب حامداً ومصلیاً

بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث کل پانچ سہام ہوں گے۔ دو دو ہر دو حقیقی بھائیوں کو ملیں گے۔ ایک سہم حقیقی بہن کو ملے گا۔ علاتی بھائی بہن محروم رہیں گے۔ لقوله عليه السلام ان اعيان بنی الام يتوارثون دون بنی العلات اھ سراجی[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳؍شوال ۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۳؍شوال ۶۷ھ

عینی مقدم ہے علاتی پر

سوال:- آسمان خاں نے انتقال کیا اور ایک لڑکا حمید خاں اور دو زوجہ وارث چھوڑے خدیجہ و افسوں۔ پھر حمید خاں فوت ہوا۔ ماں افسوس بی بی اور عم الاب لاب تین چھوڑے قلمدار خاں علمدار خاں۔ اعلمدار خاں اور ابن عم الاب لاب وام تین چھوڑے ظلمات خاں، رحیم خاں، عبدالقادر خاں۔

اس میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ عم الاب لاب میراث کا مستحق ہے یا ابن عم الاب لاب وام مستحق ہے۔ لیکن مبسوط کی عبارت سے معلوم ہوا کہ استحقاق میراث میں عم الاب لاب ہی مقدم ہے کذافی ضياء السراج و کذاالحال فی ابناء هؤلاء الصناف قال مبسوط فی بيان الاعمام وابنائهم ثم العم لاب وام ثم العم لاب ثم ابن العم لاب وام ثم ابن العم لاب ثم عم الاب لابن وام ثم عم الاب لاب ثم ابن عم الاب لاب وام ثم ابن عم الاب لاب ثم الجد، انتهى مبسوط ص ۱۷۴ / ج ۲۹ /. چونکہ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ لہٰذا بینوا بالدلیل توجروا عندالجلیل۔

---

[1] سراجی ص ۲۲ / باب العصبات مطبوعه یاسرندیم دیوبند، مجمع الانهر ص ۵۰۶ / ج ۴ / كتاب الفرائض، فصل فی العصبات، دار الکتب العلميه بيروت، الدرمع الشامی زكريا ص ۵۲۱، ۵۲۲ / ج ۱۰ / كتاب الفرائض، فصل فی العصبات.

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں عم الاب لاب کو تقدم ہے ابن عم الاب لاب وام سے۔ ذوالقرابتین کو ذوا القرابۃ الواحدۃ پر تقدم اس وقت ہوتا ہے جب کہ درجہ میں مساوی ہوں ورنہ جس کا درجہ اعلیٰ ہوگا وہ مقدم ہوگا، وبعد ترجیحهم بقرب الدرجة يرجحون عند التفاوت بابوين واب كما مربقوة القرابة فمن كان لابوين من العصبات ولوانثىٰ كالشقيقة مع البنت تقدم على الاخ لاب مقدم علىٰ من كان لاب لقوله صلى الله عليه وسلم ان اعيان بنى الام يتوارثون دون بنى العلات والحاصل انه عند الاستواء فى الدرجة يقدم ذوالقرابتين وعند التفاوت فيها يقدم الاعلىٰ اھ درمختار[1] على هامش ردالمحتار ج۵/ص۶۷۸/. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم رمضان المبارک ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳ رمضان ۶۶ھ

---

[1] الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكرياص ۵۲۱،۲۲/ج۱۰/كتاب الفرائض،فصل فى العصبات،هنديه كوئٹه ص۴۵۲/ج۶/كتاب الفرائض،الباب الثالث فى العصبات،بحر كوئٹه ص۴۹۸/ج۸/كتاب الفرائض،سكب الانهر ص۵۰۵/ج۴/فصل فى العصبات،دارالكتب العلميه.

فصل ھفتم:- پوتوں کو وراثت

پوتے کا حق وراثت

سوال:- ہم چار بھائی ہیں۔ والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔ انہیں کی موجودگی میں ایک بھائی کا بھی انتقال ہوگیا۔ مرحوم بھائی کے بچے ہیں۔ ان بچوں کا حق ترکہ میں سے نکلتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ مرحوم نے تین بیٹے چھوڑے اور چوتھے مرحوم بیٹے نے اولاد چھوڑی، تو صرف مرحوم کے بیٹے وارث ہوں گے اور اس ترکہ سے چوتھے بیٹے کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا[1]۔ ہاں اس چوتھے بیٹے نے اپنا خود مملوکہ ترکہ چھوڑا ہو تو وہ اس کی اولاد کو ملے گا۔ تفصیل معلوم ہونے پر سب کا حصہ متعین کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۳/۱۴۰۶ھ

دادا کی میراث سے پوتا کیوں محروم ہے؟

سوال:- مظلوم میراث کا مطلب کیا ہے اور مظلوم میراث کیوں کہا جاتا ہے۔ ہم لوگ جانتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ فرما گئے ہیں پھر بھی اس کی کون وجہ ہوگی۔ دادا کی موجودگی میں باپ مرجائے تو بیٹا محروم میراث ہوتا ہے اور نانا کی موجودگی میں ماں مرجائے تو بیٹا محروم

[1] الاقرب فالاقرب یرحجون بقرب الدرجة اعنی اولٰهم بالمیراث جزء المیت ای البنون ثم بنوهم الخ سراجی ص ۲۲/(مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب العصبات، بحر کوئٹه ص ۴۹۸/ ج۸/ کتاب الفرائض، هندیه کوئٹه ص ۴۵۲/ ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات.

ہوگا۔ خلاصہ تحریر فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور اکرم ﷺ کا حکم معلوم ہونے کے بعد اس پر ایمان لانا اور اس کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ اس کی علت دریافت کرنے کا حق نہیں۔ البتہ حکمت کی تحقیق کی جاسکتی ہے[۱]۔ مگر حکمت کے سمجھنے کے لئے بڑے علم اور اعلیٰ فہم کی ضرورت ہے[۲]۔ جن غریبوں کو املا لکھنا بھی صحیح نہ آتا ہو ان کو اس فکر میں نہیں پڑنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۸۵/۹/۱۶ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

پوتے کی میراث

سوال:- حاجی عبدالرزاق کے دو لڑکے ہیں سلامۃ اللہ وعصمۃ اللہ اور حاجی صاحب موجود ہیں اور سلامۃ اللہ کا انتقال ہوگیا ان کا بڑا لڑکا مشتاق احمد بچا اس کا شریعت کے اعتبار سے حصہ ہے یا نہیں؟

---

[۱] لایحل ان یتوقف فی امتثال احکام الشرع اذاصحت بھاالروایة علی معرفة تلک المصالح لعدم استقلال عقول کثیرمن الناس فی معرفة کثیرمن المصالح ولکون النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اوثق عندنا من عقولنا،حجة اللّٰہ البالغہ ص ۶/ج ۱/مقدمہ طبع مصر،النص یحتاج الی التعلیل بحکم غیرہ لابحکم نفسہ،قواعد الفقہ ص ۱۳۳/قاعدہ ص ۲۷۲/۳/الرسالة الثالثة، القواعدالفقھیة،دارالکتاب دیوبند.

[۲] لاتتبین اسرارہ الالمن تمکن فی العلوم الشرعیة بأسرھا واستبد فی الفنون الالھیة عن آخرھا ولایصفومشربہ الا لمن شرح اللہ صدرہ لعلم لدنی وملأ قبلہ بشروھبی وکان مع ذالک وقاد الطبیعة سیال القریحة حاذقافی التقریروالتحریربارعافی التوحید والتحبیر، حجة اللّٰہ البالغہ ص ۳، ج ۱، قبل المقدمة،طبع مصر.

الجواب حامداً ومصلیاً

حاجی عبدالرزاق صاحب کے انتقال کے وقت ایک لڑکا موجود ہے اور دوسرے لڑکے کی اولاد موجود ہے اور دوسرا لڑکا خود انتقال کر چکا ہے تو اس دوسرے لڑکے کی اولاد کو حاجی عبدالرزاق کے ترکہ سے وراثت نہیں ملے گی[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

پوتا وارث کیوں نہیں؟

سوال:- پوتے دادا کی وراثت کے حقدار کیوں نہیں؟ دارنحالیکہ وہ بیچارے یتیم ہیں اور دلجوئی کے زیادہ مستحق ہیں۔ پوتوں کے وارث نہ ہونے کی حکمت بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حکمت کا علم صاحب شرع کو ہے ہم نہیں جانتے۔ ہمارا مسلک تو یہ ہے۔ زباں تازہ کردن باقرارتو۔ نینگیختن علت از کارتو۔ (سعدی) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ......صحیح: عبداللطیف ۲۹/۷/۶۱ھ

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو وراثت

سوال:- کیا زید کو اپنی جائیداد پر یہ حق ہے کہ وہ لڑکی اور لڑکے دونوں کو نہ دے کر پوتوں کے نام لکھ دے اور تاحیات خود ولی رہے، بعدہٗ اپنے لڑکے کو ولی بنادے۔

---

[۱] الاقرب فالاقرب یرجحون بقرب الدرجة اعنی اولٰھم بالمیراث جزء المیت ای البنون ثم بنوھم الخ سراجی ص ۲۲/(مطبوعه یاسر ندیم دیوبند)باب العصبات،بحر کوئٹه ص ۴۹۸/ ج۸/کتاب الفرائض،ھندیه کوئٹه ص ۴۵۲/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الثالث فی العصبات.

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کو پورا اختیار ہے کہ اپنی جائیداد پوتوں کو دیدے یا کسی اور کو دے[1]۔ لیکن اتنا خیال رہے کہ مستحق کو محروم کرنے کا قصد نہ ہو کہ یہ ظلم اور معصیت ہے[2]۔ بہتر یہ ہے کہ پوتوں کو کل جائیداد نہ دے بلکہ ایک تہائی کے اندر اندر دیدے اور اپنا مالکانہ قبضہ ہٹا کر ان کا قبضہ کرادے۔ اور جو چیز تقسیم کے قابل ہو ان کو تقسیم کر کے ان کو دیدیا جائے[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱/۸۸ھ

بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو جائداد دینا

سوال:- میری عمر تقریباً ۸۶ رسال ہوچکی ہے میری بیوی کا ۲۱ رسال ہوئے انتقال ہو چکا ہے۔ میرے دولڑکے ہیں جو کہ صاحب اولاد ہیں۔ دولڑکیاں ہیں جو کہ صاحب اولاد ہیں اور اپنے اپنے گھر رہتی ہیں، کبھی کبھی آتی ہیں۔ عرصہ ۵ رسال کا ہوگیا کہ چھوٹا لڑکا اتحاد نہ ہونے کی وجہ سے الگ ہوگیا اور آج بھی الگ ہے۔ میں بڑے لڑکے کے ساتھ تھا اور آج بھی اس کے بچوں کے ساتھ خورد ونوش رکھتا ہوں۔ عرصہ ایک سال کا ہوتا ہے کہ بڑے لڑکے کا

---

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک. تفسیر بیضاوی ص۷/ تحت سورة فاتحه مطبوعه رشیدیه دهلی.

[2] لابأس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبة لانها عمل القلب وکذافی العطایا ان لم یقصد به الاضرار وان قصده فسوی بینهم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیه الفتوی، ولووهب فی صحته کل المال للولد جازواثم . الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص۵۰۲ ج۸ کتاب الهبة،عالمگیری کوئٹه ص۳۹۱/ج۴/کتاب الهبة،الباب السادس فی الهبة للصغیر، خانیه علی الهندیة کوئٹه ص۲۷۹/ج۳/کتاب الهبة،فصل فی هبة الوالدلولده.

[3] وتتم الهبة بالقبض الکامل،الدرالمختارعلی هامش ردالمحتارزکریاص۴۹۳/ج۸/کتاب الهبة،مجمع الانهرص۴۱۹/ج۳/کتاب الهبة،دارالکتب العلمیه بیروت،هندیه کوئٹه ص۳۷۴/ج۴/کتاب الهبة،الباب الاول.

انتقال ہو گیا۔ عرصہ تین سال کا ہوتا ہے کہ مزروعہ زمین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک حصہ بڑے لڑکے کو اور ایک حصہ چھوٹے لڑکے کو دیدیا ہے جس پر دونوں کاشت کر کے اپنی گذر اوقات کرتے ہیں۔ جو کچھ بھی جائیداد ہے یہ ابھی تک میرے نام ہے۔ بڑے لڑکے کے مرنے کے بعد سوچتا ہوں کہ ان کے باپ کے حصہ کی کل جائیداد ان بچوں کے نام منتقل کردوں۔ تو ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کے مال میں میراث تو آپ کے انتقال کے بعد تقسیم ہوگی[۱]، اس وقت ورثاء کے حصے متعین ہوں گے۔ اگر مرحوم لڑکے کی زندگی میں آپ نے دونوں لڑکوں کو نصف نصف کل مال دیدیئے تو اس کے انتقال کے بعد اس کا ترکہ اس کے ورثاء کو ملنا چاہئے۔ آپ کو بھی چھٹا حصہ ملتا۔ مگر اس کی زندگی میں آپ نے تقسیم نہیں کیا تو ابھی اس کے ورثاء آپ کے کل مال میں حصہ دار نہیں ہوئے۔ جو مزروعہ زمین آپ نے نصف نصف دیدی تھی اور دونوں کا قبضہ دخل اس پر کرادیا تھا۔ اور اپنا قبضہ دخل مالکانہ اٹھالیا تھا۔ وہ دونوں کی نصف نصف ہوگئی تھی[۲]۔ بڑے لڑکے کے انتقال پر اس کا ترکہ اس کے ورثاء کو ملے گا۔ جس میں یہ نصف مزروعہ زمین بھی ہے اس میں آپ کا بھی چھٹا حصہ ہے[۳]۔ جائیداد وغیرہ جو کچھ آپ کی ملک ہیں آپ کو اس کا پورا

---

[۱] وشروطه ثلاثة موت مورث حقيقة اوحكما كمفقود الخ الدر المنتقى مع المجمع ص ۴۹۴/ ج۴/اول كتاب الفرائض، دار الكتب العلميه بيروت، الدرمع الشامی كراچی ص۷۵۸/ ج۶/ اول كتاب الفرائض، بحر كوئٹه ص۴۸۸/ ج۸/اول كتاب الفرائض.

[۲] وتتم الهبة بالقبض الكامل، الدر المختار علی هامش ردالمحتار زكرياص ۴۹۳/ ج۸/ كتاب الهبة، مجمع الانهر ص ۴۱۹/ ج۳/ كتاب الهبة، دار الكتب العلميه بيروت، هنديه كوئٹه ص ۳۷۴/ ج۴/ كتاب الهبة، الباب الاول.

[۳] اما الاب فله احوال ثلاث الفرض المطلق وهو السدس وذالک مع الابن او ابن الابن، سراجی ص ۹، طبع یاسرندیم دیوبند، هندیه کوئٹه ص ۶/۴۴۸، كتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، شامی كراچی ص ۶/۷۷۰، كتاب الفرائض،

اختیار ہے کہ جس کو چاہے دیں[۱]۔ لیکن اتنا خیال رہے کہ کسی مستحق کو محروم کرنے یا نقصان پہنچانے کا مقصد نہ نہ ہو، ورنہ یہ ظلم ہوگا[۲]۔ بہتر صورت یہ ہے کہ آپ ایک تہائی جائیداد وغیرہ مرحوم کے بچوں کو دیدیں اوران کا اس پر قبضہ قانونی حیثیت سے بھی کرادیں۔ خواہ بیع کی شکل میں دیں یا ہبہ کی شکل میں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک، تفسیر بیضاوی ص۷، تحت سورۂ فاتحه، مطبوعه رشیدیه دهلی،

[۲] لابأس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبة لانها عمل القلب وکذا فی العطایا ان لم یقصد به الاضرار وان قصده فسوی بینهم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیه الفتوی،و لووهب فی صحته کل المال للولدجاز واثم.الدر المختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۵۰۲/ ج۸/ کتاب الهبة،عالمگیری کوئٹه ص ۳۹۱/ج۴/کتاب الهبة،الباب السادس فی الهبة للصغیر، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۲۷۹/ج۳/کتاب الهبة،فصل فی هبة الوالدلولده.

فصل هشتم:- ذوی الارحام

فرائض ووصیت چچا بھتیجی سے متعلق

سوال:- واقعات اس طرح ہیں کہ قاضی فضل الرحمٰن صاحب کے دولڑکے ہیں۔ قاضی تجمل حسین، قاضی خلیل الرحمٰن، قاضی تجمل حسین کی اولاد میں ایک لڑکی مسماۃ بدرالنساء ہے اور خلیل الرحمٰن کے لڑکے اور لڑکیاں ہیں قاضی تجمل کی لڑکی مسماۃ بدرالنساء کا عقد قاضی خلیل الرحمٰن (یعنی چھوٹے بھائی) کے لڑکے جمیل احمد سے ہوا تھا۔لیکن آپس کے اختلافات کی بناء پر جمیل احمد نے بدرالنساء کو طلاق دیدی۔ اپنی اولاد کو بھی ساتھ لے گیا۔اور جمیل احمد نے دوسری جگہ عقد کرلیا قاضی فضل الرحمٰن کی چھوڑی ہوئی جائیداد میں دونوں بھائی تجمل حسین و خلیل الرحمٰن $\frac{1}{2}$ برابر کے حصہ دار ہیں جس کا ذکر جائیداد کے علاوہ سرکاری کارڈ میں بھی ہے قاضی تجمل حسین کی نجی جائیداداور بھی ہے۔قاضی تجمل حسین فوت ہوگئے اورفوت ہونے کے بعد میں ان کی بیٹی بدرالنساء کو طلاق دیدی گئی۔قاضی خلیل الرحمٰن حیات ہیں۔اور قاضی تجمل حسین نے اپنے مرنے سے قبل حیات میں ایک وصیت نامہ بھی تحریر کیا کہ میرے مرنے کے بعد میری لڑکی مسماۃ بدرالنساء کو میری مشترکہ جائیداد وغیرہ مشترکہ جائیداد کی وارث ہوگی۔ مسماۃ بدرالنساء کے گذراوقات کا ذریعہ اس کے والد مرحوم قاضی تجمل حسین کی مشترکہ وغیر مشترکہ جائیداد بھی ہے۔

(۱) تحریر فرمائیں کہ مسماۃ بدرالنساء کا اس مشترکہ جائیداد میں کتنا حق اور حصہ ہے جو کہ دونوں بھائی تجمل حسین مرحوم وخلیل الرحمٰن حیات کا برابر حصہ ہے۔

(۲) مسماۃ بدرالنساء کا اس جائیداد میں کتنا حق پہونچتا ہے جو کہ اس کے والد مرحوم قاضی تجمل حسین کی نجی یعنی بھائی سے علیحدہ اور جائیداد ہےجس کا سرکاری کارڈ میں وجود ہے۔

اور کیا اس نجی جائیداد میں خلیل الرحمٰن کا بھی کوئی حق پہونچتا ہے یا نہیں؟

(۳) مسماۃ بدرالنساء نے ابھی عقد نہیں کیا ہے۔ اور اگر عقد کر لے تو کیا وہ مشترکہ جائیداد اور غیر مشترکہ جائیداد میں اس کا حق رہے گا یا نہیں؟

(۴) مسماۃ بدرالنساء کے گذر اوقات کی ذمہ داری خلیل الرحمٰن پر عائد ہوتی ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱،۲) قاضی تجمل حسین نے اپنے انتقال پر اگر صرف یہی دو وارث چھوڑے، ایک لڑکی مسماۃ بدرالنساء اور ایک بھائی قاضی خلیل الرحمٰن۔ تو قاضی تجمل حسین مرحوم کا ترکہ بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث دین وغیرہ دو حصے بنا کر نصف ان کی لڑکی مسماۃ بدرالنساء کو ملے گا[۱] اور نصف ان کے بھائی قاضی خلیل الرحمٰن کو ملے گا[۲] قاضی تجمل حسین کو جو کچھ اپنے والد کے ترکہ سے ملا ہے اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی۔ یعنی مشترکہ جائیداد کے $\frac{1}{4}$ میں آدھا بدرالنساء کا ہے اور آدھا قاضی خلیل الرحمٰن کا اور نجی میں بھی ان دونوں کا آدھا آدھا ہے۔

(۳) عقد کر لینے پر بھی وہ محروم نہیں ہوگی، بلکہ حسب تحریر بالا والد کی کل مملوکہ متروکہ سے نصف کی حقدار رہے گی۔

(۴) جب مسماۃ بدرالنساء کے والد کا چھوڑا ہوا ترکہ (مشترکہ اور نجی) اتنا ہے کہ اس

---

[۱] واما البنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة الخ سراجی ص ۱۲/مطبوعه یاسر ندیم دیوبند فصل فی النساء، المحیط البرهانی ص ۲۸۸/ج۲۳/الفصل العاشر، ادارة القرآن ڈابھیل، عالمگیری کوئٹه ص ۴۴۸/ج۶/کتاب الفرائض.

[۲] والعصبة كل من ياخذ ماابقته اصحاب الفرائض الخ سراجی ص۵/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) وهم (ای العصبة بنفسه) اربعة اصناف جزء الميت واصله وجزء ابيه الخ سراجی ص ۲۲/(مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب العصبات، عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۱/ج۶/الباب الثالث فی العصبات.

میں سے وہ نصف کی حقدار ہے اور وہ اس کے گذر اوقات کے لئے کافی ہے تو اس کی ذمہ داری (نان نفقہ) قاضی خلیل الرحمٰن کے ذمہ نہیں ہے اور وہ اپنا حصہ وصول کر کے اپنے مصارف کا انتظام کرے۔ اگر وہ ترکہ قاضی خلیل الرحمٰن کے قبضہ میں ہے تو ان کے ذمہ لازم ہے کہ نصف خود رکھ کر نصف بدرالنساء کے حوالہ کر دیں اور ادائے حق کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔

بھتیجی اور مرحوم بھائی کی نشانی ہونے کی حیثیت سے وہ بہر صورت احسان و مروت کی مستحق ہے لڑکے نے اگر چہ طلاق دیدی ہے اور وہ بہو نہیں رہی لیکن بھتیجی تو اب بھی ہے اس سے غافل نہ ہوں بلکہ ہمیشہ اس کے ساتھ شفقت کا معاملہ کریں اور اس کی اولاد کو اس سے کلیۃً جدا رکھ کر اس کے دل کو نہ تڑپائیں۔

تنبیہ: قاضی تجمل حسین نے اپنی لڑکی کے حق میں مشترکہ غیر مشترکہ جائیداد کی جو وصیت کی وہ شرعاً معتبر اور لازم نہیں ہے[1] ہاں اگر قاضی خلیل الرحمٰن صاحب رضا مندی سے اس کی اجازت دیں تو مسماۃ بدرالنساء کل کی حقدار اور مالک ہو جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۹۰ھ

بیوی اور بھانجہ میں تقسیم وراثت

سوال:- ہمارے یہاں میونسپل بورڈ میں ایک بہشتی منشی خاں کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس شخص کی اولاد کوئی نہیں صرف بیوی مسماۃ محفوظی اور رشتہ داروں میں صرف ایک بھانجہ عبداللطیف ہے۔ منشی خاں نے ایک پختہ مکان اور خانگی سامان کے علاوہ میونسپل بورڈ میں آٹھ روپیہ فنڈ بھی چھوڑا ہے۔ منسلک ہٰذا ایک وصیت نامہ کے ذریعہ منشی خاں نے اپنا مکان وسامان

---

[1] لا وصية لوارث الحديث مشكوة شريف ص ۲۶۵/ باب الوصايا الفصل الثانی وفی المرقات فان اوصی واجاز باقی الورثة صحت الخ مرقات ص ۳۹۹/ ج۳/ باب الوصايا الفصل الثانی، عالمگيری كوئٹه ص ۹۰/ ج۶/ كتاب الوصايا، شامی زكرياص ۳۴۶/ ج۱۰/ كتاب الوصايا.

سب اپنی بیوی کو دیا ہے۔ اور اس وصیت نامہ کو رجسٹری نہیں کرایا نہ اس وصیت نامہ میں کسی اور شخص کو اپنا وارث یا رشتہ دار بتایا ہے۔ اب ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ اس وصیت نامہ کو صحیح اور قابل عمل تسلیم کیا جائے اور بھانجہ عبداللطیف کو ناحق قرار دیا جائے۔ اگر نہیں تو پھر تقسیم کس طرح ہوگی۔ آٹھ سو روپے میں سے بیوی اور بھانجہ کو کتنے کتنے دیئے جائیں۔ مسماۃ کا ارادہ ہے کہ مکان فروخت کر کے یہاں سے اپنے میکہ چلی جائے۔ اس صورت میں اس کو حق حاصل ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو اس میں بھی مسماۃ کا اور بھانجہ کا حصہ متعین فرما دیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی شرعی وارث ہے اور کسی وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں جب تک کہ دوسرے وارث رضامند نہ ہوں۔ اگر مسمّٰی منشی خاں کا وارث بھانجہ عبداللطیف اور بیوی مسماۃ محفوظاً کے علاوہ اور کوئی وارث نہیں تو اس وصیت کے معتبر ہونے کا مدار عبداللطیف کی اجازت پر ہے۔ اگر وہ اس کی اجازت دیتا ہے تو حسب وصیت نامہ محفوظاً ان چیزوں کی مالک ہو جائے گی[1] ورنہ تو اس کے ترکہ سے اولاً اس کا قرض مہر وغیرہ جو بھی اس کے ذمہ ہو ادا کیا جائے۔ اس کے بعد ایک چوتھائی ترکہ مسماۃ محفوظا[2] کو اور بقیہ مسمّٰی عبداللطیف کو دیا جائے۔ نقد، مکان، نشستگاہ، اثاثہ سب کی تقسیم اسی طرح ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۹/۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۹/۹ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولا لوارثه وقاتله مباشرة الا باجازة ورثته الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۳۴۶/ج ۱۰/ اول کتاب الوصایا، عالمگیری کوئٹہ ص ۹۰/ج ۶/ کتاب الوصایا، البحر کوئٹہ ص ۴۰۳/ ج ۸/ کتاب الوصایا.

[2] اما للزوجات فحالتان الربع للواحدة الخ سراجی ص ۱۱/ فصل فی النساء، المحیط البرهانی ص ۲۹۸/ج ۲۳/ الفصل السابع عشر فی الزوجات، ادارة القرآن ڈابھیل.

ترکہ کی تقسیم بھتیجوں اور بھانجیوں میں

سوال:- اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور تین حقیقی بھتیجیاں اور تین حقیقی بھانجیاں چھوڑے تو مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ۳ (۹)

تین حقیقی بھتیجیاں	تین حقیقی بھانجیاں
۲	۱
۶	۳

یہ سب ورثاء ذوی الارحام کی صنف ثالث کے ہیں اولاً اصول پر تقسیم کر کے پھر ان کا حصہ ان کے فروع کو دیا جائے گا۔ یہ امام محمدؒ کا مذہب ہے اور مسائل ذوی الارحام میں ان کے قول پر فتویٰ ہے (کمافی شرح عقود رسم المفتی[1]) امام اعظمؒ کا بھی ظاہر قول یہی ہے۔ کمافی الشریفیہ[2] ص ۱۲۵/، لہٰذا کل نوسہام بنا کر دو دو سہام تینوں حقیقی بھتیجیوں کو ملیں گے ایک ایک سہام تینوں حقیقی بھانجیوں کو ملیں گے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۱۲/۱۸ھ

---

[1] وفی مسائل ذوی الارحام افتوابمایقوله محمدالخ عقودرسم المفتی ص ۸۰/(مطبوعه سعیدیه سهارنپور)

[2] ومحمد یقسم المال علی الاخوة والاخوات مع اعتبارعدد الفروع والجهات فی الاصول وهوالظاهرمن قول ابی حنیفة فما اصاب کل فریق من تلک الاصول یقسم بین فروعهم الخ شریفیه ص ۱۲۲/فصل فی الصنف الثالث،مطبوعه رحیمیه دیوبند،عالمگیری کوئٹه ص ۴۶۱/ ج۶/الباب العاشرفی ذوی الارحام،سراجی ص ۷۰/الصنف الثالث ذوی الارحام،مطبوعه یاسر ندیم دیوند.

ذوی الارحام کا مسئلہ

سوال:- زید کا انتقال ہوگیا ہے وہ ایک بنت العم اور خال چھوڑ گیا ہے۔ ان دونوں میں سے ترکۂ زید کا وارث کون ہوگا؟ مع حوالہ کتب بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ ۵

بنت العم	خال
۴	۱

یہ دونوں وارث ذوی الارحام کی چوتھی قسم میں داخل ہیں اور ایک من جہۃ الاب ہے دوسرا من جہۃ الام ہے۔ تقسیم کی صورت یہ ہے کہ دوثلث بنت العم کو ملے گا اور ایک ثلث خال کو بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۸/شوال ۶۲/۱۳ھ

فرائض ذوی الارحام

سوال:- زید کا انتقال ہوگیا حسب ذیل وارث چھوڑے۔ بیوی حقیقی ممانی، دو حقیقی ماموں زاد بھائی اور تین حقیقی چچازاد بہنیں۔ زید کے والد کے چار حقیقی ماموں زاد بھائی اور تین

---

[۱] وان كان حيز قرابتهم مختلفا فلا اعتبار لقوة القرابة كعمة لاب وام وخالة لام اوخالة لاب وام وعمة لام فالثلثان لقرابة الاب وهونصيب الاب والثلث لقرابة الام الخ سراجی ص ۷۴/ (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) باب ذوی الارحام فصل فی الصنف الرابع، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۷۹۷/ج ۶/کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۶۴/ج ۶/کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام.

حقیقی چچازاد بہنیں ہیں۔ سب سے پہلے بیوی کا مہر دینا ہوگا۔ بعد کو جو کچھ بچے گا ورثاء میں تقسیم ہوگا۔ تو کون کون ان وارثوں میں کتنے کتنے کا حقدار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بعد تجہیز وتکفین اول زید کے ذمہ جو قرض مہر وغیرہ ہو اس کو ادا کیا جائے پھر اگر اس نے کچھ وصیت کی ہو تو ایک تہائی ترکہ سے وہ وصیت پوری کی جائے[1]۔ اس کے بعد ایک چوتھائی ترکہ زید کی بیوی کو دیا جائے بقیہ زید کے والد کے پانچ حقیقی چچازاد بھائیوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے۔ ان کے علاوہ مذکورہ رشتہ داروں میں سے کسی کو کچھ نہیں ملے گا چاہے وہ زید کی والدہ کے عزیز ہوں یا والد کے عزیز ہوں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۱۰/۱۰

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۸۵/۱۰/۱۰ھ

ذوی الارحام کی حد بندی

سوال: -سراجی ودیگر کتب فرائض میں عصبات کے تحت لفظ وان علاوان سفلوا لکھ کر درجات عصبات کو غیر محدود کر دیا ہے۔ بایں صورت توریث ذوی الارحام ناممکن ہو جاتی ہے۔ مثلاً قوم خوجہ ایک شخص سے چلی اب یہ قوم دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل چکی ہے۔ اب میت کے ورثہ میں تو جزء الجد موجود نہیں لیکن ساتھ یہ بھی یقین ہے کہ ان کا جزء الجد ضرور کسی نہ کسی جگہ موجود ہوگا اور شجرۂ نسب ہر قوم کا ملنا مشکل ہے۔ صورت ہذا میں اگر ذوی الارحام کو

---

[1] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم يقضى ديونه من جميع مابقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقى بعد الدين ثم يقسم الباقى بين ورثته الخ سراجى ص ۴/ و ۳/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۷۵۹/ج ۶/ کتاب الفرائض، فتاوی عالمگیری کوئٹہ ص ۴۴۷/ج ۶/ کتاب الفرائض، الباب الاول.

کچھ دیا گیا۔ تو عصبات موجودہ غیر معلوم محروم رہ جائیں گے۔ اب توریث ذوی الارحام بغیر حد بندی نہیں ہوسکتی۔ اگر حد بندی عصبات کی کوئی صورت ہے تو بحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔ ورنہ اشکال کا جواب تحریر فرمائیں۔ صورت ہذا کے ماتحت جائداد میں پھوپھیوں کو کچھ ملے گا یا نہیں غلام حسن کی موجودگی میں؟

شجرۂ نسب محمد حسین متوفی

حسین

احمد یار		شیر محمد
گلاب	دار محمد	شہناز
غلام حسن	نوازاب	رانجھ لاولد فوت ہوا
	محمد حسین لاولد فوت ہوا	

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کا اشکال صحیح ہے۔ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ توریث ذوی الارحام کی صورت صرف یہ کہ عصبات کی عصبیت کا ثبوت نہ ہو[۱] ورنہ حقیقۃً عصبات کا عدم دشوار ہے حد بندی کی ضرورت نہیں ثبوت شرعی پر تحقیق کافی ہے۔ صورت مسئولہ میں پھوپھیوں کو کچھ نہ ملے گا۔ کیونکہ عصبہ محمد حسین متوفی کا یعنی پردادا مسمی شیر محمد کے بھائی احمد یار کا پوتا مسمّٰی غلام حسن موجود ہے اور عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام محروم رہتے ہیں۔ لہٰذا اگر محمد حسین کا کوئی اور شرعی وارث موجود نہیں صرف پھوپھیاں اور پردادا کے بھائی کا پوتا موجود ہے تو کل ترکہ بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث کے پردادا کے بھائی کے پوتے کو مل جائے گا۔ نیز پھوپھیاں

---

[۱] وانما یرث ذووالارحام اذالم یکن احدمن اصحاب الفرائض ممن یرد علیه ولم یکن عصبة الخ عالمگیری ص ۴۵۹/ج۶/(مطبوعه کوئٹه) کتاب الفرائض الباب العاشرفی ذوی الارحام، الدرالمختارعلی الشامی کراچی ص ۷۹۱/ج۶/کتاب الفرائض،باب ذوی الارحام،بزازیه علی الهندیة ص۴۵۷/ج۶/کتاب الفرائض الثالث فی ذوی الارحام.

محروم رہیں گی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۳/ ۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۳ج ۶۱/۲ھ

صحیح: عبد اللطیف

میراث ذوی الارحام

سوال:- زید کا انتقال ہوا۔ چھوڑا حقیقی ماموں کے دو لڑکے عمر و بکر، اور حقیقی پھوپھی کے دو لڑکے خالد، واقد، اور ایک لڑکی زبیدہ کو پس ان پھوپھی زاد بھائی بہن پر زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا، واضح ہو کہ دونوں ماموں زاد بھائی ایک ایک ماموں کے لڑکے ہیں اور پھوپھی زاد بھائی خالد و واقد ایک پھوپھی کے لڑکے ہیں اور زبیدہ دوسری پھوپی کی لڑکی ہے لیکن سب حقیقی ہی پھوپھی کی اولاد ہیں۔ جواب مدلّل مع حوالہ کتاب عنایت ہو۔

الجواب حامداً ومصلياً

یہ جملہ ورثاء ذوی الارحام کی صنف رابع کی اولاد ہیں اور قرب میں سب مساوی ہیں مگر حیز قرابت مختلف ہے اور کوئی ولد عصبہ نہیں۔ عمر اور بکر کی قرابت والد کی جانب سے ہے لہٰذا اصل مسئلہ تین سے قرار دے کر دو ثلث تو والد کے قرابت والوں یعنی پھوپھی زاد بہن بھائیوں کو ملے گا اور ایک ثلث والدہ کی قرابت والوں یعنی ماموں زاد بھائیوں کو ملے گا اس کے بعد پھوپی کی اولاد کو جو کچھ ملا تھا وہ ان کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہو جائے۔ اور تیس سے تصحیح ہو جائے۔

مسئلہ ۳ تصحیح ۳۰

ماموں کا لڑکا	ماموں کا لڑکا	پھوپی کا لڑکا	پھوپی کا لڑکا	پھوپی کی لڑکی
عمر	بکر	خالد	واقد	زبیدہ
۵	۵	۸	۸	۴

وان اختلف حيز قرابتهم فالثلثان لمن يدلی بقرابة الاب فالثلث لمن يدلی بقرابة الام اھ[۱] شامی ج۵/ص۵۰۷/وهكذافى السراجية[۲] ص۴۵/والشريفية[۳] ص۳۳/۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد ۲۳/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

فرائض ذوی الارحام

سوال:- زید کا انتقال ہوا چھوڑا از وجہ ہندہ اور علاتی بھتیجی صالحہ اور پانچ حقیقی بھانجے محمد عمر، محمد حسن، محمد حسین، محمد سلیم، محمد ظہیر کو پس ترکہ زید کا کس طرح تقسیم ہوگا؟ جواب مدلّل مع عبارت وحوالہ کتب کے تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلياً

علاتی بھتیجی اور حقیقی بھانجے ذوی الارحام کی صنف ثالث میں داخل ہیں جن کی نوعیت توریث میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا اختلاف ہے اور فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے ان کا قول یہ ہے کہ اولاً ان کے اصول پر میراث تقسیم کی جائے۔ پھر ان اصول کا حصہ ان کے فروع کو دیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ ربع زوجہ کا نصف حقیقی بہن کا باقی علاتی بھائی کا

مسئلہ تصہ ۴

زوجہ	حقیقی بہن	علاتی بھائی
۱	۲	۱

---

[۱] شامی زکریا ص۵۵۲/ج۱۰/باب توریث ذوی الارحام.

[۲] سراجی ص۷۳/ الصنف الرابع من ذوی الارحام)یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

[۳] شریفیه ص۱۱۶/فصل فی الصنف الرابع،مطبوعه رحیمیه دیوبند.

E:\F.M.Fainal\Jild-30\09-Zavil Arham

مسئلہ تصحہ ۲۰

زوجہ	حقیقی بھانجے	علاتی بھتیجی
ہندہ	محمد عمر، محمد حسین، محمد حسین، محمد سلیم، محمد ظہیر	صالحہ
۱/۵	۲ ۲ ۲ ۲ ۲ ۲	۱/۵

او كان بعضهم اولاد العصبات وبعضهم اولاداصحاب الفرائض فابويوسفؒ يعتبر الاقوى ومحمدؒ يقسم المال على الاخوة والاخوات مع اعتبارعددالفروع والجهات فى الاصول فما اصاب كل فريق يقسم بين فروعهم اھ سراجی[۱] ص ۴۲/۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۶/۶/۱۳ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف ۱۳/ج ۶۶/۲ھ

عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام کی وراثت

سوال:- ایک شخص غلام حیدر خاں تھے ان سے دولڑکے پیدا ہوئے، غلام قادر خاں کے ایک پسر غلام حضرت خاں وغلام دستگیر خاں کے دولڑکے غلام فرید خاں وعبدالوہاب خاں۔ عبدالوہاب خاں کے پسر محمد رفیق خاں جو لاولد فوت ہوئے، غلام فرید خاں کے دولڑکے عبدالرشید خاں وعبدالوحید خاں ومسماۃ عزیز بیگم، عزیز بیگم کی ایک لڑکی سلطان جہاں ہوئی۔ سب فوت ہوگئے صرف سلطان جہاں حیات ہیں۔ سب سے آخر میں عبدالوحید خاں کا انتقال ہوا ہے۔ ان کے ترکہ کے متعلق علماء سے فتویٰ لیا گیا تو علماء ٹونک نے سلطان جہاں کو ذوی

---

[۱] سراجی ص ۷۰، ۶۹/الصنف الثالث ذوی الارحام، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۶۱/ج۶/الباب العاشرفی ذوی الارحام، شریفیہ ص ۱۲۲/مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

الارحام میں سے مان کر عبدالوحید خاں کا ترکہ یوں تقسیم کیا ہے کہ عبدالوحید خاں کی دو بیوہ گاں کو ایک چہارم دے کر باقی میں چوتھائی یا یوں کہا جائے کہ بیوہ گاں کو۴/دیگر باقی ۱۲/ بھانجی سلطان جہاں کو تجمل حسین خاں عصبہ نہیں ہیں۔ ان کا کچھ حق نہیں ہے۔ اور علماء بھوپال نے یہ فتویٰ دیا کہ تجمل حسین خاں عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام مسماۃ سلطان جہاں کا کوئی حق نہیں ہے۔۴/ بیوگان کا نکال کر باقی ۱۲/ تجمل حسین کو ملے گا۔ میں حیران ہوں کہ یہ کیا بات ہے کس کو صحیح مان کر عمل کیا جائے۔ براہِ عنایت ان دونوں فتاویٰ کے اختلاف کا باعث اور ان میں کسی ایک کے صحیح ہونے اور دوسرے کے غلط ہونے کی وجوہ و دلائل تحریر فرما کر مجھ کو ممنون و مشکور فرمائیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم حاصل فرمائیں۔

نوٹ:- غلام حیدر خاں کے انتقال کو یکصد برس سے زائد عرصہ گذر چکا ہے ان کا انتقال ۱۲۵۱ھ میں ہوا ہے۔ اور عبدالوحید خاں نے اپنے بھائی عبدالرشید خاں کی وفات پر ان کے ترکے کے متعلق عدالت میں یہ بیان دیا ہے کہ میرے بھائی عبدالرشید خاں کا وارث سوا میری اور میری بھانجی سلطان جہاں کے اور کوئی نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ تھا کہ وہ فتاویٰ بھی ہمراہ بھیجے جاتے جن میں اختلاف ہوا تا کہ فریقین کے بیان کردہ دلائل میں بھی غور کرنے کا موقع ملتا۔ سراجی میں اگرچہ فرع اجدادہ نہیں فرمایا لیکن دوسری جگہ اس کی تصریح موجود ہے چنانچہ امام کردری نے جامع وجیز میں ترتیب عصبات کے ذیل میں لکھا ہے ثم عم الاب لاب وام ثم عم الاب لاب ثم ابن عم الاب لاب وام ثم ابن عم الاب لاب وهكذا بنوها وان سفلوا وهكذا عمومة الاجداد وان علوا واولادهم الذكران وان سفلواه فتاوىٰ[1] بزازية ج۳ / ص ۴۵۶ / یہ کتاب کسی ہندوستانی کی

[1] فتاوى بزازيه على هامش الهنديه كوئٹه ص ۴۵۶/ج ۶/الثانى فى عصبة المخصة، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۵۱/ج ۶/الباب الثالث فى العصبات، المحيط البرهانى ص ۳۰۸/ج ۲۳/فصل فى العصبات، ادارة القرآن ڈابھيل.

لکھی ہوئی نہیں، نہ یہ اردو میں ہے نہ غیر معتبر ہے بلکہ کشف الظنون[1] میں اس کے متعلق لکھا ہے **وذکر الائمة ان علیه التعویل قیل لابی سعود المفتی لم تجمع المسائل المهمة ولم تولف فیها کتاباً قال انّی استحیی من صاحب البزازیة مع وجود کتابه لانه مجموعة شریفة جامعة للمهمات علی ما ینبغی اھ**۔ رہا یہ اشکال کہ ایسے عموم کی حالت میں ذوی الارحام کی توریث کا مدار عدم علم عصبات پر ہے کہ بغیر تحقیق کسی کو عصبہ قرار دیکر وارث نہیں بنایا جاسکتا۔ بوضع المال فی بیت المال کی صورت میں جو اشکال عصبات کے متعلق ہے وہ ذوی الارحام کے متعلق بھی ہوگا بلکہ اس سے زائد ہوگا۔ کیونکہ عصوبت سے حضرت عیسیٰؑ کو تو مستثنیٰ کیا گیا ہے مگر ذوی الارحام سے تو وہ بھی مستثنیٰ نہیں۔ پھر ایسی کونسی صورت نکل سکتی ہے کہ میت کے ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو اور بیت المال کے حوالے اس کا ترکہ کیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم، وعلمہ اتم واحکم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

اگر اس بات کا شرعی ثبوت موجود ہے کہ عبدالوحید خاں کے دادا یا پردادا کی نسل میں کوئی مذکر موجود ہے خواہ وہ کوئی ہو تجمل حسین ہو یا عمرو بکر اس کو عبدالوحید خاں صاحب کے ترکہ سے حصہ ملے گا۔ ذوی الارحام کو عصبہ کی موجودگی میں حصہ نہیں ملتا[2] اس کے ثبوت کے لئے مفتی محمود صاحب نے جو عبارات پیش کی ہیں وہ کافی ہیں۔ اور اس صورت میں تجمل حسین خاں کو اگر عصبہ ہیں یعنی عبدالوحید خاں کے سلسلہ نسب میں اوپر جا کر پردادا یا اس سے اوپر کسی جگہ مل جاتے ہیں تو علاوہ ان کی زوجہ کے حصہ کے سب کے وہ بھی وارث ہوں گے بھانجی وارث

---

[1] کشف الظنون ص ۲۴۲ / ج ۱ / البزازیة فی الفتاویٰ، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] وانما یرث ذوی الارحام اذالم یکن احدمن اصحاب الفرائض، ممن یردعلیه ولم یکن عصبة عالمگیری کوئٹه ص ۴۵۹ / ج ۶ / الباب العاشر فی ذوی الارحام، شامی کراچی ص ۷۹۱ / باب توریث ذوی الارحام.

نہ ہوگی۔ ہاں اگر تجمل حسین کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو ان کو حصہ نہ ملے گا بھانجی وارث ہوگی۔ جناب مولانا مفتی سرفراز احمد صاحب نے سراجی کے علاوہ دوسری کتابیں غالباً اس وقت مطالعہ نہیں فرمائیں۔ اگر وہ اور کتابوں کا مطالعہ فرمائیں گے تو وہ بھی اپنی رائے سے رجوع فرمائیں گے۔ واللہ الہادی الی صراط مستقیم۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/ ربیع الاول ۶۸ھ

عصبہ وذوی الارحام میں تقسیم ترکہ

سوال:- عبدالجبار خاں نے انتقال کیا ترکہ میں بڑی جائیداد ومکانات چھوڑے ورثہ میں ذوی الفروض کوئی نہیں صرف چچازاد اور پھوپھی زاد بھائی ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مرحوم کے چچازاد بھائی ہیں اور پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ بہنوں میں کس طرح تقسیم ہوگا۔ نیز عبدالجبار خاں مرحوم چونکہ لاولد تھے ان کی بیوی بھی اکثر بیمار رہتی تھی، اس لئے موجودہ ذوی الارحام نے ان کی بھرپور خدمت کی انہوں نے کچھ مطالبات بھی پیش کئے ہیں۔ مرحوم نے ان سے کچھ دینے اور مدد کرنے کا تذکرہ بھی کیا تھا اور اپنی حیات میں ان کی مدد کرتے تھے اور آئندہ بھی مدد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا اندریں صورت کیا ذوی الارحام کو ترکہ سے حصہ مل سکتا ہے؟

نوٹ:- موجودہ ورثاء کا کیسے مسئلہ ہوگا؟ دریافت طلب یہ ہے کہ موجودہ ورثاء اپنی رضامندی سے تقسیمِ ترکہ کا معاملہ کسی کمیٹی کے سپرد کریں اور کمیٹی کو اختیار دیں اپنی صوابدید کے مطابق یہ کمیٹی ترکہ کی تقسیم اس طرح کرے کہ ترکہ سے ذوی الارحام کو ان کی خدمات کا صلہ مل جائے یا دینی مدرسہ میں کمیٹی ترکہ کچھ دیدے جس مدرسہ کی مرحوم نے مدد کی ہو، کیا کمیٹی کو یہ اختیار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مرحوم کے ذمہ کوئی قرض ہوتو اول اس کوادا کیا جائے پھر اگر کوئی وصیت کی ہو ذوی الارحام کے لئے یا مدرسہ وغیرہ کے لئے ،تو ایک تہائی ترکہ سے اس کو پورا کیا جائے[1] پھر جو کچھ بچے وہ صرف دو چچازاد بھائیوں کو نصف نصف دیدیا جائے[2] چچازاد بھائیوں اور بہنوں اور پھوپھیوں کی اولاد کو اس ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا۔ ذوی الارحام نے جو خدمت کی ہو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں ملے گا اس کے عوض دنیا میں میراث میں حصہ نہیں مرحوم نے جو کچھ جس جس کو دینے اور مدد کرنے کا ارادہ کیا تھا اب اس ارادہ کو وراثت سے پورا کرنے کا حکم نہیں ،بحصۂ مساوی جب دونوں چچازاد بھائیوں کو ان کا حصہ مل جائے۔ پھر وہ مرحوم کی نیت پوری کرنے اور مرحوم کی ذوی الارحام کے ساتھ خیر خواہی کرنے اور مرحوم کو ثواب پہنچانے کے لئے اپنی صوابدید کے مطابق جتنا بھی دیں گے اس سے ان کو بھی ثواب ہوگا اور ذوی الارحام کی بھی خیر خواہی ہوگی۔ اور مدرسہ کی بھی مدد ہوگی ،جس سے مرحوم کو بھی اجر وثواب ملے گا۔ کسی کمیٹی یا انجمن کے حوالہ اگر اس تقسیم کو کیا جائے تو وہ بھی طریقہ مذکورہ پر تقسیم کردے۔ بحیثیت وراثت نہ ذوی الارحام کو دے نہ مدرسہ کو دے بلکہ دونوں وارثوں کو برابر دیدے پھر وہ دونوں اپنے اپنے حصہ میں اپنی رائے کے مطابق تصرف کریں ،جس جس کو

---

[1] ثم تفض دیونه من جمیع مابفی من ماله ثم تنفذ وصایاه من ثلث مابقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثته سراجی ص۵/ و۴/مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،درمختارعلی الشامی زکریا ص۴۹۵/ج۱۰/کتاب الفرائض،بحر کوئٹه ص۴۸۹/ج۸/کتاب الفرائض.

[2] العصبة بنفسه وهم اربعة اصناف الی ماقال ثم جزء جده ای الاعمام ثم بنو هم وان سفلوا الخ سراجی مختصراً ص۲۱،۲۲/باب العصبات،مطبوعه یاسرندیم دیوبند،شامی زکریا ص۵۱۸/ج۱۰/فصل فی العصبات،عالمگیری ص۴۵۱/ج۶/الباب الثالث فی العصبات، مطبوعه کوئٹه،اذااجتمع جماعة من العصبة فی درجة واحدة یقسم المال علیهم باعتبار ابدانهم الخ عالمگیری کوئٹه ص۴۵۱/ج۶/الباب الثالث فی العصبات.

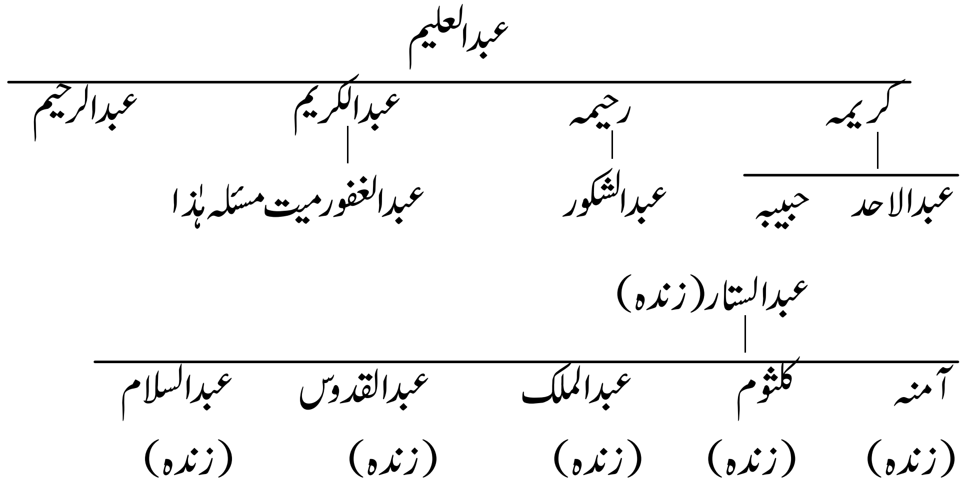
جتنا چاہیں دیدیں[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۴/۲۲ھ

ذوی الارحام میں تقسیم میراث کی صورت

سوال:- ایک شخص مسمّٰی عبدالغفور نے انتقال کیا اور یہ وارث چھوڑے مرحوم کے حقیقی چچا مسمّٰی عبدالرحیم کی دونواسی مسمیات زینب اور فاطمہ اور ایک نواسا مسمّٰی محمد عمر اور مرحوم کی حقیقی خالہ مسماۃ حفصہ کے دو پوتے مسمیان عبدالحلیم اور عبدالعلی اور مرحوم کی ایک حقیقی پھوپھی مسماۃ کریمہ کا ایک نواسہ مسمّٰی عبدالستار اور یہی پھوپھی کی دو پوتیاں مسماۃ آمنہ اور کلثوم اور تین پوتے مسمیان عبدالملک اور عبدالقدوس اور عبدالسلام اور مرحوم کی دوسری حقیقی پھوپھی مسماۃ رحیمہ کا ایک پوتہ مسمّٰی عبدالاحد، یہ کل بارہ وارث موجود ہیں۔ سواب مرحوم عبدالغفور کے ترکہ کا موافق شرع کے کیا فیصلہ ہے؟ مرحوم کے وارثین کے نسب ناموں کے شجرے حسبِ ذیل ہیں۔

شجرہ قرابۃ الاب

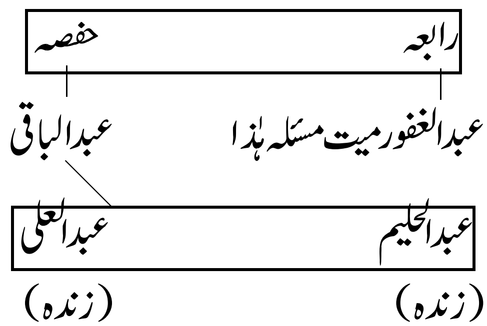


---

[۱] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک. تفسیر بیضاوی ص۷/ ج۱/ تفسیر سورة فاتحه، مطبوعه رشیدیه دهلی.

شجرہ قرابۃ الام

عبدالخالق



الجواب حامداً ومصلیاً

فی العالمگیریۃ[1] ج ۲ / ص ۴۶۴ / (فی الصنف الرابع) وان کانوا ذکوراً واناثاً واستوت قرابتھم فللذکر مثل حظ الانثیین وان کان حیز قرابتھم مختلفاً فالثلثان لقرابۃ الاب وھو نصیب الاب والثلث لقرابۃ الام وھو نصیب الام وکذافی اولادھم اولٰھم بالمیراث اقربھم الی المیت من ای جھۃ کان. انتھیٰ وفیھا ایضاً ص ۴۵۹ /[2] واختلفوا فی ولد ولدالوارث والصحیح انہ لیس باولیٰ کذافی خزانۃ المفتیین وفی السراجی[3] فصل فی اولادھم (ای اولاد الصنف الرابع(شریفیۃ)الحکم فیھم کالحکم فی الصنف الاول الخ وفیہ ایضاً وکذٰلک عند محمدؒ اذاکان فی اولاد البنات البطون مختلفۃ یقسم المال علی اول بطن اختلف فی الاصول ثم یجعل الذکور طائفۃ والاناث طائفۃ بعد القسمۃ فما اصاب الذکور یجمع ویقسم علی الخلاف الذی وقع فی اولادھم وکذلک مااصاب الاناث وھٰکذا یعمل الی ان ینتھی وفیہ

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۴۶۲ / ج ۶ / (الباب العاشرفی ذوی الارحام، الصنف الرابع، سراجی ص ۷۳ / باب ذوی الارحام، فصل فی الصنف الرابع، مطبوعہ یاسرندیم دیوبند.

[2] عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۹ / ج ۶ / الباب العاشرفی ذوی الارحام،

[3] سراجی ص ۷۴ / باب ذوی الارحام، فصل فی اولادھم.

ایضاً وکذالک محمدؒ یأخذ الصفة من الاصل حال القسمة علیه العدد من الفروع وفیه ایضاً وقول محمدؒ اشهر الروایتین عن ابی حنیفةؒ فی جیع ذوی الارحام وعلیه الفتویٰ. انتهی[1]

ان تمام روایتوں سے سوال میں لکھی ہوئی صورت کا حکم معلوم ہوا جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرحوم کے ترکہ کا تیسرا حصہ تو دوحصہ ہوکر مرحوم کی ماں کی طرف کے وارثوں کو یعنی خالہ کے پوتے عبدالحلیم اور عبدالعلی کو ایک ایک حصہ ملے گا اور باقی دوتہائی مال مرحوم کے باپ کی طرف کے وارثوں کو یعنی چچا اور پھوپھی کی اولاد میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ یہ دوتہائی پہلے خود چچا اور پھوپھیوں پر تقسیم ہوگا مگر تقسیم میں چچا اور پھوپھیوں کی اولاد میں جتنے وارث ہیں ان کی گنتی کی برابر چچا اور پھوپھییں مان کر ان پر تقسیم کریں گے پس صورت موجودہ میں پھوپھیوں کی اولاد میں چونکہ سات شخص ہیں لہٰذا سات پھوپھییں مانی جائیں اور چچا کی اولاد میں تین شخص ہیں لہٰذا تین چچا مانے جائیں گے۔ اور ایک مرد کا حصہ دوعورتوں کے حصے کے برابر ہوتا ہے اس لئے یہ دوتہائی کے تیرہ حصہ کرکے اس میں سے چھ حصے چچا کو ملیں گے۔ پھر چچا کی اولاد میں پہلے درجے کی اولاد چونکہ ایک ہی قسم کی ہے یعنی لڑکی ہے۔ لہٰذا اس کو چھوڑ کر دوسرے درجے میں جو دوقسم کی اولاد ہے یعنی ایک نواسہ محمد عمر اور دونواسی زینب اور فاطمہ اور نواسے کا حق نواسی سے دوگنا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ چھ حصوں کے چار حصے کرکے ایک ایک حصہ نواسی کو اور دو حصے نواسے کو دیئے جائیں۔ اور پھوپھیوں کے حصہ میں جو سات آتے ہیں اس کا یہ حکم ہے کہ پھوپھیوں کی پہلی درجے کی اولاد میں چونکہ دوقسم کے لوگ ہیں مرد اور عورت یعنی ایک لڑکی حبیبہ اور دولڑکے عبدالصمد اور عبدالشکور ہیں۔ اور حبیبہ اور عبدالشکور کی اولاد میں صرف ایک ایک شخص ہے اور عبدالصمد کی اولاد میں پانچ شخص ہیں۔ لہٰذ پہلے درجہ کی اولاد پھوپھیوں کی موافق قاعدہ مذکورہ بالا کے ایک لڑکی اور چھ لڑکے مانے جائیں گے اور ایک لڑکے کا حصہ دو

---

[1] سراجی ص ۶۰/باب ذوی الارحام، فصل فی النصف الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہوتا ہے۔اس لئے پھوپھیوں کے حصہ میں جو سات حصے آئے ہیں ان کے تیرہ حصے کئے جائیں گے۔اس میں سے ایک حصہ پھوپھی کی لڑکی حبیبہ کے حصہ میں آئے گا اوراس کے لڑکے عبدالستار کو مل جائے گا اور باقی بارہ حصے پھوپھی کے لڑکوں عبدالصمد اور عبدالشکور کے حصے میں رہے وہ ان دونوں کی اولاد جو کہ پھوپھیوں کی دوسرے درجہ کی اولاد ہے ان کو ملیں گے۔مگر ان دونوں کی اولاد میں بھی مرد وعورت یعنی دولڑکیاں اور چارلڑکے ہیں۔اس لئے مذکورہ بارہ حصوں کے دس حصے کئے جائیں گے۔ان میں سے ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں آمنہ اور کلثوم کو مل جائے گا اور دو دو حصے ایک ایک لڑکے کو یعنی عبدالاحد اور عبدالملک اور عبدالقدوس اور عبدالسلام کو ملیں گے۔اب اس حساب کو آسانی سے سمجھنے کے لئے ایک مثال لکھی جاتی ہے۔مثلاً مرحوم عبدالغفور کا ترکہ چھبیس ۲۶ روپے ساڑھے چھ آنہ ہے۔تو اس میں سے ایک تہائی آٹھ روپے بارہ آنے دس پائی (جو مرحوم کی خالہ کے حصے کے ہیں) خالہ کے پوتوں عبدالحلیم اور عبدالعلی کو ملیں گے۔ ہر ایک کو چار روپے چھ آنے پانچ پائی ملیں گے اور باقی دو تہائی یعنی سترہ روپے نو آنے آٹھ پائی کے تیرہ حصے کر کے اس میں سے چھ حصے کی رقم آٹھ روپے ڈیڑھ آنہ مرحوم کے چچا کے حصے کے چار حصے ہو کر ان کی دونواسی زینب اور فاطمہ اور نواسہ محمد عمر کو ملیں گے۔ ہر ایک نواسی کو دو روپیہ دو پیسے اور نواسے کو چار روپے ایک آنہ ملے گا۔اور باقی سات حصے کی رقم نو روپے سات آنے آٹھ پائی (جو پھوپھیوں کے حصے کے ہیں اس کے تیرہ حصے کر کے اس میں سے ایک حصہ یعنی گیارہ آنے آٹھ پائی حبیبہ کے حصہ میں آ کر اس کے لڑکے عبدالستار کو مل جائیں گے اور باقی بارہ حصے کی رقم آٹھ روپے بارہ آنے جو عبدالصمد اور عبدالشکور کے حصے کے ہیں وہ دس حصہ ہو کر ان کی اولاد یعنی دولڑکیاں آمنہ اور کلثوم اور چارلڑکے عبدالاحد اور عبدالملک اور عبدالقدوس اور عبدالسلام کو ملیں گے۔ ہر ایک لڑکی کو چودہ آنے اور ہر ایک لڑکے کو پونے دو روپے ملیں گے۔

(صورتِ مسئولہ ملاحظ فرمائیں)

عبدالغفور عبدالکریم

۵۰۷۰ ترکہ ۶۰ ؁

۱۰۱۴ سہ

۷۸ ۰۶/

عم عم عم عمہ عمہ عمہ عمہ عمہ عمہ عمہ عمہ خالہ خالہ

بنت بنت بنت ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن

بنت بنت ابن ابن ابن ابن ابن ابن بنت بنت ابن ابن

زینب فاطمہ محمد عمر عبدالستار، عبدالاحد، عبدالملک، عبدالقدوس، عبدالسلام آمنہ، کلثوم عبدالحلیم عبدالعلی

۲ ۱

۶ ۶ ۱۲ ۲۸ ۱۳ ۱۳

۷۸ ۷۸ ۱۵۶ ۲۸ ۳۳۶ ۱۶۹ ۱۶۹

۳۹۰ ۳۹۰ ۷۸۰ ۱۴۰ ۳۳۶ ۳۳۶ ۳۳۶ ۳۳۶ ۱۶۸ ۱۶۸ ۸۴۸

للعہ ۱۱/۸ پائی ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۴ ۱۴ ۱۴

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/ رمضان المبارک ۶۶ ؁ھ

تخریج کی اصولی تقسیم اور رقوم کی تصحیح صحیح ہے مگر بیچ میں جو سہام کا عمل کیا ہے وہ بہت مجمل ہے جو قاعدہ اہل فرائض نے نقل سہام کا ذکر کیا ہے اس کے مطابق سمجھ میں نہیں آیا۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/ شعبان ۶۶ ؁ھ

فصل نہم:- توریث حمل

توریث حمل پر شبہ اوراس کی ایک صورت

رشید احمد عفی مدرس اول مدینۃ العلوم بھپنڈہ، پوسٹ راہوکی، متصل حیدآباد سندھ

مشفقی المکرّم زیدت عنایاتکم ....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعداز طلب خیریت طرفین گذارش یہ کہ بندہ ۱۰؍شعبان المعظم سے مدرسہ میں رخصت ہوجانے کی وجہ سے اپنے غریب خانہ خیرپور آیا ہوا ہے اوراس جگہ بفضلہٖ تعالیٰ ہرطرح سے عافیت ہے۔ باعث تحریر آنکہ مسئلہ مذکورہ ذیل میں بندے کوقدرے شبہ ہے کیونکہ یہ مسئلہ بندہ نے صرف اجتہاد سے تحریر کردیا ہے اس جگہ کوئی کتب خانہ موجود نہیں تاکہ معتبر کتب سے اس کی تحقیق کرلی جاتی اوراب آنجناب کی طرف ارسال ہے کہ اگر صحیح ہوتو تصویب فرماویں اور حوالہ بھی ہوسکے تو تحریر فرماویں اوراگر خطا ہوتو اصلاح فرماکر ممنون فرماویں۔ مسئلہ یہ ہے کہ:

اگر حمل غیرمورث کا ہواور حاملہ معتدہ رجعیہ ہواوراس نے مضی عدت کا اقرار بھی نہ کیا ہوتو موت مورث سے چھ ماہ اوروقت طلاق سے دوبرس میں سے جومدت ابعد ہواس کے اندراندر پیدا ہونا شرط ہے،اوراگر مضی عدت کا اقرار کیا ہوتو اقرار سے چھ ماہ کے اندراندر پیدا ہوبشرطیکہ مذکورہ بالا ابعدالاجلین کے بھی اندر ہو۔ کیونکہ اگر ستتہ اشھر من موت المورث ابعد ہےتو ظاہر ہے کہ طلاق رجعیہ میں یوم طلاق سے دوبرس کے بعد بھی وارث ہوگا۔ اوراگر یوم طلاق سے دوبرس ابعدالاجلین تواس میں اگرچہ ممکن ہے کہ موت مورث کے وقت حمل نہ ہواس کے بعد رجوع کرکے وطی کی ہواور حمل ہوگیا ہومگر، یہ خلاف ظاہر ہے، اصل یہ ہے کہ اس نے رجوع نہیں کیا۔ فقط بقیہ سب خیریت ہے۔ امید ہے کہ حضور کا مزاج گرامی بھی مع الخیر ہوگا حسن خاتمہ کی دعاء سے فراموش نہ فرماویں۔

رشید احمد غفرلہٗ، لدھیانوی ثم خیرپوری، ازخیرپورمیرس جامع مسجد (سندھ)

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جزئیہ صراحۃً نہیں ملا۔ اور جو تفصیل آپ نے تحریر کی ہے وہ سمجھ میں نہیں آئی کہ اس کا مأخذ کیا ہے۔ امید کہ مدرسہ پہنچ کر بعد رخصت تحریر فرمائیں گے[1]۔

محترم المقام.........زید احترامکم.........................السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بفضلہٖ تعالیٰ یہاں ہر طرح خیریت ہے۔ خداوند تعالیٰ طرفین میں عافیت رکھے۔ اس مبارک ماہ، مبارک اوقات میں، مبارک مشاغل میں۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی — بیاد آر محبان بادہ پیمارا

بندہ بھی دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی دینی و دنیوی مخصوص نعمتوں سے مالا مال فرمائیں۔

احقر محمود غفرلہٗ، ۶۶/۹/۱۰ھ

توریث حمل کی متعدد صورتیں اور ان پر اشکالات

سوال:- حمل غیر مورث کا ہو تو اس حمل کے وارث ہونے کی شرط ولادت لاقل من ستۃ اشھر ہے یا لتمام ستۃ اشھر، شامی نے ستۃ اشھر او قل بحر نے صرف لاقل من ستۃ اشھر لکھا ہے۔

---

[1] اس نوع کے تین سوالات احسن الفتاوی ص ۲۸۳، ۲۸۵ / ج ۹ / کتاب الوصیۃ والفرائض، مطبوعہ زکریا پر موجود ہے۔ مذکورہ بالا استفتاء صاحب احسن الفتاوی (مفتی رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ) نے ہی حضرت فقیہ الامتؒ سے فرمایا تھا ''واضح رہے کہ دونوں کی تاریخوں میں فرق ہے کہ حضرت مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے تینوں فتاوی کی تاریخیں ۱۳۷۵ھ ہے اور حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ص ۱۳۶۶ھ کا ہے، البتہ حضرت مفتی رشید احمدؒ کے رسالہ ''تسہیل المیراث'' سبق چہاردھم و پانزدھم کے اخیر میں ۱۳۶۶ھ مرقوم ہے جو حضرت فقیہ الامت کے فتوی کی تاریخ کے موافق ہے۔ رسالہ ''تسہیل المیراث'' احسن الفتاوی ج ۹ / ص ۳۸۴ / سے شروع ہو کر ص ۴۳۷ / پر ختم ہو رہا ہے نیز دیوبند کے ''الامین کتابستان'' نے اس کو الگ سے بھی شائع کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

شامی[1] ج ۲/ص ۲۰۷/ نے سراجی[2] ص ۴۹ کی موافقت کی ہے اور بحر[3] میں مبسوط[4] کی موافقت ہے لیکن مبسوط ہی میں اور بعض مسائل میں ستة اشهر کو اقل کے ساتھ لاحق کیا ہے اکثر کے ساتھ لاحق نہیں کیا اور طحطاوی میں صاف ہے کہ اس مسئلہ میں ستة اشهر اکثر کے ساتھ لاحق ہے بظاہر یہی راجح معلوم ہوتا ہے وان جائت به لستة اشهر او اكثر فانه لايرث اھ[5] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

العبد محمود غفرلہٗ

سوال متعلق استفتاء بالا:

سوال:- اکثر کتب متداولہ میں یہی لکھا ہے کہ اگر حمل مورث کا ہو اور عورت نے انقضاء عدت کا اقرار کرلیا ہو تو حمل وارث نہ ہوگا تو کیا اگر اقرار سے لاقل من ستة اشهر پیدا ہو جائے تب بھی وارث نہ ہوگا۔؟

---

[1] شامی کراچی ص ۸۰۱/ ج ۶/ کتاب الفرائض، فصل فی الغرقیٰ والحرقیٰ.

[2] وان كان من غيره وجاء ت بالولد لستة اشهر او اقل منها يرث الخ، سراجی ص ۸۶ فصل فی الحمل، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3] ذكر الصدر الشهيد فی فرائضه، ان الجنين يرث اذا كان موجوداً فی البطن عند موت المورث بان جاء لاقل من ستة اشهر مذمات المورث، هكذا ذكر محمد المسئلة مطلقة، وهذا التقدير فی استحقاق الجنين من غير الاب، البحر الرائق کوئٹہ ص ۵۰۳/ ج ۸/ کتاب الفرائض.

[4] وانما يعلم وجوده فی البطن اذا جاء ت به لاقل من ستة اشهر منذ مات الوارث الخ مبسوط للسرخی ص ۵۰/ جزء ۳۰/ مطبوعه دار الفکر بیروت، کتاب الفرائض، باب میراث الحمل.

[5] طحطاوی علی الدر المختار ص ۴۰۳/ ج ۴/ کتاب الفرائض، فصل فی الغرقیٰ والحرقیٰ، مطبوعه دار المعرفة بیروت.

الجواب حامداً ومصلياً

اقرار پرعدت ختم ہوجاتی ہے لیکن اقرار کے بعد لاقل من ستة اشهر پیدا ہوجانا اس کے لئے مکذّب ہے لہٰذا بچہ ثابت النسب اور وارث ہوگا۔ بشرطیکہ اکثر مدت حمل (دوسال) کے اندر پیدا ہوا ہو۔ اگر موت مورث سے دوسال کے بعد پیدا ہوگا تو ثابت النسب اور وارث نہیں ہوگا والمتوفیٰ عنها اذاادعت انقضائها ثم جاء ت بولد لتمام ستة اشهر لايثبت نسبه ولأ قل يثبت اه شامی ج ۲/ص ۸۵۸/[1] يثبت نسب ولد المقرة بإنقضاء العدة اذا جاء ت به لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار كما اذا اقرت بعد مامضى من عدتها سنتان الاشهرين فجاء ت بولد بعد ثلاثة اشهر من وقت الاقرار لم يثبت نسبه منه لان شرط ثبوته ان يكون لاقل من سنتيں من وقت الفراق بالموت اوبالطلاق وبعده لايثبت وان لم تقربا لا نقضاء فمع الاقرار اولى اه زيلعى[2].قال الاتقانى:هٰذا الذى ذكره القدورى يتناول كل معتدة سواء كانت معتدة عن وفات اوعن طلاق بائن او رجعى لانه اطلق المعتدة ولم يقيدها يدل عليه ما ذكره فخرالاسلام وغيره فى شروح الجامع يقولهم:اذا اقرت بانقضاء العدة فى الطلاق البائن اوالرجعى فى مدة تصلح لثلاثة اقراء ثم ولدت فان ولدت لاقل من ستة اشهر منذاقرت ولاقل من سنتين منذبانت وفى الرجعى كيف ماكان بعدان يكون لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار يثبت النسب لعلمنا ببطلان الاقرار وان ولدت لستة اشهر منذ اقرت يثبت لانالم نعلم بفساد الاقراركذالک فى الوفاةاه شلبى هامش[3] الزيلعى ج۳/ص ۴۲/. والمسئلة مذكورة فى البحر ج/۴ص ۱۷۳/[4] وفتح القدير ص ۳۰۵/ج۳/[5].

---

[1] شامی زکریاص ۲۳۱/ج۵/کتاب الطلاق،باب العدة، فصل فی ثبوت النسب.
[2] زیلعی شرح کنز ص ۴۲/ج۳/باب العدة،باب ثبوت النسب،مطبوعه امدادیه ملتان.
[3] شلبى على الزيلعى ص ۴۲/۳، مطبوعه امدادیه ملتان، باب ثبوت النسب،
[4] البحرالرائق ص ۱۶۰/ج۴، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، باب ثبوت النسب،
[5] فتح القدير ص ۳۵۵/ ج۴، مطبوعه دارالفكر بيروت، باب ثبوت النسب.

لیکن علامہ زیلعی نے ایک اشکال کیا ہے[۱] جس کو صاحب بحر اور شامی نے برقرار رکھا ہے فلیتامل فیہ[۲]۔

ولو مات عنها قبل الدخول اوبعده ثم جاء ت بولد من وقت الوفات الٰى سنتين يثبت النسب منه وان جاء ت به لاكثر من سنتين من وقت الوفات لا يثبت النسب هٰذا كله اذا لم يقربا نقضاء العدة وان اقرت. وذٰلک فى مدة تنقضى فى مثلها عدة الطلاق والوفاة سواء. ثم جاء ت بولد لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار يثبت النسب والافلا اه عالمگیری ج ۱/ص ۵۳۷[۳]۔ جب ثبوت نسب ہوگا تو استحقاق وراثت بھی ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

ایضاً

سوال:- شامی بحث الحمل میں ہے ''وان كان من غيره فانما يرث لوولد لستة

---

[۱] زيلعى شرح كنز ص ۴۲/ج۳/باب ثبوت النسب،مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] بقى فيه اشكال وهو ماذااقرت بالقضاء عدتها ثم جاء ت بولدلاقل من ستة اشهرمن وقت الاقرارولاقل من سنتين من وقت الفراق ينبغى ان لايثبت نسبه اذاكانت المدة تحتمله ذالک بان اقرت بعدمامضى سنة مثلاً ثم جاء ت بولد لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار لانه يتحلل ان عدتها انقضت فى شهرين اوثلاثة اشهر ثم اقرت بعد ذالک بزمان طويل ولايلزم من اقرار ها بانقضاء العدة ان تنقضى فى ذالک الوقت فلم يظهر كذبها بيقين الااذاقالت انقضت عدتى الساعة ثم جاء ت بولد لاقل من ستة اشهرمنذالک الوقت اه، البحرالرائق كوئٹه ص ۱۶۰/ ج۴/باب ثبوت النسب، كذافى الشامى ص ۵۴۴/ ج۳/فصل فى ثبوت النسب،مطلب فى ثبوت النسب من الصغيرة،مطبوعه دارالفكربيروت.

[۳] عالمگيرى ص۵۳۷/ ۱، مطبوعه كوئٹه، كتاب الطلاق،الباب الخامس فى ثبوت النسب.

اشهراواقل الااذاكانت معتدة ولم تقربانقضائهااواقرالورثة بوجوده[1]. اس میں کل ورثہ کا اقرار ضروری ہے، یا اکثر کا یا بعض کا اقرار بھی کافی ہے، اگر کل کا اقرار ضروری ہے تو کل ورثہ کا عاقل بالغ ہونا بھی ضروری ہوگا، نیز بعض کا اقرار اور بعض کا سکوت کل کے اقرار کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟ نیز اگر معتدہ رجعیہ ہو تو ظاہر ہے کہ روز طلاق سے دوسال کے بعد بھی اگر ولادت ہو تو حمل وارث ہوگا، اور اگر معتدہ بائنہ ہو یا ورثہ نے حمل کے وجود کا اقرار کیا ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس حمل کا روز طلاق یا موت سے دوسال کے اندر اندر پیدا ہونا ضروری ہے، مگر کتاب میں یہ شرط نہیں لگائی گئی، جو تحقیق ہو مطلع فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلياً

اس مسئلہ میں صراحۃً کوئی جزئیہ نہیں ملا۔ حمل مورث کے متعلق فصل ثبوت النسب میں یہ عبارت ہے:

ويثبت نسب ولدالمعتدة بموت اوطلاق ان جحدت ولادتهابحجة تامة او حبل ظاهراواقرارالزو ج به او تصديق بعض الورثة فيثبت فى حق المقرين وانمايثبت النسب فى حق غيرهم حتى الناس كا فة ان تم نصاب الشهادةبهم بان شهدمع المقررجل آخر وكذالوصدق المقرعليه الورثة وهم من اهل التصديق فيثبت النسب والايتم نصابها لايشارك المكذبين اه درمختار[2] مختصراً.

(قوله:اوتصديق بعض الورثة) المراد بالبعض من لايتم به نصاب الشهادة وهوالواحد العدل اوالا كثر مع عدم العدالة كما يظهرمن مقابله ح وصورة المسئلة لوادعت معتدة الوفاة الولادة فصدقهاالورثة ولم يشهد بهااحد فهوابن الميت فى

---

[1] شامی کراچی ص ۸۰۱/ج۶/ کتاب الفرائض،فصل فی الغرقیٰ والحرقیٰ.

[2] درمختارعلی الشامی زکریاص۲۳۷/تا۲۳۹/ج۵، مطبوعه کراچی ص ۵۴۴، ۵۴۶، ج۳/، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی ثبوت النسب،

قولهم جميعاً لان الارث خالص حقهم فيقبل تصديقهم فيه. فتح، (قوله: فيثبت فى حق المقرين) الاولىٰ فى حق من اقر ليشمل الواحد ولانهم لو كانوا جماعة ثبت فى حق غيرهم ايضاً الاان يحمل علىٰ ما اذاكانوا غير عدول افاده، (قوله: فى حق غيرهم) اى فى حق من لم يصدق اه شامى ج ۲/ص ۸۶۳[۱].

لیکن یہ نفس ولادت کے متعلق کلام ہے۔ معتدہ بائنہ رجعیہ کا جزئیہ صریحہ اس سے پہلے جواب میں شلبی ہامش الزیلعی سے منقول ہو چکا ہے[۲] اور یہ بحر[۳] وشامی[۴] وغیرہ میں بھی ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

العبد محمود غفرلہٗ

توریث حمل پر اشکال

سوال:- اگر حمل غیر مورث کا ہو اور چھ ماہ کے بعد پیدا ہو وفات مورث سے تو وہ تب وارث ہوگا کہ ورثہ نے وفات مورث کے وقت اس حمل کے وجود کا اقرار کیا ہو یہ اقرار سب وارث کریں یا بعض کا اقرار کافی ہے اس کے متعلق آپ نے ثبوت والی عبارات تحریر فرمائیں ہیں مگر اس صورت میں اقرار من يتم به الشهادة اس لئے کافی ہے کہ ولادت خود

---

[۱] شامی زکریاص ۲۳۸، ۲۳۹/ج۵، مطبوعہ کراچی ص ۵۴۶/ج۳، فصل فى ثبوت النسب، مطلب فى ثبوت النسب من الصغيرة،

[۲] شلبى على هامش الزيلعى ص ۴۲/ج۳/باب ثبوت النسب، مطبوعه امداديه ملتان.

[۳] اطلق فى المعتدة فشمل المعتدة عن طلاق رجعى او بائن والمعتدة عن وفاة كما صرح به فى غاية البيان معزياالى فخر الاسلام الخ، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۶۱/ج۴/باب ثبوت النسب،

[۴] ويثبت نسب ولد المعتدة لموت اوطلاق، اى بائن اور جعى وبه صرح فخر الاسلام وعليه جرى قاضى خاں درمختار مع الشامى ص ۵۴۴/ج۳/فصل فى ثبوت النسب، مطلب فى ثبوت النسب من الصغيرة، مطبوعه كوئٹه،

ایسی چیز ہے کہ اس پر شہادت معتبر ہے بخلاف صورت مسئولہ کے کہ حمل کا وجود ہی یقینی نہیں تو اس پر شہادت کیسے قبول ہوگی ایک غائب اور محتمل چیز پر شہادت معتبر نہ ہوگی پس احقر کا اسکے متعلق یہ خیال ہے کہ اقرار چونکہ حجت قاصرہ ہے اس لئے مقرین کے حق میں حمل وارث ہوگا بقیہ کے حق میں وارث نہ ہوگا اگر چہ مقرین کی تعداد نصاب شہادت سے بھی زائد ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کے متعلق صراحۃً جزئیہ ملنے کی نفی کر کے ثبوت النسب والی عبارات نقل کی تھیں اور اس سے پہلے سوال کے جواب میں یہ مذکور تھا کہ جب ثبوت نسب ہوگا تو استحقاق وراثت بھی ہوگا۔ نیز عبارات درمختار میں یہ فقرہ بھی مذکور تھا فیثبت فی حق المقرین[1]۔ اس سب سے مقصود بعض احتمالات کی اقربیت کو بیان کرنا تھا اقرار کا حجت قاصرہ ہونا مصرح ہے۔ جسکی نظیر فیثبت فی حق المقرین بھی ہے اگر چہ وہ نقصان نصاب پر مرتب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] درمختار کراچی ص ۵۴۶ / ج ۳ / فصل فی ثبوت النسب.

فصل دھم:- موانع ارث

کیا مرتدہ کو وراثت ملے گی؟

سوال:- خالدہ نکاح توڑنے کے لئے مرتدّہ ہوگئی حالانکہ اس طرح نکاح فسخ نہیں ہوتا،تو کیا وہ وراثت کی حقدار ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اصل مذہب اور ظاہر الروایہ تو یہی ہے کہ ارتداد سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے مگر چونکہ عورتوں نے اس کو مفارقت کا آلہ بنالیا ہے اس لئے بعض علماء نے حکم فرمایا ہے کہ نکاح تو فسخ ہو جاتا ہے لیکن عورت کو تجدیدِ اسلام پر مجبور کیا جائے گا۔پھر دیکھا گیا کہ اس میں بھی مشکلات کا سامنا ہے اور جبر کرنا دشوار ہے اس لئے فتوی دیا گیا کہ نکاح فسخ نہیں ہوتا۔تاہم جب تک وہ تجدیدِ اسلام اور پھر تجدید نکاح نہ کرے اس وقت تک صحبت وغیرہ بھی ممنوع ہے،لیکن دوسری جگہ نکاح درست نہیں۔یہ سب کچھ بطور سزا اور تعزیر کے ہے اور یہی غایت ہے۔لہٰذا صورت موجودہ میں عورت کو مستحق وراثت قرار دینا اس غایت کے منافی ہے اسی سزا کے ذیل میں مرتدہ کا نفقہ بھی ساقط ہوجاتا ہے۔نیز اختلاف دین کا مانع ارث ہونا مصرح ومنصوص ہے۔

وارتداد احدهما فسخ عاجل فللموطؤة كل مهرها ولغيرها نصفه لو ارتدّ ولاشئى من المهر والنفقة سوى السكنٰى به يفتى لو ارتدت لمجئ الفرقة منها قبل تأكده وصرحوا بتعزيرها خمسة وسبعين وتجبر على الاسلام وعلى تجديد النكاح زجراً لها بمهر يسير كدينار،وعليه الفتوىٰ والوالجية وافتى مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجراًوتيسيراً اھ درمختارقوله والنفقة قد علمت ان الكلام فى غير المدخول بها وهٰذه لا نفقة لها لعدم العدة لا لكون الردة منها لكن المدخول بها كذلک لانفقة لها

لـو ار تـدت فـلهـانفقة العدة و ان ارتدت فلا نفقة لها قوله وعلى تجديد النكاح فلكل قـاض ان يـجـدده بـمهـر يسيـر ولـوبـديـنـار رضيـت ام لاوتـمنع من التزوج بغيره بـعـداسـلامهـا ولايخفى ان محله ماااذاطلب الزوج ذٰلک قوله زجراً لها عبارة البحر حسـماً لباب المعصية والحيلة للخلاص منه اھ ولايلزم من هٰذا ان يكون الجبر على تـجـديـد الـنـكاح مقصوراً على ماااذا ارتدت لاجل الخلاص منه بل قالوا ذٰلک سدّاً لهٰذا الباب من اصله سواء تعمدت الحيلة ام لاکی لاتجعل ذٰلک حيلة ولا يخفىٰ ان الافتـاء بـمـااختـاره بـعـض ائـمة بـلخ اولىٰ من الافتاء بما فى النوادرولقدشاهد نامن الـمشـاق فى تجديدها فضلاً عن جبرها بالضرب ونحوه مالايعد ولايحد من القواعد الـمشـقة تجلب التيسيرواللّٰه الميسر لكل عسيرشامی[1]بقدر الحاجة ج۲/ص۲۱۲/ امـاالمرتدفلايرث من احدلامن مسلم ولامن مرتدوكذٰلک المرتدة لاترث من احدٍ لانهاليست ذات ملة اھ شريفيہ[2]ص۱۵۵/۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جوعورت قادیانی ہوجائے کیاوہ مستحقِ میراث ہے؟

سوال:- حفیظ اللہ کا انتقال ہوا، انہوں نے تین لڑکے اور ایک لڑکی غفوراً اور ایک

---

[1] الـدر المختارمع الشامی ص۳٦۷، ۳٦٦/ ج۴/ باب نكاح الكافر،مطلب الصبی والمجنون ليسـا باهل الخ،سكب الانهرمع المجمع ص۵۴۷/ج۱/كتاب النكاح،باب النكاح الكافر،دار الـكتب العلمية بيروت،النهرالفائق ص۲۹۰، ۲۹۱/ج۱/كتاب النكاح،باب نكاح الكافر، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] شـريـفيـه ص۱۴۱/فـصـل فی المرتد،مطبوعه رحيميه ديوبند،هنديه كوئٹه ص۴۵۵/ج٦/ كتـاب الـفـرائـض،الـبـاب الـسـادس فـی ميـراث اهل الكفرومايتصل بهذاالباب ميراث المرتد، الـمـحيـط البـرهـانـی ص۳۹۷/ج۲۳/كتاب الفرائض،الفصل السابع والثلاثون فی ميراث اهل الكفر،نوع من هذاالفصل فی ميراث المرتد،طبع مجلس علمی گجرات.

بیوی چھوڑا۔ حفیظ اللہ کی زوجہ کی رضامندی سے ان کے لڑکوں نے ایک دوسرے متروکہ مکان میں تین قرعے ڈال لئے اور اس طرح مکان میں شرکت کے ساتھ رہنے لگے۔ غفوراً نے کہا کہ میں اپنا حصہ نہیں لوں گی۔ کچھ عرصہ کے بعد غفوراً نے اپنے قادیانی شوہر کے اثر سے قادیانیت اختیار کر لی۔ سوال یہ ہے کہ غفوراً باوجود قادیانی ہونے کے اپنے مسلم باپ کے ترکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حفیظ اللہ کے انتقال کے وقت اس کی لڑکی غفوراً مسلمان تھی اس وقت مستحقِ میراث ہوگئی تھی جس وقت اس نے قادیانیت اختیار کر لی تھی اس وقت اگر حفیظ اللہ زندہ ہوتے اور پھر انتقال ہوتا تو وہ مستحق میراث نہ ہوتی[۱]۔ لیکن مسلمان لڑکی کا نکاح قادیانی سے شرعی نکاح نہیں[۲] اس پر بڑا ظلم کیا گیا جس کا نتیجہ ظاہر ہوا کہ وہ خود بھی قادیانی ہوگئی۔ افسوس آج جبکہ میراث دینے کا وقت آیا تب تو پوچھا جاتا ہے۔ اور جب اس کے ایمان وعصمت کو تباہ کر کے نکاح قادیانی سے کیا جارہا تھا اس وقت دریافت نہیں کیا گیا کہ یہ اقدام کس درجہ کا جرم ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گناہ کی وجہ سے میراث ساقط نہیں ہوتی

سوال:- ایک شخص عبداللہ نامی کا انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت دولڑکے خالد وزاہد

---

[۱] اما المرتدفلایرث من احدلامن مسلم ولامن مرتدمثله وكذالک المرتدة لاترث من احد لانهالیست ذات ملة،شریفیه ص ۱۴۱/فصل فی المرتد،طبع مجتبائی دهلی.

[۲] ولاتنكحواالمشركين حتى يومنوا(سورۂ بقره آیت ۲۲۱/لایجوز تزوج المسلمة من مشرک ولاکتابی،هندیه کوئٹه ص ۲۸۲/ج ۱/کتاب النکاح،الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم السابع المحرمات بالشرک.

اور ایک لڑکی شہناز بیگم کو چھوڑا۔ بڑے بھائی نے شہناز بیگم کی شادی کردی۔ ابھی چھوٹے بھائی کی شادی نہیں ہوئی تھی نہ ترکہ کی تقسیم ہوئی تھی کہ بہن نے ایک شخص سے منہ کالا کرلیا اور حمل قرار پا گیا۔ جب لوگوں میں شہرت ہوئی تو دونوں بھاگ کر چلے گئے اور پہلے شخص کے طلاق دینے کے بعد دونوں نے آپس میں شادی کرلی۔ اب مال کی تقسیم ہوئی۔ دونوں بھائیوں نے دنیوی رسم کے مطابق آپس میں تقسیم کرلیا اور بہن کا حصہ نہیں رکھا۔ کچھ دنوں کے بعد کسی خیر خواہ نے کہا اس میں تمہاری بہن کا بھی حصہ ہے اور یہ حق العبد ہے یہ معاف نہیں ہوسکتا، اس کو اس کا حق دیدو۔ تو انہوں نے غصہ میں آکر کہا ہم بھی جانتے ہیں کہ اس کا بھی حق ہے لیکن ایسے نالائقوں کا حق نہیں ملنا چاہئے۔ یہ کہہ کر انکار کردیا۔ گویا زنا ان کے نزدیک مانع ارث ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعۃً از روئے شرع زنا مانع ارث ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زنا گناہ کبیرہ ہے[1] لیکن لڑکی اس کی وجہ سے اپنے والد کے ترکہ سے محروم نہیں کی جائے گی[2]۔ جو لوگ اس کا حق نہیں دیتے ہیں وہ غاصب وظالم ہیں۔ اس کا وبال دنیا وآخرت دونوں جگہ ہوگا[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۶/۹۱ھ

---

[1] والمراد بها (اى بالكبائر) نحو القتل والزنى الخ شرح فقه اكبر ص ٦٨/ (مطبوعه مجتبائى دهلى) شرح عقائد ص ١٠٧/ مبحث الكبيرة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ص ٦٣/ ج ١/ كتاب الايمان باب بيان كون الشرك اقبح الذنوب، طبع رشيديه دهلى.

[2] اس لئے کہ زنا موانع ارث سے نہیں ہے۔ المانع من الارث اربعة الرق، والقتل، واختلاف الدينين واختلاف الدارين، سراجى ص ٧،٨، طبع ياسر نديم ديوبند، الدرمع الشامى كراچى ص ٧٦٦/٦، كتاب الفرائض، هنديه كوئٹه ص ٤٥٤/٦/ فصل موانع الارث، كتاب الفرائض، الباب الخامس فى الموانع.

[3] عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كانت له مظلمة لاخيه من عرضه اوشئ فليتحلله منه اليوم قبل ان لايكون دينار ولادرهم ان كا ن له (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

وراثت ہندوستان اور پاکستان کے درمیان

سوال:- حسب ذیل صورت میں تقسیم ترکہ کی کیا صورت اختیار کی جائے زید کی خالہ مسماۃ ہندہ نے پاکستان میں انتقال کیا جو کہ قانونی اعتبار سے پاکستانی بن گئی تھیں۔ان کی کچھ امانت زیدان کے حقیقی بھانجے کے پاس ہے یہاں ہندہ مذکورہ کے پوتے پوتیاں پاکستان میں ہیں اور ہندوستان میں صرف حقیقی وارث ایک لڑکی ہے اور بھانجہ ''امین'' وراثت از اراضی بصورت ملکیت ہے۔

ہندہ

لڑکی حقیقی وارث ہندوستانی	پوتے پاکستانی حقیقی	پوتیاں پاکستانی حقیقی
۱	۳	۴
حقیقی زید بھانجہ ہندوستانی		
۱		

الجواب حامداً ومصلیاً

بھانجہ مستحق نہیں۔ ہندہ کا ترکہ مملوکہ بیس حصے بنا کر دس حصے لڑکی کو ملیں گے[1]۔ دو دو

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمته وان لم یكن له حسنات اخذمن سیئات صاحبه فحمل علیه،مشكوة ص ۴۳۵/باب الظلم، دارالكتاب دیوبند،بخاری ص ۳۳۱/ ج ۱/ ابواب المظالم، باب من كانت له مظلمة عند الرجل الخ، مطبوعه اشرفی دیوبند.

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] امابنات الصلب فاحوال ثلث النصف لواحدة الی قوله ومع الابن للذكرمثل حظ الانثیین سراجی ص ۱۲، مطبوعه دارالكتاب دیوبند، فصل فی النساء، هندیه كوئٹه ص ۴۴۸/ ج ۶/ كتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض،تبیین الحقائق ص ۲۳۳/ ج ۶/ كتاب الفرائض، طبع امدادیه ملتان.

حصے تینوں پوتوں کو ملیں گے ایک ایک حصہ چاروں پوتیوں کو ملے گا[۱] وارث کسی دوسرے ملک میں ہونے کی وجہ سے محروم نہیں ہوتا[۲] اگر زمین ہندہ کی ملکیت تھی (حکومت مالک نہیں) تو اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: العبد نظام الدین

اہل اسلام کے حق میں اختلاف دارین مانع ارث نہیں

سوال:- زید ہندوستان کا شہری تھا اس کے دو بیٹوں میں سے ایک پاکستان چلا گیا اور وہاں باضابطہ شہری بن گیا دوسرا ہندوستان میں موجود ہے زید کا ہندوستان ہی میں انتقال ہوگیا تو اس کے ترکہ کا حصہ شرعاً دونوں کو پہنچے گا یا صرف ہندوستانی بیٹے کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اہل اسلام کے حق میں تباین دارین مانع ارث نہیں لہٰذا دونوں بیٹے شرعاً وارث ہوں گے۔ **ویمنع الارث الرق والقتل واختلاف الملتین واختلاف الدارین فیما بین الکفار حقیقة اوحکما بخلاف المسلمین وان شطت دارهم کمستامن وحربی** اھ سکب الانہر[۳] ص ۷۴۸/ج ۲/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وبنات الابن كبنات الصلب ولهن احوال ست (الى قوله)ولايرثن مع الصلبتين الاان يكون بحذا ئهن واسفل منهن غلام فيعصبهن والباقى بينهم للذكرمثل حظ الانثيين الخ سراجى ص ۱۲، ۱۳/فصل فى النساء، طبع ياسر نديم ديوبند، هنديه كوئٹه ص ۴۴۸/ج ۶/الباب الثانى فى ذوى الفروض، تبيين الحقائق ص ۲۳۵/ج ۶/كتاب الفرائض، طبع امداديه ملتان.

[۲] اختلاف الدارلايؤثرفى حق المسلمين الخ شامى زكرياص ۱۰/۵۱۰، كتاب الفرائض، شريفيه ص ۱۶، فصل فى موانع الارث، طبع مجتبائى دهلى، هنديه كوئٹه ص ۴۵۴/ج ۶/الباب الخامس فى الموانع.

[۳] سكب الانهرعلى هامش مجمع الانهر ص ۷۴۹/ج ۴/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کیا اختلاف دارین مانع ارث ہے؟

وارث ہونے کا دعوی کیسے ثابت ہوگا؟

سوال:- ہندہ نے حالت صحت وتندرستی میں اپنی تمام جائداد زمین روپیہ ایک مدرسہ اور ایک مسجد کے لئے وصیت کی تھی ان کے کوئی اولاد وارثین نہیں تھے خود ہندہ نے کسی دن کسی سے اس بات پر اقرار بھی نہیں کیا محلّہ والے کو بھی کوئی وارث موجود ہونے کا علم نہیں لہٰذا ہندہ کی وصیت کے مطابق ان کی رحلت کے بعد جب پنچایت نے اس وصیت کو جاری کرنے کے لئے مجلس قائم کی تو اتفاقاً ایک شخص نے ایک خط نکالا جس میں یہ تحریر ہے کہ:

''پاکستان میں اس ہندہ کا ایک بھائی ہے جو وراثت کا دعویٰ کررہا ہے'' اب سوال یہ ہے کہ پاکستان سے ہندہ کا بھائی ہونے کا دعویٰ خط کے ذریعہ کررہا ہے یا شہادت پیش کرنی پڑے گی۔ شق ثانی میں وہاں سے باقاعدہ شہادت لے کر خط کے ذریعہ بھیجد دینا کافی ہے۔ یا شاہدین کا یہاں آکر شہادت دینا ضروری ہے۔ حالانکہ پاکستان سے ہندوستان آنا ممنوع ہے وارث ہونے کی صورت میں کل جائداد میں وصیت جاری ہوتی ہے یا نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے وصحت بالکل عند عدم ورثته لیکن حالت شبہ مثلاً صورت مرقومہ ثلث پر وصیت جاری ہوجاتی ہے یا شبہ دور ہوجانے تک موقوف رہتا ہے۔ اختلاف دارین مسلمان کے حق میں مانع ارث کے بارے میں کیا حکم رکھتا ہے۔ شریفیہ شرح سراجی کے قول دون المسلمین اس تخصیص پر اشکال پیش کرکے شارح بسیط کے حوالہ سے عمومیت نقل کرکے جواب تحریر کرتے ہوئے لکھتے

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ ملاحظہ کیجئے) کتاب الفرائض، مطبوعه دارالکتب العلمية، بیروت، هندیه کوئٹه ۴۵۴/ ج ۶/ کتاب الفرائض، الباب الخامس فی الموانع، شریفیه ص ۱۶، طبع مجتبائی دهلی، فصل فی الموانع.

ہیں کہ وما فی حق المسلمین فقد لا یکون مانعا کاهل البغی والعدل والمسلم فی دارنامع المسلم المستامن فی دارالحرب یرث کل واحدمنهماعن صاحبه وقد یکون مانعاً کما اسلمافی دارالحرب وهاجراحدهماالی دارالاسلام بالنص اھ فمراد التخصیص ان الاختلاف بصفةالکلیة مختص بالکفار لاان مطلق الاختلاف المسطور مختص بهم اھ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ اختلاف الدار کے اختصاص اورعدم اختصاص میں مفتی بہ قول کیا ہے اور ہندوستان پاکستان کے درمیان وراثت جاری ہوسکتی ہے یا نہیں مدلّل باحوالہ جواب تحریر فرما کر مطمئن فرمائیں۔ واضح رہے کہ ہندوستان میں اگر پاکستان کی جائداد موجود ہوتو حکومت قبضہ کرسکتی ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اگر ہندہ نے کبھی اپنے کسی وارث کا اقرار نہیں کیا اور اہل خاندان اور اہل محلّہ کو بھی کسی وارث کا علم نہیں تو ہندہ کے انتقال کے بعد محض خط کی بناء پر خط لکھنے والے کو ہندہ کا بھائی اور وارث شرعی قرار نہیں دیا جائے گا جب تک وہ شہادت سے ثابت نہ کردے شہادت کے لئے حاضر ہونا شرط ہے غائب کی شہادت کافی نہیں۔ یعنی بھائی اپنے دعوی پر دو گواہ پیش کرے تب اس کا دعویٰ ثابت ہوگا وفی الاقضیة شهدابانه وارثه لاوارث غیره اواخوه اوعمه لانعلم له وارث غیره لاتقبل حتی بینا طریق الوراثة له والاخوة والعمومة لاختلاف الاسباب الی قوله ویشترط ذکرلاوارث وغیره لاسقاط التلوم عن القاضی والشرط فی سماع هٰذه البینة احضارالخصم وهو اماوارث اوغریم المیت له علی المیت دین اومودع المیت اوالموصی له اوبه لافرق بین ان یکون مقرا بالحق اومنکراً الی قوله ذکر محمدؒ فی الکتاب من ادعیٰ انه اخوه لابیه وامه واقام البینة تقبل،تنقیح الفتاویٰ الحامدیة[1] ص ۳۳۶ /۔

---

[1] تنقیح الفتاوی الحامدیه ص ۳۳۶ / ج ۱ / کتاب الشهادة، مطلب (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

اگر پنچایت کو اس خط سے شبہ پیدا ہو گیا ہے تو فی الحال وصیت ایک ثلث میں کر دی جائے اور دو ثلث کو محفوظ رکھا جائے تا کہ پنچایت کو اطمینان ہو جائے جتنے وقت میں بھی اطمینان ہو امام صاحب کا یہی قول ہے صاحبین کا قول امام طحاویؒ نے ایک سال نقل کیا ہے۔

عبارت منقولہ بالا سے پہلے عبارت ذیل ہے: **وذکر ان القاضی یحتاط ویتلوم زمانا یقع فی غالب رأیه انه لو کان له وارث اٰخر لظهر فی مثل هٰذه المدة ولم یقدره بشئی وذکره الطحاوی فی مختصره وقدره لذٰلک حولا لان الغیبة قدتمتد الی الحول قیل هٰذا قولهما وما ذکره فی المبسوط قول ابی حنیفة لانه لایری التقدیر بالاجتهاد اذا لم یکن فیه نص ولااجماع بل هو موکول الی رأی من ابتلیٰ به وهما یثبتان المقدار بالاجتهاد کما قالا فی التعزیر لمحیط السرخسی اھ[1]۔**

اختلاف دارین کے ذیل میں علامہ شامیؒ نے اس قول کو دفع کیا ہے جس نے اہل اسلام کے حق میں اختلاف کو مانع ارث قرار دیا ہے: **فمدفوع بقول بعض علمانا یخایل لی ان هٰذا کان فی ابتداء الاسلام حین کانت الهجرة فریضة الاتری ان اللّٰه نفی الولایة بین من هاجر ومن لم یهاجر فقال والذین اٰمنوا ولم یهاجروا مالکم من ولایتهم من شئ حتی یهاجروا فلما کانت الولایة بینهما منتفیة کان المیراث منتفیاً لان المیراث علی الولایة فاما الیوم فینبغی ان یرث احدهما من الاٰخر لان حکم الهجرة قد نسخ بقوله ﷺ لا هجرة بعد الفتح اھ ردالمحتار ج۵/ص۶۷۳[2]۔**

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ ملاحظہ کیجئے) **لابدفی شهادة المیراث بیان طریقه، مطبوعه میمنیه مصر، هندیه کوئٹه ص۴۸۸/۳، کتاب الشهادة، الباب السادس فی الشهادة فی المواریث، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص۱۷۴/ج۲/کتاب الشهادات، ومن الشهادة الباطلة الشهادة بالمجهول.**

[1] **تنقیح الفتاوی الحامدیه ص۳۳۵/ج۱/کتاب الشهادة، مطلب فی الشهادة فی المیراث، طبع میمنیه مصر، شامی کراچی ص۴۹۸/ج۵/کتاب الشهادة، باب الاختلاف فی الشهادة، هندیه کوئٹه ص۴۸۹/ج۳/کتاب الشهادة، الباب السادس فی الشهادة فی المواریث.** (حاشیہ ۲/ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

البتہ ثبوت وارث محتاج بینہ ہے۔اب صورت مسئولہ میں اختلاف دار مانع ارث نہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ نمبر۲/ملاحظہ فرمائیں) ۲؎ شامی زکریاص ۵۱۰/ج۱۰/مطبوعہ کراچی ص۷۶۸/ج۶/کتاب الفرائض،هندیه کوئٹه ص۴۵۴/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الخامس فی الموانع، شریفیه ص۱۶، مطبوعه مجتبائی دهلی، فصل فی الموانع،

فصل یازدھم:- حجب وحرمان

شادی کی وجہ سے لڑکیاں محروم نہیں ہوتیں

سوال:- شیخ خیرات احمد مرحوم کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں دونوں لڑکیاں شادی شدہ ہیں۔ان دونوں لڑکیوں کا والد کی جائداد میں شرعاً حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

شادی ہونے کی وجہ سے لڑکیاں باپ کی وارثت سے محروم نہیں ہوتیں[1] ان کو ضرور حصہ ملتا ہے۔ اگر صرف چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں تو بعد ادائے حقوق متقدمہ علی المیر اث دس سہام بنا کر دو دو سہام چار لڑکوں اور ایک ایک سہام دونوں لڑکیوں کو تقسیم کر دیا جائے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۴/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ

صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دار العلوم دیوبند

بیوہ نکاح ثانی کی وجہ سے وراثت سے محروم نہیں

سوال:- ایک عورت جس کا شوہر مر چکا ہے بعد عدت عقدِ ثانی کرتی ہے عورت

---

[1] اس لئے کہ شادی موانع ارث میں سے نہیں ہے۔ المانع من الارث اربعة الرق والقتل واختلاف الدينين واختلاف الدارين الخ سراجی ص۷/فصل فی الموانع،عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۴/ ج۶/کتاب الفرائض،الباب الخامس فی الموانع،الدرالمختارمع الشامی زکریاص ۵۰۳،۵۰۹/ کتاب الفرائض.

[2] یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین. الایة، سورة النساء آیت: ۱۱

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر (بیان القرآن)

کے اولاد نہیں ہے صرف خسر زندہ ہے۔ شوہر مذکورہ بالا اور اس کے والد سب ایک ہی ساتھ رہتے تھے۔ عورت مذکورہ زیورات ملبوسۂ جسم ومنقولہ جائداد وغیر منقولہ میں کتنا حصہ پاسکتی ہے یانہیں پاسکتی علاوہ مہر کے۔ اگر عورت مذکورہ نے مہر معاف کردیا ہے تو واقعات مندرجہ بالا میں کوئی حق رکھتی ہے یانہیں؟ اگر معاف نہیں کیا تو جائداد مذکورہ بالا سے مہر وصول ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ شوہر مذکور اور اس کے والد ایک ہی ساتھ رہتے تھے۔ شوہر کی علیحدہ جائداد یا رقم وغیرہ نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عقد ثانی کرنے کی وجہ سے وہ عورت مہر یا وراثت سے محروم نہیں ہوگی[1] جو اشیاء زیور لباس وغیرہ عورت کی ملک ہیں خواہ اس کے والد نے دی ہوں خواہ شوہر یا خسر نے تملیکاً دی ہوں وہ تو بلا شرکت غیر عورت کی ملک ہیں[2] اور شوہر اپنے والد کے ساتھ رہتا تھا ان میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔ عورت کو بھی کوئی حصہ نہیں ملے گا[3] جو اشیاء شوہر کی ملک ہو چکی تھیں خواہ اس نے خود حاصل کی ہوں خواہ اس کے والد نے تملیکاً دیدی ہوں وہ ترکہ شمار ہوں گے

---

[1] ولا یحرم ستة من الورثة بحال البتة الاب والام والابن والبنت ای الابوان والولدان والزوجان الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۵۲۹/ج ۱۰/کتاب الفرائض، بالعصبات، مجمع الانہر ص ۵۰۹/ج ۴/کتاب الفرائض، فصل ثانی، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت، سراجی ص ۲۷/ باب الحجب، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند.

[2] کل احد یعلم ان الجهاز ملک للمرأة وانه اذ طلقها تاخذه کله واذا ماتت یورث عنها ولا یختص بشیء منه شامی کراچی ص ۵۸۵/ج ۳/باب النفقة، مطلب لوزفت الیه بلاجهاز.

[3] بیوی کو شوہر کے ترکہ سے میراث ملتی ہے نہ شوہر کی جائیداد سے اور جب شوہر اپنے باپ کے ساتھ کماتا اور رہتا ہے تو ساری کمائی باپ کی ہوتی ہے اور بیٹا معاون ومددگار ہوتا ہے، اس لئے شوہر کے باپ کی جائیداد میں سے بیوی کو کچھ نہیں ملے گا۔ اب وابنه یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شئ فالکسب للاب ان کان الابن فی عیاله لکونه معیناله، شامی زکریا ص ۵۰۲/ج ۶/کتاب الشرکة، مطلب اجتمعافی دار واحدة عالمگیری کوئٹه ص ۳۲۹/ج ۲/کتاب الشرکة، مطلب اب وابن اکتسبا اموالاً.

اولاً قرضہ مہر وغیرہ ادا کیا جائے گا[1] اس کے بعد جو کچھ بچے اس میں سے چوتھائی حصہ عورت کو ملے گا۔ ہٰکذا فی الہندیہ[2] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/شوال/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۱/شوال/۶۷ھ

کیا ترکہ میں کوئی چیز ایسی بھی ہے جس سے بیٹی محروم ہے؟

سوال:-مرزا محمد اسحاق بیگ کا انتقال ہوگیا۔ پسماندگان میں ان کی بیوہ اور دو لڑکے مرزا فخر الدین بیگ و مرزا معین الدین بیگ اور ایک لڑکی سلطانہ بیگم ہیں۔ مرزا محمد اسحاق بیگ کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے اپنی بہن کو کل جائداد سے محروم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مکان و باغات میں تو حصہ ہوتا ہے لیکن کھیتوں میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ مرزا محمد اسحاق بیگ اپنی زندگی میں خود ہی کاشت کرتے تھے اور تمام کھیتوں پر مرزا محمد اسحاق کا قبضہ تھا۔ اب مفتیان کرام بتائیں کہ مذکورہ بالا جائداد میں سے ازروئے شرع فرائض سلطانہ بیگم کو کیا حصہ ملے گا۔ نیز باقی لوگوں میں جائداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ باپ کی چھوڑی ہوئی منقولہ وغیر منقولہ اشیاء میں سے کیا کوئی چیز ایسی بھی ہوتی ہے جس میں لڑکی حصہ دار نہ ہو اور وہ صرف لڑکوں کو ہی ملے؟ یہ بھی مطلع کیجئے کہ اس حق تلفی اور حصہ غصب کرنے کی

---

[1] فیبدأ اولاً بجهازه وکفنه ومایحتاج الیه فی دفنه بالمعروف ثم بالدین ثم تنفذ وصایاه ثم یقسم الباقی بین ورثته الخ عالمگیری مختصراً ص۴۴۷/ج۶/(مطبوعه کوئٹه) کتاب الفرائض، الباب الاول، مجمع الانهر ص۴۹۳،۴۹۵/ج۴/کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۴۹۳،۴۹۵/ج۱۰/کتاب الفرائض.

[2] وللزوجة الربع عند عدمهما(ای الولد أو ولد الابن) الخ هندیه ص۴۵۰/ج۶/کتاب الفرائض الباب الثانی، سراجی ۱۱،۱۲/فصل فی النساء، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، مجمع الانهر ص۵۰۰/ج۴/کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

کیا کوئی سزا شرعی ہے جو حشر میں ملے گی؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ یہ بھی مطلع فرمائیں کہ حق دینے میں دیر کرنا کیسا ہے؟ یہ بھی مطلع کیجئے کہ عدالتی قانون کی طرح کیا شرع میں بھی اس کی کوئی میعاد مقرر ہے کہ اس کے بعد یہ حق تمادی ہو جائے اور لڑکی اس کے پانے کی مستحق نہ رہے؟ جو لوگ مذکورہ بالا حق تلفی میں کسی قسم کی مدد زبانی یا عملی کریں ان کی کیا سزا ہے یا جو لوگ مذکور حق تلفی کے خلاف زبانی یا عملی مدد کریں ان کے لئے کیا اجر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ ۸ (۴۰)

زوجہ زہرہ بیگم	ابن فخر الدین بیگ	ابن معین الدین بیگ	بنت سلطانہ بیگم
$\frac{1}{5}$	۱۴	۱۴	۷

بشرط صحت سوال وعدم موانع ارث بعد تجہیز وتکفین وادائے دین مہر وغیرہ ازکل مال و تنفیذ وصیت از ثلث مال مرزا محمد اسحاق بیگ کا کل ترکہ چالیس سہام بنا کر اس طرح تقسیم ہوگا کہ پانچ سہام بیوہ (زہرہ بیگم) کو ملیں گے[۱] چودہ چودہ سہام دونوں لڑکوں فخر الدین ومعین الدین کو ملیں گے۔ سات سہام لڑکی سلطانہ بیگم کو ملیں گے[۲] روپیہ، زیور، کپڑا، برتن، گھر کا سامان، مکان، باغ، کھیت۔ غرض جو چیز بھی محمد اسحاق مرحوم کی ملک تھی سب کی تقسیم اس طرح ہوگی۔ بہن کی حق تلفی کرنا سخت ظلم ہے۔ بہن ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر زیادہ سے زیادہ شفقت کی جائے۔ اگر وہ بڑی ہے تو اس کا حق والدہ کے قریب ہے۔ اگر چھوٹی ہے تو اس کا حق بیٹی کے قریب ہے۔[۳] حدیث شریف میں ہے[۴] کہ اگر کسی کی ایک بالشت زمین غصب کرلی

---

[۱] اما الزوجات فحالتان الی قوله والثمن مع الولد وولد الابن وان سفل، سراجی ص ۱۱، ۱۲/ فصل فی النساء الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۵۱۲/۱۰/کتاب الفرائض، البحر الرائق کوئٹہ ص ۴۹۴/ج ۸/کتاب الفرائض.

[۲] یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین، سورۃ النساء آیت ۱۱/.

[۳] حق کبیرۃ الاخوۃ علی صغیرھم کحق الوالد علی ولدہ کنز العمال (باقی حواشی اگلے صفحہ پر دیکھئے)

تو اس کی سزا میں ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر گلے میں ڈالا جائے گا۔ دوتین پیسے کے عوض سات سو مقبول فرض نمازیں دلائی جائیں گی[۱] جس کا حق واجب ہو اس کے ادا کرنے میں بلا وجہ تاخیر کرنا اور ٹلانا ظلم ہے[۲] خاص کر جبکہ صاحب حق کی طرف سے مطالبہ بھی ہو۔ اگر ادا نہ کیا اور تاخیر ہوگئی تو وہ مطالبہ ساقط نہیں ہوگا[۳] یہاں تک کہ قیامت کو دلایا جائے گا[۴] ظالم کی ظلم میں مدد کرنا بھی ظلم ہے[۵] مظلوم کو ظلم سے بچانے کے لئے حسب طاقت وحیثیت مدد کرنا

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) ص ۴۶۶/ج ۱۶/ رقم الحدیث ص ۴۵۴۷۳/الباب الثانی فی برالو الدین،الام مطبوعہ مؤ ستة الرسالة بیروت.

[۴] عن سعید بن زید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من اخذ شبرا من الارض ظلما فانہ یطوقہ یوم القیامة من سبع ارضین، مشکوة شریف ص ۲۵۴/کتاب الغصب والعاریة،الفصل الاول،مطبوعہ دارالکتاب دیوبند،بخاری شریف ص ۴۵۴/ج ۱/کتاب بدء الخلق،باب ماجاء فی سبع ارضین،مطبوعہ اشرفی دیوبند،مسلم شریف ص ۳۳/ج ۲/قبیل کتاب الفرائض، مطبوعہ رشیدیہ دھلی،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] جاء فی بعض الکتب انہ یؤخذ لدانق ثواب سبع مائة صلوٰة بالجماعة الخ الاشباہ والنظائر ص ۷۴/(مطبوعہ دارالعلوم دیوبند) تحت القاعدة الثانیة .

[۲] مطل الغنی ظلم الحدیث مشکوٰة شریف ص ۲۵۱/باب الافلاس والانظار،الفصل الاول، بخاری شریف ص ۳۰۵/ج ۱/کتاب الاجارة،باب فی الحوالة،وھل یرجع فی الحوالة،مطبوعہ اشرفی دیوبند،مسلم شریف ص ۱۸/ج ۲/کتاب المساقات،باب تحریم مطل الغنی،مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

[۳] الحق لایسقط بتقادم الزمان. قواعد الفقہ ص۷۷ مطبوعہ (اشرفی دیوبند)الدر المختار علی الشامی ،زکریاص۷۴/ج ۶/کتاب الحدود،باب الشھادة علی الزنا.

[۴] عن ابی ھریرة قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لتؤذن الحقوق الی اھلھایوم القیامة حتی یقادللشاة الجلحاء من الشاة القرناء مشکوة شریف ص ۴۳۵/باب الظلم،الفصل الاول مطبوعہ دارالکتاب دیوبند،مسلم شریف ص ۳۲۰/ج ۲/کتاب البروالصلة،باب تحریم الظلم، مطبوعہ رشیدیہ دھلی.

[۵] ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان سورۂ مائدہ آیت ۲/.

لازم ہے[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

عقدِ ثانی کی وجہ سے بیوی کا حصہ کم نہیں ہوتا

سوال:- کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بیوہ عورت جو عقدِ ثانی میں آتی ہے ترکہ میں اس کا اور اس کے بچوں کا حصہ کم ہوتا ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ خیال غلط ہے، اس کا جتنا حصہ ہے وہ ضرور اس کی مستحق ہے۔ عقدِ ثانی کی وجہ سے ہرگز حصہ میں کمی نہیں آئے گی۔ اولاد بھی اپنے پورے حصہ کی حقدار رہے گی[۲]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۹ھ

حج بدل اور وقف کے ذریعہ ورثہ کو محروم کرنا

سوال:- ایک شخص غدر کے زمانہ میں بعد پانچ سال اپنی ماں کے ساتھ اپنی جدی

---

[۱] عن انس قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انصر اخاک ظالما اومظلوما فقال رجل یا رسول اللّٰه انصره مظلوما فکیف انصره ظالماً قال تمنعه من الظلم فذلک نصرک ایاه مشکوة ص ۴۲۲/باب الشفقة والرحمة علی الخلق،الفصل الاول،مطبوعه دار الکتاب دیوبند،بخاری شریف ص ۳۳۰/ ج ۱/ کتاب المظالم،باب اعن اخاک ظالما،اومظلوماًمطبوعه اشرفی دیوبند، مسند احمد ص ۹۹/ ج۳/مسند انس بن مالک رضی اللّٰه تعالیٰ عنه مطبوعه دار الفکر بیروت.

[۲] اما للزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولدو ولدالابن وان سفل والثمن مع الولداوولدالابن وان سفل الخ سراجی ص ۱۲/ فصل فی النساء،مطبوعه یاسرندیم دیوبند، مجمع الانهر ص ۵۰۰/ج۴/کتاب الفرائض،دار الکتب العلمیة بیروت،شامی زکریا ص ۵۱۲/ ج۱۰/کتاب الفرائض.

جائداداورترکہ چھوڑ کرگھر سے نکل کھڑا ہوا جس کا وارث مفرور کا بڑا بھائی ہوگیا اوراس کی اولاد اس مال پر قابض چلی آتی ہے دوران سفر میں مفرور کی ماں کا بھی انتقال ہوگیا غرض یہ کہ اس شخص نے باہر ہی پرورش پائی اور پھر پھرتا گھرتا ایک جگہ مقیم ہوکرکسی کی ملازمت اختیار کی حتی کہ اس نے پھر خود تجارت شروع کی اور شادی بھی باہر ہی غیر برادری میں کی اور اپنی خود پیدا کردہ آمدنی میں سے جائداد بنالی۔اب اس کی عمر تقریباً ۵۰ یا ۶۰ برس کی ہوگی جب کہ اس کے بھائی کی اولاد کو کسی طرح سے معلوم ہوگیا کہ وہ ان کا بزرگ ہے وہ اس کے پاس آنے جانے لگے اوراس سے مستفیض ہوتے رہے وہ شخص چونکہ لاولد تھا بیوی کا بھی انتقال ہوگیا تھا اس نے اپنا مکان مسجد کے نام پر وقف کردیا چند سال بعد اپنے مرض الموت لاحق ہونے سے قبل اس نے ایک رقم جوکہ تقریباً دوہزار روپے کی ہے تین آدمیوں کی تحویل میں ہے اور یہ وصیت کردی کہ روپیہ جب تک میں زندہ ہوں اپنے مصارف میں لاؤں گا اور میرے مرنے کے بعد اس روپے کو میرے بجائے حج بدل کرانے کے بعد جو بچے فی سبیل اللہ صرف کردینا میرا کوئی وارث نہیں اور نہ میں کسی کو دینا چاہتا ہوں ہر چند کہا گیا کہ تمہارے بھائی کی اولاد ہے ان کو کچھ دیدومگر انہوں نے نہ مانا۔اس واقعہ کے تقریباً ایک ماہ بعد ان کو مرض فالج یکا یک ہوگیا اور تین چار روز بے ہوش رہ کر انتقال کرگئے۔اب اس کے بھائی کی اولاد اس کے ترکہ کی مدعی ہے۔شرع شریف سے اس کا فیصلہ فرماکرعندی مشکور وعنداللہ ماجور ہوں۔اور مرحوم حنفی المذہب تھے۔

الجواب حامداًومصلیاً

وصیت ایک ثلث ترکہ میں بہرصورت نافذ ہوجاتی ہے اوراگر ایک ثلث سے زائد کی وصیت کی جائے تو وہ ورثہ کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے[1] پس ایک ثلث میں وصیت کو پورا کرنا

---

[1] وتجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجزوالوارث ذلک لاالزیادة علیه الا ان تجیزورثته. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۳۳۹/ج ۱۰/کتاب الوصایا،مجمع الانهر ص ۴۱۸/ج ۴/کتاب الوصایا،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت،زیلعی ص ۱۸۲/ج ۶/اول کتاب الوصایامطبوعه امدادیه ملتان.

لازم ہے یعنی ایک شخص کواس کی طرف سے حج کرادیا جائے۔ تمام سفرحج اورضروریات حج کا خرچ دیا جائے اور یہ ایک تہائی ترکہ میں سے دیا جائے واپسی کے بعد کچھ بچے گا وہ ورثہ کا ہوگا اورحج مرنے والے کے وطن سے کرانا چاہئے۔ اگر ایک ثلث ترکہ میں اس جگہ سے حج نہ ہو سکے تو پھر جس جگہ سے حج ہوسکتا ہو وہیں سے کرادیا جائے **یحج عنه من ثلث ماله سواء قيد الوصية بالثلث بان اوصى ان يحج بلثلث ماله او اطلق بان اوصى ان يحج عنه. هٰكذا في البدائع فان لم يعين مكانا يحج عنه من وطنه عند علمائنا وهٰذا اذا كان ثلث ماله يكفي للحج من وطنه فاما اذا كان لايكفي لذلك فانه يحج عنه من حيث يمكن الاحجاج عنه بلثلث ماله كذافي المحيط الى قوله ومافضل في يدالحاج عن الميت بعد النفقة في ذهابه ورجوعه فانه يرده على الورثة لايسعه ان يأخذ شيئاً مما فضل اه فتاوىٰ عالمگيري** [1] ص ۲۶۵/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، ۱۶/۱۱/۵۵ھ

صحیح: عبداللطیف ۹/۱۱/ ذی قعدہ ۵۵ھ

کسی کا متبنّٰی ہونا وراثت سے محرومی کا سبب نہیں

سوال:- شیخ بندگی مرحوم کے دو فرزند محمد درویش علی مرحوم اور احمد علی مرحوم تھے۔ محمد درویش کے چار فرزند بالترتیب (۱) محمد عباس (۲) محمد معین الدین (۳) محمد بشیر الدین (۴) محمد نذیر الدین ہوئے لیکن احمد علی صاحب زمانہ دراز تک لاولد رہے اور آخر کار احمد علی صاحب نے اپنے سگے بھائی محمد درویش علی صاحب کے چھوٹے فرزند محمد نذیر الدین کو اپنا متبنّٰی

---

[1] عالمگيري كوئٹه ص ۲۵۹/ ج ۱/ كتاب الحج، الباب الخامس عشر في الوصية بالحج، النهر الفائق ص ۱۶۴/ ج ۱/ باب الحج عن الغير، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، درمختار على الشامي زكرياص ۳۵۶/ ج ۱۰/ كتاب الوصايا.

بنالیا۔ محمد نذیرالدین کو متبنیٰ بنانے کے بعد احمد علی صاحب مرحوم کے دولڑکے خواجہ معین الدین اور محمد جمال الدین پیدا ہوئے۔ لیکن احمد علی مرحوم نے اپنے متبنیٰ بیٹے کو بھی بذریعہ وصیت اپنی جائداد میں سے حصہ دیا۔ احمد علی مرحوم کے انتقال کے تقریباً بیس سال بعد جب کہ خواجہ معین الدین اور محمد جمال الدین بالغ ہو چکے۔ احمد علی مرحوم کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کی تقسیم برمفاد خوشی ہر دو صاحبزادگان (یعنی خواجہ معین الدین و جمال الدین) عمل میں آئی اور محمد نذیر الدین کو بھی حصہ دیا گیا جس حصہ پر محمد نذیرالدین آج پچھلے بارہ سال سے قابض اور مستفید ہے اور جس کے بارے میں ہر دو صاحبزادگان احمد علی مرحوم مسمیان خواجہ معین الدین اور محمد جمال الدین نے کبھی بھی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔ محمد درویش علی صاحب کے انتقال کے بعد ان کی جائداد مکسوبہ وموروثی منقولہ وغیر منقولہ صرف تین بڑے بھائیوں یعنی محمد عباس و معین الدین اور محمد بشیر الدین کے درمیان تقسیم کی گئی۔ جس پر محمد نذیرالدین نے اعتراض کیا اور گاؤں کے پنچوں کے ذریعہ انصاف کروانے کی کوشش کی لیکن اس کی شنوائی نہیں ہوئی اور ہر سہ حقیقی برادرگان محمد نذیرالدین کو حصہ دینے سے انکار کردیا اس درمیان میں ہر سہ حقیقی برادگان کو قائل ومقول کرنے کی کوشش جاری رہی لیکن افسوس ان بھائیوں نے ایک نہ سنی اور یہ کہہ کر کہ تم کو کوئی حصہ نہیں مل سکتا محمد نذیرالدین کو محروم کردیا۔ اب محمد نذیرالدین کی علماء کرام سے یہ درخواست ہے کہ وہ اس بارے میں فتویٰ دیں کہ آیا چونکہ محمد نذیرالدین کو احمد علی صاحب نے اپنا متبنیٰ بنایا اور اپنی جائداد میں سے حصہ دلوایا گیا اس لئے محمد نذیرالدین اپنے والد محمد درویش علی مرحوم کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ میں حصہ لینے سے محروم کردیا جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

محمد نذیرالدین کو اگر احمد علی صاحب مرحوم نے متبنیٰ بنالیا اور بذریعہ وصیت کچھ ان کو دے دیا تو اس کی وجہ سے وہ اپنے حقیقی والد محمد درویش علی کے ترکہ سے محروم نہیں ہوں گے۔ بلکہ اپنے تینوں بھائیوں محمد عباس، محمد معین الدین، محمد بشیرالدین کی طرح برابر کے وارث

اور حصہ دار ہوں گے[۱] بھائیوں کو لازم ہے کہ ان کو بھی پورا حصہ دیں گاؤں کے پنچوں کو چاہئے کہ مستحق کو اس کا حصہ دلوائیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند
الجواب صحیح: محمد نظام الدین عفی عنہ

نافرمان بیٹے کو میراث سے محروم کرنا

سوال: –زید اپنے باپ عمر کے ساتھ اس کی زندگی میں نہایت ناروا اور غیر مناسب سلوک رکھتا ہے جس کی بناء پر اس کا باپ عمر یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اپنی وراثت سے محروم کردے تو جائز ہے یا ناجائز۔ صورتِ مسئلہ حسب ذیل ہے۔

زید کے دادا یعنی عمر کے باپ نے اپنی زندگی میں اپنی جائداد وقف علی الاولاد کی ہے۔ عمر یہ چاہتا ہے کہ اپنی اس جائداد سے جو کہ اس کے باپ نے وقف کی اپنی اولاد زید کو (جو کہ باپ کو سخت تکالیف اور اذیت پہونچاتا ہے) اپنی وراثت سے محروم کردے۔ کیا شرعی نقطۂ نظر سے وہ ایسا کرسکتا ہے اور اس کے انتقال کے بعد اس کی یہ اولاد اس کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ سے محروم الارث ہوسکتی ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وراثت ملک غیر اختیاری ہے[۲] لہٰذا باپ کو حق نہیں ہے کہ اپنے بعد ورثہ میں سے کسی

---

[۱] متبنیٰ ہونا موانع ارث میں سے نہیں ہے اس لئے محض کسی کے متبنیٰ بنا لینے کی وجہ سے متبنیٰ اپنے حقیقی والد کے ترکہ سے محروم نہیں ہوگا۔ المانع من الارث اربعة الرق والقتل واختلاف الدينين واختلاف الدارين الخ سراجی ص۷/ فصل فی الموانع، مجمع الانهر ص۴۹۷/ ج۴/ کتاب الفرائض، دارالکتب العلمية، بيروت، عالمگیری ص۴۵۴/ ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الخامس فی الموانع، مطبوعه کوئٹه.

[۲] الثالث اما اختياری وهو الوصية او اضطراری وهو الميراث، الدر المختار علی الشامی زکريا ص۴۹۲/ ج۱۰/ کتاب الفرائض، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۴۹۴/ ج۴/ کتاب الفرائض، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص۲۲۹/ ج۶/ کتاب الفرائض، مطبوعه امداديه ملتان.

کومحروم کردے۔[۱] شریعت نے جوحصہ جس وارث کا متعین کردیا ہے وہ اس کوضرور پہنچے گا۔ خواہ مورث راضی ہو یا ناراض ہو۔ البتہ اصل مالک کو یہ اختیار ہے کہ اپنی زندگی اور صحت کی حالت میں اپنی ملک میں جس نوع کا چاہے تصرف کرے، بیع، ہبہ، صدقہ، وقف سب کچھ کرسکتا ہے۔[۲] اگر اولاد شریر ہو اور باپ کو خیال ہو کہ میرے بعد تمام جائداد خدا کی نافرمانی میں صرف کرے گی تو بہتر یہ ہے کہ اپنی زندگی اور صحت میں اس جائداد کو مصارف خیر میں صرف کردے[۳] اور صورت مسئولہ میں تو جائداد وقف علی الاولاد ہے لہٰذا حتی الوسع وقف کی شرائط کا لحاظ رکھنا چاہئے اگر واقف نے محروم کرنے کی نفی کی ہے۔ یا کوئی ایسی شرط نہیں لگائی کہ جس سے زید کو محروم کیا جاسکتا ہو تو عمر کو محض اس بناء پر کہ زید اس کو اذیت پہنچاتا ہے ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ زید کو محروم کردے۔[۴] رہا زید کا اپنے باپ عمر کو اذیت اور تکلیف پہونچانا یہ سخت گناہ ہے زید کو

---

[۱] عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللّٰہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ،مشکوۃ ص ۲۶۶ /قبیل کتاب النکاح،مطبوعہ دارالکتاب دیوبند،ابن ماجہ ص ۱۹۴ /کتاب الوصایا،باب الحیف فی الوصیۃ،مطبوعہ اشرفی دیوبند.

[۲] المالک ہو المتصرف فی الاعیان المملوکۃ کیف شاء من الملک.تفسیر بیضاوی ص۷/ تحت سورۃ فاتحہ.مطبوعہ رشیدیہ دھلی،المعجم المصطلحات والالفاظ الفقہیۃ ص ۳۵۱، ۳۵۲/ج۳/حرف المیم،الملک التام،مطبوعہ دارالفضیلۃ القاہرۃ،شرح المجلۃ ص ۶۵۴/ ج ۱/الباب الثالث المسائل المتعلقۃ بالحیطان،الفصل الاول فی بعض قواعدفی احکام الاملاک،مطبوعہ اتحادبکڈپو دیوبند.

[۳] ولو کان ولدہ فاسقا واراد ان یصرف مالہ الی وجوہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ھٰذاخیر من ترکہ.عالمگیری کوئٹہ ص ۳۹۱/ج۴/کتاب الہبۃ الباب السادس فی الہبۃ اللصغیر،بزازیۃ علی الہندیۃ کوئٹہ ص۲۳۷/کتاب الہبۃ،الجنس الثالث فی ہبۃ الصغیر،البحرالرائق کوئٹہ ص ۲۸۸/ج۷/کتاب الہبۃ.

[۴] مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ. شامی زکریاص ۶۶۵/ج۶/مطبوعہ کراچی ص ۴۴۵/ج۴/ کتاب الوقف،مطلب مراعاۃ غرض الواقفین الخ،النہرالفائق ص ۳۲۵/ج۳/کتاب الوقف، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،البحرالرائق کوئٹہ ص ۲۴۵/ج۵/کتاب الوقف.

اپنی حرکتوں سے باز آنا چاہئے اور توبہ کرنی فرض ہے[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۸/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۰/شعبان/۱۳۵۵ھ

نافرمان بیٹے کو عاق کرنا

سوال:- زید دہلی کے پنجابی خاندان کا فرد ہے۔ زید نے محبت سے مجبور ہو کر ایک باورچی کی لڑکی سے شادی کر لی جس سے زید کے ماں باپ رضامند نہیں ہیں، جس سے ایک لڑکا ہے اور ہندہ بھی حاملہ ہے۔ کیا اس وجہ سے زید کے والدین اپنی جائیداد سے محروم کر سکتے ہیں؟ کیا زید نے ایک غریب ہندہ کو سہارا دیا، اس سے شرعاً نکاح کیا تو یہ جرمِ عظیم ایسا ہے کہ زید کے والدین اس کو عاق کر دیں۔ جبکہ زید بے حد پریشان حال بھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکے کی سعادت اس میں ہے کہ والدین کی اطاعت کرے اور اپنی خواہش پر ان کی خواہش کو غالب رکھے[۲] لیکن اگر اس کے قلب میں ہندہ کی محبت اتنی گھر کر گئی ہے کہ وہ مجبور

---

[۱] عن عبداللّٰہ بن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم رضاالرب فی رضاالوالد وسخط الرب فی سخط الوالد مشکوۃ شریف ص ۴۰۹/کتاب البر والصلة،الفصل الثانی، ترمذی شریف ص ۱۲/ج ۲/ابواب البر والصلة،باب ماجاء من الفضل فی رضاالوالدین،مطبوعه اشرفی دیوبند،ان عقوق الاباء محرم ایضا،مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۶۶۵/ج ۴/کتاب البر والصلة، الفصل الاول مطبوعه اصح المطابع بمبئی.

[۲] عن عبداللّٰہ بن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم رضاالرب فی رضاالوالد وسخط الرب فی سخط الوالد،مشکوۃ ص ۴۱۹/ کتاب الروالصلة الفصل الثانی مطبوعه دارالکتاب دیوبند، ترمذی شریف ص ۱۲/ج ۲/ ابواب البروالصلة،باب (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

اور مغلوب ہوگیا تو پھر والدین کو بھی اس کی رعایت چاہئے۔ اب جبکہ شادی کو اتنی مدت گذر گئی اور اثر بھی مرتب ہوگیا تو اس کی جدائی پر مجبور نہ کیا جاوے کہ اس میں بہت سے مفاسد ہیں۔ شریعت میں عاق کرنا لغو ہے اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر والد باضابطہ تحریر لکھ دیں کہ میرے انتقال کے بعد میرے ترکہ میں سے میرے فلاں بیٹے کو میراث نہ دی جائے تو شرعاً یہ تحریر بالکل بیکار اور ناقابلِ عمل ہوگی۔ اور والد کے انتقال کے بعد وہ لڑکا بھی شرعاً وراثت کا حقدار ہوگا۔ نافرمانی کی وجہ سے اس کا حصہ ختم نہیں ہوگا، نہ کم ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے بحالت مرض لڑکے کو جائیداد دینا

سوال:- ایک شخص نے مرنے سے تقریباً ۵/ ماہ پہلے بحالت بیماری ایک اقرارنامہ اپنی جائداد کے متعلق لکھوا کر عدالت میں رجسٹری کرادیا ہے مقر اور اس کا پسر مقرلہ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں مقر کی زوجہ (مقرلہ کی والدہ) عرصہ دس گیارہ سال پہلے فوت ہوچکی ہے اور مقرلہ شادی شدہ ہے اور بچوں والا ہے۔ جائیداد و مکان بسعی اکثر مقر کی پیدا کردہ ہے اور کچھ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین، مطبوعہ اشرفی دیوبند، لان طاعتهما ای الوالدین فرض عین الخ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۲۰۲/ ج ۶/ کتاب الجهاد، مطلب طاعة الوالدین فرض عین، النهر الفائق ص ۲۰۰/ ج ۳/ کتاب الجهاد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۷۲/ ج ۵/ کتاب السیر.

[1] الارث جبری لایسقط بالاسقاط تکملة شامی کراچی ص ۵۰۵/ ج ۷/ کتاب الفتوی، مطلب وقعة الفتوی، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۴۹۴/ ج ۴/ کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۲۲۹/ ج ۶/ کتاب الفرائض، مطبوعه امدادیه ملتان.

موروثی ہے۔ وہ اپنے اقرار نامہ میں لکھتا ہے کہ میں زرعی جائداد پہلے اپنے پسر کے نام کا غذات سرکاری کرا چکا ہوں۔ اس تملیک کے بعد بھی باپ اسی طرح اس گھر میں رہتا ہے جس طرح کہ پہلے رہتا تھا اس تملیک سے غرض صرف دختران کو محروم رکھنے کی ہے نقل اقرار نامہ پشت استفتاء ہذا پر تحریر ہے۔ اب دختران باپ کی جائداد سے اپنی حق طلب کرتی ہیں، دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس اقرار نامہ سے کیا اس کی دختران محروم ہو سکتی ہیں۔ یہ امر قابل غور ہے کہ مقر اقرار نامہ ہذا کے وقت بیمار تھا۔ اور برابر نویسندگی کے وقت تک بیمار رہا اور اسی بیماری میں فوت ہوا۔

خلاصۂ نقل اقرار نامہ رجسٹری شدہ

مینکہ شیخ غلام محمد ولد شیخ عبدالرحیم قوم شیخ سکنہ خان پور جھورن تحصیل خانپور میں مملوکۂ مقر واقع ہیں۔ تمام مقرو پسرم حقیقی عبدالغفور کے پیدا کردہ ہیں چونکہ پسرم عبدالغفور حکمت اور طبابت کا کام کرتا ہے اس نے کافی روپیہ کمایا ہے اور اس کی کمائی سے بہت سی جائیداد پیدا کی گئی ہے کسی قدر تو جائیداد پسرم کے اپنے نام پر ہے مگر بہت سی جائیداد جو کہ پسرم نے خریدی بوجہ عزت وشان پدری کے مقر کے نام پر خریدی۔ مکانات مذکورہ بالا کی تعمیر بھی اس نے کرائی ہے اور مقر کے نام قرضہ بھی اس نے ادا کیا ہے اور مقر کا اکلوتا لڑکا اور بڑا ہی فرماں بردار اور فہیم ہے۔ مقر اس کی فرمانبرداری سے بہت خوش ہے۔ مقر کے دو دختران مسماۃ زینب خاتون اور مسماۃ شاہدہ خاتون شادی شدہ موجود ہیں مقر نے ان کو کافی زیورات وسامان جہیز کے وقت دیئے ہیں اور گڑھی اختیار خاں وہاں اراضی سکنی ومکان بھی ان کو جدا گانہ جو کہ ان کے قبضہ میں ہے قبل ازیں حکیم عبدالغفور خاں پسرم مدنظر رکھتے ہیں تمام اراضیات زرعی واقعہ مواضعات خانپور اور موضع جھورن تحصیل خانپور تملیک بالقبضہ تھی عبدالغفور پسرم داخل خارج کرا چکا اور تاریخ تملیک سے اس پر مالکانہ قبضہ پسرم کا ہے اب ہر دو مکانات مندرجہ بالا جس کی مالیت

مبلغ ۱۰۰۰ بمعہ جملہ حقوق داخلی وخارجی روشناس ہو جو مقر کو حاصل تھی بوجہ خدمت گذاری و فرمانبرداری پسرم کو اپنی زندگی میں بھی عبدالغفور پسر حقیقی خود تملیک بالقبضہ کر کے قبضہ مالکانہ اسی کو دیدیا ہے امروز سے مقر کو کوئی تعلق جائیداد متصرفہ بالا تملیک کردہ سے نہیں رہا اور نہ ہوگا۔ بمثل ذات خاص مقر کی جائیداد مذکورہ بالا کا مالک وقابض تصور ہوگا۔

نقشہائے ہر دو مکانات لف ہذا ہیں لہذا تملیک نامہ ۸/ کے اسٹام پر لکھدیتا ہوں تاکہ سندر ہے اور ضرورت کے وقت کام آوے تاکہ بعد میں کوئی حجت پیدا نہ کرنے پائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر غلام محمد ایسے مرض میں مبتلا تھا کہ جس سے غالباً لوگ صحت یاب نہیں ہوتے بلکہ اکثر مرجاتے ہیں۔ یا وہ صاحب فراش تھا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہیں تھا[1] اور ایسی حالت میں یہ تملیک نامہ ہبہ نامہ کیا اور پھر صحت یاب نہیں ہوا بلکہ اسی حالت اور اسی مرض میں انتقال ہو گیا تو یہ مرض الموت کا ہبہ نامہ ہے جو وصیت کے حکم میں ہے[2] اور وصیت وارث کے حق میں نافذ نہیں ہوتی ہے جب تک دوسرے ورثہ اجازت نہ دیں[3] پس دیگر ورثہ کی

---

[1] حدمرض الموت تكلموا فيه والمختار للفتوى انه اذا كان الغالب منه الموت كان مرض الموت سواء كان صاحب فراش اولم يكن. عالمگيرى كوئٹه ص ١٧٦/ ج٤/ كتاب الاقرار، الباب السادس فى اقارير المريض وافعاله.

[2] هبته ووقفه وضمانه كل ذالك حكمه كحكم وصية الخ الدرالمختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ٣٨١/ ج١٠/ كتاب الوصايا، باب العتق فى المرض، البحرالرائق كوئٹه ص ٤٢٩/ ج٨/ كتاب الوصايا، باب العتق فى المرض والوصية بالعتق، تبيين الحقائق ص ١٩٦/ ج٦/ كتاب الوصايا، باب العتق فى المرض.

[3] لاوصية لوارث الا ان يجيزها الورثة يعنى عند وجود وارث آخر الدرالمختار على هامش رد المحتار زكريا ص ٣٤٦/ ج١٠/ كتاب الوصايا، عالمگيرى كوئٹه ص ٩٠/ ج٦/ كتاب الوصايا، الباب الاول فى تفسيرها، مجمع الانهر ص ٤١٨/ ج٤/ كتاب الوصايا، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

رضامندی اوراجازت کے بغیر یہ ہبہ نامہ شرعاً نا قابل عمل ہے۔اس میں شرعی طریق پر میراث جاری ہوگی اوراگر ایسا مرض نہ تھا معمولی بیماری میں ہبہ نامہ کیا تو یہ وصیت کے حکم میں نہیں بلکہ ہبہ صحیح ہے جس شئ پر موہوب لہ کو قبضہ کرادیا وہ معتبر ہے[۱]۔

بہر دوصورت موہوب لہ کا قبضہ ضروری ہے اور مکان میں قبضہ ہوانہیں بلکہ جس طرح واہب کا قبضہ پہلے تھا اسی طرح بعد میں رہا خواہ مرض الموت ہوخواہ نہ ہو دونوں صورتوں میں قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے مکان کا ہبہ غیر معتبر ہے لڑکیوں کو شرعی حصہ ملے گا۔اگر بحالت صحت لڑکے یا لڑکی کو ہبہ کرکے اپنا قبضہ اٹھالیتا تو پھر اس میں اورکسی کا حصہ نہ ہوتا۔لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے ان کو کچھ نہ دینا ظلم اور گناہ ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۶/۴/ ۵۹ھ

صحیح :سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہٰذا

صحیح :عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۷/ربیع الثانی ۵۹ھ

---

[۱] وتتم الهبة بالقبض الكامل ،الدر المختار على هامش ردالمحتار زكريا ص ۴۹۳/ج۸/كتاب الهبة،البحر الرائق كوئٹه ص ۲۸۵/ج۷/كتاب الهبة،عالمگيرى كوئٹه ص ۳۷۴/ج۴/كتاب الهبة،الباب الاول فى تفسير الهبة.

[۲] عن انسؓ قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من قطع ميراث وارثه قطع اللّٰه ميراثه يوم القيامة،مشكوٰة شريف ص ۲۶۶/قبيل كتاب النكاح،مطبوعه دارالكتاب ديوبند،ابن ماجه ص ۱۹۴/ابواب الوصايا،باب الحيف فى الوصية،مطبوعه اشرفى ديوبند.

فصل دوازدھم:- متفرقات فرائض

فرائض کے قواعد

عالی جناب مولانا مفتی محمود الحسن صاحب السلام علیکم! عرض ہے کہ خادم کو ذیل قاعدہ کی جلد ضرورت ہے۔ وھِیَ ھٰذہ.

سوال:- اگر ایک نام کے بہت سے وارث ہوں تو ان میں باہم تقسیم کرنے کے لئے سہام لگانے کا پورا قاعدہ تحریر کرنے کے بعد فرائض کے دیگر مباحث تو کچھ آتے بھی ہیں مگر قاعدہ مسئول عنہا سے بالکل مناسبت نہیں۔ شاید مجھ جیسے ضعیف الاستعداد تلامذہ کو بھی آپ جیسے جید الاستعداد اساتذہ سے فائدہ پہونچے۔ یہ فن بندہ نے مدرسہ میں بالکل نہیں پڑھا۔ اس لئے اس فن کی مشکل مشکل اصطلاح کے بیان کرنے سے امید ہے کہ گریز نہ فرمائیں گے اور حتی الامکان تسہیل فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

محترمی! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا سوال نہایت مجمل ہے حضرت قاری صاحب سے دریافت کیا مگر کوئی متعین مفہوم حاصل نہیں ہوا بلکہ علیٰ سبیل التخمین یہ فرمایا کہ اگر ورثہ متعدد ہوں اور مثلاً سب کا نام زید ہے تو بوقت تقسیم ان میں تمیز کی کیا شکل ہے۔ اور میں نے یہ سمجھا کہ اگر ایک قسم کے چند وارث ہوں مثلاً چند بیویاں ہوں یا چند بیٹے ہوں یا چند بھائی ہوں ان میں تقسیم ترکہ کی کیا صورت ہے اول صورت میں تو تمیز بذریعہ اول وثانی وثالث یا بذریعہ اضافت الی الاب وغیرہ سہل ہے۔ مثلاً زید اول وزید ثانی وزید ثالث وغیرہ یا زید بن عمر، زید بن بکر، زید بن خالد وغیرہ اسی طرح اناث میں بھی آسانی ہے نیز یہاں اضافت الی الزوجہ سے بھی تمیز ہوسکتی ہے۔ ثانی صورت میں سہام میں لگانے کے لئے ضرورت ہے کہ ان

ورثہ کی نوعیت معلوم ہو۔ یعنی ورثہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اول ذوی الفروض جن کا حصہ کتاب اللہ میں مقرر ہے۔ ثانی عصبات جن کا حصہ مقرر نہیں بلکہ ذوی الفروض کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ لیتے ہیں۔ اور جب ذوی الفروض نہ ہوں تو سب ترکہ لے لیتے ہیں۔ اوران دونوں میں سے کسی کی موجودگی میں مستحق نہیں ہوتے[۱]۔ اب میں عصبات کی چند مثالیں لکھتا ہوں جو ایک نوع کے ہیں اور ذوی الفروض کوئی موجود نہیں ایسی صورت میں عدد ورثہ کے مطابق سہام بنا کر تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

مسئلہ۴ زید					مسئلہ۵ زید				
ابن	ابن	ابن	ابن	اخ	اخ	اخ	اخ	اخ
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱

مسئلہ۴ زید			
عم	عم	عم	عم
۱	۱	۱	۱

اگر لڑکوں کے ساتھ لڑکیاں بھی ہوں تو لڑکے کو دوہرا حصہ ملے گا اس کا حصہ بمنزلہ دو لڑکیوں کے ہوگا۔ مثلاً ایک لڑکا اور لڑکیاں ہوں تو کل چار سہام بنائیں گے دو لڑکے کو اور ایک ایک ہر لڑکی کو

مسئلہ۴		زید	مسئلہ۸			زید		مسئلہ۷			زید	
ابن	بنت	بنت	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
۲	۱	۱	۲	۲	۲	۱	۱	۲	۲	۱	۱	۱

---

[۱] فيبدأ باصحاب الفرائض وهم الذين لهم سهام مقدرة في كتاب اللّٰه تعالىٰ ثم بالعصبات من جهة النسب والعصبة كل من ياخذ ما ابقته اصحاب الفرائض وعند الانفراد يحرز جميع المال ثم بالعصبة من جهة السبب،ثم ذوى الارحام (سراجى ۶/) ياسر نديم اينڈ كمپنى ديوبند.

یہی صورت اس وقت ہوگی جبکہ بھائیوں کے ساتھ بہنیں بھی ہوں مثلاً

مسئلہ۸ زید

اخ	اخ	اخ	اخت	اخت
۲	۲	۲	۱	۱

مسئلہ۵ زید

اخ	اخت	اخت	اخت
۲	۱	۱	۱

یہ سب اس وقت ہے جب کل ورثہ عصبات ہوں ذوی الفروض نہ ہوں۔ اگر ذوی الفروض ہوں تو سہام لگانے میں اوّل ذوی الفروض کی رعایت کی جائے گی پھر عصبات کی۔ چند مثالیں سمجھئے

مسئلہ۴ ہندہ

زوج	ابن	ابن	ابن
۱	۱	۱	۱

زوج ذوی الفروض میں سے ہے ایسی حالت میں چوتھائی کا مستحق ہے اور بیٹے عصبات ہیں۔ پس کل چار سہام بنا کر ایک زوج کو دیدیا، باقی تین بچے وہ تینوں بیٹوں کو برابر تقسیم کردے۔

مسئلہ۴ ہندہ

زوج	ابن	بنت
۱	۲	۱

مسئلہ۸ زید

زوجہ	ابن	ابن	ابن	بنت
۱	۲	۲	۲	۱

یہاں زوجہ ذوی الفروض میں سے ہے آٹھویں حصہ کی مستحق ہے۔ لہٰذا کل سہام آٹھ بنا کر ایک زوجہ کو دیا باقی سات رہے وہ اکہرہ لڑکی کو اور دوہرا لڑکوں کو تقسیم کردیا۔

مسئلہ۶

اب	ابن	ابن	بنت
۱	۲	۲	۱

یہاں اب ذوی الفروض میں سے ہے چھٹے حصہ کا مستحق ہے لہٰذا کل چھ سہام بنا کر ایک والد کو دیا باقی پانچ کو بقاعدۂ مذکورہ تقسیم کر دیا۔ پوری واقفیت بغیر پڑھے یا بغیر جملہ ضوابط کو فرداً فرداً سمجھے دشوار ہے۔ مفید الوارثین میں نہایت تفصیل کے ساتھ اس علم کے مباحث کوتحریر کیا ہے۔ اسی طرح اور نئی کتب اس فن میں تحریر ہوکر شائع ہوچکی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صورت عائلہ

سوال:- اگر کسی مسئلہ میں باپ عصبہ ہو اور اصحاب فرائض کو حصہ دینے کے بعد کچھ نہ بچتا ہو اور عول کی گنجائش ہے تو کیا مسئلہ کو عول کر کے باپ کو حصہ دیں گے یا محروم ہو جائے گا؟ یا یہ وصیت ہے کہ باپ فرض کا بھی مستحق ہے اور تعصیب کا بھی۔ مسئلہ میں اصحاب فرائض کو حصہ مل گیا۔ باپ نے بھی اپنا حصہ پالیا اور مسئلہ میں عول کی گنجائش ہے تو کیا عول کر کے باپ کو تعصیب بھی دیا جائے گا یا فرض پر اکتفاء کر کے تعصیب سے معدوم کر دیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

باپ اگر کسی صورت میں عصبہ نہ ہوتو وہ ذوی الفروض میں ضرور ہوگا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ نہ عصبہ ہو نہ ذی فرض میں ہو۔ اس کا ذی فرض ہونا تو منصوص ہے **لکل واحد منهما السدس الآیۃ**[1] پھر کبھی اس کے ساتھ وہ عصبہ بھی ہو جاتا ہے کبھی عصبہ محض رہتا ہے، لیکن معدوم نہیں ہوتا۔ پس یہ سوال بے محل ہے کہ اصحابِ فروض کو دینے کے بعد باپ کے لئے کچھ نہ بچے کیونکہ وہ خود بھی اصحابِ فروض میں ہے، اس کا فرض دینے کے لئے ضرورت پیش آنے پر عول بھی کیا جائے گا۔ مثلاً

[1] سورۃ النساء آیت ۱۱/.

مسئلہ ۱۵

زوج	بنت	بنت	ام	اب
۳	۴	۴	۲	۲

یہاں اصل مسئلہ ۱۲/ سے کر کے عول ۱۵/ سے کیا گیا ہے باپ کو معدوم نہیں کیا گیا۔ باپ کو جس صورت میں عصبہ محض قرار دیا گیا ہے وہ ایسی صورت میں اصحابِ فرائض سب لے لیں اور باپ کے لئے کچھ نہ بچے والتعصیب المحض وذلک عند عدم الولد وولدالابن اھ سراجی[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ولی عہد بنانا

سوال:- اسلام کے قانون کے مطابق ولی عہد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کو میراث ملے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ولی عہد بنانے کا تو حق ہے[2]۔ مگر اسے حق وراثت نہیں ملے گا۔ حق وراثت صرف اس کو ملے گا جس کو شریعت نے وارث بنایا ہے[3]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۳/۲۴ھ

---

[1] سراجی ص ۹/باب معرفة الفروض ومستحقيها مطبوعه ياسر نديم ديوبند، شامی زكريا ص ۱۰/۵۱۲/ کتاب الفرائض، زیلعی ۲۳۰/ج ۶/مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] وكذا (ای صار وصياً) لو قال تعهدهم وقم بأمرهم الخ عالمگیری ص ۹۴/ج ۶/ (مطبوعه كوئٹه) كتاب الوصايا، الباب الثانی.

[3] ويستحق الارث باحدى خصال ثلاث، وهو القرابة والسبب وهو الزوجية والولاء الخ عالمگیری ص ۴۴۷/ج ۶/ كتاب الفرائض، مطبوعه كوئٹه، شامی کراچی ص ۷۶۲/ج ۶/ كتاب الفرائض، مجمع الانهر ص ۴۹۵/ج ۴/اول كتاب الفرائض، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت.

کیا بھانت میراث کا عوض ہے؟

سوال:- ہمارے یہاں کا جاہلانہ دستور یہ ہے کہ لڑکیوں کو حصہ نہیں دیتے بلکہ دستور قائم یہ کر رکھا ہے کہ تمام جائیداد لڑکوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اور لڑکی جو سسرال سے گھر آتی ہے (اپنے باپ کے گھر) تو اس کے بھائی وغیرہ کھانا کپڑا وغیرہ ہر سال دیکر اس کو رخصت کر دیتے ہیں اور یہی اس کا حق حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اگر حصہ نہ سمجھا جائے تو کیا بھائی وغیرہ پر یہ کرنا لازم ہے۔ شرعی نقطۂ نظر سے یہ فعل کیسا ہے؟ کیا ایسا کرنے والے افراد للذکر مثل حظ الانثیین کے خلاف نہیں کرتے، اگر کرتے ہیں تو اس سے بچنے کی صورت کیا ہوگی؟ مدلّل جواب مطلوب ہے۔ یہاں اس طرح دینے کو بھانت کہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ رواج اصل میں ہندوانہ رواج ہے، خاص اوقات میں جو لڑکیوں کو دیا جاتا ہے اس کو میراث کا بدل قرار دینا جائز نہیں۔ میراث انتقال مورث کے بعد ملتی ہے[1]۔ اور یہ معاملہ بسا اوقات زندگی میں بھی شروع ہو جاتا ہے۔ پھر جتنا حصہ میراث ہوتا ہے اس کی قیمت کا بھی کوئی تخمینہ نہیں ہوتا۔ نہ باقاعدہ لڑکیوں کا حصہ میراث کو خریدا جاتا ہے نہ ان کی رضاء طلب کی جاتی ہے۔ بہر حال اس رواج کو ختم کرنا ضروری ہے۔ لڑکیوں کو ان کا پورا پورا حصہ میراث دیا جائے۔ اپنی بہن کے ساتھ جو صلہ رحمی کرے۔ یہ عین سعادت ہے لیکن اس میں پابندی رواج یا معاوضہ میراث کو دخل نہیں ہونا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند، ۹۱/۵/۱۹ھ

گودنامہ

سوال:- گودنامہ شرعی نقطۂ نظر سے کیا ہے اور گودنامہ سے اگر ایک بھائی کی حق تلفی

---

[1] وقسمة الميراث بعده (اى بعد الموت) شامي زكريا ص ۴۸۹ ج ۱۰ / اول كتاب الفرائض.

ہورہی ہوتو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسئلہ وراثت ایسا ہے کہ جس کو حق تعالیٰ نے براہ راست قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے اس کی تشریح فرمائی ہے۔ حصے سب ورثاء کے متعین ہیں۔ کسی ترکیب سے مستحق کو محروم کرنا یا کم دینا اور غیر مستحق کو وارث قرار دینا شرعاً جائز نہیں[1] یہ حقیقی وارث کی حق تلفی ہے،غصب ہے،ظلم ہے۔ جولوگ یتیموں کا مال ناحق کھائیں ان کے متعلق ارشاد ہے کہ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور جہنم میں جلیں گے[2]۔

گودنامہ کی وجہ سے ہرگز ہرگز وراثت کا استحقاق نہیں ہوتا[3] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۱/۶/۲۷ھ

جس نے وارث لڑکی کو کچھ نہیں دیا اس کا حکم

سوال:- زید مرگیا اور اس کے بھائی محمد ساجد نے ترکہ میں سے زید کی لڑکی کو کچھ

---

[1] عن انس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من قطع میراث وارثه قطع اللّٰہ میراثه من الجنة یوم القیامة

ترجمہ: حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنے وارث کی کاٹے گا قیامت میں اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی میراث کاٹے گا۔مشکوۃ شریف ص ۲۶۶/باب الوصایا،الفصل الثالث.

[2] ان الذین یأکلون اموال الیتٰمٰی ظُلماً انما یأکلون فی بطونهم ناراً وسیصلون سعیراً. سورة النساء آیت ۱۰/.

ترجمہ: بلاشبہ جولوگ یتیموں کا مال استحقاق کھاتے ہیں اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔

[3] کیونکہ استحقاقِ ارث تین ہیں۔ان میں سے گودنامہ نہیں ہے۔ویستحق الارث باحدی خصال ثلاث، بالنسب وهو القرابة،والسبب وهو الزوجية والولاء،عالمگیری کوئٹه ص ۴۴۷/ج ۶/کتاب الفرائض،الباب الاول،شامی کراچی ص ۷۶۲/ج ۶/کتاب الفرائض،مجمع الانهر ص ۴۹۵/ ج ۴/اول کتاب الفرائض،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

نہیں دیا تو ایسی صورت میں محمد ساجد کی شریعت اسلامیہ کی رو سے کچھ گرفت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہت بڑی گرفت ہوگی وہ ظالم اور غاصب ہے[۱] زمین اگر مرحوم کی ملک ہو اور اس میں وراثت جاری ہوتی تو زید کی لڑکی اپنے والد کے ترکہ سے نصف حصہ کی حقدار ہوگی[۲] اگر زمین ملک مرحوم نہیں تھی بلکہ محض کاشت کے لئے تھی اور اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی تو اس کا یہ حکم نہیں بلکہ اصل مالک کو اختیار ہے کہ اپنی زمین جس کو چاہے کاشت کے لئے دیدے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] من أخذ شبرا من الأرض ظلماً فانه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين. مشكوٰة شريف ص ۲۵۴ / (مطبوعه ياسر نديم ديوبند) باب الغصب، بخاری شريف ص ۴۵۴ / ج ۱ / كتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی سبع ارضين، مطبوعه اشرفی ديوبند، مسلم شريف ص ۳۳ / ج ۲ / قبيل كتاب الفرائض، مطبوعه رشيديه دهلی.

ترجمہ: جو شخص زمین کا کچھ حصہ ناحق لے گا قیامت کے دن اس کو سات طبقہ زمین دھنسایا جائے گا۔

عن انس قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من قطع ميراث وارثه قطع اللّٰه ميراثه من الجنة يوم القيامة، مشكوة ص ۲۶۶ / قبيل كتاب النكاح، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، ابن ماجه ص ۱۹۴ / ابواب الوصايا، باب الحيف فی الوصية مطبوعه اشرفی ديوبند.

[۲] واما لبنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة الخ سراجی ص ۱۲ / فصل فی النساء، مطبوعه دارالكتاب ديوبند، عالمگيری كوئٹه ص ۴۴۸ / ج ۶ / كتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، تبيين الحقائق ص ۲۳۳ / ج ۶ / كتاب الفرائض، مطبوعه امداديه ملتان.

[۳] المالک هو المتصرف فی الاعيان المملوكة كيف شاء الخ بيضاوی ص ۷ / سورة الفاتحه، مطبوعه مصطفائی ديوبند، شرح المجلة ص ۶۵۴ / ج ۱ / الباب الثالث فی المسائل المتعلقة بالحيطان، الفصل الاول فی بعض قواعد فی احكام الاملاک، معجم المصطلحات، والالفاظ الفقهية ص ۳۵۱، ۳۵۲ / ج ۳ / حرف الميم، الملک التام، مطبوعه دارالفضيلة القاهرة.

والدہ کا معاملہ بیٹے کے ساتھ کیا ہونا چاہئے

سوال:- خلاصۂ سوال یہ ہے کہ ہندہ زید کی والدہ ہے۔ بہو اور ساس کی رنجش کی وجہ ہندہ اپنے لڑکے یعنی زید کو پورے مکان سے ہی بے دخل کرنا چاہتی ہے جب کہ تقریباً بیس سال تک زید نے والدہ کی خدمت کی گھر کے سب عزیزوں سے یہی مشورہ ہے کہ سب گھر کے لوگ ہمدردی اور محبت سے رہیں دراصل ہندہ اپنے داماد کے کہنے پر اپنے لڑکے زید سے برگشتہ رہتی ہے اس سلسلے میں احکام شرع کی روشنی میں دونوں کے حق میں فیصلہ صادر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

گھر کے عزیزوں اور بزرگوں کا مشورہ نہایت مناسب ہے شریفانہ و ہمدردانہ مشورہ ہے شریعت کے بھی موافق ہے اہل دانش کے رواج کے بھی موافق ہے ماں کو لازم ہے کہ داماد یا کسی کے بھی اکسانے سے مشتعل نہ ہو۔ سب گھر کی بزرگ اور سرپرست ہو کر مربیانہ طریقہ سے شفقت و ہمدردی کے ساتھ اس خدمت گذار وحق شناس بیٹے کے ساتھ رہے بیٹا بہو اور ان کی اولاد سب خدمت کریں گے راحت پہنچائیں گے ان کو بھی راحت ہوگی۔ یکجہتی و اتفاق کی برکات بھی حاصل ہوں گی۔ لڑکا والد[1] کے ترکہ سے وراثت کا ضرور حق دار ہے ماں فقط آٹھویں حصہ کی حقدار ہے پورے مکان کی حقدار نہیں[2] لڑکے کو پورے مکان سے بے دخل

---

[1] اولھم بالمیراث جزء المیت ای البنون الخ سراجی ص ۲۲ / باب العصبات، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، البحر الرائق کوئٹہ ص ۴۹۷ / ج ۸ / کتاب الفرائض، مجمع الانھر ۵۰۴ / ج ۴ / کتاب الفرائض، فصل اول، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[2] اما للزوجات فحالتان الی قولہ والثمن مع الولد وولدالابن الخ سراجی ص ۱۲ / فصل فی النساء، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۵۱۲ / ج ۱۰ / کتاب الفرائض، البحر الرائق کوئٹہ ص ۴۹۴ / ج ۸ / کتاب الفرائض.

نہیں کرسکتی اپنے مہر کی بھی حقدار ہے[1] بہر حال جو طریقہ ماں اختیار کرنا چاہتی ہے اس کو اختیار نہیں کرنا چاہئے اس کا بھی خیال کرے کہ بیس سال کی مدت تک بیٹے نے حق ادا کیا ہے اب اس سے رنجش کر کے تعلق کو ناخوشگوار بنالینا کس قدر غلط اور نازیبا کام ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: العبد نظام الدین عفی عنہ

بھائی کے وعدے

سوال:- ہمارے ابا اور اماں اور تین بھائی اور تین بہن تھے۔ ابا نے بڑی بہن کی شادی کرنی چاہی تو انہوں نے انکار کردیا۔ لہٰذا ابا نے انہیں بارہ سو روپے کا کاغذ اور ایک ہنڈیہ چاندی کے روپیوں سے بھری ہوئی دی۔ کچھ دنوں کے بعد ابا کا انتقال ہوگیا۔ پھر یکے بعد دیگرے بڑے اور چھوٹے بھائی کا انتقال ہوگیا۔ پھر ہم لوگ تین بہن اور ایک بھائی رہ گئے اور والدہ بھی والدہ نے دو بہنوں کی شادی کردی اور پھر وہ بھی انتقال کرگئیں۔ اب ہم بھائی اور بہن رہ گئے۔ ہمارے پاس پانچ سیر چاندی اور کافی تانبے کے برتن اور مکان اور تین بیگہ زمین اور گھر کا سرمایہ۔ پھر بھائی کی بھی شادی ہوگئی۔ میرے پاس جو ہنڈیا روپیہ والی اور بارہ سو روپے تھا، بھائی نے اس وعدے پر لے لیا کہ وہ مجھے حج کرائے گا اور ایک ایک پائی ادا کردے گا اور میری زندگی تک میرا ساتھ دے گا۔ جب میں نے دیدیا تو وہ مجھے پریشان کرنے لگا اور شادی پر مجبور کرنے لگا۔ مگر میں شادی نہیں کرنا چاہتی لہٰذا جناب والا سے گذارش ہے کہ بتائیں اس میں میرا کتنا حق ہے؟

---

[1] ثم تقضی دیونہ ای التی لها مطالب من جهة العبادمن جميع مابقی بعد التجهيز،سكب الانهرعلی مجمع الانهر ص ۴۹۵/ ج۴/ کتاب الفرائض، الدرالمختارعلی الشامی زکریا ص ۴۹۵/ ج۱۰/ کتاب الفرائض،البحر الرائق کوئٹه ص ۴۸۹/ ج۸/ کتاب الفرائض.

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنا بھائی کا حصہ ہے اس سے آدھا حصہ آپ کا ہے[۱]۔ سب کا سب بھائی کو لینے کا حق نہیں[۲]۔ جو چیز آپ کی تھی وہ بھائی نے بطور قرض لی تھی، اس کی واپسی بھائی کے ذمہ واجب ہے[۳] اور جب بھائی کا وعدہ ہے کہ ایک ایک پائی تمہاری ادا کردوں گا، تو اس وعدہ کو بھی پورا کرنا ضروری ہے[۴]۔ کیونکہ حق واجب کا وعدہ ہے۔ آپ کو بلا وجہ شادی سے انکار نہیں کرنا چاہئے اس میں دینی اور دنیاوی بہت سی مصالح ہیں[۵]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۳/۹۱ھ

کلالہ

سوال:- الفاروق مصنفہ حضرت مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۵۷ میں لکھا ہے

---

[۱] واما البنات الصلب فاحوال ثلث الی قوله ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين الخ سراجي ص ۱۲/ فصل في النساء، البحر الرائق كوئٹه ص ۴۹۴/۸/ كتاب الفرائض، تبيين الحقائق ص ۲۳۴/ ج۶/ كتاب الفرائض، مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] عن ابي حرة الرقاشي عن عمه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الالاتظلموا الالا يحل مال امراء الابطيب نفس منه مشكوة شريف ص ۲۵۵/ باب الغصب والعارية، الفصل الثاني مسنداحمدص ۷۲/ ج۵/ حديث عم ابي حرة الرقاشي مطبوعه دارالفكر بيروت.

[۳] القرض هو عقد مخصوص يرد على دفع مال مثلي للآخر ليرد مثله الردالمختار على الشامي كراچي ص ۱۶۱/ ج۵/ كتاب البيوع، فصل في القرض.

[۴] اوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا، سورۂ بني اسرائيل آيت ص ۳۴/. اذا فهم مع ذالك الجزم في الوعد فلا بد من الوفاء الخ مرقات ص ۶۵۳/ ج۴/ (مطبوعه بمبئي) باب المزاح.

[۵] فيه خمسة فوائدالاولى حصول الولدوالثانية كسر الشهوة والثالثة تدبير المنزل والرابع كثترة العشيرة والخامسة مجاهدة النفس الخ احياء العلوم ص ۲۲/ ج۲/ الباب الاول في ترغيب النكاح آفات النكاح وقواعده، مطبوعه مصر، وراجع للتفصيل اتحاف السادة المتقين ص ۲۹۲/ ج۵/ مطبوعه دارالفكر بيروت.

''ورثہ کے بیان میں'' کہ خدا نے ایک قسم کے وارث کو کلالہ سے تعبیر کیا ہے لیکن چونکہ کلام مجید میں اس کی تعریف مفصل مذکور نہیں ہے اس لئے صحابہؓ میں اختلاف تھا کہ کلالہ میں کون کون وارث داخل ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند بار دریافت کیا اس پر تسلی نہ ہوئی تو حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک یادداشت لکھ کر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں پھر اپنی خلافت کے زمانہ میں تمام صحابہ کرام کو جمع کر کے اس مسئلہ کو پیش کیا لیکن ان تمام باتوں پر ان کو کافی تسلی نہیں ہوئی اور فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تینوں چیزوں کی حقیقت بتلا جاتے تو مجھ کو دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہوتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حضور اکرم ﷺ نے جتنا ان تین چیزوں کے متعلق بیان فرمادیا وہ احادیث میں مذکور ہے اور صحابہ کرام نے اس کو سمجھ بھی لیا اور عمل بھی فرمایا[1] مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ زیادہ تفصیل سے اس کا بیان فرمادیا جاتا تاکہ مخالفین کو انکار کی مجال نہ رہتی نورالانوار[2] میں بھی ربوٰا کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول کی یہ شرح کی ہے

---

[1] عن البراء قال سألت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن الکلالة قال ماخلاالولدوالوالد وعن ابی سلمة بن عبدالرحمن عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال من تم یترک والداولاولدافورثته کلالة الخ تفسیر مظهری ص۳۳/ج۲/سورۂ نساء آیت ۱۲/مطبوعه رشیدیه کوئٹه عمدة القاری ص۱۶۷/ج۱۰/الجزء العشرون سورة النساء،باب یوصیکم اللّٰه فی اولادکم،مطبوعه دارالفکربیروت، فتح الباری ص۱۱۵،۱۱۶/ج۹/سورة النساء باب یوصیکم اللّٰه فی اولادکم ،مطبوعه نزارمصطفی الباز مکه مکرمه .

[2] وبالجملة لم یکن البیان شافیاوخرج من حیز الاجمال الی حیز الاشکال ولهٰذا قال عمرؓ خرج النبی علیه السلام ولم یبین لنا ابواب الربوٰ هٰکذا قالوالخ نور الانوار ص۹۷/بحث المجمل مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،التفسیرات الاحمدیة ص۱۲۱/سورة البقرة تحت آیت ۲۷۵/مطبوعه رحیمیه دیوبند.

’’کلالہ‘‘ کے سلسلہ میں شرح موطا[1] میں بھی ایسا ہی منقول ہے۔ مسئلہ خلافت کو ازالۃ الخفاء[2] میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بڑے بسط سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ترتیب خلافت کو خوب سمجھتے تھے اوران کے پاس دلائل موجود تھے بلکہ مخالفین کی زبان بند کرنے کے لئے بیان شافی ہونے کے متمنی تھے تاکہ خوارج وغیرہ کے فتنوں کا دروازہ بند ہو جاتا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وارث کا پتہ معلوم نہ ہوتو اس کے حصہ کا کیا کیا جائے؟

سوال:- عمر کے پاس اس کے چچا کی صندوقچی ہے۔ چچا کے صاحبزادے کلکتہ میں اور صاحبزادی غیر ملک میں تھیں کہ ان کا انتقال ہوگیا شرعی حصہ چچا کی صاحبزادی کے پاس

---

[1] وفی مسلم عن عمر ماراجعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی شئ مارجعتہ فی الکلالۃ وماغلظ لی فی شئ ماغلظ لی فیہ حتی طعن باصبعہ فی صدری وقال یاعمر الاتکفیک آیۃ الصیف التی فی آخر النساء الی ماقال وفیہ فضل عمر عندہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وانہ ممن یستنبط المعانی من القرآن لانہ رد ذالک الی نظرہ واستنباطہ بقولہ یکفیک الی قولہ اذلوکان عندہ لایدری ذالک للزمہ ایضاحہ لہ الخ شرح الزرقانی ص۱۴۸/ج۳/مطبوعہ مکہ مکرمہ، کتاب الفرائض،میراث الکلالۃ،اوجز المسالک ص۴۲۴/ج۱۲/مطبوعہ امدادیہ مکہ مکرمہ کتاب الفرائض،،میراث الکلالۃ.

[2] عن انس انہ سمع خطبۃ عمر الآخرہ حین جلس عمر علی المنبروذالک الغدمن یوم توفی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حتی یدبرنایریدبذلک ان یکون آخرھم فان یک محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم قدمات فان اللّٰہ قدجعل بین اظہرکم نورا تہتدون بہ ہدی اللّٰہ محمداً صلی اللّٰہ علیہ وسلم وان ابابکر صاحب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وثانی اثنین وانہ اولی المسلمین بامورکم فقوموا فبایعوہ الخ، ازالۃ الخفاء مقصد،فصل چہارم ،مسندعمرمطبوعہ صدیقی بریلی ازالۃ الخفاء مترجم ص۲۳۶/ج۱/مطبوعہ قدیمی کراچی.

منی آرڈر کیا وہ واپس آ گیا پھر خط لکھ کر حصہ لے لیں یا معاف کر دیں تو کوئی جواب موصول نہیں ہوا صاحبزادی کے شوہر و بچوں کا پتہ دریافت کیا مگر ناکامی رہی اس صندوقچی کی قیمت تخمیناً لگا کر عمر نے صدقہ کر دیا۔ اب عمر مذکورہ صندوقچی کے متعلق کیا کرے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ابھی صندوقچی کی قیمت تخمیناً کرا کے صدقہ کرنا قبل از وقت ہے۔ صندوقچی محفوظ رکھیں، جب ورثاء مالک کی زندگی سے مایوس ہو جائیں تب صدقہ کر دیں[۱]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زندگی میں جو بطور میراث دے تو لڑکے ولڑکی کو برابر دے

سوال:- زید اپنی زندگی میں اپنی میراث اپنی بیوی بچوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہے مثلاً سولہ آنے ہیں اس کو ایک لڑکا ایک لڑکی ایک زوجہ میں کس طرح تقسیم کرے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ دو آنے بیوی کو دیدے[۲] اور سات آنے لڑکے کو سات آنے لڑکی کو

---

[۱] المفقود حی فی ماله حتی لایرث منه احدومیت فی مال غیره حتی لایرث من احد ویوقف ماله حتی یصح عونه اوتمضی علیه مدة الخ سراجی ص ۹۲ /فصل فی المفقود،سکب الانهر ص ۵۳۰ /ج۴ /کتاب الفرائض،قبیل فصل المناسخة،دارالکتب العلمیة بیروت،عالمگیری ص ۴۵۶ /ج۶ /کتاب الفرائض،الباب الثامن فی المفقود الخ.

[۲] فیفرض للزوجة فصاعداًالثمن مع ولداوولدابن ردالمحتارص ۵۱۲ /ج۱۰ /کتاب الفرائض، مکتبه زکریا،مجمع الانهرص ۵۰۰ /ج۴ /کتاب الفرائض،مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق کوئٹه ص ۴۹۴ /ج۸ /کتاب الفرائض.

دیدے جس طرح میراث میں لڑکی کا حصہ لڑکے سے آدھا ہوتا ہے اس طرح یہاں نہ کرے بلکہ دونوں کو برابر دے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۸۹/۶/۴ھ

---

[1] وکذافی العطایا ان لم یقصد به الاضرار وان قصده فسوی بینهم یعطی البنت کالا بن عند الثانی وعلیه الفتوی درمختار ص ۵۰۲/ج۸/کتاب الهبة. مکتبه زکریاالبحرالرائق کوئٹه ص۲۸۸/ج۷/کتاب الهبة،قاضیخاں علی الهندیة کوئٹه ص ۲۷۹/ج۳/کتاب الهبة،فصل فی هبة الوالدلولده والهبة للصغیر.

کتاب الوصایا

﴿وصیت کا بیان﴾

وصیت کے اقسام

سوال:- وصیت کتنی قسم کی ہوتی ہیں اور کون کون قابلِ تسلیم بروئے شرع محمدی سمجھی جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وصیت چار قسم کی ہوتی ہے۔ واجب، مستحب، مباح، مکروہ۔ ای هـی وصية واجبة بالزكوٰة والكفارات وفدية الصيام والصلوٰة التى فرط فيها ومباحة للغنى مكروهة لاهل فسوق والا فمستحبة. اه درمختار[1] على هامش الشامى ص ۴۱۵/ج۵/نعمانيه

وصیت کے لئے شرائط بھی ہیں ان میں ایک شرط یہ بھی کہ وصیت وارث کے حق میں نہ ہو[2] اگر وارث کے حق میں وصیت کی تو وہ دیگر جملہ ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگی وہ نہ چاہیں تو نافذ نہیں ہوگی۔ (والبسط فی ردالمحتار[3])۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامی ص ۳۳۶/ج۱۰/مطبوعہ زکریا، اول کتاب الوصایا سکب الانہر مع المجمع ص۴۱۷/ج۴/اول کتاب الوصایا، دارالکتب العلمية بيروت.

[2] وكونه غيروارث وقت الموت ردالمحتار زكرياص۳۳۷/۱۰، اول كتاب الوصايا، هنديه كوئٹه ص ۶/۹۰، كتاب الوصايا، الباب الاول، مجمع الانهر ص۴/۴۱۸، اول كتاب الوصايا، دارالكتب العلمية بيروت.

[3] الاان تجيزورثته بعدموته وهم كباريعنى يعتبر كونه وارثااوغيروارث وقت الموت لاوقت الوصية، درمختارعلى هامش الشامى ص ۱۰/۳۴۰، اول كتاب الوصايا، مجمع الانهر ص۴/۴۱۸، اول كتاب الوصايا، دارالكتب العلميه بيروت، تكمله فتح القدير ص ۱۰/۴۱۹، اول كتاب الوصايا، طبع دارالفكر بيروت.

کون سی وصیت واجب العمل ہے

سوال:- ایک شخص نے اپنے ہی پیسے سے جائداد اور زمین خریدی اور اس کی تعمیر میں اپنا ہی پیسہ لگایا صرف بھائی صاحب کو تقریباً دس ہزار کے قریب ادھار دیا کیوں کہ ان کی دکان بلوے میں لٹ گئی تھی اور وہ کاروبار کرنے لگے چوں کہ ان کا بڑا لڑکا ایک پاکستان میں اچھی ملازمت پر ہے۔ لہٰذا اس نے اپنے والد کو پاکستان بلانے کے لئے لکھا انہوں نے دوکان کو خرد برد کرنا شروع کر دیا اور چونکہ میں ملازمت پر تھا اس لئے اس کی دیکھ بھال نہ کر سکا لہٰذا مجھ کو جب معلوم ہوا تو مجھ میں اور بھائی صاحب میں جھگڑا بھی ہوا اس لئے غصہ کی حالت میں جو جائداد میں نے بذات خود پیدا کی تھی اور میرے والد مرحوم کی وراثت میں ملی تھی وہ بھی اپنی بیوی کے نام کر دی اور بیع کی قیمت مبلغ پانچ ہزار روپے اپنے ملنے والے سے چند گھنٹوں کے لئے لی تھی اور بعد رجسٹری کے واپس کر دی تھی اب اس شخص کی زوجہ نے وفات سے قبل اپنے سب بھائیوں اور بہنوں کو بلا کر سب اہل محلّہ کے سامنے وصیت کی کہ دیکھو اپنے بہنوئی سے دغا مت کرنا یہ جائداد سب انہیں کی ہے میرا اس میں کچھ نہیں ہے اس میں میرا کوئی حصہ نہیں ہے۔ میری دلجوئی کے لئے میرے نام کر دی تھی کیوں کہ میرے کوئی اولاد نہیں تھی اس لئے بیع میرے نام کر دی ہے بلا قیمت جو کچھ میرا حصہ تم کو ورثہ میں پہونچے گا وہ سب ان کے نام واپس کر دینا۔ زوجہ کے بھائیوں نے وعدہ کیا اپنی ہمشیرہ سے اور اہل محلّہ بھی موجود تھے وعدہ کیا کہ ہم اپنے بہنوئی سے دغا نہیں کریں گے اس واقعہ کو گیارہ سال ہو چکے ہیں اور وہ وعدہ کو پورا نہیں کر رہے ہیں اور ٹال مٹول کر رہے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کی نیت خراب ہو گئی ہے اور وہ پورا نہیں کرنا چاہتے ہیں لہٰذا ایسے لوگوں کی بابت شرع متین میں کیا حکم ہے اور ایسے لوگوں کو کچھ حصہ بھی پہنچتا ہے یا نہیں وہ لوگ یہ چاہتے ہیں جب وہ مر جائیں تو ہم لوگ زبردستی ان کی جائداد پر قبضہ کر لیں کیوں کہ ان کے پاس اتنا اثاثہ نہیں کہ وہ عدالتی کارروائی کر سکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی زوجہ نے جو وصیت بھائیوں کو کی ہے وہ شرعاً واجب العمل نہیں[۱] البتہ اگر جائداد واقعۃً بیوی کو نہیں دی تھی بلکہ مصلحۃً اس کے نام کردی تھی اور کہہ دیا تھا کہ دینا مقصود نہیں ہے۔تو بیوی اس کی مالک ہی نہیں ہوگی[۲] وہ بیوی کا ترکہ نہیں ان کو اس کے لینے کا کوئی حق ہی نہیں اگر واقعۃً بیوی کو دیدی تھی تو اس میں ضرور میراث جاری ہوگی[۳] نصف کا شوہر حق دار ہوگا اور نصف دیگر ورثاء کو حصہ رسد ملے گی[۴] اگر بیوی کو دیکر واپس لے لی اور بیوی اس پر رضامند ہوگئی تب بھی وہ بیوی کا ترکہ نہیں۔ دوسرے کی چیز پر ناحق قبضہ کرنا غصب اور ظلم ہے جس کا وبال سخت ہے۔[۵]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

---

۱. ان للّٰہ اعطی کل ذی حق حقه فلاوصیة لوارث، مشکوٰۃص ۲۶۵ / ج ۱ ، باب الوصایا،طبع یاسرندیم دیوبند،

۲. وبیع التلجئة وهو ان یظهرا عقداوهما لایریدانه یلجأالیه لخوف عدوهولیس ببیع فی الحقیقة، الدرمع الشامی کراچی ص ۲۷۳/ ۵، زکریاص ۲ ۵۴ / ج۷/ کتاب البیوع، باب الصرف مطلب فی بیع التلجئة،هندیه کوئٹه ص ۲۰۹ / ج۳/ کتاب البیوع،الباب العشرون، مطلب فی بیع التلجئة، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۲۹۲ / ج۳/ کتاب الاکراہ،فصل فی التلجئة.

۳. وشرائط صحتها ای الهبة فی الموهب ان یکون مقبوضاً الی قوله فتتم الهبة بالقبض الکامل، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۴۸۹،۴۹۳/ ۸، کتاب الهبة،هندیه کوئٹه ص ۳۷۴ ج۴، اول کتاب الهبة، مجمع الانهر ص ۴۹۱ /۳، کتاب الهبة،دارالکتب العلمیة بیروت،

۴. واما للزوج فحالتان النصف عند عدم الولدوولدالابن وان سفل الخ، سراجی ص ۱۱ ، طبع یاسرندیم دیوبند، الدرمع الشامی کراچی ص ۷۷۰/ ۶ ، کتاب الفرائض، بحر کوئٹه ص ۴۹۳/ ج۸، کتاب الفرائض،

۵. قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وسلم من اخذ شبراًمن الارض ظلما فانه یطوقه یوم القیٰمة من سبع ارضین، مشکوٰۃ ص ۲۵۴ / ۱ ، کتاب الغصب والعاریة،مطبوعه یاسرندیم دیوبند.

مورث کے وعدہ کی تکمیل ورثہ کے ذمہ ضروری نہیں

سوال:- زید فالج جیسے دیرینہ مرض میں مبتلا تھا اپنی تنگ دامانی کی وجہ سے رہائش کا مکان فروخت کرڈالا۔ زید نے اپنے غیر حقیقی داماد خالد سے کہا کہ تم میری خدمت کرو میں تمہاری ذاتی زمین پر ایک پختہ کمرہ کی تعمیر کرادوں گا یہ بات کہنے تک محدود نہ تھی بلکہ قسمیں کھا کروثوق دلایا کہ جتنے روپے تعمیر کمرہ پرصرف ہوں گے وہ میں برداشت کروں گا۔ زید کے عزم مصمم کا اثبات اثاث تعمیر خرید نے سے بھی عیاں ہوتا ہے مثلاً پختہ اینٹیں لکڑی وغیرہ اور زیر تعمیر کمرہ کی بنیاد بھرانا زید کا یہ بھی خیال تھا کہ اگر مشتری اپنے مکان سے نکالے تو میرے رہنے کی جگہ مہیا رہے گی لیکن سیمینٹ کی کمیابی کی وجہ سے مجوزہ کمرہ کی تعمیر مکمل نہ ہوسکی اور زید اسی اثناء میں انتقال کرگیا، اب اس کے بچے ہوئے روپے سے تعمیر کی تکمیل ہوگی کہ نہیں؟ ورثہ کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے جو وعدہ وارادہ کیا تھا ورثاء اس کی تکمیل کے ذمہ دار نہیں جو روپیہ موجود ہے وہ اس نے ہبہ نہیں کیا یہ سب زید کا ترکہ ہے ورثاء حسب حصص شرعیہ تقسیم کرلیں اگر زید نے وصیت کی ہوتی تو ایک ثلث ترکہ میں اس کا نفاذ ہوتا۔ اب کچھ نہیں[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۹۵ھ

قربانی کی وصیت پر عمل کب تک واجب ہے؟

سوال:- ہندہ آخر عمر میں تھی اس کا بیٹا سفر میں تھا اس نے کہا کہ وہ بیٹا آیا یا نہیں؟ تو

---

[1] وتجوز ای الوصية بالثلث للا جنبی عند عدم المانع وان لم يجز الوارث ذالک لا الزيادة عليه الخ الدرالمختار علی الشامی کراچی، ص ۶/۶۵، کتاب الوصايا، مجمع الانهر ص ۴/۴۱۹، کتاب الوصايا، دارالکتب العلميه بيروت، بحر کوئٹه ص ۴۰۳/ج۸/اول کتاب الوصايا،

ہندہ نے اپنے بھائی کو یہ وصیت کر کے اپنی دو بیگھہ زمین بھائی کے نام پر لکھ کر جاری کرایا کہ ہر سال میرے لئے ایک قربانی کرنا، بعدہٗ ہندہ مرگئی۔ جب بیٹا گھر آیا تو وہ زمین بھائی نے بیٹے کے نام کر دیا اور وصیت جاری رکھی، پھر بیٹا مرگیا اس نے وہ زمین دوسرے کے نام فروخت کر دیا تھا سوال یہ ہے کہ:

(۱) قربانی کی وصیت کب تک جاری رہے گی؟

(۲) وصیت کردہ زمین وارثوں کا ترکہ بن سکتا ہے؟

(۳) اگر ترکہ بن سکتا ہے تو فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) اگر وارث نے فروخت کر دیا تو مشتری کا روپیہ یعنی ثمن کس کے ذمہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جب تک وہ زمین بھائی کے پاس رہی اس وقت تک وصیت کے موافق قربانی بھائی کے ذمہ لازم رہی بعد میں نہیں[1]۔

(۲) جب بھائی نے مرحومہ کی وصیت کردہ زمین اس کے لڑکے کو دیدی تو وہ اس کی ملک ہوگئی، حسبِ تخریج شرعی اس میں وراثت جاری ہوگی۔

(۳) ہر وارث کو اپنا حصہ فروخت کرنے کا اختیار ہے[2]۔

(۴) وصیت صرف بھائی کے حق میں تھی، اس نے جب مرحومہ کے لڑکے کو ہبہ کر دی

---

[1] ولو اوصی بان ینفق علی فرس فلان کل شهر کذا جاز وتبطل ببیعها وفی الشامیة وکذا بموتها ولعل وجهه انها وان کانت وصیة لصاحبها الا انها معلقة فی المعنی علی وجودها فی ملکه فهنا تبقی الوصیة مادامت الاضافة موجودة وتبطل بزوالها الخ الدر المختار مع الشامی زکریا ص۳۵۸/ ج۱۰/ کتاب الوصایا. قبیل باب الوصیة بثلث المال، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص۵۰۰/ ج۳/ کتاب الوصایا، فصل فیمن تجوز وصیته وفیمن لاتجوز وصیته.

[2] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک. تفسیر بیضاوی ص۷/ تحت سورة فاتحه. مطبوعه رشیدیه دهلی.

تو وہ مالک ہوگیا[1]، اس کو بھی فروخت کرنے کا حق تھا اور اس کے بعد جس کو وراثت میں ملی اس کو بھی فروخت کرنے کا حق ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۸ھ

وصیت کی تقسیم

سوال:- عبدالحمید کے بھائی (پھوپھی زاد) تصور علی حاجی جس کے بچپن ہی میں والدین فوت ہوگئے تھے، اس کی پرورش میرے ہی والدین نے کی اور اس کو پڑھایا لکھایا، جوان ہونے پر اس کی شادی بھی کردی تھی، یہ لاولد تھا، یہ بیمار ہوا اور مجھ کو بلوایا۔ میں اس کے پاس آیا، میری موجودگی میں یہ فوت ہوگیا، اس کا جنازہ درگور کردیا۔ کفن ودفن کرنے کے بعد چند آدمی جو کہ دنیادار ہیں، مجھ کو یہ کہا کہ میرے والد کی جو نقدی رقم ہے یا سامان یا پکا کنواں ہے وہ سب مرنے والا مسجد میں دے گیا۔ میں نے کہا مجھ کو تو یہ بتلایا تھا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب تیرا ہے۔ مگر ان لوگوں نے مجھ کو قطعی جواب دیدیا۔ آیا میرا حق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ اپنے حق میں وصیت کے مدعی ہیں۔ وصیت کا حکم یہ ہے کہ وہ ایک تہائی ترکہ میں نافذ ہوتی ہے، جبکہ ورثاء اس کو تسلیم کرلیں یا وصیت پر شرعی دلیل موجود ہو نیز کسی ایک وارث کے حق میں معتبر اس وقت ہوتی ہے جبکہ دیگر ورثاء اس پر راضی ہوں اور اجازت دیدیں۔ پس مرحوم کے ورثاء جس کے حق میں وصیت کو تسلیم کرلیں، اس کو ایک تہائی ترکہ دیا

---

[1] اما حکمها فثبوت الملک للموهوب له (هندیه کوئٹه ص ۳۷۴/ج ۴/ اول کتاب الهبة، الدرمع الشامی کراچی ص ۶۸۸/ج ۵/اول کتاب الهبة، سکب الانهرمع المجمع ص ۴۹۰/ ج ۳/اول کتاب الهبة، دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک. تفسیر بیضاوی ص ۷/ تحت سورة فاتحه. مطبوعه رشیدیه دهلی.

جائے گا[1] بقیہ دو تہائی ورثاء کا ہوگا[2] ورثاء کی تفصیل آپ لکھیں تو سب کے حصے متعین کر دیئے جائیں گے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱/۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۲/۸ھ

وصیت پورا کرنے کی ایک صورت

سوال:- میری والدہ کا ابھی تھوڑا عرصہ ہوا انتقال ہوا ہے۔ انتقال کے بعد بحکم شرع ہم نے ہر ایک وارث کو اس کا حق دیدیا۔ قبل از وفات میری والدہ نے ۱/۳ میں سے وصیت کی تھی۔ اس وصیت میں کچھ وارثین کے لئے مثلاً بڑی لڑکی کو کچھ دیا، نواسی کو کچھ دیا، چھوٹی لڑکی کو ایک مکان دیا، نواسی کو اسی طرح کچھ تعمیر مسجد کے لئے مطلب یہ کہ ۱/۳ میں انہوں نے وصیت کی ہے۔ اس وصیت کے مطابق جو بچا وہ شرعی فیصلہ کے مطابق تقسیم کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد میری والدہ کو ہماری ایک عزیز ہیں جو دیندار اور اکثر و بیشتر ان کے خواب بالکل صحیح ہوتے ہیں، انہوں نے خواب میں دیکھا، پوچھا کیسا حال ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے جو بھی صدقات وغیرہ دیئے ہیں ان سب کا اجر مجھے پورا پورا مل گیا ہے۔ لیکن میرے ایک

---

[1] وتجوز بالثلث، الدرمختار علی هامش ردالمحتار زکریا ص ۳۳۹/ج ۱۰/کتاب الوصایا، مجمع الانهر ص ۴۱۹/ج ۴/کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت، بحر کوئٹه ص ۴۰۳/ج ۸/اول کتاب الوصایا لاوصیة لوارث الاان یجیز هاالورثة یعنی عندوجودوارث آخر، الدرالمختار اعلی هامش ردالمحتار زکریا ص ۳۴۶/۱۰، کتاب الوصایا، مجمع الانهر ص ۴۱۸/ج ۴/اول کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص ۹۰/ج ۶/اول کتاب الوصایا.

[2] ثم یقسم الباقی بین ورثته (سراجی ص ۴/مطبوعه یاسرندیم دیوبند، الدرمع الشامی کراچی ص ۷۶۱/ج ۶/کتاب الفرائض، مجمع الانهر ص ۴۹۵/ج ۴/کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیه بیروت.

غریب کو نہیں ملا جس کی وجہ سے تکلیف میں ہوں۔ لہٰذا تم فلاں بہن (جو عورتوں میں دینی و تبلیغی کام کرتی ہیں) حنیفہ بائی کو یہ میری امانت ہے ان کو بھجوا دیں اور میری لڑکیوں کو کہہ دیں۔ یہ لوگ بہت ہی پریشان ہیں۔ آپ اس خواب کا حل فرما کر ہمارے حال پر کرم فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وصیت میں اس غریب عورت کے لئے بھی تجویز کیا تھا تو اس کو بھی دیا جائے، ورنہ اس کے ساتھ سلوک اور خیر کا معاملہ کیا جائے[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۴/۷/۹۵ھ

وصیت ایک تہائی میں

سوال:- صوفی عبدالعزیز بیمار ہوئے انہوں نے وصیت کی کہ عبداللہ تم اس زمین کو بونا کھانا اور نصف آمدنی مسجد کو دینا اور نصف تم رکھنا۔ اب عبدالعزیز کا بھتیجہ پاکستان سے آیا ہے اور اس زمین کا مطالبہ کرتا ہے۔ مگر عبداللہ کہتے ہیں کہ یہ زمین مسجد کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ وصیت وقف درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرض الموت میں جو ہبہ یا وقف کیا جائے وہ وصیت کے حکم میں ہوتا ہے اور ایک تہائی ترکہ میں معتبر مانا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر عبدالعزیز نے مرض الموت میں وصیت کی ہے تو ایک تہائی

---

[1] عن ابی اسید الساعدی قال بینانحن عندرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اذجاء رجل من بنی سلمة فقال یارسول اللّٰہ هل بقی من برّ ابویّ شیٔ ابرهمابه بعد موتهما قال نعم الصلاة علیهما والاستغفار لهما وانفاذعهد همامن بعد هماوصلة الرحم التی لا توصل الابهماواکرام صدیقهما، مشکوٰة شریف ص ۴۲۰/ باب البر والصلة،قبل الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

میں سے نصف آمدنی مسجد کے لئے ہوگی اور نصف عبداللہ کے لئے۔[۱] دو تہائی عبدالعزیز کے وارث کی ہوگی۔ اگر وارث صرف ایک بھتیجہ ہے تو وہی مستحق ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۱/۸۹ھ

وصیت ایک تہائی ترکہ سے نافذ ہوتی ہے

سوال:- ایک بوڑھیا عورت ہے اس کے تین لڑکیاں ہیں۔ سب سے بڑی لڑکی کے ایک فرزند اور ایک لڑکی ہے۔ بوڑھیا اپنی نانی کے یہاں بودوباش کررہی ہے۔ بوڑھیا مرتے وقت سولہ روپے چھوڑ گئی ہے اور یہ وصیت کرگئی ہے کہ یہ روپیہ تم کو نہیں دیتی ہوں بلکہ یہ روپیہ کسی کام میں صرف کردیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اب اگر یہ روپیہ کسی مدرسہ کے کام میں صرف کردیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ یا اس مدرسہ کے مدرس جو صاحبِ نصاب ہیں ان کو تنخواہ میں دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ روپیہ اس بوڑھیا کے کل ترکہ کا ایک تہائی حصہ یا اس سے کم ہے تب تو اس کی وصیت کے موافق مدرسہ میں خرچ کرنا درست ہے۔ اگر ایک تہائی سے زائد ہے تو اس زیادہ کو مدرسہ میں دینا ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر سب ورثہ بالغ ہوں اور اجازت دیں تب تو مدرسہ میں خرچ کرنا صحیح ہوگا[۲] اگر اجازت نہ دیں یا وہ نابالغ ہوں تو درست نہیں[۳] جب وہ

---

[۱] والوقف فی المرض ای فی مرض الموت وصیة کهبة فیه من الثلث مع القبض، سکب الانهر علی مجمع الانهر ص ۲/۵۹۶، کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، مجمع الانهر ص ۵۹۶/ ج ۲/ کتاب الوقف، دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص ۴۵۱/ ج ۲/ کتاب الوقف، الباب العاشر فی وقف المریض.

[۲] وتجوز بالثلث لاجنبی وان لم یجز الوارث ذالک لاالزیادة علیه الاان تجیزورثته بعدموته وهم کبار الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریاص ۳۳۹/ ج ۱۰/ (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

روپیہ مدرسہ کے مہتمم کو مدرسہ کی ضروریات کے لئے دیا جائے تو اس کو تنخواہ میں صرف کرنا بھی صحیح ہے اگرچہ مدرس صاحبِ نصاب ہو[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶۰/۶/۲۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶۰/۶/۲۰ھ

وصیت بحق وارث

سوال:- (۱) خلاصہ سوال یہ ہے کہ حاجی نتھو لاولد تھے جو کچھ ان کے پاس روپیہ تھا وہ ان کی ذاتی کمائی کا تھا اور ان کا اپنے بھائی سے کوئی تعلق نہیں۔ جب ان کی طبیعت خراب ہوئی تو جس کے پاس روپیہ امانت تھا ان کو بلا کر کہا کہ میرا تمام روپیہ صرف میری بیوی کو دیا جائے وہی مالک ہے، کیا یہ ہدایت حاجی نتھو کی شرع کے مطابق ہے۔ ترکہ ۸۰۰/روپیہ ہے۔

(۲) حاجی نتھو کے بعد ان کی بیوی مالک بن گئی اور اپنی زندگی میں وہ کل مال خرچ کرتی رہی جب حاجی نتھو کی بیوی بیمار ہوئی تو کوئی پرسانِ حال نہ رہا۔ صرف حاجی نتھو کی بہن کی لڑکی شہزادی نے خدمت کی۔ بیماری میں انہوں نے کہا کہ میرا کل روپیہ زیور وغیرہ سب

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) اول كتاب الوصايا، بحر كوئٹه ص ۴۰۳/ج ۸/اول كتاب الوصايا، سكب الانهر ص ۴۱۸، ۴۱۹/ج ۴/كتاب الوصايا، دار الكتب العلميه بيروت، هنديه كوئٹه ص ۹۰/ ج ۶/اول كتاب الوصايا.

[۳] فلم تجز اِجازة صغير الخ الدر المختار علىٰ الشامي زكريا ص ۳۴۷/ج ۱۰/اول كتاب الوصايا.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] اما صدقة التطوع فيجوز صرفها الى الغنى لانها تجرى مجرى الهبة، (بدائع زكريا ص ۱۵۷/۲، مصارف الزكاة، تاتارخانيه كراچى ص ۲۷۵/۲، كتاب الزكاة، الفصل الثامن فى المسائل المتعلقة بمن توضع فيه الزكاة، هنديه كوئٹه ص ۱۸۹/ج ۱/كتاب الزكاة، الباب السابع فى المصارف.

شہزادی کو دے دیا جائے۔ پھر ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ ان کا انتقال ہوتے ہی حاجی نتھو کے بھائی اور حاجی نتھو کی بیوی کے بھائی کا لڑکا حقدار بن کر سامنے آ گئے کہ ہم بھی وارث ہیں۔ بہر حال ان سب نے مل کر ایک تحریر لکھ دی کہ اگر ہمارا حق شرعاً نکلتا ہے تو ہم مسجد شیخ ہمایوں میں وقف کرتے ہیں۔ یہ تحریر حاجی نتھو کی بیوی کے بھائی کا لڑکا اور شہزادی نے مل کر لکھ دی ہے۔ حاجی نتھو کے بھائی نقد روپیہ کا مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارا حصہ ہم کو دو ہم ایصالِ ثواب کریں گے۔ اس مسئلہ کا شرعی حکم کیا ہے؟ فقط اس تحریر سے مال وقف ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بیوی شرعی وارث ہے اور شریعت کا حکم یہ ہے کہ شرعی وارث کے لئے جو وصیت کی جائے وہ اس وقت معتبر ہوتی ہے کہ دوسرے ورثاء بھی اجازت دیدیں ورنہ وہ معتبر نہیں ہوتی[۱]۔ پس اگر حاجی نتھو کے بھائی نے بھی اس وصیت کی اجازت دی ہے تو حاجی نتھو کی کل رقم اور کل ترکہ ان کی بیوی کا ہوگیا۔ اگر اجازت نہیں دی تو بیوی صرف ایک چوتھائی ترکہ کی حقدار ہے[۲] اور بقیہ کے مستحق بھائی ہیں[۳]۔ مثلاً اگر کل ترکہ ۸۰۰/ ہے تو بیوی کو بعد ادائے مہر وغیرہ اس میں سے ۲۰۰ ملے گا اور بقیہ ۶۰۰ بھائی کا ہے۔ دوسرے بھائی کی اولاد اس میں حقدار نہیں۔

[۱] ولالوارثه وقاتله مباشر الا باجازة ورثته الخ الدرالمختار علیٰ الشامی زکریا ص ۳۴۶/ ج ۱۰/ کتاب الوصایا، مجمع الانهر ص ۴۱۸/ ج ۴/ اول کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص ۹۰/ ج ۶/ اول کتاب الوصایا.

[۲] اما للزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عندعدم الولدالخ، سراجی ص ۱۱، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، فصل فی النساء، هندیه کوئٹه ص ۴۵۰/ ج ۶/ کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، مجمع الانهر ص ۵۰۰/ ج ۴/ کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیه بیروت.

[۳] والعصبة کل من یأخد مابقته اصحاب الفرائض الخ، سراجی ص ۵، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، وهم ای العصبة بنفسه اربعة اصناف جزء المیت واصله وجزء ابیه الخ سراجی ص ۲۲/ باب العصبات، مجمع الانهر ص ۵۰۴/ ج ۴/ کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص ۴۵۱/ ج ۶/ کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات.

(۲) حاجی نتھو کی بیوی مرحومہ کو اپنے کل مال کی وصیت کا حق نہیں صرف ایک تہائی کی وصیت کا حق ہے[۱]۔ پس ایک تہائی ترکہ تو حسبِ وصیت شہزادی کو دیا جائے بقیہ مرحومہ کے بھائی کے لڑکے کا ہے[۲]۔ بشرطیکہ اس سے قریب تر کوئی اور وارث نہ ہو۔ حاجی نتھو کے بھائی کو اس ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا۔ جو کچھ ان سب نے وعدہ کیا ہے اس کو پورا کرنا چاہئے[۳]۔ شہزادی نے جو خدمت مرحومہ کی کی ہے حق تعالیٰ کے یہاں اس کی بڑی قدر ہے۔ اس کو چاہئے کہ مرحومہ کے ترکہ کو اس خدمت کا معاوضہ نہ سمجھے۔ مرحومہ کے بھائی کے لڑکے نے اگر خدمت نہیں کی تو بہت بڑی حق تلفی کی۔ لیکن اس حق تلفی کی وجہ سے وہ شرعی میراث سے محروم نہیں ہوگا[۴]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۱۱/۸ھ

وارث کے حق میں وصیت

سوال:- کیا یہ بات ممکن ہے کہ متروکہ منقولہ جائیداد میں سے ایک وارث کو حصہ

---

[۱] وجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجز الوارث ذالک لاالزیادة علیه الخ الدر المختار علیٰ الشامی زکریا ص ۱۰/۳۳۹، اول کتاب الوصایا بحر کوئٹه ص ۸/۴۰۳، اول کتاب الوصایا، مجمع الانهر ص ۴۱۸، ۴/۴۱۹/ ج ۴/ کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص ۹۰/ ج ۶/اول کتاب الوصایا.

[۲] ثم جزء ابیه ای الاخوة ثم بنوهم وان سفلوا الخ سراجی ص ۲۲/باب العصبات، مجمع الانهر ص ۵۰۸/ ج ۴/کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص ۴۵۱/ ج ۶/کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات.

[۳] قال النووی اجمعوا علی ان من وعد انسانا شیئا لیس بمنهی عنه فینبغی ان یفی بوعده، مرقاة ص ۶۵۳/ ج ۴/آخر باب المزاح، طبع بمبئی.

[۴] الارث جبری لایسقط بالاسقاط، تکمله ردالمحتار ص ۵۰۵/ ج ۷/کتاب الدعوی، مطلب واقعة الفتوی.

دئے جانے کی وصیت کی جائے جیسے کوئی اپنی بہن کی لڑکیوں کیلئے وصیت کر جائے اور دیگر ورثاء کو اس میں حصہ نہ دیا جائے بلکہ کسی اور مصرف میں خرچ کرنے کی وصیت کی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں صورت مسئلہ میں وصیت بہن کی لڑکیوں کے حق میں ہے جو کہ شرعاً وارث نہیں۔ **لا تجوزا الوصية للوارث عندنا الا ان يجيزها الورثة** عالمگیری[۱] ص ۳۲۳ / ج ۴ /۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۷/۳/۹۰ھ

وارث کے حق میں وصیت

سوال:- مسماۃ ہندہ کے زوج کا انتقال ہوا اس کے والد نے دوسری جگہ نکاح ثانی مسمیٰ زید سے کر دیا بعد اس کے ہندہ کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ ہندہ کو بحق شرع نہ کہ باپ سے مکان کرائی پہونچا ہندہ کے زوج ثانی نے جو اس کا پیشہ بڑھئی کا چھوڑ دیا اور کرائی اپنی کرایہ پر دیکر گذریات کرتے رہے مرمت کرائی نواب خود کراتا رہا اس کی آمدنی سے جدید کرائی ہی کرتا رہا۔ اسی کی آمدنی سے شوہر ثانی نے کچھ روپیہ جمع کر کے بلا اطلاع زوجہ ثانیہ اپنی دختر جو درجہ اولیٰ سے تھی کچھ زمین خرید کر کے اس کے نام کر دی اور جمع شدہ باقی کسی شخص کے پاس بطور امانت رکھ دیا اتفاق سے بیمار ہو گیا حالت بیماری میں جس کے پاس روپیہ رکھا تھا اس نے کہا کہ اپنا روپیہ لے لو اس نے کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو یہ روپیہ میری دختر جو زوجہ اولیٰ سے ہے اس کو دے دینا اس نے یہ کہا کہ تم جس کو چاہو اپنے سامنے دیدو۔ دینے کی نوبت نہیں آئی

---

[۱] عالمگیری بلوچستان کوئٹہ ص ۹۰ / ج ۶ / کتاب الوصایا، الباب الاول، مجمع الانھر ص ۴۱۸ / ج ۴ / اول کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیہ بیروت، الدرمع الشامی زکریا ص ۳۴۶ / ج ۱۰ / اول کتاب الوصایا.

تھی کہ زید کا انتقال ہوگیا۔ ہندہ کا زید سے جس وقت نکاح ثانی ہوا تھا اس کے پاس اس وقت کوئی ترکہ ذاتی یا پدری نہیں تھا صرف مزدوری پر گذر تھا۔ مرتے وقت بھی کوئی ترکہ نہیں چھوڑا سوائے زوجہ ثانی کے مال کے اور جو اس میں اضافہ ہوا ہے وہ اسی کے مال سے ہوا ہے۔ البتہ محنت اور مزدوری ضرور اس نے کی ہے۔ ایسا ہی زوجہ ثانیہ کا نان ونفقہ اس کے ذمہ تھا ایسی صورت میں ترکہ زید کے وارث کو پہنچتا ہے کہ نہیں اور وصیت شرعاً جاری ہوگی یا نہیں بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کے انتقال کے وقت جو کچھ زید کی ملکیت میں تھا۔ وہ اس کے ورثہ کو بقدر حصص شرعیہ پہنچے گا[1] اور لڑکی بھی چونکہ وارثہ ہے اس لئے اس کو میراث ملے گی وصیت اس کے حق میں جائز نہ ہوگی۔ ہاں اگر دوسرے ورثہ بڑے یعنی بالغ ہوں اور وہ اس وصیت کی اجازت دے دیں تو وصیت جاری ہوسکتی ہے اور جو مال زوجہ ثانیہ کا تھا اگر زوجہ ثانیہ نے وہ مال ہبہ کرکے زید کا اس پر باقاعدہ قبضہ نہیں کرایا تھا تو وہ زوجہ ثانیہ کی ملک ہے[2] اس کو زید کا تصور کرکے زید کے ورثہ میں تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ لا وصیة لوارث الا ان یجیزھاالورثة یعنی عندوجودوارث اٰخر، اھ ردالمحتار[3] ج۵/ص۵۷۵/۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] یبدأمن ترکة المیت یتجھیزہ المرادمن الترکة ماترکه المیت خالیا عن تعلق حق الغیر بعیینه (بحر کوئٹه ص ۴۸۹/ج۸/کتاب الفرائض،شامی کراچی ص ۷۵۹/ج۶/کتاب الفرائض، تبیین الحقائق ص ۲۲۹/ج۶/کتاب الفرائض،طبع امدادیه ملتان.

[2] وتتم الھبة بالقبض الکامل فیشترط القبض قبل الموت،الدرالمختارمع الشامی زکریا ص ۴۹۳/ج۸/کتاب الھبة،مجمع الانھر ص ۴۹۱/ج۳/کتاب الھبة،دارالکتب العلمیه بیروت،ھندیه کوئٹه ص ۳۷۴/ج۴/کتاب الھبة،الباب الاول.

[3] الدرالمختارعلی ھامش ردالمحتارزکریاص ۳۴۶/ج۱۰/کتاب الوصایا،ھندیه کوئٹه ص ۹۰/ج۶/اول کتاب الوصایا،مجمع الانھرص ۴۱۸/ج۴/اول کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت.

وارث کے لئے وصیت

سوال:- اگر کوئی شخص کسی متقی عابد وزاہد کی وصیت ومسلک وطریقہ عمل کے خلاف وراثت وغیرہ میں دستِ تصرف دراز کرے تو خائن و غاصب کہلائے گا کہ نہیں؟ اور اس وصیت کے مطابق ورثاء میں حقدار کو حق نہ ملنے پر حق تلفی ہوگی کہ نہیں؟ اور ایسا شخص غاصب کہلائے گا کہ نہیں؟ اور اس کے اس فعل سے موصی کو روحی تکلیف ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مستحق کو اسکا حق نہ دینا اور اس پر خود بے جا قبضہ وتصرف کرنا غصب ہے[۱] وصی کی شرعی وصیت کے بعد اس کے خلاف کرنے سے موصی کو روحی اذیت کا مظنہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وارث اور اجنبی کے لئے وصیت

سوال:- عبدالطیف کے والد مطیع اللہ نے اپنے فرزند عبداللطیف کو اپنے مکان سے علیحدہ کر دیا اور اپنے ساتھ سے اور بلا کسی چیز دیئے ہوئے صرف عبداللطیف کے جسم پر جو کپڑا تھا وہی تھا والد سے علیحدہ ہونے پر عبداللطیف اپنے پھوپھا صاحب کے مکان پر گئے اور دس روز وہاں رہے بعدہ عبداللطیف کے دادا صاحب جو کہ اپنے بیٹے مطیع اللہ صاحب سے علیحدہ رہتے تھے وہ آ کر عبداللطیف کو اپنے ہمراہ مکان لے گئے اور اپنے ہمراہ ایک سال رکھا اور اپنے پاس سے کھانے پینے کا سامان اور پرورش کیا عبداللطیف نے جو کمائی کی اور کام کیا

---

[۱] وھو ازالة یدمحققة باثبات ید مبطلة فی مال متقوم محترم قابل للنقل بغیر اذن مالکه،الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار زکریا ص ۲۶۱ /ج۹/ اول کتاب الغصب،بحر کوئٹہ ص۱۰۸ /ج۸/ اول کتاب الغصب،مجمع الانھر ص۷۷ /ج۴/ اول کتاب الغصب،دارالکتب العلمیه بیروت.

عبداللطیف کے دادا صاحب ان کو جمع کرتے رہے اور جب ایک سال ہو گیا تو عبداللطیف کی بیوی عبداللطیف کے ساتھ رہنے کے قابل ہوئی اس وقت عبداللطیف کے دادا صاحب نے عبداللطیف کو ان کی کمائی دے کر عبداللطیف کو اپنے ہمراہ سے علیحدہ کر دیا اب وہ کھانے کمانے لگے اور دادا صاحب نے انتقال کیا بعدہ عبداللطیف کی دادی صاحبہ جو سوتیلی دادی تھی وہ عبداللطیف کے ہمراہ آ کر رہنے لگی اور عبداللطیف کے دادا صاحب کا جو سامان تھا گھرستی کا وہ عبداللطیف کے والد مطیع اللہ صاحب اٹھا کر لے گئے اور ایک پائی بھی سوتیلی ماں کو نہیں دیا اب عبداللطیف اپنی سوتیلی دادی کو ساتھ لے کر کھاتے کماتے رہے مع بیوی اور بچے کے اور اپنی کمائی سے عبداللطیف نے ایک مکان بھی خرید لیا جس میں مکان کے علاوہ عبداللطیف کے پاس سات سوتیس روپے تھے۔ بقیہ برتن وغیرہ اور تمام گھرستی اور زیورات وہ زیورات جو کہ عبداللطیف کے والد مطیع اللہ صاحب نے اپنی بہو کو بنوایا تھا اس زیور کی قیمت پانچسو پچاس تھی۔ عبداللطیف کے والد مطیع اللہ صاحب نے لے لی تھی بعدہ عبداللطیف نے انتقال کیا اور عبداللطیف کی کمائی کا زیور جو تھا وہ بھی مطیع اللہ صاحب نے سمیٹ لیا اور اٹھا کر لے گئے۔ کیونکہ عبداللطیف نے اپنی زندگی میں اپنے پھوپا کے صاحبزادے احمد اللہ کو یہ وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد میرے بیوی اور بچے اور دادی کو دیا جاوے۔ لیکن عبداللطیف کی وفات کی بعد ان کے والد مطیع اللہ صاحب تمام سامان اٹھا کر لے گئے اور اس پر قبضہ کیا چھوڑا عبداللطیف نے وفات بعد فرزند محمد شریف عمر سات سال کو اور بیوی کو اور دادی کو۔

الجواب وہوالموفق للصواب، حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں بعد تجہیز وتکفین وادائے دین مہر وغیرہ از کل مال عبداللطیف کا ایک ثلث ترکہ بحسب وصیت سوتیلی دادی کو ملے گا اور بقیہ دو ثلث ترکہ چوبیس سہام ہو کر ورثہ کے درمیان تقسیم ہوگا[1] اس طرح کہ چار سہام والد کو ملیں گے[2] تین سہام زوجہ کو[3] اور سترہ سہام

[1] تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه (باقی حواشی اگلے صفحہ پر دیکھئے)

لڑکے کو ملیں گے[1] والد کے متعلق ترکہ سے محروم ہونے کی جو وصیت کی ہے وہ شرعاً لغو اور نا قابل عمل ہے[2] وصیت وارث کے حق میں بغیر اجازت دیگر ورثہ کے نافذ نہیں[3] ہوتی وصیت کا حق صرف ایک ثلث ترکہ میں ہوتا ہے اگر اس سے زائد میں کی جائے تو ورثہ کی اجازت پر موقوف رہتی ہے ایک ثلث میں بہرحال نافذ ہوگی خواہ ورثہ راضی ہوں یا نہ ہوں[4] اگر کل مال میں

(پچھلے صفحہ کے باقی حاشیے ملاحظہ کیجئے) ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله ثم تنفذوصایاه من ثلث مابقی بعدالدین ثم یقسم الباقی بین ورثته ،سراجی ص۳،۴/مطبوعه یاسرندیم دیوبند،مجمع الانهر ص۴۹۳،تا۴۹۵/ج۴/کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیه بیروت،عالمگیری کوئٹه ص۴۴۷/ج۶/اول کتاب الفرائض.

[2] اما الاب فله احوال ثلاث الفرض المطلق وهو السدس وذلک مع الابن الخ، سراجی ص۹، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، هندیه کوئٹه ص۶/۴۴۸، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، الدر مع الشامی کراچی س۶/۷۷۰، کتاب الفرائض،

[3] امالـلزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عندعدم الولد،والثمن مع الولد الخ،سراجی ص۱۲/فصل فی النساء،طبع یاسرندیم دیوبند،الدرمع الشامی کراچی ص۷۷۰/ج۶/کتاب الفرائض،عالمگیری کوئٹه ص۴۵۰/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] العصبة کل من یاخذماابقته اصحاب الفرائض،سراجی ص۵/مطبوعه یاسرندیم دیوبند، مجمع الانهر ص۵۰۴/ج۴/کتاب الفرائض،فصل فی العصبات،دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص۴۵۱/ج۶/کتاب الفرائض،الباب الثالث فی العصبات.

[2] الارث جبری لایسقط بالاسقاط ،تکمله ردالمحتار ص۵۰۵/ج۷/کتاب الدعوی ،مطلب واقعة الفتوی،سکب الانهر ص۴۹۴/ج۴/کتاب الفرائض،دارالکتب العلمیه بیروت،تبیین ص۲۲۹/ج۶/اول کتاب الفرائض،طبع امدادیه ملتان.

[3] ولالوارثه الابا جازة ورثته الخ درمختارعلیٰ الشامی زکریاص۳۴۶/ج۱۰/اول کتاب الوصایا،هندیه کوئٹه ص۹۰/ج۶/اول کتاب الوصایا،مجمع الانهر ص۴۱۸/ج۴/اول کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت.

[4] ولاتصح الوصیة بمازادعلی الثلث ولالقاتله مباشرة ولالوارثه الاباجازة الورثة وتصح بالثلث وان لم یجیزوا،مجمع الانهر ص۴/۴۱۸/کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص۹۰/ج۶/اول کتاب الوصایا، الدرمع الشامی کراچی ص۶۵۰/ج۶/اول کتاب الوصایا،

وصیت کی جائے تب بھی ایک ثلث میں نافذ کرنا لازم ہے۔ اگر ایک ثلث کے اندر اندر کسی معین شئ کی وصیت کی جائے جس میں وارث اور اجنبی دونوں کو شریک کیا جائے یعنی تنفیذ وصیت سے مانع موصٰی لہ کی ہونہ کہ موصٰی بہ کی تخصیص تو اس صورت میں حصہ اجنبی کی وصیت درست ہوگی اور حصہ وارث کی وصیت باطل ہوگی (اگر دیگر ورثہ اجازت نہ دیں) یہ ہی محمل ہے ہدایہ[1] کی اس عبارت کا ومن اوصٰی لا جنبی ولوارثه فللاجنبی نصف الوصية وتبطل وصية الوارث اھ اور نصف الوصیة کی تفسیر الثلث ہدایہ میں مذکور نہیں۔ فتح القدیر عنایہ وغیرہ میں بھی نہیں اسی وجہ سے ملتقی الابحر میں موصٰی بہ کو عین قرار دیا اور شرح میں وارث کے ساتھ قاتل کو بھی ذکر کیا وان اوصٰی بعين لوارثه اوقاتله ولا جنبی فللاجنبی نصفها ولاشئ للوارث الخ سکب[2] الانهر ج ۲ / ص ۷۰۲ / اور مجمع الانہر[3] میں نصفہا کی ضمیر کا مرجع متعین کیا ہے ای نصف العین اھ یعنی جس معین شئی کی وصیت میں اجنبی کے ساتھ وارث کو بھی موصیٰ لہ قرار دیا ہے ایسی صورت میں اس اجنبی کو اس معین شئ کا نصف حصہ ملے گا۔

دررالحکام ص ۴۳۷ / شرح غرر الاحکام میں اس جزئیہ کو الف کے ساتھ ذکر کیا ہے وفی بالف لوارث واجنبی له نصفه و خاب الوارث یعنی اذا اوصیٰ لوارثه وللا جنبی فللاجنبی نصف الوصية وتبطل وصية الوارث لا نه اوصیٰ بما يملک الا يصاء به وبمالا يملک فصح فی الاول لا الثانی اھ[4] یہاں پر نصف الوصیۃ کا مصداق نصف الالف

[1] هدايه ص ۶۶۷ / ج ۴ / كتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال، مطبوعه تهانوی ديوبند.

[2] سكب الانهر ص ۴۳۲، ج ۴، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، كتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال.

[3] مجمع الانهر ص ۴۳۲ / ج ۴، مطبوعه دارلكتب العلمية بيروت، كتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال.

[4] دررالحكام شرح غررالاحكام ص ۴۳۷ / كتاب الوصايا، باب الوصية بالثلث، مطبوعه مير محمد كتب خانه كراچی.

ہے جیسا کہ ملتقی الابحر میں نصف العین تھا اور بعض کتب میں لفظ شئ مذکور ہے و لو اوصیٰ لاجنبی ولوارثه بشئ ولاوارث له غیره ثم مات فیکون له ای للاجنبی نصف الوصیة وبطل وصیة الوارث وان کان وارث غیره فان اجازلا یبطل ایضاً اھ قوله نصف الوصیة الخ لانه اوصیٰ بما یملک وبمالا یملک فصح فی الاولیٰ وبطل فی الثانی بخلاف مااذا اوصیٰ لحی ومیت لان المیت لیس باهل للوصیة فلایصح مزاحماً فیکون الکل للحی والوارث من اهلها ولهٰذا یصح باجازة الوصیة فافترقا اه فتح المعین[1] ج۳/ص ۵۷۳/والبسط فی تکملة البحر الرائق ج۸/ص۴۸۲[2] یہاں نصف الوصیۃ کا مصداق نصف الشئ یا الموصیٰ بہ ہے پس عبارت ہدایہ میں نصف الوصیۃ کی تعیین الثلث اور پھر اس پر قیاس کر کے وارثین کی صورت میں ثلث الثلث کی تفریع صحیح نہیں (ثلث الثلث کا مصداق تین قرار دینا بھی سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ جب بارہ کو ایک ثلث مانا ہے تو اس کا ثلث ۴/ رہوتا ہے۔ تین نہیں ہوتا) مبسوط[3]

فتاوی عالمگیری[4] قاضی خاں وغیرہ کتب فقہ میں بھی جزئیہ مسئولہ کی نظریں موجود ہیں (سئل) فی امراة اوصت لو لدیها زید وهندة ولاخوتها الثلٰثة بجمیع ماتملک ثم ماتت عن ولدیها المذکورین وخلفت ترکة ولم یجیزا وصیتها لهم هل تنفذ الوصیة للاخوة من الثلث(الجواب)نعم ولواوصیٰ لوارثه ولاجنبی صحت فی حصة

---

[1] فتح المعین ص۵۳۷/ج۳/کتاب الوصایا،باب الوصیة بثلث المال،طبع کراچی.

[2] البحرالرائق کوئٹه ص ۴۲۲/ج۸/کتاب الوصایا،باب الوصیة بثلث المال.

[3] فان اوصیٰ لبعض ورثته ولاجنبی جازت حصة الاجنبی وبطلت حصة الوارث لان الایجاب تناولهابدلیل ان عند اجازة الورثة تم الاستحقاق لهما فبطلانه فی حصة الوارث بعدم الاجازة لایبطل حصة الاجنبی ولایزید فی نصیبه الخ مبسوط للسرخسی ص۱۷۵ ج۲۷ مطبوعه دار الفکر، کتاب الوصایا،باب الوصیة للوارث والاجنبی والقاتل.

[4] عالمگیری کوئٹه ص ۹۰/ج۶/الباب الاول،کتاب الوصایا.

الاجنبی وتتوقف فی حصة الوارث علیٰ اجازة الورثة فان اجازواجازوان لم یجزوا بطل ولاتعتبراجازتھم فی حیات الموصیٰ حتیٰ کان لھم الرجوع بعد ذٰلک(خانیه)[1] من فصل من تجوزالوصیة ومن لاتجوز اھ تنقیح الفتاویٰ الحامدیة[2] ص ۳۱۵/ ج ۲/.

دیکھئے اس صورت میں دو وارث ہیں جنکو اجنبی کے ساتھ وصیت میں شریک کیا ہے اور کل مال کی وصیت کی ہے تو یہاں تنفیذ وصیت سے مانع دو چیزیں ہیں موصیٰ بہ یعنی کل مال اور موصیٰ لہ یعنی اجنبی کے ساتھ وارث کی شرکت تو یہاں دونوں چیزوں کی رعایت کی گئی ہے موصیٰ لہ کی رعایت سے وارث کے حق میں بلا اجازت نافذ نہیں کی گئی موصیٰ بہ کی رعایت سے صرف ایک ثلث میں نافذ کی گئی ہے جو کہ مقصود بالسوال ہے اور اسی کو حصۃ الاجنبی جواب میں کہا گیا ہے اسی طرح صورت مسئولہ میں ایک ثلث سوتیلی دادی کو ملے گا جو کہ اجنبی ہے اور اس کے ساتھ دو وارث وصیت میں شریک ہیں ان کے حق میں بغیر اجازت ورثہ وصیت نافذ نہیں ہوگی بلکہ حصۃ الوارث دو ثلث حسب میراث تقسیم ہوگا جس کی تفصیل اوپر مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/شوال ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ ۱۸/شوال ۶۹ھ

وارث کے حق میں وصیت

سوال:- زید کا انتقال ہوا اس نے کافی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ چھوڑی اور وارثانِ حقیقی میں ایک بھائی ایک اہلیہ چار بہنیں چھوڑی ہیں۔

---

[1] فتاویٰ قاضی خان ص ۴۹۶/۳، مطبوعہ کوئٹہ، کتاب الوصایافصل فیمن تجوزوصیة الخ،

[2] تنقیح الفتاوی الحامدیة ص ۳۱۵/ ج ۲/ کتاب الوصایا، مطلب اوصیٰ لوارثه ولاجنبی الخ مطبوعه میمنیه مصر.

(۱) بیوی اور بھائی نے بیماری کے زمانے میں زید پر دباؤ ڈالا کہ ہمارے نام وصیت نامہ لکھدو۔ زید نے مجبور ہوکر اپنے بھتیجے کے نام وصیت نامہ لکھ دیا اور اہلیہ کے نام بھی۔

اس وصیت نامہ پر بھتیجے، اہلیہ اور ایک بہن کے دستخط ہیں۔ اگر وصیت نامہ کو صحیح مان لیا جائے تو بھائی اس وصیت شدہ جائیداد کے علاوہ مزید حصہ لینے کا حقدار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی شرعی وارث ہے اس کے حق میں وصیت معتبر نہیں جب تک دیگر ورثاء اجازت نہ دیدیں[۱]۔ بھتیجے کے حق میں جو وصیت کی ہے اگر وہ جبراً کرائی گئی ہے تو وہ بھی معتبر نہیں[۲]۔ اگر رضامندی سے وصیت کی پھر بعد میں یہ کہدیا کہ بھائی یہ تمہارا حق وراثت ہے خواہ تم اس کو اپنے لئے رکھو خواہ اپنے لڑکے کو دیدو، تمہارا حق پھر نہیں ہے، تو گویا عوضِ میراث قرار دیکر وصیت کی ہے۔ یہ بھی شرعی اعتبار سے لغو اور بیکار ہے۔ ابھی بھائی میراث کا مستحق ہی نہیں ہوا۔ تو پھر اس کے عوض کا کیا محل ہے[۳]۔ نیز اس اعتبار سے گویا کہ بھائی کے حق ہی میں وصیت کی ہے جو کہ شرعی وارث ہے۔ لہٰذا معتبر نہیں[۴]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[۱] ولا لوارثه الا باجازة ورثته الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۳۴۶/ج ۱۰/اول کتاب الوصایا، عالمگیری کوئٹہ ص ۹۰/ج ۶/اول کتاب الوصایا، مجمع الانہر ص ۴۱۸/ج ۴/اول کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیہ بیروت.

[۲] ولا تصح وصية الهازل والمكره والخاطئ الخ عالمگیری ص ۹۲ ج ۶ کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرها وشرط جوازها الخ، بدائع ۳۳۵/ج ۷/کتاب الوصایا، مطلب واما الذی یرجع الی الموصی، طبع سعید کراچی.

[۳] وشروطه ثلاثة موت مورث حقیقة او حکما کمفقود الخ سکب الانہر ص ۴۹۴/ج ۴/اول کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص ۷۵۸/ج ۶/اول کتاب الفرائض، بحر کوئٹہ ص ۴۸۸/ج ۸/اول کتاب الفرائض.

[۴] ولا لوارثه الا باجازة ورثته، الدر مع الشامی زکریا ص ۳۴۶/ج ۱۰/اول کتاب الوصایا، هندیه کوئٹہ ص ۹۰/ج ۶/اول کتاب الوصایا، مجمع الانہر ص ۴۱۸/ج ۴/اول کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیہ بیروت.

لڑکی کے حق میں وصیت

سوال:- مجھ کو ایک مسماۃ نے نقد اور کچھ سونے چاندی کی چیزیں بطور امانت دی اور یہ وصیت کی کہ اس میں سے میری چھوٹی بیٹی کے لئے کان اور ہاتھوں میں زیور بنوا دینا اور باقی سب لڑکے کو دیدینا اس پر میں نے یہ دریافت کیا کہ دوسری لڑکیوں کو بھی دیا جائے یا نہیں جو کہ شادی شدہ ہیں اس نے کہا کہ میں سب کو دے چکی۔ ان کی شادی کر دی صرف ان ہی کو دینا ہے جن کا میں ذکر کر گئی ہوں۔ اس کے کچھ دن بعد وہ مسماۃ فوت ہوگئی اور عرصہ ایک دو ماہ بعد چونکہ سونا گراں ہو گیا تھا۔ میں نے ان کو فروخت کر دیا تاکہ ان کا زیادہ نفع ہو جائے صرف اس غرض سے میں نے اس چیز کو فروخت کر دیا۔ اب میرے پاس ان کی کل رقم ۴۳۴/روپے کی ہے۔

لہٰذا التماس ہے کہ آپ مجھ کو مطابق حکم خداوندی آگاہ کر دیجئے۔ تاکہ میں اس کے مطابق ادا کر دوں۔ تاکہ میرے ذمہ کوئی معاوضہ نہ رہے۔

نوٹ:- اس عورت کے کل تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکی شرعاً وارث ہوتی ہے اور وارث کے لئے شرعاً وصیت ناجائز ہے البتہ اگر دوسرے سب وارث اجازت دیدیں اور وہ بڑے یعنی بالغ ہوں تو وصیت درست ہوسکتی ہے ورنہ مثل دوسرے ترکہ کے اس میں بھی وراثت جاری ہوگی۔ کذا فی الشامی ص ۵۷۵ / [1]

اگر اس عورت کے ماں باپ اور شوہر موجود نہیں تو اس کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ

---

[1] ولا لوارث وقاتله مباشرة الا باجازة ورثته وهم كبار الخ درمختار على الشامى زكريا ص ۳۴۶/ ج ۱۰/اول كتاب الوصايا، هنديه كوئٹه ص ۹۰/ ج ۶/اول كتاب الوصايا، الدر المنتقى على الملتقى ص ۴۱۸/ ج ۴/ كتاب الوصايا، دار الكتب العلميه بيروت.

کل ترکہ پانچ سہام قرار دے کر ایک ایک تینوں لڑکیوں کو اور دو سہام لڑکے کو دے دیا جائے [۱]
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵

لڑکا	لڑکیاں
۲	۳

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ
صحیح: عبداللطیف ۲۹ رشوال ۵۵ھ

لڑکی کے لئے وصیت یا ہبہ

سوال:- اگر کوئی آدمی اپنی تمام جائداد اپنی لڑکی کے نام تندرستی کی حالت میں کردے جیسا کہ پنجاب میں رواج ہے کہ لڑکی کو باپ کے مرنے کے بعد کچھ نہیں ملتا۔ آیا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟ اور اس لڑکی کو اس کی آمدنی کھانی جائز ہے یا نہیں؟ یا اس نے لڑکی کے نام تمام جائداد وصیت کردی تو اس وصیت سے یہ تمام جائداد اگر مل جائے تو پھر اس کی آمدنی کا کیا حکم ہے؟ اور اگر وہ اپنی زندگی میں نصف جائداد لگادے اور نصف عصبہ کے لئے چھوڑ دے اور وہ لڑکی اپنی خوشی سے باپ کے مرنے کے بعد کہدے کہ میں حصہ چھوڑتی ہوں۔ اس کو جو عصبہ میں سے نصف ملتا تھا۔ شریعت کے لحاظ سے اس لئے کہ ترکہ تو مرنے کے بعد ہی تقسیم ہوتا ہے۔ تو اس کا حکم تحریر فرماویں۔

---

[۱] اما لبنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة والثلثان للاثنتين فصاعدة ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين وهويعصبهن، سراجی ص ۱۲ / فصل فی النساء، یاسر ندیم دیوبند، ہندیہ کوئٹہ ص ۴۴۸ / ج ۶ / كتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، تبیین الحقائق ص ۲۳۴ / ج ۶ / كتاب الفرائض، طبع امدادیہ ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

بحالتِ صحت وتندرستی اگر باقاعدہ ہبہ کر کے لڑکی کا قبضہ کرادے تو بلاشبہ ہبہ صحیح ہوگا، اورلڑکی مالکہ ہو جائے گی[۱] اور آمدنی اس کے لئے درست ہوگی۔ لیکن دیگر ورثہ و مستحقین کو نقصان پہنچانے کی نیت سے ایسا کرنا گناہ ہے[۲]۔ لہٰذا جس قدر کی وہ مستحق ہوتی اس قدر دینا چاہئے۔ اگر اپنی زندگی میں تقسیم نہیں کیا بلکہ یہ کہدیا کہ میرے مرنے کے بعد نصف ترکہ لڑکی کو دیا جائے اور نصف کسی دوسرے مستحق کو، تو شرعی حکم یہ ہے کہ یہ وصیت ہے اور وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی جب تک کہ دیگر ورثہ راضی نہ ہوں[۳]۔ لہٰذا اگر لڑکی صرف ایک ہے اور لڑکا کوئی نہیں تو شرعاً وہ نصف ہی کی مستحق ہے۔ چاہے یہ وصیت کرتا چاہے نہ کرتا۔ اگر وہ نصف سے کم کی مستحق تھی، مثلاً دو یا زیادہ لڑکیاں ہیں یا لڑکا بھی موجود ہے تو ایسی حالت میں وہ نصف کی مستحق نہیں بلکہ کم کی مستحق ہے[۴]۔ استحقاق سے زیادہ میں وصیت کا نفاذ دیگر ورثہ کی

---

[۱] وتتم الهبة بالقبض الكامل الخ الدرمختارعلى هامش ردالمحتارزكرياص ۴۹۳/ج۸/اول كتاب الهبة، مجمع الانهر ص ۴۹۱/ج۳/كتاب الهبة، دارالكتب العلميه بيروت، هنديه كوئٹه ص ۳۷۴/ج۴/اول كتاب الهبة.

[۲] ولووهب فى صحته كل المال للولدجازواثم الخ الدرالمختار على هامش ردالمحتارزكريا ص ۵۰۲/ج۸/كتاب الهبة، قاضى خان على الهنديه كوئٹه ص ۲۷۹/ج۳/كتاب الهبة، فصل فى هبة الوالدلولده، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۹۱/ج۴/كتاب الهبة، الباب السادس فى الهبة للصغير.

[۳] لاوصية لوارث الاان يجيزها الورثة يعنى عند وجود وارث آخرالدرالمختارعلى هامش ردالمحتارزكرياص ۳۶۴/ج۱۰/اول كتاب الوصايا، هنديه كوئٹه ص ۹۰/ج۶/ اول كتاب الوصايا، مجمع الانهرص ۴۱۸/ج۴/اول كتاب الوصايا، دارالكتب العلميه بيروت.

[۴] امالبنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة والثلثان للاثنتين فصاعدة ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين وهويعصبهن، سراجى ص ۱۲/فصل فى النساء، طبع ياسرنديم ديوبند، هنديه كوئٹه ص۴۴۸/ج۶/كتاب الفرائض الباب الثانى فى ذوى الفروض، تبيين ص ۲۳۳، ۲۳۴/ ج۶/كتاب الفرائض، امداديه ملتان.

اذن پر موقوف ہے[1] اگر کوئی وارث کہہ دے کہ میں اپنا حق میراث چھوڑتا ہوں تو اس سے اس کا حق ساقط نہیں ہوتا۔

لوقال الورث ترکت حقی لم یبطل حقه اذا الملک لا یبطل بالترک اھ اشباہ[2]۔ لیکن اگر قبضہ کرنے کے بعد اپنا حصہ کسی وارث کو ہبہ کردے تو درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲۳/ ر ج ۱/ ۶۶ھ

داماد نے وصی بننے سے انکار کر دیا

سوال:- زید نے اپنی زمین اپنا گھر سب اپنی لڑکی کو دیدیا اور زید نے اپنے داماد سے کہا اگر تم اس زمین کو اور اس گھر کو نہ لوگے تو میں روز قیامت تمہارا دامن گیر ہوں گا تو زید کے داماد نے غصہ میں کہا اگر تم اس طرح کی گفتگو کروگے تو میں آپ کی زمین کا بالکل متلاشی نہ ہوں گا تو زید نے کہا جو اچھا لگے کرنا اب زید کے بھائی عمرو نے زید کی لڑکی کو کچھ بھی نہیں دیا اور زبردستی قابض ہو گیا تو ایسی صورت میں کیا زید اپنے داماد کا روز قیامت دامن گیر ہوگا یا نہیں ایسی صورت میں شریعت اسلامیہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ داماد نے وصی بننے سے انکار کر دیا تو وہ اس سے بری الذمہ ہو گیا اب زید

---

[1] لاوصیة لوارث الاان یجیزها الورثة یعنی عند وجود وارث آخر الدرالمختار علی هامش رد المحتار زکریا ص ۳۶۴/ ج ۱۰/ اول کتاب الوصایا هندیه کوئٹه ص ۹۰/ ج ۶/ اول کتاب الوصایا، مجمع الانهر ص ۴۱۸/ ج ۴/ اول کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت.

[2] الاشباه والنظائر ص ۴۷۱/ الفن الثالث، مایقبل الاسقاط من الحقوق ومالایقبله، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

اپنے داماد کا دامن گیر روز قیامت نہیں ہوگا[1] البتہ زید کے بھائی نے ظلم کیا کہ مرحوم بھائی کی لڑکی کو کچھ نہیں دیا حالانکہ وہ شرعی وارث ہے قیامت میں بھی وہ اس ظلم کی سزا بھگتے گا اور دنیا میں بھی اس پر وبال پڑے گا[2] داماد اگر کچھ اپنی مظلوم بیوی کی مدد کرسکتا ہو تو کرے۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کسی کو وصی بنانے کی تحریر

سوال:- محمد یونس کا انتقال ہوگیا جس نے ایک نابالغ لڑکا وارث چھوڑا اور مال میں ایک مکان اور ایک دوکان اور کچھ نقد روپیہ چھوڑا اور ایک چچازاد بھائی جب جنازہ تیار ہو کر نماز کے لئے لایا گیا تو اس وقت ایک تحریر نمازیوں کو سنائی گئی وہ یہ تھی کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال وغیرہ کے نگراں اول مولانا خلیل الرحمٰن صاحب ہوں گے اور ان کے ساتھ دو آدمی اور ہوں گے۔ جن کے نام یہ ہیں حاجی محمد صدیق صاحب اور مستری عبدالرحمٰن صاحب لوگوں نے سنکر کہا کہ ٹھیک ہے مولانا خلیل الرحمٰن صاحب نے چند آدمیوں کے دستخط کرائے اور اس کی تصدیق کرائی یہ تحریر مرحوم کے سرہانے سے نکلی تھی اس پر کسی آدمی کی شہادت وغیرہ نہیں تھی اور نہ یہ معلوم ہوسکا کہ مرحوم نے کسی آدمی سے کہا کہ مرنے کے بعد اس تحریر کو ان حضرات کے پاس پہنچادے اور نہ اس لفافہ کو بذریعہ ڈاک بھیجا لفافہ دیکھنے سے

---

[1] اوصی الی زیدای جعلہ وصیاً وقبل عندہ صح فان ردعندہ ای بعلمہ یرتد درمختار علی الشامی زکریا ص ۴۰۸ / ج ۱۰ / کتاب الوصایا، باب الوصی وھوالموصی الیہ، مجمع الانہر ص ۴۵۴ / ج ۴ / کتاب الوصایا، باب الوصی، دارالکتب العلمیہ بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص ۱۳۷ / ج ۶ / کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی.

[2] من أخذ شبرامن الارض ظلمافانہ یطوقہ یوم القیامۃ من سبع ارضین، مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۴ / مطبوعہ یاسرندیم، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الاول.

معلوم ہوتا تھا کہ یہ تحریر کافی عرصہ پہلے کی لکھی ہوئی ہے زمانہ فراش کی نہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ مرحوم کا خیال بعد تحریر بدل گیا تھا اور نہ بذریعہ ڈاک بھیجا جاسکتا تھا۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ یہ حضرات اس تحریر کی بناء پر مرحوم کے لڑکے اور مال کے متولی متصرف شرعاً بن سکتے ہیں یا نہیں یا مرحوم کے چچازاد بھائی لڑکے اور مال کا ولی ومتصرف ہے شرعاً ان دونوں میں سے کس کو حق حاصل ہے ولی ہونے کا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

محمد یونس مرحوم نے جب اپنی تحریر میں مولانا خلیل الرحمٰن کو اپنا وصی بنادیا اور اپنے بچے اور ترکہ کی نگرانی ان کے سپرد کر دی اور انہوں نے اس کو تسلیم کرلیا تو وہ شرعاً وصی ونگراں ہوگئے[1] اگر چہ تحریر اپنے انتقال سے کچھ دیر پہلے لکھی ہو اور اس کو بذریعہ ڈاک نہ بھیجا خیال بدلنے کا قرینہ تحریر کیا جارہا ہے اسی طرح اس تحریر کو محفوظ رکھنا اور ضائع نہ کرنا اور اس پر خیال بدل جانے کو تحریر نہ کرنا۔ خیال باقی رہنے کا بھی قرینہ ہے اگر خیال بدل جاتا تو اس تحریر کو باقی کیوں رکھتے ضائع کر دیتے یا اس پر لکھوا دیتے کہ اب میرا خیال بدل گیا ہے میں ان کو وصی نہیں بناتا۔ بہر حال اب ولایت مال چچازاد بھائی کو حاصل نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وصی کا ضرورت سے زائد خرچ کرنا

سوال:- وصی نے ایک مکان کو منہدم کراکے دوبارہ تعمیر کرادیا ہے حالانکہ وہ اس

---

[1] اوصیٰ الٰی زید ای جعله وصیاوقبل عنده صح الخ الدرالمختار علیٰ الشامی زکریا ص۴۰۸/ ج۱۰/کتاب الوصایا، باب الوصی، وان اوصی الیه وهوغائب فبلغ ذالک الوصی بعدالموت فقال لااقبل ثم قال بعدذالک قبلت فهوجائز ،هندیه کوئٹه ص۱۳۷/ج۶/کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی،مجمع الانهر ص۴۵۴/ج۴/کتاب الوصایا،باب الوصی، دارالکتب العلمیه بیروت.

حالت میں تھا کہ صرف اس کا برآمدہ پٹوادینا چاہئے تھا اس میں اس کے دوہزار روپے لگ گئے کچھ مقروض ہوگیا اس طرح کا تصرف کرنا نابالغ وراث کی وراثت میں شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیًا

اگر وہ اس کو ضروری سمجھتے تھے تو ان کو حق تھا[1] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

بدن کے کسی حصہ کو خیرات کرنے کی وصیت

سوال:- کوئی آدمی اگر مرتے وقت یہ وصیت کر جائے کہ اس کے بدن سے پاؤں کا گوشت بعد الموت فلاں آدمی کو خیرات کردینا یا فلاں آدمی کو بیچ دینا، کیا ایسی وصیت جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آدمی کو اپنے مال میں وصیت کرنے کا حق ہے اس کے بدن کا گوشت اس کی ملک نہیں[2]۔ جس طرح زندگی میں کسی کو اپنے جسم کے گوشت کو کاٹ کر خیرات یا فروخت کرنے کا حق نہیں[3]، اسی طرح اس کی بعد الموت وصیت بھی درست نہیں۔ نیز انسان کے کسی عضو کی بیع

---

[1] کمایثبت لہ ولایۃ الحفظ یثبت لہ ولایۃ کل تصرف ھو من باب الحفظ،ھندیہ کوئٹہ ص ۱۴۵ / ج۶ / کتاب الوصایا،الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ.

[2] الوصیۃ ھی مااوجبہ الانسان فی مالہ بعدموتہ اوفی مرض موتہ ،بحر کوئٹہ ص ۴۰۳ / ج۸ / اول کتاب الوصایا.

[3] مضطرلم یجدمیتۃ وخاف الھلاک فقال لہ رجل اقطع یدی وکلھااوقال اقطع منی قطعۃ وکلھالایسعہ ان یفعل ذالک ولایصح امرہ بہ کمالایسع للمضطران یقطع قطعۃ من نفسہ فیاکل،ھندیہ کوئٹہ ص ۳۳۸ / ج۵ / کتاب الکراھیۃ، الباب الحادی عشرفی الاکل ومایتصل بہ، خانیہ علی الھندیۃ ص ۴۰۴ / ج۳ / کتاب الحظروالاباحۃ، ومایکرہ اکلہ ومالایکرہ الخ، طبع کوئٹہ،بزازیہ علی الھندیہ کوئٹہ ص ۳۶۲ / ج۶ / کتاب الکراھیۃ،الخامس فی الاکل.

جائزنہیں نہ زندہ کی نہ مردہ کی بلکہ یہ بیع باطل ہے۔ خیرات ایسی چیز کی ہوتی ہے جو قابلِ انتفاع ہو۔ انسان کا گوشت نہ کھانے میں کام آسکتا ہے نہ کسی اور کام میں استعمال ہوسکتا ہے۔

وَالآدمی مکرم شرعاً وان کان کافراً فایرادالعقدعلیه و ابتذاله به وَالحاقه بالجمادات اذلال له وهوغیرجائزوبعضه فی حکمه وصرح فی فتح القدیرببطلانه.

ردالمحتار[1] ص ۱۰۵ / ج ۴ / نعمانیه. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۰ھ

وصیت بحالتِ سکرات

سوال:- زید کے تین فرزند ہیں (۱) رسول خاں جو کہ انتقال کر چکے ہیں۔ (۲) محمد خاں (۳) سکندر خاں، یہ دونوں زندہ ہیں، ان بھائیوں کے درمیان اپنے والد کا ایک مکان ہے، اس مکان میں مرحوم رسول خاں کی زوجہ رہتی تھی رسول خاں کے کوئی اولاد نہیں تھی مرحوم رسول خاں کی زوجہ کے انتقال کے وقت سکندر خاں نے مذکورہ بالا مکان اپنی دختر مسماۃ عابدہ بی بی کے جبکہ ان کی شادی نہیں ہوئی تھی وصیت نامہ اس کے نام ایک دوسری جگہ اپنی مرضی سے کرالیا۔ گل صاحبہ بی بی زوجہ رسول خاں اس وقت حالتِ سکرات میں تھی اوران کے لاعلمی میں ان کے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا نشان کرالیا اور یہ وصیت نامہ جبکہ عابدہ بی بی کی شادی ہوگئی تب ان کے ہاتھ میں چلا گیا۔ اب عابدہ بی بی مذکورہ بالا مکان کو لینا چاہتی ہے۔ عابدہ بی بی کی والدہ کے بعد سکندر خاں نے دوسری شادی کی ہے۔ زوجۂ ثانی کے بطن سے تین لڑکے اور دولڑکیاں ہیں۔ اور محمد خاں کے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ کیا یہ مکان صرف عابدہ بی بی

---

[1] شامی کراچی ص ۵۸ / ج ۵ / باب البیع الفاسد، مطلب الآدمی مکرم شرعاولوکافراً، ولایجوز بیع شعرالآدمی ولاالانتفاع به ولابشیٔ من اجزائه لاالآدمی مکرم غیرمبتذل فلایجوزان یکون شیئاًمن اجزائه مهانامبتذلا (مجمع الانهر) لانه مکرم ولوکافراًوفی البیع اهانة ولایجوز، سکب الانهرمع المجمع ص ۸۵ / ج ۳ / باب البیع الفاسد، دارالکتب العلمیه بیروت.

کو ملے گا یا سب کا حصہ ہوگا۔ اگر سب کا حصہ ہوگا تو کتنا کتنا حصہ ملے گا۔ کیا حالتِ سکرات میں جوانگوٹھا کا نشان کرایا یہ قابل قبول ہوگا یا نہیں؟ اور نشان لینے والا گنہگار رہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سکرات اور لاعلمی کی حالت میں نشان انگوٹھا لگانے سے ملکیت کا دعویٰ کرنا شرعاً غلط ہے[۱] یہ تدبیر بالکل بیکار ہے۔ دھوکہ ہے گناہ ہے[۲] والد کے انتقال کے وقت اگر تین لڑکے موجود تھے تو تینوں برابر کے حقدار ہیں[۳] تنہا ایک لڑکے کی بیوی مالک نہیں۔ نہ اس کے دینے سے وہ سب مکان کسی کو مل سکتا ہے[۴] وہ تو اپنے شوہر سے حصہ پانے کی مستحق ہے۔ اگر ایک لڑکے کا انتقال پہلے ہو چکا تھا اور والد کے انتقال پر دولڑکے زندہ رہے تو وہ دونوں برابر کے حقدار ہیں[۵] مرحومہ لڑکے کی بیوی بالکل بے حق ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۲/۱۲/۹۲ھ

---

[۱] لاتقبل حال الغرغرة توبة ولاغيرها الخ شامی زکریا ص ۸۰/۳، باب الصلاة جنازة، مطلب فی قبول توبة اليأس، ومنها رضا الموصی لانها ايجاب ملک، فلاتصح وصية الهازل والمكره والخاطی لان هذه العوارض تفوت الرضا، بدائع کراچی ص ۳۳۵/ ج۷/ کتاب الوصايا، مطلب واما الذی يرجع الی الموصی، عالمگیری کوئٹه ص ۹۲/ ج۶/ کتاب الوصايا، الباب الاول.

[۲] عن ابی هريرةؓ ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال من حمل علينا السلاح فليس منا ومن غشنا فليس منا، مسلم شريف ص ۷۰/ ج ۱/ کتاب الايمان، باب قول النبی صلی الله عليه وسلم من غشنا فليس منا، طبع سعد بکڈپو دیوبند.

[۳] العصبة كل من ياخذ ما ابقته اصحاب الفرائض، وعند الانفراد يحرز جميع المال، سراجی ص ۵/ اما العصبة بنفسه، وهم اربعة اصناف جز الميت واصله، اولٰهم بالميراث جزء الميت ای البنون، سراجی ص ۲۱، ۲۲/ باب العصبات، طبع ياسر نديم ديوبند، هنديه کوئٹه ص ۴۵۱/ ج۶/ کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات.

[۴] ومنها ان يكون مملوكا للواهب فلايجوز هبة مال الغير بغير اذنه، (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

لاش ہسپتال میں دینے کی وصیت

سوال:- یہاں ایک کافرہ عورت مسلمہ ہوگئی۔ اس نے مسلمہ ہونے سے پہلے وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میری لاش ہسپتال کو دیدی جائے، تاکہ لوگ ڈاکٹری کرسکیں اور آنکھ وغیرہ کام آسکے۔ تو ایک مسلمان کو اس طرح اپنا جسم ہسپتال کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ لاش دوسال تک رکھی جاسکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ وصیت قابلِ عمل نہیں[1]۔ ہرگز لاش ہسپتال میں نہ دی جائے۔ بلکہ انتقال کے بعد جلد از جلد غسل وکفن اور نمازِ جنازہ کے بعد قبر میں دفن کردی جائے میت کی آنکھ وغیرہ کوئی عضو اس کے جسم سے علیحدہ کرنا جائز نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) هنـديه كوئٹه ص ۳۷۴/ ج ۴/ اول كتاب الهبة، بدائع كراچى ص ۱۱۹/ ج ۶/ كتاب الهبة، فصل واماالشرائط.

[5] العصبة كل من ياخذمابقته اصحاب الفرائض، وعندالانفراديحرز جميع المال، سراجى ص ۵/ اماالعصبة بنفسه، وهم اربعة اصناف جزء الميت واصله، اولٰهم بالميراث جزء الميت اى البنون، سراجى ص ۲۱، ۲۲/ باب العصبات، طبع ياسر نديم ديوبند، هنديه كوئٹه ص ۴۵۱/ ج ۶/ كتاب الفرائض، الباب الثالث فى العصبات.

---

[1] ومنهاماهو باطل بالاتفاق وهو مااذااوصى بماهوليس بقربة عندناولاعندهم، بحر كوئٹه ص ۴۵۵/ ج ۸/ كتاب الوصايا، باب وصية الذمى، مجمع الانهر ص ۴۵۱/ ج ۴/ باب وصية الذمى، دارالكتب العلميه بيروت، شامى كراچى ص ۶۹۶/ ج ۶/ فصل فى وصاياالذمى وغيره.

[2] لايجوز الانتفاع بحال ماوألآدمى محترم بعد موته على ماكان عليه فى حياته فكما يحرم التداوى بشئ من الآدمى الحى اكراماً له فكذالک لا يجوز التداوى بعظم الميت قال صل اللّٰه عليه وسلم كسر عظم الميت ككسرعظم الحى الخ، شرح كتاب السير الكبير ص ۹۲/ ج ۱/ باب دواء الجراحة، مطبوعه عباس احمد الباز مكه مكرمه،

والد کی وصیت کہ میرا فلاں بیٹا میرے کفن دفن میں شریک نہ ہو

سوال:- میرے والد صاحب کی عمر ۸۰/۹۰ رسال کی ہے اور بہت زیادہ ضعیف ہوگئے ہیں ہم لوگ تین بھائی ہیں اور دو بیویوں کی اولاد ہیں۔ایک سوتیلا بھائی ہے۔ والد صاحب سوتیلے بھائی اور سوتیلی ماں سے زیادہ انسیت رکھتے ہیں۔والد صاحب کا کہنا ہے کہ ہمارے مرجانے کے بعد تم دونوں لڑکے اور تمہاری بیوی بچے ہمارے جنازہ پر ہاتھ نہ لگانا اور نہ ہمارے کفن دفن میں شریک ہونا۔ایسی صورت میں ہم دونوں بھائی مع اہل وعیال کے والد صاحب کے جنازے میں شریک ہوکر کفن دفن کریں یا نہ کریں؟

(۲) والد صاحب کے اس تاکید حکم کے خلاف کرنا کیسا ہے؟

(۳) والد صاحب کا اس طرح کا حکم بچوں کو ماننا ضروری ہے یا نہیں؟

(۴) اس طرح کے حکم نہ ماننے پر قیامت کے دن کوئی مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱،۲،۳،۴) آپ کے والد صاحب کی یہ وصیت قابلِ عمل نہیں بالکل بیکار ہے[۱] آپ سب ان کی تجہیز وتکفین میں شریک ہوں اور سب کام شریعت کے مطابق کریں قیامت میں آپ سے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۸۸/۵/۱۴ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۶/۱۸ھ

---

[۱] الوصیة بالمعاصی لاتصح،بدائع کراچی ص ۳۴۱/ ج۷/ کتاب الوصایا،فصل واماالذی یرجع الی الموصی لہ، اوصی بان یطین قبرہ اویضرب علیہ قبة فھی باطلة،لانھاحینئذوصیة بالمکروہ (درمختار)مقتضاہ انہ یشترط لصحة الوصیة عدم الکراھہ،اللھم الاان یفرق بان الوصیة اما صلة اوقربة ولیست ھذہ واحدة منھمافبطلت،شامی کراچی ص ۶۹۰/ ج۶/ کتاب الوصایا،قبیل باب الوصیة بالخدمة الخ،

وصیت کی کیا صورت اختیار کی جاسکتی ہے؟

سوال:- وصیت کی کیا صورت اختیار کی جاسکتی ہے اس نوعیت سے کہ زید کے صرف ایک ہی لڑکی ہے۔ ہندہ، وارث حقیقی اور کوئی لڑکا نہیں اس سلسلہ میں زید کو جو تحقیق ہے وہ یہ کہ قال اللّٰہ تعالیٰ وان کانت واحدۃ فلها النصف اگر لڑکا موجود نہ ہو تو آدھا مال لڑکی کا بقیہ عصبہ کا یہ لوگ جس کا حصہ قرآن مجید میں مقرر ہے ان کو ذوی الفروض کہتے ہیں ان کی مختلف شکلیں ہیں منجملہ ان کے دو جز دریافت طلب ہیں۔

نمبر ا:- ایک یہ کہ اختلاف دارین نہ ہو۔ دوسرے آزادی غلامی کا اختلاف نہ ہو۔ اس وقت ان کو حصہ ملے گا اس سے جو باقی ہے وہ عصبہ کا ہے۔ اس مقام پر اختلاف دارین سے کیا مراد ہے۔ آیا ہندوستان و پاکستان کے مثل تفاوت مکانات کا اختلاف یا مقامی اختلافات مکانات رہن سہن کی علیحدگی مراد ہے۔ دوسرے آزادی غلامی کا اختلاف نہ ہو اس مقام پر انفرادی خاندانی اختلاف مراد ہے یا اجتماعی ملکی سیاسی مراد ہے اس زمانہ کا حال جب کہ دور دورہ مرحلہ ہے اب بموجب حضرات اہل حق کا کیا فیصلہ ہے ان کا کیا فرمان حکم ہے۔

کسی خاص علت کی بنا پر نوعیت حکمت سے مندرجہ ذیل کیفیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی کل جائداد کا تہائی نواسوں کے نام بقیہ لڑکی کے نام وصیت نامہ لکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر چہ اپنا کسی قدر حصہ اس میں ہبہ کر کے شامل کیا جائے اگر ہوسکتا ہے تو اس کی تفصیلی کیفیت سے مطلع فرمائیں۔

مسائل مذکور کی تفصیلی کیفیت یہ ہے۔

زید

لڑکی حقیقی وارث ہندہ	دو حقیقی بھتیجے پاکستانی۔	سوتیلا بھائی ہندوستانی
ہندوستانی ایک ۱	۲	۱ علاتی

علاتی سوتیلی بہن ہندوستانی۔ زید کے یہ بھائی بہن مذکورہ زید کی ماں کے سوتیلے لڑکے لڑکی ہیں اور ایک کے پاس جو جائداد ہے وہ زید کی حقیقی ماں کے ترکہ سے ملی ہے ماں کے مال سے سوتیلے لڑکی لڑکے کا حق ثابت نہیں اس حقیقت صورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے زید کے حقیقی باپ کے لڑکے یعنی بھائی بہن مذکورہ زید کی وفات کے بعد اگر قائم رہیں تو زید کی جائداد سے ان کا حق ثابت ہوگا یا نہیں۔ زید کا قوی غالب گمان ہے کہ اگر میں نے لڑکی کے نام قانونی وصیت نامہ نہ لکھ دیا یا ہبہ رجسٹری شدہ نہ کیا اس کے نام مرنے کے بعد تو میرے بعد دوسرے عزیز جائداد پر مکمل قبضہ کر کے لڑکی کے نواسوں کو محروم کر دیں گے۔ ایک عجیب خلفشار کا اندیشہ ہے۔ اس کے حفظِ ماتقدم کے سلسلہ میں اگر شرعی قانون اختیار نہیں کی جا سکتی ہے۔ تو دوسری ایسی کونسی شکل اختیار کی جا سکتی ہے جو کہ بالکل ہی خلاف نہ ہو۔ شریعت میں تہائی وصیت کی گنجائش ہے لیکن کس کے لئے ہے اور کس کے لئے نہیں اس کے کیا مواقع محل ہیں اور کتنی مقدار ہبہ کرنے کا ہر شخص کو حق حاصل ہے۔ نیز ہبہ اور وصیت میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اختلاف دارین اہل اسلام کے حق میں مانع نہیں۔ بلکہ دوسرے غیر مسلموں کے حق میں مانع ہے[1] جو غلامی مانع ہے وہ یہاں متحقق نہیں نہ کوئی غلام اس اعتبار سے پاکستان میں ہے نہ ہندوستان میں۔ نواسے صورتِ مسئولہ میں وارث نہیں[2] ان کے حق میں ایک تہائی کا وصیت[3]

---

[1] ویمنع الارث الرق والقتل واختلاف الملتین واختلاف الدارین فیما بین الکفار حقیقة او حکماً بخلاف المسلمین وان شطت دارهم کمستامن وحربی الخ سکب الانهر علی هامش مجمع الانهر ص۷۴۹/ج۴/کتاب الفرائض، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص۷۶۷/ج۶/کتاب الفرائض، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۴/ج۶/کتاب الفرائض، الباب الخامس فی الموانع.

[2] ولا یرث مع ذی سهم ولا عصبة سوی الزوجین الیٰ قوله وهم اولاد البنات واولاد بنات الابن وان سفلوا در مختار علی هامش رد المحتار ص۵۴۷/ج۱۰/مطبوعه زکریا، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام، هندیه کوئٹه ص۴۵۹/ج۶/کتاب (باقی حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نامہ لکھ دینا شرعاً درست اور معتبر ہے تقسیم وراثت سے پہلے وصیت پوری کی جائے گی[۱]۔ زید کو جائداد کسی بھی طرح سے ملی ہو اس کے نصف کی حقدار اس کی لڑکی[۲] بقیہ نصف کے تین حصے بنا کر دو حصے سوتیلے (علاتی) بھائی کو ملیں گے ایک حصہ سوتیلی (علاتی) بہن کو ملے گا[۳] بھتیجوں کو کچھ نہیں ملے گا ''ہبہ'' وارث کو بھی کیا جا سکتا ہے غیر وارث کو بھی اور اس کے لئے اپنی صحت و تندرستی میں اپنا قبضہ ہٹا کر موہوب لہ کا قبضہ کرا دینا ضروری ہوتا ہے[۴]۔ وصیت انتقال موصی کے بعد نافذ ہوتی ہے[۵] اور وہ وارث کے حق میں نہیں ہوتی اِلَّا یہ کہ سب ورثہ اس پر راضی

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، الدر المنتقی مع المجمع ص ۵۲۲/ ج ۴/ کتاب الفرائض، فصل فی توریث ذوی الارحام، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[۳] وتجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع وان لم یجز الوارث بذالک لاالزیادة علیه الخ، الدر المختار علی الشامی نعمانیه ص ۴/۴۱۷ ۵، اول کتاب الوصایا، بحر کوئٹه ص ۴۰۳/ ج ۸/ اول کتاب الوصایا، هندیه کوئٹه ص ۹۰/ ج ۶/ اول کتاب الوصایا.

---

[۱] تتعلق بتر کة المیت حقوق اربعة مرتبة الاول یبدأ بتکفینه الی قوله ثم تنفذ وصایاه من ثلث مابقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثته، سراجی ص ۴، مجمع الانهر ص ۴۹۵/ ج ۴، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص ۴۴۷/ ج ۶/ اول کتاب الفرائض،

[۲] واما لبنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدة، سراجی ص ۱۲، فصل فی النساء، طبع یاسر ندیم دیوبند، هندیه کوئٹه ص ۴۴۸/ ج ۶/ کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، شامی کراچی ص ۷۷۲/ ج ۶/ کتاب الفرائض.

[۳] والاخوات لاب کالا خوات لاب وام ولهن احوال سبع الی قوله الاان یکون معهن اخ لاب فیعصبهن والباقی بینهم للذکر مثل حظ الانثیین، سراجی ص ۱۷، فصل فی النساء، هندیه کوئٹه ص ۴۵۰/ ج ۶/ کتاب الفرائض، الباب الثانی، تبیین ص ۲۳۶/ ج ۶/ کتاب الفرائض، طبع امدادیه ملتان.

[۴] وتتم الهبة بالقبض الکامل، الدرمختار علی الشامی زکریا ص ۴۹۳/ ج ۸، اول کتاب الهبة، مجمع الانهر ص ۴۹۱/ ج ۳/ کتاب الهبة، دار الکتب العلمیة، هندیه کوئٹه ص ۳۷۴/ ج ۴/ اول کتاب الهبة.

[۵] والوصیة هی تملیک مضاف الی مابعد الموت عیناً کان اودیناً (الدرمختار علی الشامی زکریا ص ۳۳۵، ج ۱۰، شامی نعمانیه ص ۴۱۵/ ۵/ اول کتاب الوصایا، هندیه کوئٹه ص ۹۰/ ج ۶، اول کتاب الوصایا، مجمع الانهر ص ۴۱۷/ ۴، اول کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیه بیروت،

ہوجائیں[۱] اور غیر وارث کے حق میں معتبر مانی جاتی ہے بغیر ورثہ کے رضامندی کے بھی۔ نیز وہ ایک تہائی ترکہ میں معتبر ہوتی ہے۔ اگر ورثہ رضامند ہوں تو اس سے زائد میں بھی معتبر ہوسکتی ہے[۲] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۱/۹/۱۲ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

وصی مال یتیم کو استعمال کرسکتا ہے

سوال:- جوشخص یتیم بچوں کی پرورش کررہا ہے مال یتیم میں سے وہ سرپرست بھی اپنے استعمال میں لاسکتا ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے اس لئے بوقت حاجت اس قلیل پر کفایت کی جائے[۳] ایسا نہ ہو کہ اس وعید میں آجائے ان الـذین یاکلون اموال الیتمیٰ ظلماً انّما یأکلون

---

[۱] ولالـوارثه الا باجازة ورثته لقوله علیه السلام لاوصیة لوارث الاان یجیزه الورثة (الدرالمختار علـی الشـامـی زکـریاص ۳۴۶/۱۰، شامی نعمانیه ص ۳۲۰/ ج۵/ اول کتاب الوصایا، هندیه کوئٹه ص ۹۰/ ج۶/ اول کتاب الوصایا،مجمع الانهرص ۴۱۸/ ج۴/اول کتاب الوصایا،دارالکتب العلمیه بیروت.

[۲] ولاتـصـح الـوصیة بـمـازادعـلـی الثلث،الاباجازة الورثة،مجمع الانهرص ۴۱۸/ ج۴/اول کتاب الـوصـایـا، دارالـکـتـب العلمیه بیروت،هندیه کوئٹه ص ۹۰/ج۶/اول کتاب الوصایا،الدرمع الشامی کراچی ص ۶۵۰/ ج۶/ کتاب الوصایا،

[۳] وصـی یـخـرج فی عمل الیتیم استأجردابة بمال الیتیم وینفق علی نفسه من مال الیتیم کان له ذالک فیـمـالابـدلـه اسـتـحساناوعن نصیررحمه اللّٰه تعالیٰ للوصی ان یاکل من مال الیتیم ویرکب دوابه اذاذهب فی حوائج الیتیم قال الفقیه ابوالليث رحمه اللّٰه تعالیٰ هذا اذا کان الوصی محتاجا وقال بعضهم لایجوزله ان یاکل ویرکب دابته وهو القیاس (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

فی بطونهم نارا وسیصلون سعیراً، الآیة النساء[1] آیت ۱۰/پ ۴/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جائداد دے کر واپسی

سوال:- محبوب الرحمٰن کا انتقال ہوا اور انہوں نے اپنی شادی نہیں کی، اس لئے لاولد فوت ہوئے۔ مرحوم نے حقیقی بھائی بہن ماں باپ تایا چچا پھوپھی وغیرہ کوئی نہیں چھوڑا۔

(۲) محبوب الرحمٰن ابن حاجی عبدالرحمٰن بن سلطان علی بن شاہ علی یہ چار نسلیں اکیلی ہی گذری ہیں، صرف ایک ماموں زاد بہن کا لڑکا (عبدالکریم) اور ایک ماموں زاد بھائی کی دولڑکیاں چھوڑی ہیں۔ مرنے سے چار روز قبل اپنی کل جائداد دیگر عزیزان اور وارثان کے سامنے زبانی ہبہ بھی عبدالکریم کو کردیا۔ اور کنجیاں وضروری کاغذات، بینک کی کتاب اور تمام اثاثۂ بیت سپرد کرکے قابض بنادیا۔ علاوہ ازیں قرضہ کی فہرست بھی لکھوادی اور وارثان کا خیال رکھنے کی بھی ہدایت اور وصیت کی۔

(۳) محبوب الرحمٰن نے بوقت سفر حج اپنے پاسپورٹ میں والدہ عبدالکریم (طیبہ خاتون) کو اپنا وارث درج کرادیا تھا اور روانگی حج سے قبل جملہ اختیارات بحیثیت مالکانہ طیبہ خاتون کو سپرد کرکے قابض بنادیا تھا اور طیبہ خاتون کا بھی اب انتقال ہوگیا ہے۔ ان کے صرف ایک لڑکا عبدالکریم ہی باقی ہے جس کو ہبہ کیا گیا ہے۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) وفی الاستحسان یجوز له ان یاکل بالمعروف اذاکان محتاجابقدر مایسعی فی ماله، هندیه کوئٹه ص ۱۵۰/ج۶/کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۵۳۳/ج۳/کتاب الوصایا، فصل فی تصرفات الوصی فی مال الیتیم،

[1] سورة النسا آیت ۱۰/. **ترجمہ:** بلاشبہ جولوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے ہیں اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔ از بیان القرآن

(۴) جائیداد محبوب الرحمٰن کے والد عبدالرحمٰن کی ذاتی خریدی ہوئی تھی جو پوری کی پوری محبوب الرحمٰن کو پہنچی تھی۔

(۵) ایسی صورت میں ترکہ تقسیم ہوگا یا فرد واحد مالک ہوگا؟

شجرہ

حسن علی

شاہ علی	سردار علی	مصطفیٰ علی
سلطان علی	اولاد در اولاد ہیں	اولاد در اولاد ہیں
عبدالرحمٰن	ان دونوں کو بھی ترکہ پہنچتا ہے یا نہیں؟	

محبوب الرحمٰن (بعمر ۷۶ سال کنوارے فوت ہوگئے) (عبدالرحمٰن کی زرخرید جائداد تھی)

الجواب حامداً ومصلیاً

حج کو جاتے وقت والدہ عبدالکریم کو اپنا وارث درج کرایا تھا اور اختیارات سپرد کردیئے تھے۔ اس کا حاصل تو یہ تھا کہ اگر اس سفر سے واپسی نہ ہوسکی تو والدہ عبدالکریم کو میرا مال دیدیا جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ فی الحال ہبہ کرکے ان کو مالک بنادیا۔ ورنہ واپسی پر خود قابض ومالک ہونے کا کوئی حق نہیں تھا، بلکہ والدہ عبدالکریم کے بعد ان کے ورثہ کو وہ حق پہنچتا اور محبوب الرحمٰن ان کے وارث نہیں۔ اس لئے اگر محبوب الرحمٰن نے مرض الموت میں زبانی ہبہ عبدالکریم کو کیا ہے اور قبضہ بھی کرادیا ہے تب بھی یہ وصیت کے حکم میں ہے۔ لہٰذا بعد ادائے دین وغیرہ ایک تہائی ترکہ کا مستحق باعتبار وصیت عبدالکریم ہے[1]۔ بقیہ دو تہائی کے حقدار محبوب

[1] لاتجوزهبة المريض ولاصدقته الامقبوضة فاذاقبضت جازت من الثلث واذامات الواهب قبل التسليم بطلت،يجب ان يعلم بان هبة المريض هبة عقداوليست بوصية واعتبارهامن الثلث ماكانت لانهاوصية معنى، هنديه كوئٹه ص ۴/۴۰۰،الباب العاشرفى هبة المريض،محيط برهانى ص۲۰۵/ ج۹/كتاب الهبة،الفصل العاشرفى هبة المريض،طبع مجلس علمى گجرات.

الرحمٰن کے والد (عبدالرحمٰن) کے دادا (شاہ علی) کے بھائیوں (سردار علی و مصطفیٰ علی) کی اولاد در اولاد میں جو قریب ترین مرد ہوں گے وہ برابر کے حقدار ہوں گے[1] ماموں زاد بھائی کی لڑکیاں مستحق نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۰/۲۷ھ

وصیت کے بعد رجوع

سوال:- ایک مسلمان اپنے خاص رشتہ دار کو زبانی اور تحریری وصیت کر کے ایک جگہ یعنی مکان برائے رہائش دے دیتا ہے حقوق ملکیت اپنے انتقال کے بعد لکھ دیتا ہے اس لئے عرض خدمت ہے کہ کیا وہ شخص اپنی زندگی میں مکان کی واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے اس کے بارے میں اسلامی شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وصیت کرنے کے بعد اگر وصیت سے رجوع کرے تو وصیت ختم ہو جائے گی۔ ولہ ای للموصی الرجوع عنہا۔ درمختار[2] علی ہامش نعمانیہ ص۴۲۱/ج۵/۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۱/۸ھ

فنڈ کی رقم کے متعلق بھائی کا نام لکھوا دینا

سوال:- زید نے اپنی تنخواہ میں سے فنڈ کی رقم میں وصیت دار اپنے پرورش کنندہ

---

[1] یرجعون (العصبات) بقرب الدرجة اعنی اولهم بالمیراث جزء المیت ای البنون ثم بنوهم وان سفلوا الخ، سراجی ص ۲۲/باب العصبات، طبع یاسر ندیم دیوبند، هندیه کوئٹه ص ۴۵۱/ ج۶/کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، سکب الانهر ص ۵۰۵/ج۴/کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، دار الکتب العلمیه بیروت.

[2] الدرالمختار علی هامش الشامی زکریا ص ۳۵۰/ج۱۰/کتاب الوصایا.

بڑے بھائی کے نام کیا ہے کہ میری موت کے بعد اس فنڈ کا حقدار میرا بڑا بھائی ہوگا۔ یہ فنڈ کی رقم تقریباً بیس ہزار کے قریب ہے اور زید کی کل ملکیت کل ملازمت کا روپیہ تقریباً پچھتر ہزار روپے ہے۔ زید کے والد صاحب زید کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ انتقال کے بعد سے ہی زید کی پرورش کی ذمہ داری بڑے بھائی کے ہی سر تھی مثلاً تعلیم، شادی بیاہ اور غریبی اور مفلسی کے زمانہ میں زید کو اچھی سی ملازمت بھی دلوائی اور کوشش کر کے ایک ہونہار اور قابل انسان بنایا۔ زید کے انتقال کے وقت زید کی والدہ محترمہ، زید کا بڑا بھائی پرورش کنندہ اور زید کی بیوی اور دو لڑکیاں اور ایک لڑکا شامل ہے باقی ہیں۔ زید کی شادی سے پہلے بھی فنڈ کی رقم اپنے پرورش کنندہ بڑے بھائی کے نام تھی اور انتقال کے بعد بھی فنڈ کی رقم بڑے بھائی کے نام لکھی ہے اور باقی کی رقمیں خود اپنے ہی نام لکھی ہے۔ شادی کرنے کے تقریباً پانچ سال کے بعد زید کا انتقال ہوگیا۔ زید نے فنڈ کی رقم شادی سے پہلے بھی بڑے بھائی کے نام کیا تھا اور انتقال کے بعد بھی بڑے بھائی کا نام ہی موجود ہے۔ لیکن زید جس فیکٹری میں ملازمت کرتا تھا اس فیکٹری کا قانون ہے کہ شادی کرنے کے بعد وہ فنڈ کی رقم کاٹ دی جاتی ہے جو کہ پرورش کنندہ کے نام لکھی ہے اور وہ رقم بھی فیملی میں چلی جاتی ہے۔ اور اگر زید نے یہ وعدہ بھی کرلیا کہ میری شادی کے بعد میرے بھائی کا نام کٹ جائے گا اور وہ شادی کے بعد بھی اپنے پرورش کنندہ کے نام پر رکھتا ہے تو ظاہر ہے کہ وصیت اور حقدار بھائی ہی ہوتا، کیونکہ اس نے دوسرے فارم میں خود کا یا اپنی بیوی کا نام لکھا نہیں اور نام اپنے بڑے بھائی کا موجود ہے، کیونکہ شادی کے پانچ سالوں کے درمیان میں مرحوم اپنے بڑے بھائی کا نام کاٹ سکتا تھا اور خود کا نام لکھ سکتا تھا مگر نام فنڈ کی رقم میں ابھی بھی موجود ہے۔ اور زید نے اپنی زندگی میں اس وصیت کو رد نہیں کیا ہے اور آخر عمر تک اس پر قائم رہے ہیں۔ اس رقم کو بعد کی رقمیں جو کہ خود زید کے نام تھی وہ تو شرع شریف کے مطابق تقسیم ہو چکی ہیں، لیکن اس فنڈ کی رقم کا مسئلہ رکا ہوا ہے۔ کیا یہ فنڈ کی رقم بزرگ پرورش کنندہ بڑے بھائی کو حاصل ہو سکتی ہے؟ کیونکہ عام سرکاری قانون تو یہ ہے کہ

مرنے سے پہلے جب کوئی انسان کوئی وصیت کرے کہ میری موت کے بعد فلاں چیز کا حقدار فلاں ہوگا تو وہی حقدار ہوتا ہے شادی کرنے اور کرانے سے کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ پھر اگر زید اپنے بڑے بھائی کو فنڈ کی رقم دینے کا ارادہ نہیں کرتا تو وہ دوسری رقموں کی طرح خود کا نام لکھ سکتا تھا اور بڑے بھائی کا نام کاٹ سکتا تھا، لیکن بڑے بھائی کا نام موجود ہے۔ کیا یہ رقم جو کہ پرورش کنندہ بڑے بھائی کے نام موجود ہے وہ بھی وارثان پر شرع شریف کے مطابق تقسیم ہوگی یا صرف زید کے نام کی رقمیں شرع شریف کے مطابق تقسیم ہوگی؟

الجواب حامداً مصلیاً

اس کی تنخواہ سے جتنا حصہ کٹ کر جمع ہوا اور اس پر جو کچھ زائد ملا وہ سب مرحوم کا ترکہ ہے جس کے متعلق وہ اپنے بڑے بھائی کے حق میں وصیت کر چکا تھا جس کو اپنے آخر حیات تک اس کو منسوخ نہیں کیا۔ اگر چاہتا تو (تبدل حالات، شادی اور اولاد ہو جانے کی بنا پر) منسوخ کر سکتا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ وصیت پر قائم رہا ہے۔ پس اگر وہ رقم تمام ترکہ کے ایک ثلث کے اندر ہے تو حسبِ وصیت بڑے بھائی کو دی جائے۔ وصیت کا یہی حکم ہے کہ وہ ایک ثلث میں نافذ ہوتی ہے[1] اگر چہ جس وقت وصیت کی تھی اس وقت بڑا بھائی وارث ہونے کی وجہ سے مستحقِ وصیت نہیں تھا، لیکن انتقال مورث کے وقت بڑا بھائی وارث نہیں رہا، کیونکہ لڑکا پیدا ہو چکا تھا، اس صورت میں بھائی کے لئے وصیت شرعاً معتبر ہے۔ درمختار میں ہے۔ **وکونہ غیر وارث وقت الموت الخ** شامی نے لکھا ہے۔ **قولہ وقت الموت ای لا وقت الوصیة حتی لواوصی لاخیه وھووارث ثم ولدله ابن صحت الوصیة لا خ ولواوصیٰ لاخیه وله ابن ثم مات الابن قبل الموصی بطلت الوصیة زیلعی**

---

[1] وتجوزبالثلث للأجنبی وان لم یجزالوارث ذالک لاالزیادة علیه،الدرمع الشامی کراچی ص۶۵۰/ج۶/کتاب الوصایا،ھندیه کوئٹه ص۹۰/ج۶/اول کتاب الوصایا،مجمع الانھر ص۴۱۸/ج۴/کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت.

الخ شامی ج ۵/ص ۳۱۶[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۱۴۰۱ھ

جو روپیہ بنک میں جمع ہے اس کے متعلق کہہ دینا کہ میرے بعد میری بیوی کو ملے

سوال:- شوہر کا کچھ روپیہ بنک میں جمع ہے شوہر نے یہ لکھا ہے کہ میرے انتقال کے بعد یہ روپیہ بیوی کو ملے کیا اس روپیہ میں ماں کا حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر نے اپنے نام پر جمع کر کے یہ کہہ دیا ہے کہ میری بیوی کو ملے تو ہبہ نہیں[۲] بلکہ شوہر کا ترکہ ہے جس میں بیوی ایک چوتھائی کی حقدار ہے[۳] اور ایک تہائی کی ماں حقدار ہے[۴]۔

---

[۱] الدرالمختار مع الشامی زکریا ص ۳۳۷/ج ۱۰/اول کتاب الوصایا، مجمع الانهر ص ۴۲۳/ج ۴/کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص ۹۰/ج ۶/اول کتاب الوصایا.

[۲] وشرائط صحتها فی الموهو ب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیزاً مشغول الی قوله وتتم الهبة بالقبض الکامل، شامی ص ۴۹۳/۸، کتاب الهبة، مجمع الانهر ص ۴۹۱/ج ۳/کتاب الهبة، دارالکتب العلمیه بیروت، هندیه کوئٹه ص ۳۷۴/ج ۴/اول کتاب الهبة.

[۳] فللزوجات حالتان الربع بلاولد، شامی زکریا، ص ۵۱۲/۱۰، کتاب الفرائض، سراجی ص ۱۱، فصل فی النساء، طبع یاسر ندیم دیوبند، هندیه کوئٹه ص ۴۵۰/ج ۶/کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض.

[۴] والثلث عند عدهم ای عدم الولد وولد الابن الخ، شامی زکریا ص ۵۱۴/ج ۱۰، کتاب الفرائض، هندیه کوئٹه ص ۴۴۹/ج ۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، سراجی ص ۱۸/فصل فی النساء، طبع یاسر ندیم دیوبند.

تقسیم ترکہ سے پہلے مہر کی ادائیگی لازم ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۸۹ھ

کیا وصی نابالغ وارث کو مدرسہ میں داخل کردے یا اس کے مال سے کفالت کرے

سوال:- ایک مالدار نابالغ بچہ کو ایک مدرسہ میں داخل کردیا ہے جہاں پر وہ زکوٰۃ صدقہ وغیرہ کھا رہا ہے اس کا مال ہوتے ہوئے اس کو ایسا کھانا جائز ہے یا نہیں یا اس کا انتظام اس کے مال میں سے کرنا چاہئے؟

(۲) ایسے نابالغ بچے کا نقدروپیہ تو مکان وغیرہ کی تعمیر میں لگادیا جائے اور اس کے کھانے کپڑے کے خرچ کی وجہ سے اس کو کسی یتیم خانہ میں داخل کرادیا جائے جہاں زکوٰۃ صدقہ وغیرہ سے ہی خرچ چلتا ہو اس صورت میں شرعاً مکان تعمیر کرنا کرانا اور اس کے روپیہ سے اس کا خرچ اٹھانا ضروری ہے یا نہیں؟ مکان تعمیر کرا کے اس کو یتیم خانہ میں داخل کرا دینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) تعلیم کے لئے مدرسہ میں داخل کرادینا تو بڑی خیرخواہی اور عین مصلحت ہے لیکن اگر اس کی ملک میں اتنا مال ہے کہ وہ مصرف زکوٰۃ نہیں تو اس پر زکوٰۃ صرف کرنا جائز نہیں[2] بلکہ اس کے مال سے اس کی کفالت کی جائے[3]۔

---

[1] مہر کی ادائیگی شوہر کی ذمہ قرضہ ہے اور قرضہ کو تقسیم ترکہ سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔ ثم تقدم دیونه التی لها مطالب من جهة العباد الدرالمختار علی هامش الشامی زکریا ص ۴۹۵/ ج ۱۰/ کتاب الفرائض، هندیه کوئٹه ص ۴۴۷/ ج ۶/ اول کتاب الفرائض، سراجی ص ۴/ طبع یاسر ندیم دیوبند.

[2] ولا الی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الاصلیة الخ الدرالمختار علی هامش رد المحتار زکریا ص ۲۹۵/ ج ۳/ باب المصرف، مجمع الانهر ص ۳۲۹/ (باقی حواشی اگلے صفحہ پر)

(۲) امور مذکورہ بالا سے اس کا جواب ظاہر ہے۔فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۵/۱۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۵/۱۳ھ

اپنی جائداد مدرسہ کو دینا

سوال:- ہمارے گاؤں میں ہمارے بزرگ حاجی بھورے خاں کی کچھ زمین زائد ہے اور ان کے آگے پیچھے لڑکا لڑکی کچھ نہیں ہاں تائے چچے پوتے بھتیجے موجود ہیں اب حاجی صاحب اپنی یہ زمین مدرسہ یا مسجد میں دینا چاہتے ہیں سوال طلب یہ مسئلہ ہے کہ آیا وہ اپنی جائداد مدرسہ یا مسجد میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟ یا پوتے وغیرہ کو دیں؟ اور ہمارے گاؤں کی مسجد قریب ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ دور کے بھتیجے ضرورت مند نہیں اور ان کو محروم کر کے نقصان پہونچانا بھی مقصود نہیں تو حاجی صاحب کے لئے بہتر یہ ہے کہ اپنی جائداد اپنے مدرسہ یا مسجد کے لئے وقف کر دیں تا کہ صدقہ جاریہ بن جائے ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایک تہائی کی وصیت مدرسہ ومسجد کے

(پچھلے صفحہ کے باقی حواشی) ج ۱/ کتاب الزکاۃ،باب فی بیان احکام المصرف،دارالکتب العلمیہ بیروت،ھندیہ کوئٹہ ص ۱۸۹/ ج ۱/ کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف.

[۳] لہ ان ینفق فی تعلیم القرآن والادب ان تأھل لذلک الخ الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار زکریا ص ۴۴۴/ ج ۱۰/ کتاب الوصایا،باب الوصی وھو الموصی الیہ،عالمگیری کوئٹہ ص ۱۵۰/ ج ۶/ کتاب الوصایا،الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ،قاضی خان علی الھندیہ کوئٹہ ص ۵۲۲/ ج ۳/ کتاب الوصایا،فصل فی تصرفات الوصی فی مال الیتیم.

لئے کردیں بقیہ ورثہ کومل جائے گا[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱/۹۰ھ

نابالغ کے مال کی ولایت کس کو ہے

سوال:- میت کے انتقال کے بعد سب وارثان کا ولی اس کا لڑکا ہے اور میت کی بیوی لڑکے کی ماں حقیقی نہیں ہے۔ عورت لڑکے کے ساتھ موافقت نہیں رکھتی اور کہتی ہے کہ میرا حصہ اور میری تین لڑکیوں کا حصہ علیحدہ کردو یہ تینوں لڑکیاں نابالغ ہیں اور عورت بھی عاقلہ نہیں اور میت کے سوتیلا بھائی بھی ہے عورت یہ چاہتی ہے کہ اس کے ساتھ رہے۔ صورت یہ ہے ۳/لڑکیاں نابالغہ کے ایک طرف سوتیلا بھائی ہے اور ایک طرف سوتیلا چچا ہے لہٰذا اس صورت میں ان کا ولی کون ہوگا، لڑکی کا چچا دیندار بھی نہیں، ان کا حصہ الگ کرنے سے ضائع ہونے کا خوف ہے لہٰذا ان کا حصہ الگ کردیا جائے اور ضائع ہوجائے تو شریعت کے اعتبار سے ذمہ دار کون ہوگا اور نابالغ کا حصہ الگ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغوں کے مال کی ولایت باپ کے بعد باپ کے وصی کو حاصل ہوتی ہے لہٰذا اگر

---

[۱] من له اطفال ومال قليل لايوصى بنفل لو الورثة صغاراً فترك الوصية افضل وكذالو كانوا بالغين فقراء ولا يستغنون بالثلثين و ان كانوا اغنيا او يستغنون بالثلثين فالوصية اولىٰ الخ الدر المختار مع الشامي زكرياص ۲۰۹/ج۹/كتاب الحظروالاباحة،فصل في البيع،عن سعدبن ابى وقاص قال مرضت عام الفتح مرضااشفيت على الموت فاتاني رسول الله صلى الله عليه وسلم يعودني فقلت يارسول الله ان لي مالاكثيراًوليس يرثني الاابنتي افاوصي بمالي كله قال لاقلت فثلثي مالي قال لاقلت فالشطرقال لاقلت فالثلث قال الثلث والثلث كثير انك ان تذرورثتك اغنياء خيرمن ان تذرهم عالة يتكففون الناس،مشكوة ص ۲۶۵/باب الوصايا،طبع ياسرنديم ديوبند.

مرنے والے نے کسی کو وصی بنایا ہوتو وہ ولی ہوگا۔ اگر کسی کو ولی نہیں بنایا تو ان کا دادا ولی ہوگا، اگر دادا موجود نہ ہوتو پھر حاکم وقت کو ولایت حاصل ہے۔ اگر حاکمِ وقت مسلمان ہوتو وہ خود ان نابالغوں کے مال کی حفاظت کرے یا کسی دیندار شخص کو مقرر کردے۔ اگر حاکمِ وقت مسلمان نہ ہوتو پھر سر برآوردہ چند صلحاء کسی کو مقرر کردیں جس کو ان نابالغوں کے حق پر خیر خواہ سمجھیں والدہ کو یا بھائیوں کو، یا چچا کو والو لاية فی مال الصغير الی الاب ثم وصيه ثم وصی وصيه ثم الی اب الاب ثم الی وصيه ثم الی القاضی ثم الی من نصبه القاضی اه تنویر[1]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۵/ربیع ا/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ۱۴/ربیع ا/۶۴ھ

وقف معلق بالموت کی بیع

سوال:- ایک شخص نے اپنی زمین کو معلق بالموت وقف کیا۔ اب اس شخص کو ضرورت پڑی۔ آیا وقف نامہ زمین فروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف معلق بالموت وصیت کے حکم میں ہوتا ہے، جس طرح موصی کو اپنی حیات میں وصیت سے رجوع کرنا درست ہے، اسی طرح وقف معلق بالموت میں بھی واقف کو وقف سے رجوع کا اختیار ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر واقف اپنے وقف سے رجوع کرے اور اس موقوفہ زمین کو فروخت کرنا چاہے تو شرعاً درست ہے۔ وَالحاصل انه اذا علقه ای الوقف بموته

---

[1] تنویر الابصار علی هامش ردالمحتار زکریاص۲۶۷/۸، کتاب الوکالة، قبیل باب الوکالة بالخصومة والقبض، بحر کوئٹه ص۱۷۷/ج۷/کتاب الوکالة، قبیل باب الوکالة بالخصومة والقبض.

فالصحيح انه وصية لازمة لكن لم يخرج عن ملكه فلا يتصور التصرف فيه ببيع ونحوه بعد موته لما يلزم من ابطال الوصية ولهٗ ان يرجع قبل موته كسائر الوصايا وَانمايلزم بعد موته۔ بحرالخ درمختار ص۵۶۰/ج۳[1]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۶۲/۹/۱۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۱۱/ رمضان ۱۳۶۲ھ

بچوں کی امانت خودان پرصرف کرنا

سوال:- نابالغ بچوں وبچیوں کا جو مال ہے اس میں تایا و چچا شرعاً تصرف کر سکتے ہیں بحیثیت ولی نیز نابالغ بچوں وبچیوں کی جو امانت دادایا تایا و چچا کے پاس ہو اور بعد از بلوغ مطالبہ پر وہ کہیں کہ وہ امانت ہم نے تم ہی لوگوں پر خرچ کر دی ہے تو اس جواب سے یہ لوگ بری الذمہ ہو جائیں گے یا پھر امانت واجب الاداء ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

ان بچوں کی ضروریات کھانا کپڑے وغیرہ پر ان کا پیسہ خرچ کیا جا سکتا ہے اسی طرح سے جو ان کی امانت ہے اس کو بھی خرچ کیا جا سکتا ہے اور اس پر کوئی پکڑ نہیں ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۱۴۰۰ھ

---

[1] شامی زکریا ص ۵۲۹/ج۶/اول کتاب الوقف، بحر کوئٹہ ص ۱۹۳/ج۵/کتاب الوقف، مجمع الانہر ص ۵۷۱/ج۲/کتاب الوقف، دارالکتب العلمیہ بیروت.

[2] وينبغي للوصي ان يوسع على الصبي في النفقة الى قوله فينفق عليه قدرمايليق به الخ عالمگیری کوئٹہ ص ۱۵۰/ج۶/کتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي وما يملكه، خانيه على الهنديه کوئٹہ ص ۵۴۳/ج۳/کتاب الوصايا، فصل في تصرفات الوصي في مال اليتيم.

برہمن کی وصیت شوالہ کے لئے

سوال:- ایک شخص کے پاس برہمن کے سات روپیہ تھے، برہمن نے وصیت کی کہ اگر میں مرگیا تو یہ روپۓ شوالے میں دیدینا برہمن مرگیا اوراس شخص نے وہ روپۓ برہمن مذکور کے بھائی اور بیوی کو دیدیۓ تو شرعاً شخص مذکور سبکدوش ہوگیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں اگراس برہمن نے اتنا مال چھوڑا ہے کہ سات روپیہ اس کا تیسرا حصہ بن سکیں تواس سات روپیہ کوشوالے میں دینا چاہئے اس کی بیوی اور بھائی سے واپس لینا چاہئے۔ ہدایہ ج۴رص۶۸۵[1] میں ہے ''ان ھذہ قربۃ فی معتقدھم ونحن امرنا بان نترکھم وما یدینون فتجوز بناءً علی اعتقادھم الخ ''اگرکم مال چھوڑا ہےتو جتنا تیسرا حصہ بن سکے اتنا شوالہ میں دینا چاہئے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۲/۱۲/۵۱ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف ۱۹/ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

وراثت اور وصیت

سوال:- بکر کی دو بیویاں ہیں۔ زوجۂ اول زاہدہ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔

---

[1] ھدایہ ج۴/ص ۶۸۹/ باب وصیۃ الذمی، مطبوعہ تھانوی دیوبند، الدرمع الشامی زکریاص ص۴۰۴/ ج۱۰/ کتاب الوصایا،فصل فی وصایاالذمی وغیرہ، ھندیہ کوئٹہ ص۱۳۲/ ج۶/ کتاب الوصایا،الباب الثامن فی وصیۃ الذمی الخ.

[2] ولاتصح الوصیۃ بمازادعلی الثلث،مجمع الانھرص۴۱۸/ج۴/کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیہ بیروت،الدرمع الشامی ص۶۵۰/ج۶/کتاب الوصایا،ھندیہ کوئٹہ ص۹۰/ج۶/اول کتاب الوصایا.

اس کے انتقال کے بعد دوسری زوجہ سعیدہ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ بکر کچھ اراضیات کا مالک ہے۔ زوجۂ اول زاہدہ کے لئے کوئی اراضی مخصوص نہیں کی۔ زوجۂ دوم سعیدہ کے لئے وصیت کی کہ فلاں اراضی دیدی جائے۔ بکر کے انتقال کے بعد وہ اراضی سعیدہ کو دیدی گئی اور وہ اپنی حقیقی اولاد کے ساتھ علیحدہ زندگی بسر کرنے لگی۔ اس اراضی سے وہی فائدہ اٹھاتی رہی۔ گورنمنٹ کے عام احکام کے پیش نظر بلحاظِ قبضہ سعیدہ ہی مالک آراضی قرار پائی۔ اب اہلیہ دوم سعیدہ کا انتقال ہوگیا۔ اس اراضی کی نسبت برادر خورد وکلاں میں یہ تکرار ہورہی ہے کہ برادرِ خورد کا کہنا ہے کہ والد نے میری والدہ کو یہ آراضی بذریعہ وصیت بلاشرط دیدی اور گورنمنٹ نے بلاکسی کارروائی کے ان کے نام ہبہ کردیا۔ اس لئے اس آراضی میں برادر کلاں اور اس کی ہمشیرہ کو کوئی استحقاق نہیں۔ میں ہی اس آراضی کے پانے کا مستحق ہوں۔

(۲) پنچ کی رائے یہ ہے کہ جو اراضی اہلیہ دوم سعیدہ کو بذریعہ وصیت بلاکسی شرط کے دی گئی ہے وہ اسی وقت سے اس کی حیثیت مالکانہ قرار پائی ہے۔ اور گورنمنٹ نے اس کے نام پٹہ دارہ قرار دے کر اس کو مالکانہ حیثیت دیدی۔ اس لئے برادر کلاں اور اس کی ہمشیرہ کو اس میں سے حق نہیں مل سکے گا۔ ان واقعات کے پیشِ نظر کیا برادرِ کلاں اور اس کی حقیقی بہن کو اراضی مذکورہ میں شرعاً حصہ پانے کے مجاز ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو کتنی اراضی کے مجاز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بکر نے زوجہ دوم سعیدہ کو جو آراضی دی ہے اگر بعوضِ مہر دی ہے یا محض وصیت کی ہے، مگر سب دیگر ورثاء نے اس کی اجازت دیدی ہے اور وہ آراضی سعیدہ کو دیدی گئی تو وہ تنہا مالک تھی[1]۔ اس کے انتقال کے بعد خود اس کی اولاد تو اس کی مستحق ہوگئی۔ اور بکر کی زوجہ اولیٰ

---

[1] ولا لوارثه الا باجازة ورثته لقوله عليه الصلاة والسلام لاوصية لوارث الاأن يجيزها الورثة الخ درمختار على الشامي زكرياص ۳۴۶/ج۱۰/ اول كتاب الوصايا، ملتقى الابحر ص۴۱۸/ج۴/ كتاب الوصايا، مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت، زيلعى ص ۱۸۳/ ج۶/ كتاب الوصايا، مطبوعه امداديه ملتان،

سے پیدا شدہ اولاد اس کی مستحق نہیں ہوگی، کیونکہ وہ بکر کا ترکہ نہیں۔

(۲) یہ رائے صحیح ہے۔ بیوی شرعاً وارث ہوتی ہے۔ اور وارث کے حق میں جو وصیت کی جائے وہ اس وقت معتبر ہوتی ہے کہ سب ورثاء اس کی اجازت دیدیں۔ لہٰذا پہلی زوجہ کے لڑکے اور لڑکی نے اگر اس وصیت پر اعتراض نہیں کیا بلکہ اس کو منظور کرلیا تو یہ وصیت معتبر ہوگی۔ اب اس کے مطالبہ کا حق نہیں رہا۔

تنبیہ:- جو وارث نابالغ ہو اس کی اجازت کا اعتبار نہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۲ھ

وصی و وارث میں اختلاف

سوال:- ہمارا ایک پھوپی زاد بھائی منشی حسین بخش ولد رحیم بخش عرصہ ۲۵/سال کا ہوا انتقال کرگیا تھا اور مرحوم اپنی حیات میں مرنے سے پہلے اپنی بیوی اور اپنے لڑکے کو اور اپنے مال اسباب کو مجھ پر وصیت کرگیا تھا اور کہا کہ میرے مرنے کے بعد تم ان کے مختار ہوگے۔ یہ تمام اشیاء تمہارے سپرد ہیں یہ بھی وصیت کرگیا تھا کہ سو روپئے تمہارے میرے ذمہ ہیں اور ۹۸/روپیہ پنچائتی مرے پاس ہیں ۴۸/روپیہ مرحوم کی بیماری اور کفن دفن پر میں نے صرف کئے دفن کرنے کے بعد میں نے پنچائت کی رقم اور جو کچھ مال اسباب تھا وہ سب میں نے پنچائت میں رکھا اور میں نے پنچوں سے کہا کہ ان میں مختار کون ہونا چاہئے مرحوم کی یہ وصیت تھی تو اس پر پنچوں نے مجھے مختار بنایا اور جو کچھ بھی چیز تھی وہ سب میرے سپرد کردی تھی تحریر وغیرہ کوئی نہیں ہوئی۔ مرحوم کا بچہ سال بھر کا تھا ڈیڑھ برس تک بیوہ

---

[۱] فلم تجز اجازة صغير الخ درمختار على الشامي زكرياص ۳۴۷/ج ۱۰/اول كتاب الوصايا، عالمگیری ص ۹۰/ج ۶/كتاب الوصايا، الباب الاول، مطبوعه كوئٹه، سكب الانهر ص ۴۱۹، ۴۱۸/ج ۴/كتاب الوصايا، مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

اور بچہ کی پرورش میں نے کی جس پر روپیہ میرا صرف ہوا۔ان زیورات میں سے میں نے تین چار زیور بیوہ کو دیدئے تھے۔ بیوہ نے ڈیڑھ سال بعد نکاح کرلیا لڑکے کی عمر اس وقت ڈھائی سال کی تھی پھر میں نے پنچائت کی اور پنچائت نے یہ لڑکا میرے سپرد کر دیا اور میں نے اس کی پرورش کی اور لڑکے کی مسلمانی بھی میں نے کی اور سگائی بھی میں نے کی مگر قدرت الٰہی سے یہ لڑکا جس کا نام کرم الٰہی تھا انتقال کر گیا اس کا کفن و دیگر اخراجات سب میں نے کئے اس کے بعد اس کے والیان جو کہ چوتھی یا پانچویں پشت میں ایک دادا کی اولاد ہیں مندرجہ ذیل اشخاص ہیں۔

مولا بخش، قادر بخش، نظام الدین، خیر الدین، علیم الدین

یہ سب ایک دادا کی اولاد ہیں۔ پھر انہوں نے مجھ سے تمام اشیاء طلب کی جس پر میں نے جواب دیا کہ جس وقت اس کا والد گذرا تھا اس نے مجھے اس کا سرپرست بنایا تھا اور پنچائت نے مجھے وارث بنایا۔اور ساڑھے چار سال کے بعد انہوں نے مجھ پر دعویٰ ہی کیا تھا کہ یہ لڑکا ہمیں ملنا چاہیئے۔ عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ جب پنچائت نے محمد خاں کو وارث بنایا تھا تو عدالت کی طرف سے بھی یہی فیصلہ ہوا کہ محمد خان ہی ہر چیز کا سرپرست ہے۔انہوں نے میرا تمام روپیہ فضول بیجا صرف کرایا اور پھر یہ دعویٰ بھی خارج ہو گیا اور محمد خان کے حق میں کامیابی ہوئی اس کے بعد انہوں نے فوجداری مقدمہ ۴۰٦ کا کیا جس میں خدا کے فضل سے محمد خاں کو کامیابی ہوئی اور اب ان کا ارادہ دیوانی کرنے کا ہے مگر میں نہیں چاہتا کہ کسی قسم کا جھگڑا ہو اور میرا بہت سا روپیہ ناجائز طریقہ پر خرچ ہو۔آپ کا فتویٰ چاہتا ہوں۔

مرحوم منشی حسین بخش کی ایک سگی بھانجی ہے اس لڑکی نے بھی نوٹس دیا ہے اپنے حقوق کے لئے، دادا کی اولاد صرف تین اشخاص ہیں اور یہ جائداد مرحوم کی پیدا کردہ ہے جدی نہیں صرف ایک مکان جدی تھا وہ خیر الدین نے بچہ کی نابالغی میں ہی قبضہ کرلیا تھا جو شرع کا حکم ہو اس پر عمل کیا جائے ان وارثوں کے سوا اور کوئی وارث نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مرحوم کا ترکہ بعد ادائے قرض وغیرہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ آٹھواں حصہ بیوہ کو ملے گا۔ سات حصے لڑکے کو ملیں گے پھر لڑکے کے انتقال کے بعد اس کے ترکہ سے ایک تہائی اس کی والدہ کو ملے گا اور دو تہائی مولا بخش وغیرہ کو ان میں سے جو لوگ زیادہ قریب ہیں اور ایک درجہ میں ہیں، وہ برابر کے حقدار ہیں۔ مرحوم کا جو کچھ ترکہ ہے اس کو بطریق مذکورہ ورثہ کے حوالہ کر دیجئے آپ کو خود رکھنا درست نہیں۔ اب سرپرستی بھی ختم ہو چکی پنچائت کا فیصلہ بھی کچھ کارگر نہیں۔ جو روپیہ آپ نے اپنا خرچ کیا ہے وہ اگر احسان اور تبرع ہے تو آپ نہیں لے سکتے۔ اگر لڑکے کی پرورش میں عدالت یا پنچائت کے حکم سے بطور قرض اپنا روپیہ خرچ کیا ہے اور خرچ کرتے وقت اس بات کے گواہ بھی آپ نے بنائے تھے کہ یہ روپیہ میں قرض دے رہا ہوں پھر وصول کرلوں گا تو آپ وہ روپیہ لے سکتے ہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبداللطیف ۲۶/ربیع الاول ۶۴ھ

مرض الموت میں بحق وارث اقرار

سوال:- زید عرصۂ دو تین سال سے ایک مرض مہلک میں مبتلا تھا یعنی پیشانی پر

---

[۱] فاذا اراد الرجوع انفق علیه باذن القاضی فلو انفق بلاامره لیس له الرجوع فی الحکم الاان یکون اشهد انه انفق لیرجع الخ، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۱/ج۴/باب النفقة،النهر الفائق ص ۵۱۸/ ج۲/کتاب الطلاق، باب النفقة،مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت،مجمع الانهر ص ۱۹۲/ ج۲/ کتاب الطلاق، فصل نفقة الطفل،مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت،عالمگیری کوئٹه ص ۵۶۲/ ج۱/کتاب الطلاق،الفصل الرابع فی نفقة الاولاد،الباب السابع عشرفی النفقات.

مرض (سرطان) انگریزی میں (کینسر) اردو میں (پھوڑا) کہتے ہیں۔ زید نے مقامی حکماء و ڈاکٹر وغیرہ کا عرصہ تک مرض مذکور کا علاج کرایا لیکن صحت یاب نہیں ہوا۔ بعدازاں بیرونی ڈاکٹر بمقام (مراج) انتقال سے تین ماہ پیشتر اپنے برادر کلاں کو ہمراہ لیکر بغرض علاج گیا۔ مرض مذکور کا علاج وہاں بھی نہیں ہوا آخر کار بیرونی ڈاکٹر نے انتقال سے ڈھائی ماہ قبل زید کو لاعلاج قرار دیکر اپنے وطن واپس کر دیا۔

پھوڑے کی یہ حالت تھی کہ روز بروز چہرہ پر بڑھتا جاتا تھا یہاں تک نوبت پہونچی کہ مرض نے پیشانی سے تالو تک غار کر دیا جس سے بدبو اور عفونت بیحد پیدا ہوگئی بس دماغ سے خون اور پیپ رات دن جاری تھا انتقال سے ڈیڑھ ماہ قبل مریض کی ایک آنکھ پانی ہوکر خود بخود بوجہ مرض جاتی رہی بعدازاں دوسری آنکھ بھی جاتی رہی سر پر اور آنکھوں پر ہر وقت پٹی بندھی رہتی تھی دو تیماردار زید کو اٹھاتے اور بٹھاتے تھے چونکہ زید تاجر تھا خرچ کچھ پاس نہیں تھا آنکھوں پر پٹی بندھتی رہتی تھی۔ سواری میں لیٹ کر تیماردار کو ساتھ لے کر اپنی دوکان پر انتقال سے بیس یوم پیشتر گیا اور چھ سات سو کا پارچہ یک وقت میں دیگر دوکان داروں کو فی الوقت دے کر چند گھنٹے میں واپس مکان پر آ گیا کیونکہ مرض دماغی تھا نہ آنکھوں سے نظر آتا تھا نہ دماغ کام دیتا تھا پس صاحب فراش ہوگیا، چنانچہ ایسی صورت میں زید نے اپنے انتقال سے ایک ماہ سولہ یوم پہلے اپنے ایک وارث بکر کے قرضہ کا اقرار کر کے قرضہ میں اپنی جائداد منقولہ کو مکفول کر دیا جس سے دیگر ورثہ محروم الارث تصور کئے جا رہے ہیں۔

الحاصل (۱) مرض الموت کی تفسیر اور حد بموجب مذہب مختار کیا ہے؟ (۲) مرض مذکورہ بالا پر بموجب مختار مرض الموت کی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں؟ (۳) کیا مرض متذکرہ بالا کی صورت میں زید کا اقرار نامہ اپنے وارث کے قرضہ کا شرعاً معتبر ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) المریض مرض الموت من لا یخرج الی حوائج نفسہٖ وھو الاصح کذافی خزانہ المفتی، حد مرض الموت تکلموا فیہ والمختار للفتویٰ انہ اذا

کان الغالب منه الموت کان مرض الموت سواء کان صاحب فراش اولم یکن کذا فی المضمرات اھ عالمگیری[۱] ج ۴/ص ۱۷۶/۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مرض الموت کے متعلق قول مختار للفتویٰ یہ ہے کہ جس مرض سے وقوع موت غالب ہووہ ہی مرض الموت ہے خواہ اس مرض کی وجہ سے مریض صاحب فراش ہوخواہ نہ ہو۔

(۲) اگر ماہرین فن طب اس کو مرض مہلک کہتے ہیں جیسا کہ سوال میں درج ہے تو یہ مرض الموت ہے۔

(۳) مرض الموت میں اقرار کسی وارث کے حق میں دیگر ورثہ کی اجازت پر موقوف رہتا ہے پس اگر بکر اس مریض مقر کا بوقت موت بھی وارث رہے تو یہ اقرار دیگر ورثہ کے اذن سے معتبر ہوگا اگر بوقت اقرار تو بکر وارث ہے اور بوقت موت مقر وارث نہ رہے تو یہ اقرار شرعاً معتبر ہوگا۔ **اقرار المریض لوارثہٖ لایجوز الاباجازة بقیة الورثة فان کان المقرله وارث المریض وقت الاقرار وبقی وارثا کذالک الی ان مات المریض فالاقرار باطل وان کان المقرله وارثاوقت الاقراروخرج من ان یکون وارثابعد الاقراروبقی کذالک حتی مات بان اقرلاخیه ولیس له ابن ثم حدث له ابن وبقی هٰذاالابن حیا الی ان مات المریض فالاقرار جائزهٰکذافی المحیط اھ عالمگیری[۲] ج ۴ /ص ۱۷۶/.**

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ، ۵ جمادی الثانیہ ۶۴ھ

---

[۱] عالمگیری کوئٹه ص ۱۷۶/ج ۴/ کتاب الاقرار، الباب السادس فی اقرار المریض وافعاله، شامی کراچی ص ۳۸۳/ج ۳/باب طلاق المریض، مجمع الانهر ص ۴۱۵/ج ۳/کتاب الاقرار، باب اقرار المریض.

[۲] عالمگیری کوئٹه ص ۱۷۶/ج ۴/کتاب الاقرار، الباب السادس فی اقاریر المریض وافعاله، شامی کراچی ص ۶۱۳/ج ۵/کتاب الاقرار، باب اقرار المریض، مجمع الانهر ص ۴۱۵/ج ۳/ باب اقرار المریض، دارالکتب العلمیه بیروت.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب العقائد

﴿عقائد کا بیان﴾

کیا غیر اللہ کا تصور شرک ہے

ارشاد:- ایک شخص نے دہلی میں مجھ سے کہا کہ آپ نے فتاویٰ محمودیہ میں تصور شیخ کو جائز قرار دیا ہے حالانکہ تصور تو صرف حق تعالیٰ شانہ کا ہونا چاہئے، غیر اللہ کا تصور شرک ہے، میں نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہ کا تصور تو ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کہ تصور اس چیز کا ہوسکتا ہے، جس کے لئے صورت ہو اور حق تعالیٰ اس سے مبرّا ہیں۔ (شرح عقائد ص[1] ۳۸) میں ہے "**ولا مصور ای ذی صورة وشکل**" (سلم العلوم ص[2] ۲) میں "**لایحد ولایتصور**" پھر آپ نے غیر اللہ کے تصور کو شرک کہہ دیا ہر آدمی کے ذہن میں پچاسوں چیزوں کا تصور ہوتا ہے، کیا

---

[1] شرح عقائد ص۳۸، الدلیل علی کونه تعالیٰ لیس مصورا الخ، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[2] سلم العلوم ص ۲، فی الخطبة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

وہ سب مشرک ہیں آپ کے ذہن میں بھی کسی نہ کسی شیء کا تصور ہوگا کیا آپ بھی مشرک ہوگئے۔

مسئلہ تقدیر

عرض:- حضرت قرآن پاک کی بعض آیات سے جو بظاہر بندہ کا مجبور ہونا ظاہر ہوتا ہے، اور جبریہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے، ان کے جوابات جو اہل سنت نے دیئے ہیں، ان سے تسلی نہیں ہوتی مسئلہ تقدیر میں خلجان رہتا ہے۔

ارشاد:- مشکوۃ شریف ص۲۲/۱[۱] پر حدیث ہے کہ حضرت ابو ہریرۃؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے حال یہ کہ ہم مسئلہ تقدیر کے متعلق گفتگو کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو غضب ناک ہوئے یہاں تک کہ آپؐ کا چہرۂ انور سرخ ہوگیا اور فرمایا کہ کیا تم کو اسی کا حکم دیا گیا ہے، یا مجھ کو یہی دیکر بھیجا گیا ہے، تم سے پہلے لوگ اسی وقت ہلاک ہوئے جب کہ انہوں نے مسئلہ تقدیر میں نزاع کیا میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ مسئلہ تقدیر میں نزاع نہ کرو، اس کے بعد فرمایا (حضرت قدس سرہٗ نے) کہ یہ دنیا کمینی فانی ہے، اس کی ہر شئی فانی ہے، اس کے فنا کے واسطے وقت مقرر ہے ہر شئی کے کارآمد ہونے کے لئے حد مقرر ہے، اسی حد تک وہ مفید ہے اس سے آگے مفید نہیں مثلاً طاقت ہے آپ سے کہا کہ دومن کا پتھر اٹھاؤ تو آپ جواب دیتے ہیں کہ طاقت نہیں یا دوسو گز کے فاصلے سے دیوار

---

[۱] عن ابی ھریرۃؓ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نتنازع فی القدر فغضب حتی احمر وجھہ حتی کانما فقیء فی وجنتیہ حب الرمان فقال ابھذا أمرتم ام بھذا أرسلت الیکم انما ھلک من کان قبلکم حین تنازعوا فی ھذا الأمر، عزمت علیکم عزمت علیکم ان لا تنازعو فیہ، مشکوۃ شریف ص ۲۲/۱، باب الایمان بالقدر، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

پر لکھا ہوا آپ سے پڑھنے کے لئے کہا جائے تو آپ جواب دیتے ہیں کہ پڑھا نہیں جاتا اتنی بینائی نہیں، اسی طرح آپ سے کہا جائے کہ فلاح بیش قیمت سامان خرید لیجئے تو آپ کہتے ہیں کہ جیب اجازت نہیں دیتی پیسے میں گنجائش نہیں غرض طاقت بینائی پیسہ تینوں کے لئے ایسا مقام آتا ہے، جہاں یہ جواب دیدیتی ہیں، اور آپ کم طاقتی بینائی کی کمزوری اور کم مائیگی کا اعتراف کر لیتے ہیں عقل بھی منجملہ ان اشیاء کے ہے اس کے لئے بھی ایسا مقام آنا ضروری ہے جہاں یہ جواب دیدے کچھ چیزیں ایسی ہونی ضروری ہیں جن کے ادراک سے یہ عاجز ہو کہ ان کے سامنے سپر ڈالدے مسئلہ تقدیر کو آپ اسی قبیل سے سمجھئے کہ عقل کی اس تک رسائی نہیں اس لئے اس کو عقل سے سمجھنے کی ضرورت نہیں نہ عقل سے اس کو سمجھا جا سکتا ہے، بلا سمجھے ہی اس پر ایمان لانا ضروری ہے آخر آپ سب چیزوں کے قصور کا اعتراف کر لیتے ہیں، قصور عقل کا اعتراف کیوں نہیں کر لیتے۔

کفر کے قضاء خداوندی ہونے پر اشکال

عرض:- کفار کے حق میں کفر قضاء خداوندی ہے جس پر رضا واجب ہے اور وہ اس پر راضی ہیں تو پھر ان کو عذاب کیوں ہوگا؟

ارشاد:- آریہ سے مناظرہ تھا مولانا مرتضی حسن صاحب چاند پوریؒ کا اس نے مولانا سے پوچھا کہ **فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمة** (حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا) آپ کو تسلیم ہے یا نہیں؟ فرمایا مجھے تسلیم نہیں، مناظرہ میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ بھی تھے انہوں نے مولانا سے فرمایا آپ نے فعل الحکیم الخ، کا کیسے انکار کر دیا؟ اس پر مولانا نے کہا کہ اگر میں اس کو تسلیم کر لیتا تو وہ آریہ کہتا کہ ہمارا کفر بھی اس کا فعل ہے جو حکمت سے خالی نہیں، میں اس کا کہاں جواب دیتا پھرتا، اور یہ قرآن کی آیت تو ہے نہیں (جس کے انکار کرنے سے

ایمان سے خارج ہو جائے[1])

عقیدۂ تصرف فی الکون

سوال:-متصرف فی الکون کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب:- اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ عالم میں تصرف کرتے ہیں کفر ہے اس سے احتراز لازم ہے[2]۔

شیطان کو قبر میں مداخلت کی قدرت نہیں

عرض:- کیا شیطان کو قبر میں بھی شرارت کرنے کی قدرت ہے؟

ارشاد:- اس کو قبر میں جا کر ایمان خراب کرنے کی قدرت نہیں، البتہ دفن سے پہلے

---

[1] شرح عقائد ص ۹۷، سے اس کا جواب یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سائل کو قضاء اور مقضی کے درمیان فرق نہ کرنے سے مغالطہ ہوا واقعہ یہ ہے کہ قضاء صفت خداوندی ہے جس کو ارادہ بھی کہتے ہیں، اسی پر رضا واجب ہے اور کفر کافر کی صفت ہے، قضاء کا اثر ہے مقضی اور مراد ہے اس کفر پر رضا بھی کفر ہے اور کفار قضاء پر راضی نہیں وہ تو مقضی (کفر) پر راضی ہیں، غرض جس پر رضا واجب ہے اس پر وہ راضی نہیں اور جس پر رضا کفر ہے اس پر راضی ہیں اس واسطے ماخوذ ہوں گے معذب ہوں گے، **لایقال لو کان الکفر بقضاء اللہ تعالیٰ لوجب الرضاء به لان الرضاء بالقضاء واجب واللازم باطل لان الرضاء بالکفر کفر لانا نقول الکفر مقضی لا قضاء والرضاء انما یجب بالقضاء دون المقضی الخ، شرح عقائد ص ۷۹، مبحث الافعال کلها بخلق اللہ الخ، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شرح فقه اکبر ص ۴۹، مطبوعه مجتبائی دهلی،**

[2] **ومنها ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ تعالیٰ واعتقاده کفر، البحر الرائق ص ۲/۲۹۸، قبیل باب الاعتکاف، مطبوعه کوئٹه، طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۱، باب مایلزم الوفاء به من منذور الصوم، مطبوعه مصر، شامی کراچی ص ۲/۴۳۹، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات الخ، قبیل باب الاعتکاف،**

ضرور شرارت کرنے پر قدرت ہے، مردہ کے بدن میں گھس جاتا ہے[۱]، اسی واسطے حدیث شریف میں میت کو تنہا چھوڑنے سے منع کیا گیا ہے۔

غیر اللہ کے لئے جواز سجود پر سجود ملائکہ وغیرہ سے استدلال کا جواب

سوال:- حضرت یوسفؑ کو ان کے والدین اور بھائیوں نے سجدہ کیا اس زمانے میں اس سجدہ کی اصل کیا تھی، وہ کیوں کیا جاتا تھا اسی طرح ملائکہ نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا اسی طرح ہم بھی کسی درگاہ پر جاکر یا پیر مرشد کو تعظیم کے لئے سجدہ کرلیں یہ ہمارے لئے جائز کیوں نہیں ہے جب کہ ان کے لئے جائز تھا؟

جواب:- حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں صبح کو لڑکا پیدا ہوتا تھا، شام کو لڑکی پیدا ہوتی تھی، جو لڑکی آج پیدا ہوئی اس کا نکاح اس لڑکے سے کیا جاتا جو کل پیدا ہوا، اگر کوئی کہے کہ صاحب بہن بھائی کا نکاح جس طرح ان کے لئے جائز تھا، ہمارے لئے بھی جائز کیا جائے تو کیا کہا جائے گا یہی کہ ان کے لئے جائز تھا ہمارے لئے نہیں، اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے جس نبی کیلئے جو حکم چاہا صادر کیا، یہ بات نہیں کہ انہوں نے کیا تھا ہم بھی کرینگے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کے بارے میں فرمایا کہ یہ اللہ کا کلام ہے، یہ بھی بتادیا کہ میں نبی ہوں میرے اوپر اللہ کا کلام نازل ہوا، اس بات پر ہم نے یقین کیا، اب

---

[۱] عن سفیانؒ الثوری قال اذا سئل المیت، من ربک تزیاله الشیطان فی صورة فیشیر الی نفسه انی انا ربک، قال الحکیم ویؤیده من الاخبار قوله علیه السلام عند دفن المیت، اللهم اجره من الشیطان، الی ماقال ولو لم یکن للشیطان هناک سبیل مادعاء ه صلی الله علیه وسلم بذلک، شرح الصدور ص ۱۴۱، باب فتنة القبر الخ، مطبوعه دار المعرفة بیروت،

آپؐ نے ہی غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا تو اس پر بھی یقین کرنا ضروری ہے اس پر یقین کیوں نہیں کرتے حدیث شریف میں[1] ہے ایک صحابی عرب سے باہر گئے وہاں دیکھا کہ ان لوگوں کا جو بادشاہ ہے چودھری ہے وہ اس کو سجدہ کرتے ہیں، آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور! آپ زیادہ مستحق ہیں، اس بات کے کہ ہم آپ کو سجدہ کیا کریں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر میرا انتقال ہو جائے تو میری قبر کو کیا تم سجدہ کروگے؟ عرض کیا نہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ اللہ کے سوا کسی کو جائز نہیں اگر غیر اللہ کو سجدہ جائز ہوتا تو میں بیوی سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ یہود و نصاری پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا[2] اسی طرح قبروں کو سجدہ کرنے والوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے، اور اپنی اخیر حیات میں فرمایا اور صاف صاف فرمایا۔ **اَللّٰھُمَّ لاَ تَجْعَلْ قَبْرِی وَثْناً یُّعْبَدُ**[3] (اے اللہ میری قبر تیرے حوالے ہے اس کو بت نہ بنا دیجئے کہ لوگ اسے سجدہ کیا کریں۔

---

[1] **عن قیس بن سعد قال اتیت الحیرة فرأیتھم یسجدون لمرزبان لھم فقلت، لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم احق ان یسجد له فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقلت انی اتیت الحیرة فرأیتھم یسجدون لمرزبان لھم فانت احق بان یسجد لک فقال لی ارایت لو مررت بقبری اکنت تسجد له فقلت لا فقال لا تفعلوا لو کنت آمراحدا ان یسجد لأحد لأمرت النساء ان یسجدن لازواجھن لما جعل اللہ لھم علیھن من حق، مشکوة شریف ص ۲۸۲، کتاب النکاح، باب عشرة النساء، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،**

[2] **عن ابی ہریرةؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد، نسائی شریف ص۲۲۳/۱، کتاب الجنائز، اتخاذ القبور مساجد، مطبوعه فیصل دیوبند،**

[3] **عن ابی ہریرةؓ عن النبی ﷺ اللھم لا تجعل قبری وثنا لعن اللہ قوما اتخذوا قبوار انبیائھم مساجد، مسند احمد ص ۲/۲۴۶، مطبوعه دارالفکر بیروت،**

جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی شدت سے منع فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی امتی یہ کہے کہ ہم یہی کریں گے یہ کہاں تک اس کے امتی ہونے کا تقاضا ہے؟ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ پچھلی امتوں میں جائز تھا، ہماری اس امت میں کیوں جائز نہیں؟ تو اس سے کہا جائیگا کہ پچھلی امتوں میں جائز ہونا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا یا کسی اور نے بتایا؟ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ہمیں خبر دی، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر تو وہ شخص اعتماد کر رہا ہے، کہ پچھلی امتوں میں جائز تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو اس امت کو خطاب کر رہے ہیں، خاص طور پر منع فرما رہے ہیں، اس پر اعتماد نہیں؟ تعجب ہے!

ملائکہ کے سجدہ کی نوعیت

پھر علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے سے پہلے ملائکہ کے سامنے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَةِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً[1] — وہ وقت یاد کرو جب کہ تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنا رہا ہوں۔

اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ[2] — کیا آپ زمین میں ایسوں کو خلیفہ بنائیں گے؟ جو وہاں فساد اور خونریزی کریں گے۔

چونکہ وہ پہلے جنات کو دیکھ چکے تھے، کہ انہوں نے فساد فی الارض کیا اسی لئے کہا کہ ایسی مخلوق آپ پیدا کرنا چاہتے ہیں جو فساد کریگی، ان کو حکم و مصلحت معلوم نہیں تھی اس لئے حق تعالیٰ نے ان کو ڈانٹ دیا اور فرمایا:

---

[1] سورۃ البقرۃ آیت: ۳۰،

[2] سورۃ البقرۃ آیت: ۳۰،

اِنِّی اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ[1] تم نہیں جانتے جو میں جانتا ہوں۔

اس کے بعد آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اپنے علم خاص سے نوازا پھر دونوں کا امتحان لیا، جس میں آدم علیہ السلام کامیاب ہوئے، اس سے ملائکہ جان گئے کہ آدم علیہ السلام کے پاس ایسا علم ہے، جو ان کے پاس نہیں جس کی بنا پر وہ فرشتوں سے فائق ہیں، پھر ان کی فوقیت اور فضیلت کے اظہار کے لئے کہا: ''اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ''[2] علماء نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے ''آدم کی وجہ سے سجدہ کرو''، یعنی تم نے آدمؑ کے پیدا کرنے پر اعتراض کیا تھا اب تم نے دیکھ لیا کہ اس کو کتنی بڑی فوقیت اور فضیلت حاصل ہے، اس کے پاس کتنا بڑا علم ہے، اس کی وجہ سے اب تم سجدہ کرو یہ نہیں کہا کہ آدم کو سجدہ کرو بلکہ آدم کی وجہ سے سجدہ کرو، جیسے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کیا جاتا ہے، تو وہ سجدہ خانہ کعبہ کو نہیں کیا[3] جاتا، سجدہ تو اللہ تعالیٰ کو کیا جاتا ہے، حتی کہ علماء نے لکھا ہے، جو شخص بیت اللہ کی طرف سجدہ کرتا ہے، اور نیت کرتا ہے، بیت اللہ کو سجدہ کرنے کی تو وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے[4] اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے ان کے والدین اور بھائی نے سجدہ کیا۔

مسئلہ حیات النبیؐ کی ابتداء

عرض:- مسئلہ حیات النبی کا وجود کب سے ہے؟

---

[1] سورۃ البقرۃ آیت: ۳۰،

[2] سورۃ البقرۃ آیت: ۳۴،

[3] او جعل آدم سببا لوجوب السجود توبة لما صدر عنهم صورة الاعتراض واللام حينئذٍ للسببية الخ، تفسير مظهرى ص ۵۵/۱، سورة البقرة آيت: ۳۴، مطبوعه دهلى،

[4] حتى لو سجد للكعبة نفسها كفر الخ، درمختار على الشامى زكريا ص ۱۰۸/۲، باب شروط الصلاة، البحرالرائق كوئٹه ص ۲۸۶/۱، باب شروط الصلاة،

ارشاد:- جب سے نبی زندہ ہے اسی وقت سے یہ مسئلہ موجود ہے۔

عرض:- آج کل حیاتی مماتی فرقے بنے ہوئے ہیں؟

ارشاد:- اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا ہو ''**اَنَا حَیٌّ فِی قَبرِی**[1]''

جیسا کہ حدیث میں ہے تو کیا جواب دیں گے۔

not found.

[1] هكذا فی ابن ماجة شریف ص۱۱۸، آخر ابواب الجنائز، مطبوعه اشرفیه دیوبند، شرح مواهب لدنیه للزرقانی ص۵/۳۳۲، ومنها انه حی فی قبره، مطبوعه دارالمعرفة بیروت، شرح شفاء ص۲/۱۴۲، فصل فی تخصیصه علیه الصلوة والسلام بتبلیغ صلاة من صلی علیه، مطبوعه مصر،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب التاریخ والسیر

﴿تاریخ وسیرت﴾

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت وتصدیق دیگر مذاہب میں

ارشاد:- ملک عرب کی ایک جماعت جو کسی ملک میں اپنے جہاز کی تباہی کے بعد پہنچی تھی ایک بادشاہ کے دربار میں پہونچی بادشاہ نے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا عرب سے اس نے پوچھا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوگیا؟ ان لوگوں نے کہا کہ ظہور ہوگیا، تو بادشا نے اپنے خزانے میں سے ایک صندوق نکالا صندوق میں ریشم کے کپڑوں میں سے کچھ تصویریں نکالیں ان کے سامنے رکھیں اور کہا کہ یہ ہیں تمہارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا یہ نہیں ہیں، دوسری، پھر تیسری تصویر دکھائی کہ کیا یہ ہیں وہ کہنے لگے نہیں، بادشاہ نے کہا ہاں میں جانتا ہوں کہ یہ نہیں ہیں بلکہ یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ نوح علیہ السلام ہیں، اور یہ

ابراہیم علیہ السلام ہیں، پھر ایک اور تصویر نکال کر دکھائی کہ کیا یہ ہیں، انہوں نے کہا ہاں یہی ہیں، اس کے بعد بادشاہ نے بتایا کہ دیکھو ان کی وفات کے بعد یہ خلیفہ ہوں گے پھر یہ، اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تصوریں دکھائیں، کہتے ہیں کہ ان کے پاس خزانۂ دانیال علیہ السلام سے یہ تبرکات چلے آرہے تھے۔ (نقلہ السیوطی فی الخصائص[1] الکبری)

نبی اور غیر نبی کی طاقت میں فرق

سوال:- حضرت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غار حراء اور غار ثور پر اتنا طویل راستہ ہونے کے باوجود کیسے تشریف لے گئے جبکہ آج حجاج کرام بسوں میں جاتے ہیں اس کے باوجود پہاڑ پر چڑھنا مشکل ہوتا ہے؟

جواب:- کیا تم نبی کی طاقت اور غیر نبی کی طاقت پرکھنا چاہتے ہو۔ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت کو اپنی طاقت پر قیاس کرنا چاہتے ہو جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس آدمیوں کے برابر طاقت دی گئی تھی۔[2]

---

[1] فاستخرج حريرة سوداء فنشرها فاذا فيها صورة حمراء واذا فيها رجل ضخم العينين عظيم الاذنين لم ار مثل طول عنقه واذا ليست له لحية واذا له ضفيرتان احسن ماخلق الله قال هل تعرفون هذا قلنا، لا، قال هذا آدم عليه الصلاة والسلام الى قوله ثم فتح باباً آخر فاستخرج منه حريرة سوداء فاذا فيها صورة بيضاء واذا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اتعرفون هذا قلنا نعم محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ، خصائص الكبرى للسيوطى ص٧/٢، ذكر حلية الانبياء عليه الصلاة والسلام، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[2] اخرج عن ابن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم قال اعطيت قوة اربعين رجلا فى البطش والنكاح، الخصائص الكبرىٰ ص٧٠/١، باب الآية فى جماعه صلى الله عليه وسلم، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر مکھی نہیں بیٹھی

ارشاد:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی، کسی صاحب نے دریافت کیا کہ اس میں بھی اختلاف ہے تو فرمایا کہ نہیں اس میں ایک ہی قول ہے[1]۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قمیص میں غسل

ارشاد:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قمیص ہی میں غسل دیا گیا[2] اور پھر وہ قمیص اس طرح اتار کر کفن پہنایا گیا کہ بدن مبارک برہنہ نہ ہونے پائے، اور قمیص جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا وہ ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس رہی جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے (مگر ماخذ اس کا مجھے یاد نہیں) کہ ازواج مطہرات میں سے کسی نے کسی کو وہ قمیص دکھلائی اور بتلایا کہ یہ قمیص ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا[3]۔

---

[1] ذکر القاضی عیاض فی الشفاء والعزفی فی مولده ان من خصائصه صلی الله علیه وسلم انه کان لاینزل علیه الذباب الخ، الخصائص الکبری ص۶۸/ ۱، باب ماکان لاینزل الذباب علیه، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[2] عن عائشةؓ قالت لما ارادوا غسل النبی صلی الله علیه وسلم قالوا والله ماندری انجرد رسول الله صلی علیه وسلم من ثیابه کما نجرد موتانا ام نغسله وعلیه ثیابه فانما اختلفوا القی الله تعالیٰ علیهم النوم حتی مامنهم الا وذقنه فی صدره ثم کلمهم مکلم من ناحیة البیت لایدرون من هو، ان اغسلوا النبی صلی الله وسلم وعلیه ثیابه، الخصائص الکبری ص۲۷۵/ ۲، باب ماوقع فی غسله صلی الله علیه وسلم من الآیات،

(حاشیہ نمبر:۳/ اگلے صفحہ پر)

نبی علیہ السلام کی قبر مبارک میں چادر

ارشاد:-حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک آپ کی قبر میں بچھائی گئی، اور بچھانے والے آزاد کردہ غلام حضرت شقران ؓ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر لٹایا گیا پھر وہ نکال لی گئی۔(کذا فی اسلام عاشق ص۳۹۲)

شعر: خاک پاکِ قبر اطہر عرش اعظم سے عزیز
متصل رہتا ہے جس سے شاہ والا کا کفن

(نعت محمود ص۷۵)

انسان افضل ہے یا فرشتہ

عرض:-انسان کا مرتبہ زیادہ ہے یا فرشتوں کا؟

ارشاد:-بعض انسانوں کا مرتبہ تمام فرشتوں سے زیادہ ہے جیسے انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ سب سے زیادہ ہے، اور بعض انسان وہ ہیں کہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۳؎ یہ حدیث قمیص کے متعلق تو نہیں مل سکی البتہ ایک دوسری حدیث ہے: اخرجت الینا عائشۃؓ کساء وازارا غلیظا فقالت قبض روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ہذین (بخاری شریف ص۴۳۸/۱، کتاب الجہاد، باب ماذکر من درع النبیؐ الخ، مطبوعہ اشرفی دیوبند، وبخاری ص۸۶۵/۲، کتاب اللباس، باب الاکسیۃ والخمائص،

ترجمہ:-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمارے سامنے ایک کپڑا اور ایک موٹا تہبند نکالا اور فرمایا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ان دو کپڑوں میں قبض ہوئی ہے۔

بعض فرشتے ان سے زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں، جیسے عام انسان کہ خاص خاص فرشتے مثلاً وحی لانے والے ان سے افضل ہیں، اور عام انسان زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں، عام فرشتوں سے ''ورسل البشر افضل من رسل الملائکة ورسل الملائکة افضل من عامة البشر وعامة البشر افضل من عامة الملائکة'' (شرح عقائد[۱])

جہاد

عرض:- آج کل مسلمانوں پر جہاد فرض ہے؟

ارشاد:- جہاد کے معنی دین کے لئے کوشش جدوجہد کرنا یہ ہر زمانے میں ہر ایک پر اس کی حیثیت کے موافق فرض رہا ہے، قرآن پاک میں ہے: **وَجَاهِدُوْا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ**،[۲] ایک جہاد فقہاء کی اصطلاح میں قتال کے معنی میں ہے اس کے لئے کچھ شرائط ہیں، او شرائط جہاں موجود ہوں وہاں اس کا حکم کردیا جائیگا۔

کفار مسلمان یا نبی کو آڑ بنالیں تو کیا کیا جائے

ارشاد:- مفتی کو بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے، عوام بعض مرتبہ بغرض امتحان فرضی صورتیں گھڑ گھڑ کر فتویٰ پوچھتے ہیں ان کے جوابات کے درپے نہ ہونا چاہئے، مثلاً جہاد میں کفار مسلمان قیدیوں کو آڑ بنالیں، تو فقہا لکھتے ہیں کہ مسلمان تیر چلائیں اگر مسلمان قیدی

۱؎ شرح عقائد نسفی ص ۱۷۶، مبحث رسل البشر افضل من رسل الملائکة، مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، شرح فقہ اکبر ص ۷۵، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند،

۲؎ سورۂ حج آیت: ۷۸، **ترجمہ:**- اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے اس نے تم کو ممتاز فرمایا اور تم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی (بیان القرآن)

اس تیر سے مرجائیگا تو اس کا بدلہ لازم نہیں ہوگا، نہ قصاص نہ دیت، (درمختار ص[۱] ۳/۲۲۳) فقیہ ابواللیث سمرقندی سے دریافت کیا گیا کہ اگر کفار نبی کو آڑ بنالیں تو کیا کریں؟

جواب دیا کہ نبی کے ہوتے ہوئے کسی اور سے مسئلہ معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے خود اس نبی سے معلوم کرلیا جائے وہ جو جواب دیں اس پر عمل کیا جائے اسکے بعد حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یہ صورت ثانی مفروضہ ہے بھلا، اس کا وقوع اس وقت کہاں ہوسکتا ہے، **ولایتصور ذالک بعد رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم. الاشباہ ص[۲] ۳۲،** کہ نبیوں کی آمد کا سلسلہ بند ہے، سورۂ احزاب میں ہے: **وَلٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ**[۳]، **مشکوۃ** ص[۴] ۲/۵۱۱، میں ہے: **خُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖن.**

سہل بن عبداللہ تستریؒ سے شیطان کی گفتگو

ارشاد: -سہل بن عبداللہ تستریؒ بڑے عارف گزرے ہیں امام ابوداؤدؒ کے معاصر ہیں گھر سے نکلے غالباً نماز کے لئے جارہے تھے۔ راستے میں شیطان ملا کہنے لگا حضرت! ایک مسئلہ پوچھنا ہے انہون نے پہچان لیا کہ یہ شیطان ہے شیطان بھی سمجھ گیا کہ انہوں نے مجھے پہچان لیا ہے پوچھا آپ کہتے ہیں کہ تیرے اوپر رحمت نہیں ہوگی لعنت ہوگی، حالانکہ قرآن

---

[۱] ورمیهم بنبل ونحوه وان تترسو ببعضنا ولو تترسو بنبی سئل ذلک النبی کذا نقله فی النهر عن ابی اللیث ای بان نقول له هل نرمی ام لا ونعمل بقوله الخ، شامی نعمانیه ص ۲۲۳/۳، کتاب الجهاد، مطلب فی ان الکفار مخاطبون،

[۲] الاشباه والنظائر ص ۱۸۰، الفن الثانی، احکام الجان، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی،

[۳] سورۂ احزاب آیت: ۴، **ترجمہ:** -لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔

[۴] مشکوة شریف ص ۵۱۱، باب فضائل سید المرسلین الخ، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، **ترجمہ:** -میرے ذریعہ رسولوں کا سلسلہ ختم کردیا گیا اور میں خاتم النبیین ہوں۔

E:\F.M.Fainal\Jild-30\ 16-Tareekh Sirat

میں ہے، رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ[1] میری رحمت ہر چیز کو وسیع ہے میں بھی تو شئی ہوں لاشئی نہیں یہ موجبہ کلیہ ہے سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے اس سوال پر اتنی حیرت ہوئی کہ منہ خشک ہوگیا آدھا سانس اندر اور آدھا باہر کہ کیا جواب دوں جی جی میں یہی آیت پڑھتا رہا آگے اس میں فَسَاَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ[2] میں نے کہا کہ رحمت تو ان کے لئے ہے جو یتقون والی صفات سے متصف ہیں اور تو ان میں سے نہیں، شیطان نے جواب دیا اے سہل تقیید تمہاری صفت ہے اللہ کی صفت مطلق ہے تقیید نہیں تم اپنے اوپر اللہ کی صفت کو قیاس کرتے ہو یہ کہہ کر وہ بھاگ گیا، اس واقعہ کو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں اور امام شعرانیؒ نے الیواقیت والجواہر میں نقل کیا ہے:

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شیخ سہل بن عبداللہ اتنے بڑے آدمی اس پر خاموش کیوں ہوگئے؟ وسعت سے مراد گنجائش ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ میری رحمت میں وسعت ہے گنجائش ہے جتنے چاہیں آئیں ہر شی چاہے تو آسکتی ہے رحمت میں کمی نہ ہوگی جیسے کہ کہتے ہیں کہ کمرہ میں سو آدمیوں کی گنجائش ہے وسعت ہے اگر پچاس ہی آکر بیٹھ جائیں اور پچاس نہ آئیں تو کیا حرج ہے اسی طرح یہاں ہے کہ اللہ کی رحمت میں گنجائش ہے وسعت ہے جتنے چاہیں آئیں لیکن شیطان نے آنا ہی نہیں چاہا انکار کردیا تو اس کے لئے کہاں وسعت رہی اَنُلْزِمُکُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا کٰرِهُوْنَ[3]، شاہ صاحب نے اس کا جواب اس طرح دیا۔

---

[1] سورۂ اعراف آیت: ۱۵۶،

[2] سورۂ اعراف آیت: ۱۵۶، تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام ضروری ہی لکھوں گا جو کہ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں۔ (بیان القرآن)

[3] سورۂ ھود آیت: ۲۸، تو کیا ہم اس کو تمہارے گلے ڈال دیں اور تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ (بیان القرآن)

تحریک کی تعریف اور اسلام کسی تحریک کا نام نہیں

عرض:- جس طرح عیسائی یہودی وغیرہ مذہب کی اشاعت کے لئے لوگوں کی امداد وغیرہ کرتے ہیں، اسلام میں اس طرح کی کوئی تحریک کیوں نہیں؟

ارشاد:- اسلام کسی تحریک کا نام نہیں، اس کو تحریک کہنا غلط ہے، پہلے تحریک کا مفہوم سمجھ لیجئے، چند آدمی کا اکھٹا ہو کر تجویز پاس کرنا، اور اس کو جاری کرنے کے لئے کسی کا صدر کسی کا نائب وغیرہ ہونا، اس کو تحریک کہتے ہیں[1]، اس طرح اسلام کوئی تحریک نہیں، بلکہ اللہ کا دین ہے، رہی یہ بات کہ عیسائی یہودی وغیرہ لوگوں کو مال وغیرہ کا لالچ وغیرہ دیکر اپنی طرف مائل کرتے ہیں، اسلام میں یہ چیز نہیں، اس واسطے کہ اس کے پاس حق ہے، انصاف ہے اس قسم کے لالچ کی اس کو ضرورت نہیں، باقی دین اسلام میں لوگوں کی امداد کرنا بہت بڑے ثواب کا کام ہے[2]، بعض مسلمان اگر چہ اس میں کوتاہی کرتے ہیں، مگر بہت سے زکوۃ صدقہ وغیرہ نیز بیت المال سے اس کو انجام دیتے رہتے ہیں، اس واسطے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مسلمان اس طرح غیروں کی امداد بالکل نہیں کرتے یہ غلط ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیقہ

سوال:- مالا بدمنہ ص ۱۷۱، میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد

---

[1] لغات کشوری ص۱۳۷، تحریک، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ،

[2] عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال! قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولایقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یتقبلها من یمینه ثم یربیها لصاحبها کما یربی احدکم فلوه حتی تکون مثل الجبل، مشکوۃ شریف ص۱۶۷، باب فضل الصدقۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

اپنا عقیقہ فرمایا یہ روایت حدیث کی کس کتاب میں ہے؟

جواب:- علامہ سیوطیؒ کی خصائص کبریٰ[1] میں ہے پھر فرمایا کہ اس میں دو قول ہیں، ایک یہی جو مالا بد منہ میں مذکور ہے[2] دوسرا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ساتویں دن کیا[3]۔

---

[1] وذكر ابن ايمن من حديث انس رضى الله عنه ان النبى صلى الله عليه وسلم عق عن نفسه بعد ان جاء ته النبوة الخ، زاد المعاد ص ۲/۴، فصل فى هديه صلى الله عليه وسلم فى العقيقة الخ، مطبوعه دارالفكر بيروت،

[2] مالا بد منه ص ۱۷۱، رساله احكام عقيقه، مطبوعه ديوبند،

[3] فلما كان اليوم السابع ذبح ودعاله قريشا الخ، الخصائص الكبرىٰ ص ۵۰/۱، باب ماظهر فى ليلة مولده صلى الله عليه وسلم، الخ، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب العلم

﴿علم کا بیان﴾

حروف ابجدی کے اعداد کا واضع کون ہے

سوال:-حروف تہجی کے اعداد کا واضع کون ہے؟

جواب:-معلوم نہیں، باقی ہیں قدیم زمانے سے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود کے سامنے حروف مقطعات سے الٓمٓ پڑھا تو انہوں نے حساب لگایا الف کا ایک عدد لام کے تیس میم کے چالیس کل اکہتر ہوئے پھر کہا کہ کسی نبی کو اس کی امت کی کل عمر نہیں بتلائی گئی، ان کو بتلائی گئی ہے وہ ہے اکہتر ۷۱ر برس پس ایسے دین کو لیکر کیا کروگے جس کی اتنی تھوڑی مدت ہو، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا، انہوں نے کہا کیا اس کے علاوہ بھی ہے اس پر آپ علیہ السلام نے انکو الٓمٓصٓ، الٓرٰ، الٓمٓرٰ، سنایا تو حساب لگایا اور کہنے لگے

کہ ہم پر انکا حال مشتبہ ہوگیا۔[۱]

توکیل وتفویض میں فرق

ارشاد:-توکیل وتفویض میں فرق ہے، دووجہ سے اول یہ کہ توکیل میں وکیل کومعزول کردینا درست ہے، لیکن تفویض میں رجوع اورعزل درست نہیں، (بحرص[۲]۱۴۱/ ۷، کتاب الوکالت) میں ہے:"**السادس فی صفتها وهو عدم اللزوم فله ان يعزله متى شاء**" اور(**بحر ص[۳]۳۱۱/۳، باب تفويض الطلاق**) میں ہے"**وفی جامع الفصولين تفويض الطلاق اليها قيل هو وكالة يملك عزلها والاصح انه لايملكه**" (**فتاوی هنديه ص[۴]۳۸۷/ ۱**) میں ہے:"**ليس للزوج ان يرجع فی ذالک ولاينهاها عما جعل اليها ولايفسخ كذا فی الجوهرة النيرة**"

دوسرے یہ کہ توکیل میں اس کی تمامیت کے لئے قبول وکیل شرط ہے، بغیر اس کے قبول کے وکالت تام نہوگی، بخلاف تفویض کے کہ اس میں قبول شرط نہیں جب زوج نے طلاق کی

---

۱ کما قاله ابو العالية متمسكا بماروی انه عليه الصلوة والسلام لما اتاه اليهود تلی عليهم الٓمٓ البقرة فحسبوه وقالوا كيف ندخل فی دين مدته احدی وسبعون سنة فتبسم رسول الله ﷺ فقالوا فهل غيره فقال الٓمٓصٓ والٓرٰ والٓمٓرٰ فقالوا خلطت علينا فلاندری بايهما ناخذ الخ، بيضاوی شريف ص ۱۴/ ۱ ، اول سورة البقرة، مطبوعه ياسرنديم ديوبند،

۲ بحر ص ۱۴۱/۳، كتاب الوكالة، مطبوعه ماجديه كوئٹه،

۳ البحرالرائق ص ۳۱۱/۳، باب تفويض الطلاق، مطبوعه ماجديه كوئٹه،

۴ هنديه ص۳۸۷/ ۱ ، الباب الثالث فی تفويض الطلاق، الفصل الاول، مطبوعه كوئٹه،

تفویض عورت کو کردی تو وہ تام ہوگئی عورت قبول کرے یا نہ کرے، (بحر ص[۱] ۱۴۰/ ۷) میں ہے: ''وفی البدائع واما رکن التوکیل فھو الایجاب والقبول'' اور (بحر ص[۲] ۳۱۱/ ۳) میں تفویض کے متعلق معراج کے حوالہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: ''ولایتوقف علی القبول لکونھا تطلق نفسھا بعد التفویض وھو بعد تمام التملیک'' اور چند سطور کے بعد محیط کے حوالہ سے نقل کیا ہے: ''واشار بعدم ذکر قبولھا الی انہ تملیک یتم بالمملک وحدہ فلو رجع قبل انقضاء المجلس لم یصح''

علم باطنی اور علم غیب میں فرق

عرض:- مشہور ہے کہ شیخ کو مریدین کے حالات کا علم رہتا ہے، وہ وہیں سے توجہ کرتے ہیں، اس میں اور علم غیب میں کیا فرق ہے؟

ارشاد:- توجہ اور علم باطنی اور ہے اور علم غیب اور ہے، وہ صرف حق تعالیٰ کو حاصل ہے، قرآن کریم میں ہے ''وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَايَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ''[۳] (اور اللہ کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے (بیان القرآن)

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ،[۴] (اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوں تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیا کرتا (بیان القرآن)

قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِی خَزَائِنُ اللهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ،[۵] (اور میں تم سے یہ نہیں

---

۱ البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۴۰/۷، کتاب الوکالۃ،
۲ بحر کوئٹہ ص ۳۱۱/۳، باب تفویض الطلاق،
۳ سورۂ انعام آیت: ۵۹،
۴ سورۂ اعراف آیت: ۱۸۸،
۵ سورۂ انعام آیت: ۵۰،

کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں (بیان القرآن)

علم باطنی کا علم غیب سے کیا تعلق وہ تو مجاہدات سے حاصل ہوجاتا ہے، اور وہ علامات قبول بھی نہیں، ہاں قرب خداوندی اللہ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے اور وہ علامت قبول بھی ہے۔

عرض:- مجاہدات اس نیت سے تو نہ ہونے چاہئیں کہ مریدین کے حالات معلوم ہوں۔

ارشاد:- جی ہاں مگر بعض لوگ تو اس نیت سے بھی کرتے ہیں۔

حضرت ابودرداءؓ کا مسجد میں حلقۂ درس

ارشاد:- حضرت ابودرداءؓ رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھ کر پڑھایا کرتے تھے ایک شخص کو پڑھادیا دس آدمیوں کو ان کے حوالے کردیا، انکا حلقہ بنا کر بٹھادیا کہ یہ سبق ان دس آدمیوں کو پڑھادو، اسی طرح دوسرے کو بھی دس طالب علم دیدئے کہ یہ سبق ان کو سکھادو، سب اسی طرح کی نگرانی کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب نے گنا سولہ سو طلبہ انکے حلقہ درس میں تھے قرآن شریف پڑھاتے تھے، حضرت جابرؓ بھی مسجد میں بیٹھ کر پڑھاتے تھے، ان حضرات کی تنخواہیں مقرر نہیں تھیں۔

حیلۂ تملیک

سوال:- مسجد میں پیسے کی ضرورت ہے لیکن لوگ چندہ نہیں دیتے البتہ زکوۃ دیتے ہیں، کیا اس کو تملیک کا طریقہ (حیلہ) اختیار کرکے مسجد میں لگا سکتے ہیں؟

جواب:- تملیک کے بعد درست ہے[۱]، لیکن حیلہ تو حیلہ ہی ہے۔

مسجد میں تعلیم با تنخواہ

سوال:- تنخواہ لیکر مسجد میں پڑھا سکتے ہیں؟

جواب:- فقہاء متأخرین نے لکھا ہے، کہ اگر کوئی اور جگہ پڑھانے کے لئے نہیں ہے تو مسجد میں پڑھانا (تنخواہ لیکر) درست ہے[۲]۔

سہارنپور مدرسہ مظاہر العلوم میں ایک مرتبہ میرے پاس ایک سبق آیا منطق (قطبی) کا اور ساتھ میں یہ بھی تھا کہ مسجد میں بیٹھ کر پڑھا دیا کرو، میں نے کہا کہ تنخواہ لیکر پڑھانا مسجد میں کہاں درست ہے، تو وہاں سے جواب آیا کہ آپ کو تنخواہ پڑھانے کی نہیں ملتی پڑھانا تو حسبۃً للہ ہے، میں نے کہا کہ اچھا اگر میں نہ پڑھاؤں کیا پھر بھی تنخواہ ملے گی تنخواہ حسبۃً للہ ہے، تو جی چاہا پڑھا دیا جی چاہا نہ پڑھایا انہوں نے کہا کہ جہاں تمہارا جی چاہے پڑھا دو۔

قرآن کریم مسجد میں پڑھانا

سوال:- قرآن کریم اور دینی تعلیم مسجد میں کیسا ہے؟

جواب:- مسجد در اصل اللہ کا گھر ہے، حدیث شریف میں ہے: "جَنِّبُوْا مَسَاجِدَکُمْ

---

[۱] وقد منا ان الحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یأمره بفعل هذه الاشیاء الخ، شامی زکریا ص۲۹۳، ج۳، کتاب الزکوة، باب المصرف، طحطاوی علی المراقی ص۵۹۳، مطبوعه مصری، سکب الانهر ص۳۲۸/۱، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت،

[۲] ومعلم الصبیان فان کان بأجرة یکره وان کان حسبة فقیل لایکره والوجه ماقاله ابن الهمام انه یکره التعلیم ان لم یکن ضرورة لان نفس التعلیم ومراجعة الاطفال لایخلو عما یکره فی المسجد الخ، حلبی کبیر ص۶۱۲، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، فتح القدیر ص۴۲۲/۱، قبیل باب صلاة الوتر، مطبوعه دار الفکر بیروت،

صِبْیَانَکُمْ وَمَجَانِیْنَکُمْ وَرَفَعَ اَصْوَاتِکُمْ"[1] مساجد کو بچوں سے بچاؤ (چونکہ بچے ہیں پاکی ناپاکی کی تمیز نہیں رکھتے ان سے بچاؤ) مجنونوں سے بچاؤ (ان کو پاکی ناپاکی کی تمیز نہیں) شور کرنے سے بچاؤ۔

مساجد کو ان چیزوں سے بچانے کی ضرورت ہے، لہذا ان کی رعایت رکھتے ہوئے اگر تعلیم دی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں[2]۔

پیر کی تعریف

عرض:- اگر کوئی شخص خدارسیدہ ہو مگر کسی کا مجاز نہ ہو تو کیا اس کو پیر کہا جا سکتا ہے؟

ارشاد:- پیر کے معنی بوڑھے بڑی عمر والے کے بھی آتے ہیں[3]، شرح جامی میں کافیہ کے مصنف کو شیخ کہا ہے، حالانکہ وہ اس عمر کو نہ پہنچے تھے، علم کی زیادتی کی وجہ سے کہہ دیا[4]۔

---

[1] کنز العمال ص ۷/۶۷۰، رقم الحدیث ص ۲۰۸۳۵،

[2] ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسھم والا فیکرہ، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص ۱/۶۵۶، مطلب فی احکام المسجد، کتاب الصلاۃ،

[3] لغات کشوری ص ۱۲۶، پیر، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ،

[4] فھذہ فوائد وافیۃ بحل مشکلات الکافیۃ للعلامۃ المشتھر فی المشارق والمغارب الشیخ ابن الحاجب وفی ھامشہ قولہ الشیخ بن الحاجب فی القاموس الشیخ والشیخون من استنابت فیہ اسن او من خمسین او احدی وخمسین الی آخر عمرہ او الی الثمانین وقد یطلق الشیخ علی من لم یبلغ ھذا السن للتبجیل ومنہ یقال شیخت الرجل علی ما فی الصحا ای وصفہ بالشیخ للتبجیل وھو المراد ھھنا اذا المشھور ان الشیخ بن الحاجب قتل شابا، شرح جامی مع حاشیۃ ص ۳۳، ۳۴، مطبوعہ اشرفی بکڈپو دیوبند،

استاذ و پیر میں فرق

عرض:- استاذ و پیر کے درجہ میں فرق ہے؟

ارشاد:- استاذ تو بہت عام لفظ ہے، کشتی سکھانے والا بھی استاذ ہے، جو کسی کو کوئی فن سکھا دے وہ بھی استاذ ہے، تاش کھلانے والا بھی استاذ ہے، لیکن پیر وہ ہے جو خدا کا راستہ بتائے، اس کے لئے خدا رسیدہ ہونا خدا تک پہنچا ہوا ہونا ضروری ہے، استاذ کے لئے یہ ضروری نہیں[1]۔

اسراف وتبذیر میں فرق

سوال:- ایک طالب علم نے سوال کیا کہ کیا اسراف اور تبذیر میں فرق ہے؟

جواب:- اسراف وتبذیر میں فرق ہے، جس جگہ خرچ کرنا جائز ہے وہاں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا، اسراف ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا**"[2] کھانا پینا ضرورت کی چیزیں ہیں ان میں خرچ کرنا جائز ہے، زیادہ خرچ کرنے کو اسراف کہا ہے، اور جہاں خرچ کرنا جائز ہی نہیں وہاں خرچ کرنا تبذیر ہے ارشاد ہے: "**اَنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْن**"[3] فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں کہ ناجائز امور میں خرچ کر کے شیطان کے معین بنتے ہیں۔

---

[1] اصلاح انقلاب امت ص ۲۷۶/۱، استاذ شاگرد اور هم جماعت ساتھیوں کے حقوق کے متعلق کوتاهیاں، مطبوعه دیوبند،

[2] سورۂ اعراف آیت: ۳۱،

[3] سورۂ الاسراء آیت: ۲۷،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب ما یتعلق بالقرآن

﴿قرآن سے متعلق مسائل﴾

اہل انطاکیہ کی طرف سے فَاَبَوْا کو فَاَتَوْا بنانے کی درخواست

ارشاد:- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں اہل انطاکیہ بھاری مقدار میں سونا لیکر حاضر ہوئے اور عرض کیا قرآن پاک میں ہماری بستی کی برائی وارد ہوئی ہے، کہ اس بستی والوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی میزبانی سے انکار کر دیا تھا۔

ارشاد ہے "**فانطلقا حتی اذا اتیا اھل قریة استطعما اھلھا فابوا ان یضیفوھما**"[1] آپ سے درخواست ہے کہ **فابوا** کا **فاتوا** بنادیں جس کا مطلب یہ ہوگا کہ

---

[1] سورۂ کہف آیت: ۷۷، پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں پر گذر ہوا تو وہاں والوں سے کھانے کو مانگا سوانہوں نے ان کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا (بیان القرآن)

اس بستی کے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی میز بانی کے لئے حاضر ہوئے، اس طرح ہماری بستی کی برائی ختم ہوجائے گی، حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ نا بھائی اس کا حق تو انکو بھی نہیں تھا جن پر قرآن پاک نازل ہوا، میں کیا کرسکتا ہوں۔

روح المعانی ص ۹[1]، ج ۱۶، پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ دونوں کے ساتھ یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے "**ولا اصل لشیءٍ من ذالک وعلی فرض الصحة یعلم منه قلة عقول اهل القریة فی الاسلام کما علم لو مهم من القرآن والسنة من قبل**" یعنی اس واقعہ کی کوئی اصل نہیں اور بفرض صحت اس سے اسلام قبول کرنے کے بعد ان بستی والوں کی کم عقلی معلوم ہورہی ہے، جیسا کہ قبل از اسلام قرآن وحدیث سے ان کا لئیم ہونا معلوم ہورہا ہے۔

آیت وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِناً پر اشکال وجواب

ارشاد:- مجھ سے ایک عام صاحب نے سوال کیا کہ آیت "**وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُتَعَمِّداً فَجَزَائُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيْهَا**"[2] کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا کہ جب حکم مشتق پر لگتا ہے، تو مادہ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے، "**الحکم المرتب علی مشق یوجب**

---

[1] ومما یضحک منه العقلاء ما نقله النیساپوری وغیره ان اهل القریة لما سمعوا نزول هذه الآیة استحیو او اتوا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم بحمل من ذهب فقالوا یا رسول الله نشتری بهذا الذهب ان تجعل الباء من "ابوا" تاء فابی علیه الصلاة والسلام وبعضهم یحکی وقوع هذه القصة فی زمن علی کرم الله وجهه ولا اصل له لشیء من ذلک الخ، روح المعانی ص ۸، ج ۹، جزء ۱۶، سورة الکهف، مطبوعه دارالفکر بیروت،

[2] سورۂ نساء آیت: ۹۳،

ترجمہ:- اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہنا۔ (بیان القرآن)

کون مبدا الاشتقاق علته" كذا فی فتح القدیر[1] ص ۴/۲۷۷/۵، لہذا آیت کے معنی یہ ہوئے کہ جو شخص کسی مومن کو اس کے مومن ہونے کہ وجہ سے قتل کرے وصف ایمان اس کے قتل کا باعث ہو تو اس کی سزا خلود فی النار ہے،

اور ظاہر ہے کہ جو شخص ایمان کی وجہ سے کسی کو قتل کرے وہ ایمان کا دشمن ہے، اس کی سزا ایسی ہی ہونی چاہیئے، اس پر انہوں نے کہا کہ لو آپ نے تو ہمارے سارے ہی اعتراض ڈھا دیئے۔

سورۂ فاتحہ کس پارے میں؟

سوال:- سورۂ فاتحہ کو عم کے پارے میں بھی لکھا جاتا ہے بعض دفعہ **الٓمٓ** کے پارے میں بھی لکھا جاتا ہے، یہ کس پارے کا حصہ ہے؟

جواب:- پارہ کا پہلا دوسرا تیسرا ہونا اس کی صراحت کس حدیث میں ہے؟ کیا پاروں کی صراحت کہیں ہے؟

سوال:- نہیں اس کی صراحت تو کسی حدیث میں نہیں؟

جواب:- جب پاروں کی صراحت نہیں تو اس کے جز کی کیا صراحت معلوم کرتے ہو؟ ہاں اگر پوچھنا ہی ہے تو جلال الدین محلی سے پوچھو، جلالین میں انہوں نے سورۂ فاتحہ کو کہا جگہ دی ہے۔

سوال:- کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سورۂ کہف سے تفسیر شروع کی تھی، پارہ نمبر: ۳۰ر

---

[1] ان ترتیب الحکم علی المشتق یقتضی علیة المأخذ الخ، فتح القدیر ص ۱۲۱/۱، کتاب الجنایات، مطبوعه دارالفکر بیروت، بیضاوی شریف ص ۱۲/۱، تحت قوله تعالیٰ اولئک علی هدی من ربهم الآیة سورة البقره، مطبوعه رشیدیه دهلی،

تک مکمل کر کے اب سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھی کہ باقی پندرہ پاروں کو بھی مکمل کریں لیکن ان کا انتقال ہوگیا، اورصرف سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھی جا سکی، لہٰذا لوگوں نے اس تفسیر فاتحہ کو آخر پارے کی تفسیر کے ساتھ ہی شامل کر دیا۔

جواب:- یہ تو بعد کے لوگوں نے بتلایا ہے، جلال الدین محلیؒ سے بھی پوچھئے جلال الدین سیوطیؒ نے ان کی تفسیر کی تکمیل کی اور وہ اونچے درجے کے مفسر ہیں[1]۔

جلال الدین محلی نے آخیر از سورۂ کہف تا سورۂ الناس اور اس کے بعد الحمد شریف کی تفسیر کی تھی کہ ان کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد نصف اول کی تفسیر کی تکمیل انہیں کے طرز اور انہیں کے انداز پر جلال الدین سیوطیؒ نے کی، حتی کہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ یہ دو مفسروں کی تفسیر ہے یہ تفسیر جلالین درس نظامی میں داخل ہے اور بہت اہمیت کی حامل ہے۔

سورۂ فاتحہ کون سے پارہ کا جز ہے اس سلسلہ میں احسن الفتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا ہے۔

سورۂ الحمد بمنزلہ متن است و جملہ قرآن بمنزلہ شرح پس سورہ فاتحہ نہ از جملہ قرآن خارج است و نہ در جزء معین داخل بلکہ مشترک است درمیان جملہ اجزاء قرآن نیز ثبوت پارہاء قرآن از حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیست و نہ حضرت عثمانؓ ایں تجزیہ و تقسیم کردند بلکہ در اثنائے نقل مصاحف بلا قصد محض اتفاقاً سی اجزاء مرتب شدند پس خارج ماندن جزء قران ازیں سی پارہا کہ انحصارش در سی اجزاء ثابت نیست۔ (احسن[2] الفتاویٰ ص ۴۸۶/۱)

ترجمہ:- سورۂ الحمد بمنزلہ متن ہے اور جملہ قرآن بمنزلہ شرح پس سورۂ فاتحہ نہ جملہ قرآن سے خارج ہے نہ کسی معین جز میں داخل بلکہ جملہ اجزاء قرآن میں مشترک ہے نیز

---

[1] جلال الدین محلیؒ استاد ھیں، جلال الدین سیوطیؒ ان کے شاگرد ھیں.

[2] احسن الفتاویٰ ص ۴۸۶/ ۱، کتاب التفسیر و الحدیث، مطبوعہ زکریا دیوبند،

قرآن پاک کے پاروں کا ثبوت نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہی ان پاروں کی تقسیم فرمائی ہے بلکہ نقل مصاحف کے دوران بلا قصد محض اتفاق سے تیس پارے مرتب ہوگئے، پس قرآن پاک کے کسی جز کا ان تیس پاروں سے خارج رہ جانا جائز ہے، اس لئے کہ قرآن پاک کا انحصار انہیں تیس اجزاء میں ثابت نہیں۔

غیر کلام الٰہی کو کلام الٰہی بتلانے پر اختلاف کثیر

سوال:- ایک طالب علم نے سوال کیا کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اِخْتِلَافاً كَثِيْراً (یعنی اگر قرآن پاک غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں اکثر اختلاف ہی ہوتا) کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ غیر اللہ کی تصنیف وتالیف کے لئے اختلاف لازم نہیں، بعض تصنیفات غیر اللہ کی ایسی بھی ہوتی ہیں، کہ جن میں تناقص واختلاف نہیں ہوتا۔

جواب:- بعض مفسرین نے تو اس کا جواب یہ دیا کہ آیت میں اختلاف سے مراد اختلاف فی البلاغۃ ہے مطلب یہ ہے کہ مکمل قرآن پاک فصاحت وبلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہے ایسا نہیں کہ اس میں وہ مختلف ہو کہ بعض اعلیٰ معیار پر ہو، اور بعض اعلیٰ معیار پر نہ ہو[1]، بخلاف غیر اللہ کے کہ اس کا کلام فصاحت وبلاغت کے ایک معیار پر نہیں ہوتا چنانچہ شاعروں کے قصیدوں میں اگر کوئی شعر بلاغت کے معتد بہ معیار پر ہوتا ہے تو کوئی شعر اس سے گرا ہوا بھی ہوتا ہے، اور بعض شعر بلاغت سے خالی بھی ہوتا ہے، پس مفہوم آیت کا یہ ہے کہ

---

[1] من تناقض المعنى وتفاوت النظم بحيث يكون بعضه وفصيحا وبعضه ركيكا وبعضه صعب المعارضة وبعضه دون ذالك الخ، تفسير مظهرى ص ۱۷۰/۲، سورۂ نساء آیت: ۸۲، مطبوعه رشيديه كوئٹه،

اگر قرآن پاک غیر اللہ کا کلام ہوتا تو وہ بلاغت کے ایک معیار پر نہ ہوتا، اس میں ضرور اختلاف ہوتا اور ایک سادہ جواب میرا ہے، وہ یہ کہ اگر قرآن پاک غیر اللہ کا ہوتا اور اس کی نسبت وہ غیر اللہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف کرتا اور اس کو کلام الٰہی بتلاتا تو اس میں کثیر تناقص ہوتا تو اس لئے کہ غیر کلام الٰہی بتلانے والے کے لئے تناقض لازم ہے تا کہ اس کے کلام میں تناقض کو دیکھ کر لوگ کلام الٰہی اور غیر کلام الٰہی میں تمیز پیدا کر سکیں۔

نبی کا کفار کے ساتھ رہنا

سوال:- بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کو ''اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا'' (کہ تم اور تمہارے خدا جا کر لڑ بھڑ لو) کہنے کے سبب کافر ہو گئے تھے، تو پھر ان کے ساتھ کیوں رہے؟

جواب:- اول تو یہ تسلیم نہیں کہ وہ اس قول کی بناء پر کافر ہو گئے اس لئے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ آپ جائیں خدا آپ کی مدد کرے اس سے کفر کہاں لازم آتا ہے[1]، اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ وہ اس قول کی وجہ سے کافر ہو گئے تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان کے ساتھ رہنا بغرض رشد و ہدایت تھا جیسا کہ حضرت نوح علیہ الصلاۃ السلام رہے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکی زندگی میں کافروں کے ساتھ رہے پس آپ نے یہ مقدمہ کہاں سے سمجھ لیا کہ نبی کا کافروں کے ساتھ رہنا جائز نہیں۔

---

[1] قیل قالوا ذلک استهانة بالله ورسوله وعدم مبالاة بهما وهذا مستبعد جدا لانه یستلزم الکفر فلا یتصور بعد ذالک مصاحبة موسیٰ وقد کانوا فی مصاحبته ونزل علیهم المن والسلویٰ وظلل علیهم الغمام وانفجرت من الحجر عیونا لشربهم فالمعنی اذهب انت وربک یعینک، تفسیر مظهری ص ۳/۷۴، سورۂ مائده آیت: ۲۴، مطبوعه مکتبه رشدیه پاکستان، احکام القرآن للقرطبی ص ۳/۸۵، مطبوعه دارالفکر بیروت،

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معمول

سوال:- مشہور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سواری پر سوار ہونے کی مدت میں پورا قرآن کریم ختم فرمالیا کرتے تھے کیا ایسی کوئی روایت ہے؟

جواب:- اس روایت کی سند کے بارے میں کچھ معلوم نہیں[1]۔

طیّ لسان

سوال:- اگر یہ روایت ثابت ہوتو کیا ایسا ممکن ہے؟

جواب:- ایسے واقعات ممکن ہیں، جس طرح طی ارض ہوتا ہے کہ مختصر وقت میں اللہ پاک اپنی قدرت سے بڑی سے بڑی مسافت کو طے کرا دیتے ہیں، جیسے کہ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تشریف لے گئے، وہاں سے آسمانوں کا سفر فرمایا، عرش کرسی وغیرہ سب چیزیں دکھلائی گئیں اور یہ سب کچھ بہت ہی قلیل عرصہ میں ہوا، اسی طرح طی لسان ہوتا ہے، مختصر وقت میں اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ پڑھوا دیتے ہیں[2]۔

---

[1] حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی سواری پر زین کسنے کا حکم دیتے اور اس کے فارغ ہونے سے پہلے ''زبور'' کو پورا پڑھ لیا کرتے، اس پر بخاری شریف کے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰہَ یَطْوِی الزَّمَانَ لِمَنْ شَائَہٗ مِنْ عِبَادِہٖ کَمَا یَطْوِی الْمَکَانَ، بیشک اللہ تعالیٰ زمانہ کو لپیٹ دیتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے، جس طرح مکان کو لپیٹ دیتا ہے، بخاری شریف ص ۴۸۵/۱، باب قولہ واسألھم عن القریۃ الخ، کتاب الانبیاء، ص ۶۸۵/۲، سورۂ نحل باب قولہ واٰتینا دؤد زبورا، مطبوعہ اشرفی دیوبند،

[2] کما مر الآن، بخاری شریف ص ۴۸۵/۱، رقم الھامش: ۱۲، کتاب الانبیاء، مطبوعہ اشرفی دیوبند،

قرآن پاک کو طاق میں کھڑا کر کے رکھنا

عرض:-قرآن پاک کو طاق میں کھڑا رکھ دینا کیسا ہے؟ اس میں کوئی حرج تو نہیں؟

ارشاد:- یہ کتابوں میں لکھا ہوا تھوڑا ہی ہے، یہ تو عرف پر محمول ہے عرف میں اس کو بے ادبی شمار کیا جاتا ہو تو بے ادبی ہے ورنہ نہیں[1]۔

---

[1] ان اعتبار العادة والعرف ترجع اليه فی الفقه فی مسائل كثيرة حتی جعلوا ذالک اصلا (اشباه ص ۱۵۰، الفن الاول، القاعدة السادسة، العادة محكمة، مطبوعه دارالعلوم ديوبند، رسم المفتی ص ۹۵، مطبوعه مكتبه سعيديه سهارنپور)

کتاب الطھارۃ

﴿پاکی کے مسائل﴾

کھڑے ہوکر وضو کرنا کیسا ہے؟

سوال:- ایک طالب علم نے معلوم کیا کہ کھڑے ہوکر وضو کرنا کیسا ہے؟

جواب:- اسطرح وضو ہوجاتا ہے، سائل نے دریافت کیا اس طرح وضو مکروہ تو نہیں، فرمایا میرے علم میں نہیں، میں کسی کتاب میں کھڑے ہوکر وضو کرنے کو مکروہ نہیں دیکھا (فقہا نے مکروہات وضو میں اس کو ذکر نہیں کیا) ہاں بلند جگہ بیٹھ کر ذکر کرنے کو آداب سے شمار کیا ہے، اور ادب کی مخالفت سے کراہت لازم نہیں، **وقال فی البحر ولا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھة اذ لا بد لھا من دلیل خاص** (شامی[1] ص ۱/۸۴) البتہ اتنا ہے کہ وضو اور غسل کی تحصیل مقصود نہیں بلکہ حصول مقصود ہے، جس طرح بھی ہوجائے، اسلئے کہ دونوں ذرائع اور آلات کے قبیل سے ہیں، اور انکی تحصیل مقصود نہیں ہوتی، بلکہ حصول مقصود ہوتا ہے، خواہ کسی طرح ہوجائے، اسی واسطے اگر کوئی شخص کسی کو تالاب میں دھکا دیدے اور اس کے اعضائے وضو پر پانی پھر جائے، تو اس کا وضو ہوگیا، یا بارش ہوئی اور کوئی شخص پرنالے کے نیچے کھڑا ہوگیا اور بارش کے پانی سے اس کے اعضائے وضو دھل گئے تو اس کا وضو ہوگیا، حالانکہ ان دونوں میں سے کوئی بیٹھا نہیں، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیٹھنا وضو کیلئے لازم نہیں۔

---

[1] شامی کراچی ص ۱/۱۲۴، کتاب الطھارۃ، مطلب ترک المندوب ھل یکرہ تنزیھاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الصلاۃ

﴿نماز کے مسائل﴾

باب اوّل: مسائل اذان

داڑھی منڈانے یا کتروانے والے کی اذان

سوال:- داڑھی منڈے کی اذان کا کیا حکم ہے؟

جواب:- داڑھی منڈوانا یا ایک مشت تک پہونچنے سے پہلے کتروانا جائز نہیں مباح نہیں، لہذا ایسے شخص کی اذان مکروہ ہے کیوں کہ وہ فاسق ہے، فقہاء نے فاسق کی اذان کو مکروہ قرار دیا ہے، اور وجہ اس کی یہ بیان کی ہے کہ فاسق کا قول دیانات میں مقبول نہیں **کذا في مراقي الفلاح علی هامش الطحطاوي**[1] **ص ۱۰۸**، (اور اذان کا دیانات سے ہونا

---

[1] **واذان فاسق لان خبره لايقبل في الديانات (مراقي مع الطحطاوي ص ۲۰۰، باب الاذان، درمختار مع الشامي زكريا ص ۲/۶۱، باب الاذان، مطلب في المؤذن اذا كان غير محتسب في اذانه، حلبي كبير ص ۳۷۴، فصل في السنن، طبع لاهور،**

ظاہر ہے) مگر اس پر اشکال ہوتا ہے، کہ اذان سے مقصود اعلان ہے اور وہ فاسق کی اذان سے بھی حاصل ہے تو اس کی اذان میں کیا حرج ہے، اس لئے میں اس کی دوسری وجہ بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ مؤذن حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے منادی ہے اور حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے منادی ہونا ایک اونچا عہدہ ہے جس کے لئے فاسق داڑھی منڈا بالکل مناسب نہیں۔

اعادۂ اذان فاسق پر اشکال

سوال:- ملفوظات قسط ثانی، ص ۹۷، میں ہے کہ آپ نے فاسق داڑھی منڈے کی اذان کا اعادہ کرایا اس پر اشکال ہے وہ یہ کہ حدیث میں ہے کہ صَلُّوْا خَلْفَ کُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ، ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لو، اس میں فاسق کی امامت کو گوارا کر لیا گیا، اذان تو اس سے ہلکی چیز ہے، اس کو تو بدرجہ اولیٰ گوارا کرنا چاہئے۔

جواب:- ہدایہ ثالث میں ہے کہ فاسق کی شہادت دیانات میں مقبول نہیں، قرآن پاک میں ہے، وَلَاتَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَداً وَاُلٰئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ[1]، کہ محدود فی القذف کی شہادت کبھی بھی قبول نہ کرو، وہ فاسق ہیں آخر شہادت تو امامت سے ہلکی چیز ہے، اس کو قبول کرنے سے کیوں منع کیا گیا۔

اذان کا جواب

ارشاد:- زبان سے جواب دینا عام فقہاء کے نزدیک سنت ہے، مگر محقق ابن ہمام ؒ جن کو مولوی احمد رضا خاں محقق علی الاطلاق کہتے ہیں، اور صاحب بحرالرائق علامہ ابن نجیم

[1] سورۂ نور آیت: ۴،

مصریؒ کے نزدیک واجب ہے انہوں نے استدلال کیا ہے، اس حدیث سے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، قُوْلُوا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ الْمُؤَذِّن، وجہ استدلال یہ ہے کہ ''قولوا'' صیغہ امر ہے، اور امر وجوب کے لئے آتا ہے، جبکہ کوئی قرینہ صارفہ موجود نہ ہو[1]۔

بیک وقت متعدد مساجد میں اذان کا جواب

ارشاد:- جب بیک وقت مختلف مسجدوں میں اذان ہورہی ہو تو اپنی مسجد کی اذان کا جواب دے[2]۔ (جس میں نماز پڑھنی ہے)

کھانے کے درمیان اذان کا جواب

ارشاد:- اگر کھانے کے درمیان اذان شروع ہوجائے تو بہتر یہ ہے کہ کھانا بند کر کے اذان کا جواب دے، اور ختم اذان پر دعا پڑھے، اگر کھانا جاری رکھتے ہوئے اذان

---

[1] والظاهر وجوبها باللسان لظاهر الامر فی حديث ''اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول'' كما بسط فی البحر واقره المصنف قوله (والظاهر وجوبها الخ) كذا قاله فی فتح القدير معللا بانه لم تظهر قرينة تصرف الامر عن الوجوب (الى قوله) وبه تأيد ماصرح به جماعة من اصحابنا من عدم وجوب الاجابة باللسان وانها مستحبة وهذا ظاهر فی ترجيح قول الحلوانی وعليه مشى فی الخانية والفيض (شامی زكريا ص ۲/۶۹، باب الاذان، مطلب فی كراهة تكرار الجماعة فی المسجد، فتح القدير ص ۱/۲۴۹، باب الاذان، مطبوعه دارالفكر بيروت، بحر كوئٹه ص ۱/۲۵۹، باب الاذان،

[2] سئل ظهير الدين عمن سمعه فی آن من جهات ماذا يجب عليه قال اجابة اذان مسجد بالفعل (درمختار مع الشامی زكريا ص ۲/۷۱، باب الاذان مطلب فی كراهة تكرار الجماعة فی المسجد، كبيری ص ۳۶۳، فصل فی السنن، مطبوعه رحيميه ديوبند، بحر كوئٹه ص ۱/۲۵۹، باب الاذان،

کا جواب دیتا رہے تو بھی کچھ حرج نہیں، اور اگر زبان سے جواب نہ دے تب بھی مضائقہ نہیں[۱]۔

اذان کا جواب ابتداء سے نہ دے سکا

ارشاد:- اگر کوئی شخص اذان کا جواب ابتداء سے نہ دے سکے اور مؤذن کے درمیان اذان میں پہنچ جانے پر جواب دینا چاہے تو شروع سے جواب دے نہ کہ درمیان سے۔ **یجیب فی جمیعه اذا لم یسمع الا بعضه، شامی[۲] ص ۲۶۵ / ۱،**

دعائے وسیلہ سے پہلے درود شریف

سوال:- اذان کے بعد دعاء وسیلہ کے ساتھ درود شریف پڑھنی چاہئے؟

جواب:- جی ہاں پہلے درود شریف پڑھے پھر دعا پڑھے حدیث شریف میں دعائے وسیلہ سے پہلے درود شریف پڑھنا بھی وارد ہے جو نسائی شریف ص[۳] ۱۱۰/ ۱، مشکوۃ شریف ص[۴] ۶۴/ ۱، مسلم شریف ص[۵] ۱۱۶/ ۱، وغیرہ میں مذکور ہے۔ نیز حدیث پاک میں ہے، کہ درود شریف

۱؎ وکذا لا تجب الاجابة عند الاکل الخ، بحر کوئٹہ ص ۲۶۰ / ۱، باب الاذان، شامی کراچی ص ۳۹۶/ ۱، باب الاذان،

۲؎ شامی زکریا ص ۲/۶۵، باب الاذان، مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد،

۳؎ عبد الله ابن عمروؓ یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول وصلو علی فانه من صلی علی صلوة صلی الله علیه عشرا ثم سلوا الله لی الوسیلة الحدیث، نسائی شریف ص ۷۸/ ۱، کتاب الاذان، باب الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم، مطبوعه فیصل بکڈپو دیوبند،

۴؎ مشکوة شریف ص ۶۴، باب فضل الاذان، الفصل الاول، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

۵؎ مسلم شریف ص ۱۶۶ / ۱، کتاب الصلوة، باب استحباب القول، ...... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے بغیر دعاء آسمان زمین کے درمیان معلق رہتی ہے، کذا فی المشکوۃ ص[۱] ۸۷/ ۱ ، مگر یہ روایت موقوف ہے، مرفوع نہیں، وصحیح وقفه. کذا فی المرقات ص[۲] ۳۴۸/ ۲ ،

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ......مثل قول المؤذن لمن سمعه ثم الخ، مطبوعه بلال دیوبند،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه قال ان الدعاء موقوف بين السماء والارض لايصعد منها شيء حتى تصلى على نبيك الخ، مشكوة شريف ص۸۷، باب الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم، الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

[۲] مرقات ص ۱۱/ ۲، باب الصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم، الفصل الثالث، مطبوعه اصح المطابع بمبئى،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆......باب دوم......☆

مسائل نماز

زبان سے نیت

ارشاد:- زبان سے نیت ائمہ مجتہدین اسی طرح محدثین سے ثابت نہیں، تاہم جس شخص کا قلب حاضر نہ ہو اس کے لئے فقہاء زبان سے نیت کر لینے کو مستحب کہتے ہیں، اس کے لئے نیت باللسان حضور قلب کے قائم مقام ہو جائیگی، جیسے کوئی شخص گونگا ہو قراءۃ پر قادر نہ ہو تو اس کا زبان سے حرکت دینا قراءۃ کے قائم مقام ہو جاتا ہے[1]، (درمختار مع الشامی ص ۱/۳۷۸) یا گنجے کا حج کے موقعہ پر استرہ پھروالینا حلق کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

---

[1] النیة هی الارادة والمعتبر فیها عمل القلب اللازم للارادة فلا عبرة للذکر باللسان ان خالف القلب لانه کلام لانیة الا اذا عجز عن احضاره ...... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رفع یدین میں کانوں کی لو چھونا

ارشاد:- صاحب درمختار اور علامہ شامیؒ نے رفع یدین میں کانوں کی لو سے ہاتھوں کے مس کرنے کو مستحب لکھا ہے[1]۔

رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَجِیْم

عرض:- حضرت اردو کی ایک فقہی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص رکوع کی تسبیح **سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم** کو ظا سے نہ کہہ سکے ظا کی جگہ اس سے جیم ادا ہوتا ہو تو اس کو **سبحان ربی العظیم** کے بجائے **سبحان ربی الکریم** کہنا چاہئے، ورنہ **سبحان ربی العجیم** کہنے سے اس کی نماز فاسد ہو جائیگی[2]، تو کیا ایسا ہی ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو اس سے تو بہتوں کی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)......لهموم اصابته فيكفيه اللسان والتلفظ بها مستحب لم يثبت عنه صلى الله عليه وسلم من طريق صحيح ولا ضعيف انه كان يقول عند الافتتاح، اصلى كذا ولا عن احد من الصحابة والتابعين زاد فى الحلية ولا عن الائمة الاربع (درمختار مع الشامى زكريا ص٩٠ تا ٢/٩٢، باب شروط الصلاة، بحث النية، فتح القدير ص٢٦٦/١، باب شروط الصلاة، مطبوعه دارالفكر بيروت، عنايه على الفتح ص٢٦٦/١، باب شروط الصلاة، مطبوعه دارالفكر بيروت،

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ورفع يديه ماسا بابهاميه شحمتى اذنيه (درمختار مع الشامى زكريا ص١٨٢/٢، باب صفة الصلاة، مطلب فى حديث "الاذان جزم" قاضى خان على الهندية ص٨٥/١، باب افتتاح الصلاة، مطبوعه كوئٹه،

[2] السنة فى تسبيح الركوع سبحان ربى العظيم الا ان كان لايحسن الظاء فيبدل به الكريم لئلا يجرى على لسانه العزيم فتفسد به الصلاة (شامى زكريا ص١٩٨/٢، باب صفة الصلاة، مطلب فى قراءة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن،

نماز خراب ہو رہی ہے، اس لئے کہ اکثر کو یہ مسئلہ معلوم نہیں۔

ارشاد:- رکوع میں تسبیح مثل قراۃ کے فرض تو ہے نہیں سنت ہے اگر بالکل ترک کردے تب بھی نماز ہوجائیگی[۱]، اور ایسا بھی نہیں کہ کسی جگہ غلطی کردے، تو مثل قراۃ کے اس میں خرابی لازم آجائے اس واسطے یہ مسئلہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کو معلوم ہے اور جن کو یہ مسئلہ معلوم نہیں ان کی نماز **سبحان ربی العجیم** کہنے سے بھی ہوجائے گی۔

نماز میں دوسجدوں کا ثبوت

سوال:- سنا ہے کہ ابلیس نے سجدہ نہیں کیا ملائکہ سجدہ سے اٹھے تو انہوں نے ابلیس کو کھڑا دیکھا اس لئے دوبارہ سجدہ میں گرے اسی لئے نماز میں دوسجدے ہیں؟

جواب:- فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک سجدہ تو قرآن پاک سے ثابت ہے اور دوسرا سجدہ اجماع سے ثابت ہے[۲]، ابلیس نے تو صاف صاف مقابلہ کیا اور کہا:

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ[۳] (کہ میں آدم سے بہتر ہوں مجھے تو تو نے آگ سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا)

آگ افضل ہے مٹی سے، میں کیسے سجدہ کروں، اس طرح حکم خداوندی کے مقابلہ میں

---

۱ ویقول فی رکوعہ سبحان ربی العظیم ثلاثا وذالک ادناہ فلو ترک التسبیح اصلا او اتی بہ مرۃ واحدۃ یجوز (الھندیۃ ص ۷۴/۱، الباب الرابع فی صفۃ الصلوۃ، الفصل الثالث، سعایہ ص ۱۸۲/۲، باب صفۃ الصلاۃ، تسبیح الرکوع وتثلیثہ، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور،

۲ وتکرارہ (السجدۃ) تعبد ثابت بالسنۃ ای بالاجماع وھذا لان الامور بالسجود فی الآیۃ لا تدل علی تکرارہ الخ، درمختار مع الشامی زکریا ص ۱۳۵/۲، باب صفۃ الصلاۃ، بحث الرکوع والسجود الخ، طحطاوی علی المراقی ص ۱۸۵، باب شروط السلاۃ، مطبوعہ مصری، بحر کوئٹہ ص ۲۹۳/۱، باب شروط الصلاۃ،

۳ سورۂ ص آیت: ۷۶،

دلیل لایا جو کفر ہے ابلیس یہ دلیل اس حکم کو توڑنے کے لئے، اسی لئے کہتے ہیں:

اَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْسُ[1] (سب سے پہلے جس نے خدا کے حکم کے مقابلہ میں دلیل پیش کی وہ ابلیس ہے)

شرعی احکام میں دلیل ہوتی ہے، حکم کو مضبوط کرنے کے لئے اس کو دوسری جگہ تک متعدی کرنے کے لئے، ابلیس نے دلیل حکم توڑنے کے لئے پیش کی اس لئے کفر ہے۔

نماز میں ٹوپی سر سے گر جائے تو کیا کرے؟

عرض:- اگر نماز کی حالت میں ٹوپی سر سے گر جائے، تو کیا حکم ہے؟

ارشاد:- بغیر عمل کثیر کے ٹوپی سر پر رکھ سکتا ہے، تو رکھ لے، مثلاً سجدہ کی حالت میں ہے تو ایک ہاتھ کے معمولی اشارہ سے رکھ سکتا ہے اگر قیام کی حالت میں ہے اور جھک کر ٹوپی اٹھا کر سر پر رکھے گا تو یہ عمل کثیر ہو جائیگا، جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، **ویفسدها کل عمل کثير ليس من اعمالها ولا لاصلاحها وفيه اقوال خمسة اصحها مالا يشک بسببه الناظر من بعيد في فاعله انه ليس فيها وان شک انه فيها ام لا فقليل، درمختار على هامش الشامي[2] ص ۱/۴۱۹،**

خانقاہ اور مسجد کے حکم میں فرق

سوال:- حضرت مسجد اور خانقاہ کے حکم میں کیا فرق ہے؟

جواب:- مسجد یں وقف ہوتی ہیں کسی کی ملک نہیں ہوتیں، ہر شخص کا ان میں آنا نماز

---

[1] احکام القرآن للقرطبی ص ۴/۱۵۴، سورۃ الاعراف آیت: ۱۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، تفسیر مظہری ص ۳/۳۳۲، سورۃ الاعراف، مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ،

[2] شامی کراچی ص ۱/۶۲۴، باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیها،

پڑھنا درست ہوتا ہے، خانقاہ کے لئے ضروری نہیں کہ وقف ہی ہو اپنے مکان کو بھی آدمی خانقاہ بنالے وہاں تربیت کرے وہ بھی خانقاہ بن جائے گی۔[1]

سوال:- خانقاہ میں نماز پڑھنے پر ثواب کا حکم؟

جواب:- وہ مسجد نہیں ہے جو مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ہے وہ خانقاہ میں نماز پڑھنے سے نہیں[2] ملے گا۔

مسجد نزدیک ہونے کے باوجود خانقاہ میں نماز پڑھنا

سوال:- بعض لوگ خانقاہوں میں جماعت کی نماز پڑھتے ہیں باوجودیکہ مسجد قریب ہوتی ہے وہاں نہیں جاتے کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب:- ان کو منع کرنا چاہئے یہ غلط طریقہ ہے مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنی چاہئے۔[3]

---

[1] یزول ملکه عن المسجد والمصلی الخ، درمختار علی الشامی زکریا ص ۶/۵۴۴، کتاب الوقف، قبیل مطلب فی احکام المسجد،

[2] عن انس بن مالک قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوة الرجل فی بیته بصلوة وصلوته فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلوة الحدیث، (مشکوة شریف ص ۷۲، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) لو جمع باهله لایکره وینال فضیلة الجماعة لکن جماعة المسجد افضل الخ، (شامی زکریا ص ۲/۶۵، باب الاذان، مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد)

[3] والاصح انه لو جمع باهله لایکره وینال فضیلة الجماعة لکن جماعة المسجد افضل الخ، شامی زکریا ص ۲/۶۵، باب الاذان، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد،

ستونوں کے درمیان نماز

عرض:-حضرت کراھۃ الصلوۃ بین السواری (ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا) کی وجہ کیا ہے؟

ارشاد:-مبسوط سرخسی میں جزئیہ موجود ہے، کہ مکروہ نہیں کیونکہ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے دو مقتدیوں کے درمیان کوئی صندوق رکھدیا جائے زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ سواری (ستونوں) سے جماعت چھوٹی ہو جائے گی، اوراس میں کوئی حرج نہیں علامہ انورشاہ صاحب کشمیریؒ کا قول العرف الشذی مع الترمذی ص۶۰، ج۱، میں نقل کیا گیا ہے، کہ احناف کی کتب میں عدم کراہت کا قول مجھے نہیں[۱] ملا، حالانکہ مبسوط سرخسی میں صراحۃً مذکور ہے[۲]۔

دعائے قنوت کے بعد درود شریف کا ثبوت

عرض:-حضرت دعائے قنوت کے بعد درود شریف ثابت ہے۔

ارشاد:-جی ہاں ثابت ہے، نورالایضاح ص۹۴[۳]، میں لکھا ہے، مولانا ارشاد صاحب

---

۱ یکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین وھذا صادق علی من یقوم بین العضارتین ایضا واما المقتدی فلم ار لہ فی کتبنا الا ما ذکر ابن سید الناس الیعمری کما فی نیل الاوطار نسبۃ کراھتہ الی الاحناف (العرف الشذی مع الترمذی ص ۶۰ / ۱، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ الصف بین السواری، مکتبہ بلال دیوبند،

۲ الاصطفاف بین الاسطوانتین غیر مکروہ لانہ صف فی حق کل فریق وان لم یکن طویلا وتخلل الاسطوانۃ بین الصف کتخلل متاع موضوع او کفرجۃ بین رجلین وذلک لایمنع صحۃ الاقتداء (مبسوط سرخسی ص ۲/۳۵، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

۳ والقنوت معناہ الدعاء وھو ان یقول الی ماقال ان عذاب الجد بالکفار ملحق وصلی اللہ علی النبی وعلی آلہ وسلم الخ، نورالایضاح ص ۱۱۲، باب الوتر، مطبوعہ امدادیہ ملتان،

مبلغ دارالعلوم دیوبند نے فرمایا کہ اس پر فتویٰ ہے، فرمایا جی ہاں[۱] مولانا نے کہا کہ آپ پڑھتے ہیں، فرمایا جی ہاں پڑھتا ہوں، حافظ محمد طیب صاحب نے معلوم کیا کہ کونسا درود شریف پڑھے، فرمایا کوئی سا پڑھ لے، وصلی الله علی النبی پڑھ لے۔ (مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی ص[۲] ۲۰۹، پر بحوالۂ نسائی یہی الفاظ منقول ہیں)

حدیث شریف کے الفاظ میں یہ نکتے نہیں

سوال:- حدیث شریف میں ہے "اِذَا کَبَّرَ الْاِمَامُ فَکَبِّرُوا"[۳] اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اگر کوئی مقتدی امام کی تکبیر کے بعد تسبیح پڑھتا رہے تو وہ درست ہے حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک میں نے ایسا پڑھا ہے، کہ امام جب تکبیر کا الف کہے اس کے بعد تسبیح پڑھنے کی اجازت نہیں۔

جواب:- حدیث شریف کے الفاظ میں یہ نکتے نہیں امام جب الله اکبــــــر کہے تو مقتدی بھی الله اکبــر کہدے باقی الف کو کاف کو عین کو نکالتے رہو، یہ سب چیزیں کچھ نہیں، یہ لوگوں میں بیماری ہے، اور جس روایت میں اِذَا کَبَّرَ الْاِمَامَ فَکَبِّرُوا ہے اسی روایت میں "اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا" بھی ہے، (یعنی جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو) یہ مسلم شریف میں ہے، مگر روایت ملنی مشکل ہے، ہے صحیح مگر ملنی مشکل ہے، خود امام مسلمؒ جب یہ روایت بیان کر کے فارغ ہوئے تو ان کے تلمیذ نے پوچھا کیا اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا صحیح نہیں؟ فرمایا "صحیح عندی" میرے نزدیک صحیح ہے، تلمیذ نے کہا پھر آپ نے اس کتاب یعنی

---

۱ وقنت فيه ويسن الدعاء المشهور ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم به يفتى، درمختار على الشامي زكريا ص ۲/۴۴۲، باب الوتر والنوافل،

۲ مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۳۰۹، باب الوتر واحکامه، مطبوعه مصری،

۳ جب امام تکبیر کہے تو تکبیر کہو.

مسلم میں اس کو کیوں روایت نہیں کیا؟ فرمایا میں نے اس کا التزام تھوڑا ہی کیا ہے کہ جو میرے نزدیک صحیح ہو اس کو اس کتاب میں بیان کروں، میں نے تو صرف ان کو جمع کرنے کا التزام کیا ہے، جن کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے[1]۔

متنفل کو مفترض کی اقتداء

ارشاد:- اگر کسی شخص نے جماعت سے قبل فرض ادا کر لئے تو اس کو چاہئے کہ جماعت میں بہ نیت نفل شریک ہو جائے لیکن فجر، عصر اور مغرب میں ایسا نہ کرے، فجر اور عصر میں تو اس لئے کہ ان کے بعد نفل مشروع نہیں مکروہ ہے، اور مغرب میں اس لئے کہ مغرب کی تین رکعت ہیں اگر یہ شریک ہوگا تو امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی تقدیر پر تین رکعت نفل ہونا لازم آئیگا، اور وہ مشروع نہیں، اور امام کے بعد ایک رکعت اور پڑھنے کی تقدیر پر امام کی مخالفت لازم آئیگی[2]۔

---

[1] فقال مسلم تريد احفظ من سليمن فقال له ابو بكر فحديث ابی هريرةؓ فقال هو صحيح يعنی واذا قرأ فانصتوا فقال هو عندی صحيح فقال لم لم تضعه ههنا قال ليس كل شیء عندی صحيح وضعته ههنا انما وضعت ههنا مااجمعوا عليه (مسلم ص ۱/۱۷۴، كتاب الصلاة، باب التشهد فی الصلاة، مطبوعه بلال ديوبند،

[2] وان قيد الثالثة بسجدة لايقطع بل يتم صلاة لااستحكامها بوجود الاكثر ويقتدی متنفلا ان كان فی الظهر او العشاء (الی قوله) ان النهی عن النفل بعد الصبح والعصر وعدم شرعية التنفل بالوتر ومخالفة الامام اللازم احدهما فی المغرب عارض اطلاقه ومورده فبقی فی الظهر والعشاء سالما عن المعارض فيعمل به (حلبی كبير ص ۵۱۱/۵۱۲، باب الامامة، مطبوعه لاهور، هندية ص ۱/۱۱۹، الباب العاشر فی اداراک الفريضة، مطبوعه كوئٹه، مراقی مع الطحطاوی ص ۲۶۳، باب ادارک الفريضة، مطبوعه مصر،

امامتِ فاسق

ارشاد:- فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی تقدیم یعنی اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، پس اگر وہ خود یا کسی دوسرے کی تقدیم سے امام بن جائے تو اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز واجب الاعادہ نہیں، گو مکروہ ہوگی۔

حجاج ابن یوسف کے پیچھے حضرت انسؓ وابن عمرؓ کا نماز پڑھنا منقول ہے اعادہ منقول نہیں[۱]۔

رضا خانی اور مودودی کی امامت

عرض:- اگر ایک مسجد میں امام رضا خانی ہو، اور ایک میں مودودی ہو، تو نماز کس کے پیچھے پڑھے۔

ارشاد:- حضرت تھانویؒ سے کسی نے پوچھا تھا، کہ کانگریس اور مسلم لیگ میں سے کونسی جماعت بہتر اور افضل ہے، تو ارشاد فرمایا کہ ایک ہیضہ ہے اور ایک تپ دق اسی طرح ان کو سمجھ لو (مطلب یہ کہ اگر یہ دونوں کفریہ عقیدہ نہ رکھتے ہوں تو ان کی امامت یعنی ان کو امام بنانا مکروہ

---

[۱] لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم (الی قوله) الا انا جوزناها مع الکراھة ...... کیف وقد صلی الصحابة والتابعون خلف الحجاج (حلبی کبیر ص ۵۱۳، باب الامامة، مطبوعه مصر، نیل الاوطار ص ۲/۱۹۹، الجزء الثالث، باب ماجاء فی امامة الفاسق، مطبوعه دارالفکر بیروت، عمدة القاری ص ۳/۲۳۲، الجزء الخامس، کتاب الاذان، باب امامة المفتون والمبتدع، مطبوعه دارالفکر بیروت،

تجوز امامة العبد والاعرابی والاعمی وولد الزنا والفاسق (الی قوله) وکذا الصحابة رضوان الله عنهم کابن عمر وغیره والتابعون اقتدوا بالحجاج فی صلاة الجمعة وغیرها مع انه کان افسق اهل زمانه (بدائع زکریا ص ۱/۳۸۶، بیان من یصلح للامامة)

تحریمی ہے، گونماز ان کے پیچھے ہو جائیگی[1]) کبیری ص ۴۸۰، ۴۷۹۔

سہو کی ایک صورت

ارشاد:- بیٹھ کر نماز پڑھنے والا اگر پہلی یا تیسری رکعت کے بعد ہاتھ ناف پر باندھنے کے بجائے گھٹنوں پر رکھ لے یا نماز پوری ہو جانے پر ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے کے بجائے ناف پر باندھ لے تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں جب تک کہ اسی حالت میں ایک رکن کی ادائیگی کے بقدر نہ ٹھہرا رہے یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے بقدر[2]۔

قعدہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم

سوال:- قعدہ میں (بجائے تشہد کے) سورۂ فاتحہ پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟

ارشاد:- بھول سے پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب ہے، اسی طرح فاتحہ پڑھ کر تشہد پڑھے تب بھی سجدہ سہو واجب ہے، ہاں تشہد سے فارغ ہو کر پھر بھول سے فاتحہ پڑھ لے تو سجدۂ سہو

---

[1] ويكره تقديم المبتدع ايضا ...... والمراد بالمبتدع من يعتقد شيئا على خلاف مايعتقده اهل السنة والجماعة وانما يجوز الاقتداء به مع الكراهة اذا لم يكن مايعتقده يؤدى الى الكفر عند اهل السنة اما لوكان مؤديا الى الكفر فلايجوز (حلبى كبير ص ۵۱۴، فصل فى الامامة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، مراقى مع الطحطاوى ص ۲۴۵، مطبوعه مصر، بدائع زكريا ص ۱/۳۸۷، بيان من يصلح للامامة)

[2] يجب بترك واجب سهوا وتاخير قيام الى الثالثة بزيادة على التشهد بقدر ركن (درمختار مع الشامى زكريا ص ۲/۵۴۴، باب سجود السهو) وجب عليه سجود السهو اذا شغله التفكر عن اداء واجب بقدر ركن (الى قوله) وهو مقدر بثلاث تسبيحات (طحطاوى على المراقى ص ۳۸۶، باب سجود السهو، قبيل فصل فى الشک، مطبوعه مصر، مجمع الانهر ص ۱/۲۲۰، باب سجود السهو، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، الهندية ص ۱/۱۲۶، سجود السهو، مطبوعه كوئٹه)

واجب نہیں" واذا فرغ من التشهد وقرأ الفاتحة سهوا فلا سهو عليه واذا قرأ الفاتحة مكان التشهد فعليه السهو وكذالک اذا قرأ الفاتحة ثم التشهد كان عليه السهو" فتاویٰ الهندية[1] ص ۱۲۷/۱،

بحالت قیام تشہد پڑھنے کا حکم

سوال:- اگر قیام میں تشہد پڑھ لے تو؟

جواب:- اگر پہلی رکعت میں (فاتحہ سے پہلے) پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب نہیں چونکہ اس میں ثناء پڑھی جاتی ہے، یہ تشہد اس کے قائم مقام سمجھا جائیگا، اور اگر دوسری میں پڑھے تو سجدہ سہو واجب ہے، چونکہ اس کے پڑھنے سے واجب (فاتحہ) میں تاخیر ہوئی اور تاخیر واجب سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، اور اگر تیسری رکعت میں پڑھے تو سجدہ سہو واجب نہیں اس واسطے کہ تیسری رکعت میں (اسی طرح چوتھی رکعت میں) نہ سورۂ فاتحہ واجب ہے نہ سورۃ کا ملانا اس لئے تاخیر واجب نہیں ہوئی پس سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ ولو تشهد فی قيامه قبل قراء ة الفاتحة فلا سهو عليه وبعدها يلزم سجود السهو وهو الاصح لان بعد الفاتحة محل قراء ة السورة فاذا تشهد فيه فقد اخر الواجب وقبلها محل الثناء كذا فی التبيين (وفی الشلبی علی هامش التبيين ص[2] ۱۹۳/۱، (قوله وقبلها محل الثناء) وهذا يقتضی تخصيصه بالركعة الاولىٰ الخ فتح) ولو تشهد فی الاخريين لايلزم السهو كذا فی محيط السرخسی، هنديه ص[3] ۱۲۷/۱،

---

[1] هندية ص۱۲۷/۱، كتاب الصلاة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو، مطبوعه كوئٹه،

[2] زيلعی مع حاشية الشلبی ص۱۹۳/۱، باب سجود السهو، مطبوعه امداديه ملتان،

[3] هنديه ص۱۲۷/۱، كتاب الصلاة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو، مطبوعه كوئٹه،

مقتدی نے محمد رسول اللہ سن کر درود پڑھ دیا

ارشاد:-اگر امام نے قرآن پاک کی آیت "**محمد رسول الله والذین معه الآیة**"، کو نماز میں پڑھا اور مقتدی نے فوراً درود شریف پڑھ دیا، تو مقتدی کی نماز فاسد ہوجائے گی، اور اگر آپ علیہ السلام کا نام سنے بغیر درود پڑھ دے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ بحر کوئٹہ ص۵، ج۲[1]

نماز واجب الاعادہ

ارشاد:- جو امور صلبِ صلوۃ سے متعلق ہیں (داخل نماز ہیں) ان میں کراہت تحریمی کا ارتکاب ہوجائے، مثلاً کوئی واجب چھوڑ دیا جائے تو نماز واجب الاعادہ ہے جب تک کہ وقت باقی ہے وقت ختم ہوجانے پر وجوب ساقط ہوجاتا ہے، البتہ اعادہ کرلے تو بہتر ہے، اور جو امور ایسے نہوں (صلب صلوۃ سے متعلق نہ ہوں) ان میں کراہت تحریمی کا ارتکاب ہوجائے تو نماز کا اعادہ واجب نہیں[2]۔

---

[1] اذا سمع اسم النبی ﷺ فصلی علیه فهذا اجابة فتفسد وان صلی علیه ولم یسمع اسمه لاتفسد (بحر کوئٹه ص۵، ج۲، باب مایفسد الصلوة، ومایکره فیها، هندیه کوئٹه ص ۹۹، ج ا، کتاب الصلاة، الباب السابع، الدر مع الشامی کراچی ص ۶۲۱/ ا، باب مایفسد الصلاة، مطلب المواضع التی لایجب فیها رد السلام،

[2] کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها، اقول وقد ذکر فی الامداد بحثا: ان کون الاعادة بترک الواجب واجبة (وبعد اسطر) مرادهم بالواجب والسنة التی تعاد بترکه ماکان من ماهیة الصلوة واجزائها فلا یشمل الجماعة لانها وصف لها خارج عن ماهیتها ...... قید فی البحر وجوب الاعادة فی اداء الصلاة مع کراهة التحریم بماقبل خروج الوقت (درمختار مع الشامی زکریا ص۱۴۷، ۱۴۸/ ۲، باب صفة الصلوة، مطلب کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها، بحر کوئٹه ص ۸۰/ ۲، باب قضاء الفوائت،

مقتدی فارغ ہوگیا تو اس کی نماز کا حکم

سوال:-حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ نے ایک امام صاحب کو وہاں کئی مرتبہ تنبیہ کی کہ سلام ذرا جلدی پھیر دیا کرو، دیر مت لگایا کرو، (یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں ترتیل مت اختیار کرو) مگر وہ نہیں مانے تو ایک دن مجھ سے فرمایا احمد کھڑے ہوکر اعلان کرو کہ جن صاحب نے امام صاحب سے پہلے سلام پھر دیا ان کی نماز نہیں ہوئی، وہ اپنی نماز لوٹالیں، میں نے اعلان کیا تھا، اب سوال یہ ہے کہ سلام میں السلام علیکم تو واجب ہے اور رحمۃ اللہ سنت ہے، پس اگر امام کے ورحمۃ اللہ سے قبل کسی مقتدی کا سلام پورا ہوجائے تو نماز تو ہوجائے گی پھر اس کے باوجود شیخ نے لوٹانے کا حکم کیوں دیا، دل میں یہ خلجان ہے۔

ارشاد:-تذکرۃ الرشید ص ۱۷۹[1]، میں لکھا ہے، کہ اگر امام کے سلام کے ختم ہونے سے پہلے مقتدی سلام ختم کردے تو اس کی نماز نہیں ہوتی لیکن تذکرۃ الخلیل ص ۳۰۲[2]، میں اس کے خلاف لکھا ہے، تذکرۃ الرشید کا حوالہ بھی ہے، کہ مسئلہ اس طرح نہیں حالانکہ کتاب دونوں ایک ہی مصنف کی ہیں، باقی پہلے السلام کے میم تک اقتداء باقی رہتی ہے، اس کے بعد نہیں، ”وتنقضی قدوۃ بالسلام الاول قبل علیکم“ (کذا فی الدر المختار[3] ص ۱/۳۱۴)

اگر امام نے سلام کو کھینچا اور مقتدی اس سے پہلے السلام کہہ کر فارغ ہوگیا تو مقتدی کی نماز نہیں ہوئی، اور اگر امام نے علیکم ورحمۃ اللہ کو دراز کیا اور مقتدی نے ورحمۃ اللہ اس سے پہلے

---

[1] تذکرۃ الرشید ص ۱/۱۷۹، قبیل فتاویٰ، مطبوعہ اشاعت العلوم سہارنپور،

[2] تذکرۃ الخلیل ص ۳۰۲، حدیث وفقہ، قاضی شویل کی ہٹ دھرمی اور عہدہ سے تنزلی، مطبوعہ خلیلیہ سہارنپور،

[3] درمختار علی الشامی زکریا ص ۲/۱۶۲، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلوۃ فی الواجبات،

پورا کردیا تو اس کی نماز ہوگئی مع الکراہت۔

رباعی فرض کو پانچویں کے سجدہ سے مقید کرنے سے بطلانِ فرض کی وجہ

سوال:- رباعی فرض میں قعدۂ اخیرہ بھول کر پانچویں کے لئے کھڑا ہوجائے اوراس کو سجدہ کے ساتھ مقید کرلے تو اس سے فرض کیوں باطل ہوجاتا ہے؟ رکوع سے کیوں طاطل نہیں ہوتا؟

جواب:- پانچویں کے سجدہ سے پہلے اس کو ڈھیل دیجاتی ہے کہ شاید اب بھی عود کر آئے اور قعدۂ اخیرہ کر کے نماز پوری کرلے مگر جب اس نے عود نہیں کیا اور پانچویں کو سجدہ کے ساتھ مقید کردیا تو اب فرض کے ارکان پورا کرنے سے قبل نفل کو پورے طور پر شروع کرنا لازم آیا (سجدے سے پہلے نفل کو پورے طور پر شروع کرنا نہیں پایا گیا) جس کی وجہ سے فرض باطل ہوگئے پھر اس میں اختلاف ہے کہ تقیید بالسجدہ کا تحقق کب ہوگا، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پیشانی زمین پر رکھتے ہی سجدہ کا تحقق ہوجائے گا، اوراسی وقت فرض باطل ہوجائیگا، اورامام محمدؒ کے نزدیک جب سجدہ سے سر اٹھالے گا تب سجدہ متحقق ہوگا، اور فرض باطل ہوگا، ثمرۂ اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ پانچویں کے سجدہ کے واسطے زمین پر سر رکھا اور حدث لاحق ہوگیا اب اس کو یاد آیا کہ قعدۂ اخیرہ چھوٹ گیا ہے، اور یہ پانچویں ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک سجدہ کا تحقق نہیں ہوا کیونکہ سجدہ کا تحقق ان کے نزدیک **رفع جبهة عن الارض** سے ہوتا ہے، اور یہ متحقق نہیں ہوا اس واسطے کہ اس سے پہلے ہی اس کو حدث لاحق ہوچکا ہے، نیز وہ رکن جس میں حدث لاحق ہوجائے کالعدم ہوتا ہے، اس لئے یہ وضو کر کے قعدہ کرلے فرض اس کا بطلان

سے محفوظ رہے گا، لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پیشانی زمین پر رکھتے ہی سجدہ کا تحقق ہونے کی بنا پر فرض باطل ہو چکا ہے اس لئے باطل ہی رہے گا۔[1]

مسبوق قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر کیا کرے

سوال:-مسبوق ''جس کو امام کیساتھ کل یا بعض رکعات شروع میں نہ ملی ہوں) امام کے ساتھ قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر کیا کرے خاموش رہے یا کچھ اور حکم ہے؟

جواب:-اس کے بارے میں چار قول ہیں، اور چاروں مختار ہیں۔

(۱) تشہد میں ترسیل اختیار کرے، یعنی تشہد اتنا ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ امام کے سلام تک فارغ ہو، قاضی خاں نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(۲) تشہد سے فارغ ہو کر کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰـهَ اِللّٰہ کا تکرار کرے یہ محمد بن شجاع کا قول ہے۔

(۳) تشہد کے بعد سکوت اختیار کرے یہ قول ابو بکر رازی کا ہے۔

(۴) بعد تشہد درود و دعا میں مشغول ہو جائے مثل مدرک کے یہ قول صاحب مبسوط کا

---

[1] وان لم يقعد على رأس الرابعة حتى قام الى الخامسة ان تذكر قبل ان يقيد الخامسة بالسجدة عاد الى القعدة ويتشهدويسلم ويسجد للسهو وان قيد الخامسة بالسجدة فسد ظهره عندنا وتحولت صلوة نفلا عند ابى حنيفة وابى يوسف رحمهما الله تعالىٰ ويضم اليها ركعة سادسة ولولم يضم فلا شى عليه ثم اختلف ابو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالىٰ فى وقت الفساد فقال ابو يوسفؒ كما وضع رأسه للسجود تفسد صلاته وقال محمدؒ لاتفسد صلاته حتى يرفع رأسه من السجود (الهندية كوئٹه ص ۱۲۹/۱، كتاب الصلاة، الباب الثانى عشر فى سجود السهو، حلبى كبير ص ۴۶۲، فصل فى سجود السهو، مطبوعه لاهور، هدايه ص ۱۵۹/۱، باب سجود السهو، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

ہے۔ بحر ص[۱] ۳۲۹/۱، وکبیری ص[۲] ۴۴۱۔

فرض وواجب میں فرق

سوال: -عنایہ علی ہامش فتح القدیر[۳] ص ۲۰۴/۱، میں حضرت عطاء کے نزدیک **تعوذ فی الصلاۃ** کو فرض لکھا ہے، اور فتح القدیر[۴] ص ۲۰۳/۱، پر ان سے تعوذ کے وجوب کو نقل کیا ہے، ایسا کیوں ہے؟

ارشاد: -فرض اور واجب میں جو فرق ہے، کہ فرض[۵] کہتے ہیں "**ماثبت بدلیل قطعی لاشبهة فیه وحکمه الثواب بالفعل والعقاب بالترک والکفر بالانکار**"کو، اور واجب[۶]

---

۱ واما فی الصلوة والدعاء فاختلفوا علی اربعة اقوال اختار ابن شجاع تکرار التشهد وابوبکر الرازی السکوت وصحح قاضیخاں فی فتاواه انه یترسل فی التشهد حتی یفرغ منه عند سلام الامام وصحح صاحب المبسوط انه یاتی بالصلاة والدعاء الخ، بحر کوئٹه ص ۳۲۹، ج ۱، کتاب الصلاة، فصل واذا اراد الدخول فی الصلوة،

۲ حلبی کبیری ص ۴۶۹، فصل فی سجود السهو، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور،

۳ وظاهره یقتضی ان یکون فرضا کما قال به عطاء (عنایه علی هامش الفتح ص ۲۹۰/۱، باب صفة الصلاة، مطبوعه دارالفکر بیروت،

۴ (قوله ویستعیذ بالله الخ) وهو سنة عند عامة السلف وعن الثوری وعطاء وجوبه نظرا الی حقیقة الامر (فتح القدیر ص ۲۹۰/۱، باب صفة الصلاة، مطبوعه دارالفکر بیروت،

۵ الفرض ما ثبت بدلیل قطعی لا شبهة فیه ویکفر جاحده ویعذب تارکه (کتاب التعریفات ص ۱۶۱، مکتبه فقیه الامت دیوبند، قواعد الفقه، التعریفات الفقهیة ص ۴۱۰، مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

۶ الواجب فی عرف الفقهاء عبارة عما ثبت وجوبه بدلیل فیه شبهة العدم کخبر الواحد وهو یثاب بفعله ویستحق بترکه عقوبة لولا العذر حتی یضلل جاحده ولایکفر به (کتاب التعریفات ص ۲۴۵، مطبوعه فقیه الامت دیوبند، قواعد الفقه، التعریفات الفقهیة ص ۵۳۹، مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

کہتے ہیں:"ماثبت بدلیل ظنی وحکمه الثواب بالفعل والعقاب بالترک وعدم الکفر بالانکار" یہ فرق صرف احناف کے نزدیک ہے، غیر احناف کے نزدیک فرض اور واجب دونوں ایک ہیں دونوں میں کوئی فرق نہیں[1]، اس واسطے حضرت عطاء سے تعوذ کو فرض اور واجب نقل کرنے میں کوئی اشکال نہیں۔

تارک سنت موکدہ کا حکم

سوال:- تارک سنتِ مؤکدہ کا کیا حکم ہے؟

جواب:- جو شخص سنت مؤکدہ کو لاپرواہی سے چھوڑے یا چھوڑنے کی عادت بنالے وہ فاسق ہے، اور اگر اتفاقاً کبھی ترک کردے تو وہ فاسق نہیں تاہم موجب ملامت ہے، طحطاوی علی مراقی الفلاح[2] ص ۳۵، میں ہے: وفی الجوهرة عن القنية تاركها فاسق وجاحدها مبتدع وفی التلويح ترک السنة المؤكدة قريب من الحرام.

سنت فجر سے متعلق چند احادیث میں تطبیق

ارشاد:- جب آپ فجر میں مسجد ایسے وقت پہنچے جب کہ جماعت شروع ہو چکی تھی تو ایک صاحب تو جماعت میں جا کر شریک ہو گئے، ایک صاحب نے باہر کھڑے ہو کر دو رکعت سنت پڑھ لی، جو شریک ہو گئے وہ نماز کے بعد وہیں بیٹھ رہے یہاں تک کہ سورج نکل آیا کچھ بلند ہو گیا اس وقت انہوں نے سنتیں پڑھیں اس واسطے کہ اگر ایسی حالت میں وہ فجر کی سنتیں پڑھتا ہے تو حدیث شریف میں ہے کہ اذا اقیمت الصلاۃ فلا صلاۃ الا

---

[1] الواجب والفرض عند الشافعی سواء وهو كل مايعاقب علی تركه وفرق بينهما ابو احنيفة فالفرض عنده آكد من الواجب (لسان العرب ص ۷۹۳/ ۱، مطبوعه دارصادر بيروت، فتح الباری ص ۱۷۵ /۳، كتاب الوتر، باب الوتر فی السفر، مطبوعه دارالفكر بيروت)

[2] طحطاوی علی المراقی ص ۱۵، فصل فی سنن الوضوء، مطبوعه مصر،

المکتوبۃ،[۱] اس کے خلاف لازم آتا ہے، اگر نہیں پڑھتا تو حدیث میں ہے کہ **لا تدعوھما ولو طردتکم الخیل**[۲] اس کے خلاف لازم آتا ہے، اور اگر اس وقت امام کیساتھ شریک ہوجاتا ہے اور امام کے سلام کے بعد پھر پڑھتا ہے، تو حدیث میں ہے کہ **لا صلاۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس الخ**، (**مشکوۃ شریف**[۳] **ص ۹۵**) اس کے خلاف لازم آتا ہے، اس واسطے ان سب کو جمع کرنیکی امام ابوحنیفہؒ نے یہ صورت تجویز فرمائی کہ دو رکعت سنت پڑھ کر امام کے ساتھ شریک ہوسکتا ہو گنجائش ہے تو وہ ایسا ہی کرلے، اور اگر شریک نہیں ہوسکتا اور جماعت مل سکتی ہے تو امام کیساتھ شریک ہوجائے، اور پھر طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے۔

دوسرے شفعہ کے شروع میں ثنا

ارشاد:-سنن مؤکدہ کے علاوہ بقیہ نوافل کے دوسرے شفعہ میں ثنا پڑھنا اولیٰ ہے اگر نہ پڑھے تو بھی کچھ حرج نہیں[۴]۔

---

۱ **مشکوۃ شریف ص ۹۶، باب الجماعۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند**، جب نماز کی اقامت ہوجائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں۔

۲ **مسند احمد ص ۲/۴۰۵، عن ابی ھریرۃؓ، مطبوعہ دار الفکر بیروت**، فجر کی دو سنتیں نہ چھوڑنا اگرچہ گھوڑے تم کو روندڈالیں۔

۳ **مشکوۃ شریف ص ۹۵، باب اوقات النھی، الفصل الثالث، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند**، **ترجمہ**:-صبح (نماز فجر) کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز نہیں۔

۴ **لایأتی فی الثالثۃ بدعاء الاستفتاح بخلاف المندوبۃ فیستفتح ویتعوذ ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مراقی مع الطحطاوی ص ۳۱۸، فصل فی بیان النوافل بحر کوئٹہ ص ۲/۵۶، باب الوتر والنوافل، درمختار مع الشامی زکریا ص ۲/۴۵۷، باب الوتر والنوافل، مطلب قولھم کل شفع من النفل صلوۃ الخ،**

بعد جمعہ کتنی رکعت سنت ہیں

ارشاد:- جمعہ کے بعد سنن مؤکدہ امام صاحبؒ کے نزدیک تو فقہاء نے چار رکعت لکھی ہیں، ان کے تلامذہ نے چھ کو سنت کہا ہے، پھر افضل چھ پڑھنے کی صورت میں یہ ہے کہ چار پہلے پڑھے اور دو ان کے بعد تا کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز اسی جیسی ہونے سے احتراز ہوجائے کہ اول دو رکعت فرض پڑھے گا پھر دو رکعت سنت پڑھے گا تو ایک نماز کے بعد اسی جیسی دوسری نماز ہوجائے گی[1]، جو بظاہر حدیث **لایصلی بعد صلاۃ مثلھا**[2] کے خلاف ہے مگر میں نے آج (۵ ج، ۱/۶/۱۴۰۶ھ) اس کے خلاف کیا ہے، کہ پہلے دو پڑھ لیں بعد میں چار رکعت پڑھیں کیوں کہ اجازت اس کی بھی ہے۔

سجدۂ تلاوت کے لئے قیام وتکبیر

ارشاد:- درمختار علی ہامش[3] ردالمحتار ص ۵۱۵/۱، میں سجدۂ تلاوت کی تعریف یہ لکھی

---

[1] واما السنة قبل الجمعة وبعدها فقد ذكر فى "الاصل" واربع قبل الجمعة واربع بعدها وكذا ذكر الكرخى وذكر الطحطاوى عن ابى يوسف انه قال: يصلى بعدها ستا وقيل هو مذهب على رضى الله عنه (الى قوله) قال ابو يوسف ينبغى ان يصلى اربعا ثم ركعتين كذا روى عن على رضى الله عنه كيلا يصير متطوعا بعد صلاة الفرض بمثلها (بدائع زكريا ص ۶۳۹/ ۱، الصلاة المسنونة وبيان مايكره منها، بحر كوئٹه ص ۴۹/ ۲، باب الوتر والنوافل، حلبى كبير ص ۳۸۹، فصل فى النوافل، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور،

[2] نصب الرايه ص ۱۴۸/ ۲، باب النوافل، مطبوعه مجلس علمى ڈابهيل گجرات،

[3] درمختار مع الشامى زكريا ص ۵۸۰/ ۲، باب سجود التلاوة، مراقى مع الطحطاوى ص: ۴۰۶، ۴۰۷، باب سجود التلاوة، مطبوعه مصرى، بحر كوئٹه ص ۱۲۶/ ۱۲۷/ ۲، باب سجود التلاوة،

ہے ”سجدة بين تكبيرتين مسنونتين وبين قيامين مستحبين“ یعنی سجدۂ تلاوت وہ سجدہ ہے جو دو مسنون تکبیر اور دو مستحب قیام کے درمیان ادا کیا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ تکبیر دونوں مسنون ہیں، اور قیام دونوں مستحب ہیں پس اگر اس طرح سجدہ کیا کہ سجدہ سے پہلے بھی بیٹھا تھا قیام نہیں کیا اور سجدہ کے بعد بھی بیٹھا رہا قیام نہ کیا تو بھی سجدہ ادا ہو جائے گا۔

تراویح کی بیس رکعات کا ثبوت

سوال:-تراویح کی بیس رکعات حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ثابت ہیں؟

ارشاد:-امام ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے سوال کیا تھا، تو امام صاحبؒ نے فرمایا تھا، کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے وراس کی بیس رکعات حضرت عمرؓ سے ثابت ہیں، جن کو حضرت عمرؓ نے اپنی طرف سے ایجاد نہیں کیا بلکہ ان کے پاس ضرور کوئی دلیل تھی جس کی بنا پر انہوں نے اس کا حکم فرمایا، كذا في بحر[1] الرائق ص ۲/۶۶، ”وبعد سطور وهو قول الجمهور لما في المؤطا عن يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون في زمن عمرؓ بن الخطاب بثلاث وعشرين ركعة (اى مع الوتر) وقبل اسطر ثم وقعت المواظبة عليها في اثناء خلافة عمرؓ ووافقه على ذالک عامة الصحابة“

تراویح میں ختم قرآن شریف پر مٹھائی

سوال:-قرآن شریف کے ختم پر مٹھائی کا تقسیم کرنا کیسا ہے؟

---

[1] ذكر في الاختيار ان ابا يوسفؒ سأل ابا حنيفة عنها وما فعله عمر فقال التراويح سنة مؤكدة ولم يتخرجه عمر من تلقاء نفسه ولم يكن فيه مبتدعا ولم يأمر به الا عن اصل لديه وعهد من رسول الله صلى الله عليه وسلم (بحر كوئٹه ص ۲/۶۶، باب الوتر والنوافل، مراقی مع الطحطاوى ص ۳۳۴، فصل في صلاة التراويح، مطبوه مصر، شامى زكريا ص ۲/۴۹۳، باب الوتر والنوافل مبحث صلاة التراويح،

ارشاد:- قرآن شریف کے ختم پر مٹھائی کا التزام غلط ہے تھانہ بھون میں تراویح میں قرآن شریف ختم کیا گیا اس میں مٹھائی تقسیم نہیں کی گئی کسی صاحب نے چپکے سے حضرت تھانویؒ سے عرض کیا میرا جی چاہتا ہے کہ مٹھائی بانٹوں حضرت نے فرمایا آج نہیں آپ کا دل چاہے تو کل کو بانٹ دیجئے۔ (اکابر کا رمضان ص ۳۱)

قرآن شریف کے ختم پر عامۃ جو مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے، اس کے لئے چندہ کیا جاتا ہے باقاعدہ فہرست بنائی جاتی ہے، پچھلے سال جو چندہ کیا گیا تھا وہ فہرست بھی سامنے رکھی جاتی ہے کہ فلاں صاحب نے گذشتہ سال اتنے روپے دئے تھے مقابلہ ہوتا ہے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جاتا ہے کہ اتنے بڑے آدمی ہو کر اتنے ذرا سے پیسے دیئے "**لَایَحِلُّ مَالُ اِمْرِیءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِنْهُ**"[1] (کسی مسلمان کا مال اس کے نفس کی خوشی کے بغیر حلال نہیں) اس طرح سے چندہ وصول کر کر کے مٹھائی تقسیم کرنا منع اور اس کا کھانا بھی درست نہیں، چھتہ مسجد ہو یا دارالعلوم کی مسجد ہو یا کوئی اور مسجد ہو کسی بھی مسجد کا جو عمل ہے وہ شرعاً معتبر نہیں، شرعی دلائل چار ہیں کتاب اللہ سنت رسول اللہ، اجماع امت، قیاس مجتہد[2]، باقی ان چاروں کے علاوہ کوئی شئ معتبر نہیں۔

خطبۂ جمعہ وعید

ارشاد:- خطبۂ جمعہ شرائط جمعہ سے ہے، لیکن خطبۂ عید سنت ہے، شرط نہیں[3]، البتہ سننا

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۲۵۵، باب الغصب، مطبوعہ دیوبند،

[2] فان اصول الفقه اربعة کتاب الله، وسنة رسوله، واجماع الامة، والقیاس، (اصول الشاشی ص ۵)

[3] تجب صلاتهما علی من تجب علیه الجمعة بشرائطها سوی الخطبة فانها سنة بعدها (درمختار مع الشامی زکریا ص ۳/۴۵، باب العیدین، مراقی مع الطحطاوی ص ۴۳۳، باب احکام العیدین، مطبوعه مصر، بحر کوئٹه ص ۲/۱۵۸، باب العیدین)

اس کا بھی واجب ہے، (جبکہ اس کے سامنے شروع ہوگیا ہو اگر کوئی شخص خطبہ شروع ہونے سے پہلے چلا جائے تو درست ہے، اور اس پر خطبہ سننا واجب نہیں[۱]۔

گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کا مطلب

ارشاد:- حدیث "لَاتَجْعَلُوْا بُیُوتَکُمْ مَقَابِرَ" اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ (مسلم شریف ص[۲] ۱/۲۶۵) کا ایک مفہوم تو معروف ومشہور ہے کہ نفل نماز کا کچھ حصہ گھروں میں رکھا کرو، اس کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو شخص تمہارے گھر آئے اس کو کچھ کھلا پلا دیا کرو، جس طرح آدمی قبرستان سے خالی ہاتھ لوٹتا ہے اہل قبور سے اس کو کچھ نہیں ملتا اسی طرح تم اپنے پاس آنیوالے کو خالی واپس مت کیا کرو، کچھ کھلا پلا دیا کرو۔

بعد نماز سر پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا

سوال:- نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا ثابت ہے؟

ارشاد:- جی ہاں ثابت ہے، حافظ ابن السنیؒ حنبلی تلمیذ امام نسائی نے اپنی کتاب "**عمل الیوم واللیلة**" میں مرفوعا روایت نقل کی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد سر کے اگلے حصہ پر داہنا ہاتھ رکھ کر "اَللّٰهُمَّ اذْهِبْ عَنِّی الْهَمَّ وَالْحُزْنَ[۳]"

---

[۱] ویخطب بعدها خطبتین وهما سنة فلو خطب قبلها صح واساء ومایسن فی الجمعة ویکره یسن فیها ویکره ای الا التکبیر وعدم الجلوس قبل الشروع فیها فانهما سنة هنا لا فی خطبة الجمعة، (الدر مع الشامی زکریا ص۵۷/۳، باب العیدین)

[۲] مسلم شریف ص ۲۶۵/۱، کتاب الصلوة، باب استحباب صلاة النافلة فی بیته الخ، مطبوعه بلال دیوبند،

[۳] عن انس بن مالک قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قضیٰ صلوته، مسح جبهته بیده الیمنیٰ ثم قال اشهد ان لااله الا الله الرحمن الرحیم اللهم اذهب عنی الهم والحزن الخ، کتاب عمل الیوم واللیلة لابن السنی ص ۳۱، باب مایقول فی دبر صلاة الصبح،

پڑھتے تھے علامہ جزریؒ نے بھی حصن حصین ص۱۰۷[1]، میں ابن سنی اور ابویعلی دونوں سے نقل کیا ہے پوری دعا اس طرح ہے: **بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِی لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْم اَللّٰهُمَّ اذْهِبْ عَنِّی الْهَمَّ وَالْحُزْنَ**،

دعا میں ابتدا کس سے کرے

عرض:- دعا پہلے اپنے لئے اور متعلقین کے لئے کیجائے پھر امت کے لئے یا پہلے امت کے لئے پھر اپنے لئے۔

ارشاد:- پہلے اپنے لئے دعا کرے پھر اوروں کے لئے۔[2]

عرض:-حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے ملفوظات میں ہے کہ مراقبۂ دعائیہ میں دس منٹ امت کے لئے دعا کریں، اور قرآن پاک میں ہے "**رَبِّ اغْفِرْ لِی وَلِوَالِدَیَّ**" اس میں ابتداء اپنی طرف سے کی گئی ہے، ان میں افضل اور مسنون کیا ہے؟

ارشاد:- دس منٹ کا مراقبہ دعائیہ دراصل علاج ہے، غفلت کا اس لئے ہے کہ قلب کے اندر غفلت پیدا نہ ہو بلکہ استحضار رہے لیکن اصل دعا کی ترتیب یہی ہے کہ پہلے اپنے لئے دعا کرے پھر اوروں کے لئے جیسا کہ **رَبِّ اغْفِرْلِی وَلِوَالِدَیَّ** سے معلوم ہوتا ہے۔[3]

---

[1] حصن حصین مع ترجمہ قول متین ص ۲۳۲، تیسری منزل، نماز سے فارغ ہونے کے بعد کی دعائیں، مطبوعہ ملک پبلشرز دیوبند،

[2] اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کَانَ اِذَا دَعَا بَدَأَ بِنَفْسِهٖ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں ابتداء اپنے نفس سے فرماتے، (جمع الفوائد ص ۲/۳۹۳، کتاب الاذکار والادعیۃ وقت الدعاء وحال الداعی وکیفیۃ الدعاء، مطبوعہ مکہ مکرمہ)

[3] سورۂ نوح آیت: ۲۸،

دعا کو کلمہ پر ختم کرنا

سوال:- دعا کے آخر میں لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ پڑھنا کیا بدعت ہے؟

جواب:- دعا کو لاَ اِلٰـہَ اِلاَّ اللہ پر ختم کرنا بدعت نہیں[1]، وَیَشُمُّ رَائِحَۃُ الْاِسْتِدْلاَلِ مِنْ قَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلاَمَ مَنْ کَانَ آخِرُ کَلاَمِہٖ لاَاِلٰہَ اِلاَّ اللہ دَخَلَ الْجَنَّۃَ، یعنی لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ[2] کے آخر دعا میں پسندیدہ ہونے پر کسی قدر اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ جس شخص کا آخری کلام لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

درود شریف میں لفظ سیدنا کا اضافہ

سوال:- تذکرۃ الرشید ص ۲/۲۹۱، میں ہے کہ حضرت گنگوہیؒ سے مولانا ولایت حسین صاحبؒ نے سوال کیا کہ نماز کے درود شریف میں لفظ سیدنا ملانا چاہئے یا نہیں؟

جواب:- ملانا چاہئے۔

عرض:- کسی روایت میں لفظ سیدنا پایا نہیں گیا،

ارشاد:- اگر چہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ سیدنا نہ فرمایا ہو مگر ہمیں یہی لائق ہے کہ لفظ سیدنا ملائیں، اسی طرح (شامی ص[3] ۱/۳۴۵) کی عبارت سے **معلوم** ہوتا ہے کہ

---

[1] حضرت اقدس زید مجدہم کا بھی گاہے گاہے اس پر عمل بندہ کے علم میں ہے۔

[2] مشکوۃ شریف ص ۱۴۱، کتاب الجنائز، باب مایقال عند من حضرہ الموت، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، **ترجمہ**:- جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگا جنت میں داخل ہوگا۔

[3] والا فضل الاتیان بلفظ السیادۃ کما قالہ ابن ظھیرۃ وصرح بہ جمع وبہ افتی الشارح لان فیہ الاتیان بما امرنا بہ وزیادۃ الاخبار بالواقع الذی ھو ادب فھو افضل الخ، شامی زکریا ص ۲/۲۲۴، باب صفۃ الصلاۃ، مطلب فی جواز الترحم علی النبیؐ ابتداءً،

آپ صلی علیہ وسلم کے مبارک نام کے ساتھ لفظ سیدنا بڑھا دینا مستحب اور افضل ہے۔

سوال:- علی ہذا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ درود شریف میں لفظ سیدنا اور وصحبہ کا اضافہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ضرور کرلیں، (یعنی اضافہ نہ کرنے میں بھی کوئی گناہ نہیں) اب پوچھنا یہ ہے کہ اس سے اتنی بات تو سمجھ میں آ گئی کہ لفظ سیدنا درود شریف میں بڑھا دینا چاہئے، مگر ہم بچوں کے لئے ابتدائی ضروری امور سے متعلق کوئی رسالہ چھپوانا چاہتے ہیں اس میں جو ہم درود شریف بچوں کو یاد کرانے کے لئے لکھیں گے تو کیا اسی میں لفظ سیدنا کا اضافہ کر کے چھپوادیں اس کی گنجائش ہے۔

جواب:- بچوں کو جو درود شریف سکھایا جائے اس میں لفظ سیدنا کا بڑھا دینا مناسب ہے چھپوانے کی بھی گنجائش ہے، مگر التحیات میں جو **اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ** پڑھا جاتا ہے، اس میں لفظ سیدنا نہ بڑھایا جائے[1]۔

[1] واعتراض بان هذا مخالف لمذهبنا لما مر من قول الامام من انه لو زاد في تشهد او نقص فيه كان مكروها قلت فيه نظر فان الصلاة زائدة على التشهد ليست منه نعم ينبغي على هذا عدم ذكرها في واشهد ان محمدا عبده ورسوله، شامی ص:۳۴۵، ج:۱، مطبوعه نعمانیه، وشامی زکریا ص:۲۲۴، ج:۲، باب صفة الصلاة، قبيل مطلب في الكلام على التشبيه في كما صليت،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الجنائز

﴿جنازہ کے مسائل﴾

حضرت عزرائیل علیہ السلام بیک وقت کثیر افراد کی روح کس طرح نکالتے ہیں؟

سوال:- حضرت عزرائیل علیہ السلام بیک وقت بہت سے افراد کی روح کس طرح نکالتے ہیں؟

جواب:- روح المعانی[1] میں لکھا ہے کہ روح نکالنے کے تین طریقے ہیں، اور تینوں

[1] والتحقیق انه لامانع من نسبة التوفی الی اللہ تعالیٰ والی ملک الموت والی اعوانه ...... وفی القرآن اللہ یتوفی الانفس ویتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم ومثله توفاهم الملائکة ظالمی انفسهم الخ، روح المعانی ص۱۲۵/۵، سورۂ نساء آیت:۹۷، مطبوعه ادارة الطباعة المصطفائیه دیوبند،

قرآن کریم سے ثابت ہیں، (۱) کبھی حق تعالیٰ شانہ خود نکالتے ہیں، ارشاد ہے: اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا[۱] (۲) کبھی حضرت عزرائیل علیہ السلام نکالتے ہیں، ارشاد ہے: قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ الَّذِی وُکِّلَ بِکُمْ[۲] (۳) کبھی دوسرے فرشتے نکالتے ہیں، ارشاد ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰئِکَۃُ ظَالِمِی اَنْفُسِھِمْ[۳]۔

زمزم میں بھگویا ہوا کپڑا کفن میں

عرض:- حضرت لوگ آج کل زمزم کے پانی میں کپڑے بھگو کر لاتے ہیں تا کہ کفن میں اس کو استعمال کیا جائے، اس کی کیا حقیقت ہے اور ایسا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد:- فتاویٰ امدادیہ[۴] میں لکھا ہے کہ زمزم میں بھگویا ہوا کپڑا کفن میں نہ دیا جائے کیونکہ جس میں کفن دیں گے اس میں لاش پھولے گی، پھٹے گی خون پیپ بہے گا اب زمزم میں بھگوئے ہوئے کپڑے کی بے حرمتی ہوگی، اور (فتاویٰ عزیزیہ[۵]) میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ

۱؎ سورۂ زمر آیت: ۴۲، اللہ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت۔ (بیان القرآن)

۲؎ سورۂ سجدہ آیت: ۱۱، آپ فرمادیجئے کہ تمہاری جان موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر متعین ہے (بیان القرآن)

۳؎ سورۂ نساء آیت: ۹۷، بے شک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے اپنے کو گنہگار کر رکھا تھا۔ (بیان القرآن)

۴؎ جزئیہ مصرحا از نظر نگذشتہ لیکن حکم فقہاء بکراہت استنجاء از ماء زمزم دلیلے صریح است بر وجوب احترام او و در دیگر جا تصریح کردہ اند بوجوب صیانت اشیاء محترمہ از تعریض برائے صدید میت ونجاست او چنانچہ امر اول در کتاب الطہارت وکتاب الحج از درمختار وامر ثانی در کتاب الجنائز از ردالمحتار مصرح مذکور است واز مجموعہ مستفاد می شود کراہت ایں فعل، امداد الفتاوی ص ۱/۵۱۷، باب الجنائز، مطبوعہ زکریا دیوبند،

۵؎ فتاویٰ عزیزی ص ۱/۱۶۸، مجموعۂ رسائل خمسہ شاہ عبد العزیز صاحبؒ، رسالہ فیض عام، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند،

عبدالعزیز صاحبؒ کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا میرے فلاں عزیز کا انتقال ہوگیا ہے، زمزم میں بھگویا ہوا کپڑا عنایت فرمادیجئے تو جواب میں فرمایا کہ دادہ خواہد شد، یعنی تم کو دیا جائے گا اس پر کچھ نکیر نہیں فرمائی۔

ارشاد:- میں کہتا ہوں کہ زمزم میں تر کئے ہوئے کپڑے سے بہت زیادہ مبارک اور متبرک کپڑا تو وہ ہے کہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن فرمایا اور پھر عبداللہ بن ابی بن سلول کے لئے مرحمت فرمایا جس میں اس کو اس کے صاحبزادہ صحابی نے کفن دیا[۱]، اسی طرح ایک مرتبہ ایک صحابی نے ازار ہدیہ میں پیش کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بہت پسند فرمایا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہن لیا ایک صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ تو بہت اچھی لگتی ہے یہ مجھے عنایت فرمادیجئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا اندر تشریف لے گئے اور ازار بدل کر لا کر عنایت فرمادیا، ان صحابی نے اس کو لیا جس کو آپؐ نے پسند فرمایا تھا، صحابی نے کہا کہ میں نے پہننے کے لئے تھوڑا ہی لیا ہے میں نے تو اپنے کفن کے لئے تبرک کے طور پر لیا ہے[۲]، میں کہتا ہوں کہ یہ کپڑا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے لگا زمزم سے بہت زیادہ متبرک ہے، مگر اس کا اہتمام کرنا برا ہے جیسا کہ حاجی لوگ زمزم میں ڈبو کر سکھا کر لاتے ہیں ایسا اہتمام غلط ہے ہاں بغیر اہتمام کے ایسا کیا جائے تو کچھ حرج نہیں۔

---

[۱] عن عبد اللہؓ بن عمر قال لما مات عبد اللہ ابن ابی جاء ابنه الی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال اعطنی قمیصک حتی اکفنه فیه وصلی علیه واستغفر له فاعطاه قمیصه الحدیث، نسائی شریف ص ۲۰۹/۱، کتاب الجنائز، القمیص فی الکفن، مطبوعه فیصل دیوبند،

[۲] بخاری شریف ص ۱۷۰/۱، کتاب الجنائز، باب من استعد الکفن فی زمن النبی صلی اللہ علیه وسلم، مطبوعه اشرفی دیوبند،

ایصال ثواب کیسے کریں؟

سوال:- ہمارے آباء واجداد کے ہم پر احسانات ہیں جی چاہتا ہے، کہ کوئی عمل ایسا کروں کہ اگر خدانخواستہ ان پر عذاب ہو یا کسی طرح کی کچھ تکلیف ہو تو وہ رفع ہو جائے یا اس میں تخفیف ہو جائے اس کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

جواب:- بے شمار اعمال ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنواں کھود دو جب تک مخلوق خدا اس کنویں سے فائدہ اٹھاتی رہے گی اس کا ثواب ملتا رہے گا، یا باغ لگایا پھر اس کو غرباء ومساکین کے لئے وقف کر دیا تو جتنے لوگ اس سے پھل کھاتے رہیں گے نفع اٹھاتے رہیں گے میت کو ثواب ہوتا رہے گا اسی طرح مسجد بنا دی یا اس میں صف بچھا دی تو جب تک اس مسجد کے اندر لوگ نماز پڑھتے رہیں گے میت کو ثواب ملتا رہے گا یا طلباء دینی کتابیں پڑھنے والے ہیں کتابیں لیکر مدرسہ میں وقف کر دیں جب تک طلبہ پڑھتے رہیں گے جتنا پڑھتے رہیں گے میت کو ثواب ہوتا رہے گا پھر جن جن کو وہ پڑھاتے رہیں گے ان کا ثواب بھی ہوتا رہے گا پھر وہ بھی جن جن کو پڑھاتے رہیں گے ان کا ثواب بھی پہونچتا رہے گا، اسی طرح اور بھی بے شمار راستے ہیں[1]۔

ایصال ثواب کیلئے قرآن شریف پڑھنے پر اجرت

سوال:- ایصال ثواب کے لئے قرآن شریف پڑھا گیا تو اس پر اجرت لینا، دینا، کیسا ہے؟

---

[1] عن انس سبع يجري للعبد اجرهن وهو في قبره بعد موته من علم علما او اجرى نهرا او حفر بئرا او غرس نخلا او بنى مسجدا او ورث مصحفا او ترك ولدا يستغفرله بعد موته، كنز العمال ص ۱۵/۹۵۴، رقم الحديث: ۴۳۶۶۲، مطبوعه بيروت،

جواب:- اجرت لینا دینا دونوں حرام ہیں خواہ وہ اجرت کی شکل میں ہو یا مٹھائی، دعوت وغیرہ کی صورت میں ہو، نہ ایسے پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، نہ میت کو نہ پڑھنے والے کو، قَالَ تَاجُ الشَّرِيْعَةِ فِى شَرَحِ الْهِدَايَةِ اِنَّ الْقُرْآنَ بِالاُجْرَةِ لَايَسْتَحِقُ الثَّوابَ لاَ لِلْمَيِّتِ وَلاَ لِلْقَارِى وَقَالَ الْعَيْنِى فِى شَرَحِ الْهِدَايَةِ وَيُمْنَعُ الْقَارِى لِلدُّنْيَا وَالْآخِذُ وَالْمُعْطِى اٰثِمَانِ۔[1]

ایصال ثواب کرنے والوں کی دعوت

سوال:- اگر نوافل پڑھ کر ثواب پہونچائیں یا قرآن شریف پڑھیں یا کسی وقت یہ خیال کر کے حضرات علماء کی دعوت کی اور کچھ پکایا تا کہ وہ حضرات آئیں تہلیلات یا قرآن پاک پڑھیں تو کیا ثواب پہنچے گا؟

جواب:- ہاں ثواب ضرور پہنچتا ہے مگر اس میں ایسی صورت نہ ہو کہ جن کو قرآن شریف پڑھنے کے لئے بلایا ہے وہیں سے انہوں نے اپنے ذہن میں تجویز کر لیا کہ قرآن شریف پڑھنے کے لئے بلایا ہے کھانا ملے گا وہاں یہ غلط ہے اس نیت کے ساتھ پڑھنے والے ہی کو ثواب نہ ملے گا تو میت کو کیا ثواب پہونچے گا، غرض قرآن پاک کی تلاوت کا ثواب پہونچائیں نفلیں پڑھ کر ان کو ثواب پہونچائیں سب طرح درست ہے[2]، حضرت ابو ہریرہؓ نے

---

[1] شانی نعمانیه ص۵/۳۵، شامی کراچی ص۶/۵۶، مطلب فی الاستئجار علی الطاعات، کتاب الاجارة،

[2] للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاة او صوما او صدقة او غیرها، شامی نعمانیه ص۶۰۵، ج۱، کتاب الجنائز، مطلب فی القراءة للمیت واهداء ثوابها، زیلعی ص۸۳، ج۳، باب الحج عن الغیر، مطبوعه ملتان، البحر الرائق ص۳/۵۹، باب الحج عن الغیر، مطبوعه کوئٹه،

وصیت فرمائی کہ کوئی شخص فلاں مسجد میں جائے دورکعت پڑھ کر مجھ کو ثواب پہونچادے کہ یااللہ یہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔

طعام میت غنی کے لئے

ارشاد:- ایصال ثواب کا کھانا غنی (مالدار) کو نہ کھانا چاہئے فتاویٰ رشیدیہ میں مکروہ تنزیہی لکھا ہے[1]۔

قبروں کی درمیانی جگہ میں چلنا

سوال:-قبروں کی درمیانی جگہ میں جوتے پہن کر چلنا کیسا ہے؟

جواب:- دوقبروں کی درمیانی جگہ میں جوتا پہن کر چلنے کی گنجائش ہے، عالمگیری ص[2]۱۶۷، ج۱، میں ہے: **والمشی فی المقابر بنعلین لایکرہ عندنا،**

قبرستان سے واپسی پر اہل قبور کو سلام

ارشاد:-قبرستان سے واپسی پر اہل قبور کو سلام کرنا ثابت نہیں، ہاں جاتے وقت سلام کرنا وارد ہوا ہے[3]۔

---

[1] تالیفات رشیدیہ مع فتاوی رشیدیہ ص ۲۳۱، جنازے اور میت اور قبروں کے مسائل کا بیان، مطبوعہ ادارۂ اسلامیات لاھور،

[2] عالمگیری کوئٹہ ص۱۶۷، ج ۱، کتاب الجنائز، الفصل الرابع فی القبر والدفن الخ،

[3] کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمھم (ای الصحابة) اذا خرجوا الی المقابر (ای للزیارۃ) ان یقولوا (عند وصولھم الیھا) السلام علیکم الخ، (مشکوۃ شریف ص ۱۵۴، باب زیارۃ القبور، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۴/۱۱۴، مطبوعہ مجلس اشاعۃ المعارف ملتان،

روزانہ زیارتِ قبور

عرض:- روزانہ قبرستان جانا اور ایصال ثواب کے لئے فاتحہ وغیرہ پڑھنا کیسا ہے؟

ارشاد:- درست ہے، (اس لئے کہ زیارت قبور کے جواز واستحباب پر دلالت کرنے والی روایات مطلق ہیں، ان میں کسی یوم یا وقت کی تحدید نہیں کی گئی[1] اور قاعدہ ہے **المطلق یجری علی اطلاقہ**)[2]

بعد عید زیارت قبور

ارشاد:- بعد نماز عید قبرستان جانا اور ایصال ثواب کرنا اس میں کچھ حرج نہیں (اس واسطے کہ زیارت قبور کے متعلق وارد ہونے والی روایات[3] مطلق ہیں)

---

[1] عن بريدة رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها. عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال زار النبى صلى الله عليه وسلم قبر امه فبكى وابكى من حوله فقال استاذنت ربى فى ان استغفر لها فلم يؤذن لى واستأذنته فى ان ازور قبرها فاذن لى فزوروا القبور فانها تذكر الموت، رواه مسلم، عن ابن مسعود ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تزهد فى الدنيا وتذكر الآخرة رواه ابن ماجه (مشكوة شريف ص ۱۵۴، باب زيارة القبور، مطبوعه ياسرنديم ديوبند)

[2] القواعد الفقهية ص ۱۲۴، قاعده: ۳۳۱، مطبوعه دارالكتاب ديوبند،

[3] عن بريدةؓ قال قال رسول صلى الله عليه وسلم نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها الحديث، مشكوة شريف ص ۱۵۴، باب زيارة القبور، مطبوعه ياسرنديم ديوبند،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب الاعتکاف

﴿اعتکاف کے مسائل﴾

اہتمام اعتکاف

سوال:- کیا اعتکاف کا اہتمام حضرات صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے؟

جواب:- اولاً تو جو چیز مقصود اعتکاف ہے وہ حضرات صحابہ کرام کو چلتے پھرتے مشاغل میں مشغول رہنے کے باوجود بھی حاصل تھی، آج وہ چیز اعتکاف سے بھی بمشکل حاصل ہوتی ہے، تاہم ان حضرات سے اعتکاف کا اہتمام ثابت ہے۔ (مسلم شریف ص[1] ۱/۳۷۰) پر ہیکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کے پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا آپ کے

---

[1] عن ابی سعید الخدریؓ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکف العشر الاول من رمضان ثم اعتکف العشر الاوسط فی قبة ترکیة ...... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ نے بھی اعتکاف کیا، پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف کیا، پھر فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر کی تلاش میں کیا تھا، پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف بھی اسی واسطے کیا، پھر مجھے کسی بتانے والے نے بتایا کہ وہ آخری عشرہ میں ہے، اس لئے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا ہے، جن حضرات نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ اخیر عشرہ کا بھی اعتکاف کریں، چنانچہ اخیر عشرہ کا اعتکاف فرمایا، صحابہ کرام نے بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا ہے، نیز (بخاری ص[1] ۲۷۲/۱) اسی طرح (مسلم شریف ص[2] ۳۷۱/۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات کے لئے بھی خیمے لگائے گئے۔[3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ازواج مطہرات کا (اپنے اپنے مکانوں میں) اعتکاف کرنا منقول ہے (حوالہ بالا) اسی طرح حضرت عبداللہ بن انس رضی اللہ عنہ صحابی جنگل

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)......على سدتها حصير قال فأخذ الحصير بيده فنحاها في ناحية القبة ثم اطلع رأسه فكلم الناس فدنوا منه فقال انى اعتكفت العشر الاول التمس هذه الليلة ثم اعتكفت العشر الاوسط ثم اتيت فقيل لى انها فى العشر الاواخر، فمن احب منكم ان يعتكف فليعتكف فاعتكف الناس، الحديث، مسلم شريف ص ۳۷۰/۱، باب فضل ليلة القدر، مطبوعه سعد ديوبند،

(حاشیہ صفحہ هذا) [1] عن عائشة ان النبى صلى الله عليه وسلم اراد ان يعتكف فلما انصرف الى المكان الذى اراد ان يعتكف اذا اخبية خباء عائشة وخباء حفصة وخباء زينب، الحديث، بخارى شريف ص ۲۷۲/۱، باب الاعتكاف، باب الاخبية فى المسجد، مطبوعه اشرفى ديوبند،

[2] مسلم شريف ص ۳۷۱/۱، كتاب الاعتكاف، مطبوعه سعد ديوبند،

[3] گو اس کو نبی علیہ السلام نے گوارہ نہ فرمایا اس بنا پر کہ آپ کو ان کے غیر مخلص ہونے کا اندیشہ ہوا یا بوجہ غیرت کے کہ مسجد میں مرد بھی ہوں گے منافق دیہاتی سبھی قسم کے لوگ آئینگے پھر حاجات بشریہ کے لئے انکا خروج بھی ہوگا یا اس بنا پر کہ آپ کا ان کے ساتھ مسجد میں ہونا مقصد اعتکاف تخلى عن الدنيا والازواج کو فوت کردیگا۔ (نووى شرح مسلم ص ۳۷۱/۱، مطبوعه سعد ديوبند)

میں رہتے تھے، رمضان شریف کی تیئسویں شب میں اعتکاف کرنے کے لئے مدینہ طیبہ آتے، اور بائیسویں روز کو عصر بعد مسجد نبوی میں داخل ہوتے، رات بھر اعتکاف کرتے صبح کو نماز پڑھ کر مسجد سے نکلتے، تو اپنی سواری کو مسجد کے دروازے پر پاتے اس پر سوار ہوکر گھر آجاتے (کذا فی مشکوۃ ص[1] ۱/۱۸۲) علاوہ ازیں قرآن پاک میں سے "وَلاَ تُبَاشِرُوهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ"[2] حالت اعتکاف میں بیوی سے مباشرت نہ کرو، اس میں "اَنْتُمْ" اپنے اندر عموم رکھتا ہے، خطاب عام ہے جس میں سب داخل ہیں، اس سے بھی اعتکاف کی اہمیت بخوبی ظاہر ہے فقہاء بھی عورتوں کے لئے مسجد بیت میں اعتکاف کو مستحب لکھتے ہیں[3]، اس کی مقدار بھی بتاتے ہیں، کہ ایک ساعت ہے[4]، مثلاً نماز کے لئے مسجد میں آئے تو اعتکاف کی نیت کرلے۔

مقصد اعتکاف کیا ہے؟

سوال:- اعتکاف کس کے لئے ہوتا ہے، یکسوئی کے لئے یا عبادت کے لئے؟

---

[1] عن عبد الله بن انيس قال قلت يارسول الله ان لي بادية اكون فيها وانا اصلي فيها بحمد الله فمرني بليلة انزلها الى هذا المسجد فقال انزل ليلة ثلث وعشرين قيل لابنه كيف كان ابوك يصنع قال كان يدخل المسجد اذا صلى العصر فلا يخرج منه لحاجة حتى يصلي الصبح فاذا صلى الصبح وجد دابته على باب المسجد فجلس عليها ولحق ببادیته، مشکوة شریف ص ۱۸۲، باب ليلة القدر، الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[2] سورۂ بقرہ آیت:۱۸۷،

[3] او لبث امرأة في مسجد بيتها الخ، درمختار على الشامي زكريا ص ۳/۴۲۹، باب الاعتكاف،

[4] واقله نفلا ساعة من ليل او نهار عند محمد وهو ظاهر الرواية، درمختار على الشامي زكريا ص ۳/۴۳۳، باب الاعتكاف،

جواب:- یکسوئی کے ساتھ کثرت عبادت کے لئے ہوتا ہے[۱]۔

سوال:- یکسوئی کا کیا مطلب ہے؟

جواب:- یہ نہ ہو کہ فلاں کام کرنا ہے فلاں جگہ جانا ہے فلاں سے ملنا ہے، یعنی وہ وقت عبادت ہی کے لئے فارغ ہو۔

؎ میں ہوں اور یاد میرے رب کی

---

[۱] ولما كان الاعتكاف فى المسجد سببا لجمع الخواطر وصفاء القلب والتفرغ للطاعة والتشبه بالملائكة الخ، حجة الله البالغة ص ۲/۵۱، قبيل من ابواب الحج، مطبوعه مصرى،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کتاب الحج

﴿حج کے مسائل﴾

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلا

سوال:- حج کے بارے میں قرآن پاک میں آیا ہے ”مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلا“ مشہور ہے کہ جس شخص نے عمرہ کیا اس پر حج فرض ہوگیا کیا ایسا ہے؟

جواب:-”مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلا“ سے معلوم ہوا کہ وہاں پہنچنے کی استطاعت ہو، موسم حج میں اتنی استطاعت ہو کہ وہاں تک پہونچے، چاہے عمرہ کے ارادے سے پہونچے یا کسی اور ارادہ سے، جب استطاعت پائی گئی تو حج فرض ہوگیا، لیکن استطاعت کے ساتھ عمرہ کرنا حج نہ کرنا بڑی کوتاہی ہے، ہاں جو زمانہ حج کا نہ ہو اس وقت اگر استطاعت ہے تو حج فرض نہ ہوگا[1]۔

[1] واما وقته فاشهر معلومات والاشهر المعلومات شوال وذوالقعدة وعشر ذی الحجة اذا عمل شيئا من اعمال الحج من طواف وسعی قبل اشهر الحج لا يجوز واذا عمل فيها يجوز، عالمگيری ص ۱/۲۱۶، کتاب المناسک، مطبوعه کوئٹه، ملتقی الابحر ص ۱/۳۹۰، کتاب الحج، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت، شامی زکريا ص ۳/۴۷۴، کتاب الحج،

سوال:- وہاں مرد وعورت اکٹھے طواف کرتے ہیں اس کی اجازت کیوں دی گئی؟

جواب:- کہاں اجازت دی ہے؟ شریعت نے تو اجازت نہیں دی ہے[۱]۔

سوال:- پھر عورتیں طواف کیسے کرسکتی ہیں؟

جواب:- مرد اور عورت کے لئے الگ الگ اوقات مقرر کردئے جائیں تو کیا پریشانی ہے جیسے کہ مدینہ طیبہ میں عورتوں اور مردوں کے لئے زیارت کے الگ الگ اوقات متعین ہیں۔

سوال:- چلئے طواف کا مسئلہ تو حل ہوسکتا ہے لیکن نماز کی صفوں کا کیا ہوگا وہ تو بیچ میں گھستی چلی جاتی ہیں، اگر وہ ایسا نہ کریں تو وہاں کی فضیلت ایک نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا ثواب کیسے حاصل ہوگا؟

جواب:- ثواب کی یہ تفصیل صرف مردوں کے لئے ہے عورتوں کے بارے میں وضاحت ہے کہ ان کے لئے بہتر گھر کی مسجد ہے[۲]۔

حج کے قبول ہونے کی علامت

سوال:- حج کے قبول ہونے کی علامت کیا ہے؟

جواب:- اس کی علامت فقہاء نے یہ لکھی ہے کہ حج کے بعد کے حالات حج سے پہلے

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ اگر ایسا ہجوم ہو کہ عورتوں کا جسم مردوں کے جسم سے لگنے کا اندیشہ ہو ایسی حالت میں عورتوں کو طواف کرنا جائز نہیں، اس وقت اس میں عموماً بے احتیاطی برتی جاتی ہے، **اللهم احفظنا، كما يستفاد ولاتقرب الحجر فى الزحام لمنعها من مماسة الرجال اشار الى مافى اللباب من انها عند الزحمة لا تصعد الصفاء ولا تصلى عند المقام الخ، شامى زكريا ص ۵۵۲/۳، كتاب الحج، قبيل باب القرآن،**

[۲] حدیث شریف میں ہے "**وبيوتهن خير لهن**" انکے گھر ان کے لئے زیادہ بہتر ہیں، **مشكوة شريف ص ۹۶، باب الجماعة، الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،**

کے حالات سے بہتر ہوں، اتباع سنت زیادہ ہو، طاعات کی رغبت خوب ہو، معاصی سے نفرت ہو، اگر یہ سب نہ ہو تو علامت ہے کہ قبول نہیں ہوا[1]۔

باقی جو کام اپنے سے متعلق نہیں اس کے درپے نہیں ہونا چاہئے، اپنے سے متعلق یہ ہے کہ شرائط کے مطابق عمل کریں اور دعا کریں، قبولیت اللہ پر چھوڑ دیں۔

مسجد نبویؐ کی حاضری پر اول کیا عمل کرے

سوال:- مسجد نبویؐ میں پہنچ کر پہلے کیا عمل کرنا چاہئے؟

جواب:- سب سے پہلے ریاض الجنۃ میں دو رکعت پڑھنی چاہئیں اس بات کے شکریہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے یہاں تک پہنچا دیا اس کا بڑا احسان ہے اس کے بعد روضۂ اقدس علی صاحبہا الصلاۃ والسلام پر حاضر ہوکر صلوۃ وسلام پڑھنا چاہئے پھر قرآن شریف کی تلاوت کرے اور جتنی چاہے نفل نماز پڑھے یہ ابتدائی معمولات ہیں وہاں کے[2]۔

زمزم میں دوسرا پانی ملانے سے اس کی برکت ختم نہیں ہوتی

سوال:- زمزم کے متعلق مشہور ہے کہ اس میں دوسرا پانی ملایا جائے تو اس صورت میں

---

[1] عن الحسن انه قيل له ما الحج المبرور قال ان يرجع زاهدا في الدنيا راغبا في الآخرة، مرقات ص ۳/۱۶۸، كتاب المناسک، الفصل الاول، مطبوعہ ممبئی، فتاوی رحیمیه ص ۳/۱۱۴، مکتبه رحیمیه گجرات،

[2] ومابين قبره ومنبره روضة من رياض الجنة ...... فتسجد شكراً لله تعالىٰ باداء ركعتين غير تحية المسجد شكر لما وفقك الله تعالىٰ ومن عليك بالوصول اليه ثم تدعوا بما شئت الخ، (مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص ۲۱۳، كتاب الحج، فصل فی زيارة النبیؐ، مطبوعه مصری)

بھی اس کی وہی برکت رہتی ہے اور نسائی شریف[۱] کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند آدمی آئے تھے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وضو سے بچا ہوا پانی عطا فرما کر فرمایا تھا کہ جب پانی تھوڑا رہ جائے تو دوسرا ملا لینا تو کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:- جی ہاں انشاء اللہ اس طرح زمزم میں دوسرا پانی ملا لینے سے اس کی برکت باقی رہے گی ختم نہ ہوگی۔

[۱] سائل کی مراد نسائی شریف کی یہ روایت ہے، عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِی قَالَ خَرَجْنَا وَفْداً اِلیٰ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَایَعْنَاہُ وَصَلَّیْنَا مَعَہٗ وَاَخْبَرْنَاہُ اِنْ بِاَرْضِنَا بِیْعَةً لَنَا فَاسْتَوْھَبْنَاہُ مِنْ فَضْلِ طُھُوْرِہٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَتَمَضْمَضَ ثُمَّ صَبَّہٗ فِی اِدَاوَةٍ وَاَمَرَنَا فَقَالَ اَخْرِجُوا فَاِذَا اَتَیْتُمْ اَرْضَکُمْ فَاکْسِرُوا بِیْعَتَکُمْ وَانْضَحُوا مَکَانَھَا بِھٰذَا الْمَاءِ وَاتَّخِذُوھَا مَسْجِداً قُلْنَا اِنَّ الْبَلَدَ بَعِیْدٌ وَالْحَرُّ شَدِیْدٌ وَالْمَاءُ یَنْشَفُ فَقَالَ مُدُّوْہُ مِنَ الْمَاءِ فَاِنَّہٗ لَا یَزِیْدُہٗ اِلَّا طِیبا الخ (نسائی شریف ص ۱/۸۱، کتاب المساجد، باب اتخاذ البیع مساجد، مطبوعہ فیصل دیوبند،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب النکاح والطلاق

﴿مسائل نکاح وطلاق﴾

غیر جنس سے نکاح

ارشاد:- غیر جنس سے نکاح حرام ہے، مثلاً انس کا جنیہ سے یا انسیہ کا جن سے۔ کــذا فی الاشباہ[1] ص ۳۲۷.

نکاح حضرت خدیجہؓ پر گواہ

سوال:- اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے وقت مسلمان تھے تو اس نکاح پر گواہ کون تھے؟

---

[1] لاتجوز المناكحة بين بنى آدم والجن وانسان الماء لاختلاف الجنس انتهى (اشباه ص ۱۷۹، الفن الثالث، احكام الجان، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلى، شامى زكريا ص ۶۱، ج۴، كتاب النكاح، فتاوى حديثيه ص ۶۹، مطلب هل تجوز مناكحة الجن ام لا؟ مطبوعه دارالمعرفة بيروت)

E:\F.M.Fainal\Jild-30\25-Nikah v Talaq ke Masai.

جواب:- کہ اگر'' کا'' لفظ دلالت کرر ہا ہے کہ آپ کو بوقت نکاح مذکور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمان ہونے میں شک ہے اپنے ایمان کی خبر لیجئے کیونکہ نبی قبل النبوت بھی حق تعالیٰ کی رہنمائی کی بنا پر کفر وشرک وغیرہ سے معصوم ہوتے ہیں، ان کی حفاظت کی جاتی ہے، آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے مناظرہ میں (اس قول پر کہ مناظرہ قبل النبوت ہوا تھا) ستارے کے غروب ہونے پر ''**لاَ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ**''[1] اور چاند کے غروب ہونے پر ''**لَئِنْ لَّمْ یَھْدِنِی رَبِّی لَاَکُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّیْنَ**''[2]

اور آفتاب کے غروب ہونے پر ''**اِنِّی بَرِیْٓءٌ مِمَّا تُشْرِکُوْنَ**''[3] کیسے فرمایا حق تعالیٰ کی رہنمائی ہی تو تھی، رہا حضرت خدیجہؓ سے نکاح مذکور پر گواہ کا مسئلہ سو اس وقت تک احکام شرع کی تفصیل نہیں آئی تھی، تاہم سردارانِ قریش کی ایک مجلس تھی، جو اس وقت کے دستور کے مطابق اس نکاح پر گواہ تھی، جس کا قصہ یہ ہوا کہ حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو خود پیغام نکاح دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تذکرہ اپنے چچا ابوطالب سے کیا انہوں نے کہا کہ وہ مالدار ہیں ہم غریب آدمی ہیں، ہمارا اور انکا جوڑ نہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ خود پیغام دے رہی ہیں، تو پھر کیا مضائقہ ہے، آخر رؤساء قریش کی ایک مجلس منعقد ہوئی اس میں یہ مسئلہ رکھا گیا، اہل مجلس میں سے کسی نے کہا: **ھَذَا فحلٌ لاَیُضْرَبُ عَلٰی اَنْفِہٖ**[4] یعنی یہ

---

[1] **سورۃ الانعام** آیت: ۷۶، **ترجمہ**:- میں غروب ہوجانے والوں سے محبت نہیں کرتا (بیان القرآن)

[2] **سورۃ الانعام** آیت: ۷۷، **ترجمہ**:- اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا رہے تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہوجاؤں۔ (بیان القرآن)

[3] **سورۃ الانعام** ص ۷۸، **ترجمہ**:- بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں (بیان القرآن)

[4] انسانوں کی طرح اونٹوں میں بھی خاندان ہوتے ہیں، اہل عرب نیچے خاندان کے اونٹ کو اونچے خاندان کی اونٹنی سے جفتی نہ کرنے دیتے تھے، اگر کوئی اونٹ ایسا کرتا تو اس کی ناک پر تھپڑ مار کر اتار دیتے اور جفتی سے روک دیتے تاکہ مخلوط بچہ پیدا نہ ہو، اور اگر اونچے خاندان کا اونٹ ہوتا، اور اونٹنی جیسا شریف ہوتا تو اس کی جفتی نہ روکتے اور کہتے ''**ھذا فحل لایضرب علی انفه**'' یہ فقرہ وہیں سے چلا ہے، از حضرت اقدس سرہٗ۔

ایسا نر ہے جس کی ناک پر نہیں مارا جا سکتا ہے، اشارہ تھا اس طرف کہ اس نکاح کو رد نہ کیا جائے بالآخر نکاح ہو گیا اور یہی مجلس گواہ رہی [۱]

ایک خطبہ سے متعدد نکاح

عرض:-ایک خطبہ سے متعدد نکاح درست ہیں؟

ارشاد:-ایک خطبہ سے متعدد نکاح پڑھا سکتے ہیں [۲]۔

ساس کے بدن پر ہاتھ پڑ گیا

ارشاد:-اگر ساس کے کھلے بدن پر ہاتھ پڑ گیا اور اس وقت شہوت ہوئی یا پہلے سے شہوت تھی اب زیادہ ہوگئی یعنی استلذاذی کیفیت پیدا ہوئی، (اور دوسری شرطیں بھی پائی گئیں) تو اس سے بیوی حرام ہو جائیگی، اور اگر شہوت نہ ہو یا ایسا حائل کپڑا وغیرہ اس کے بدن پر ہو جو ایک دوسرے کی گرمی محسوس نہ ہونے دیتا ہو (یا ان کے علاوہ کوئی شرط مفقود ہو) تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی، **كذا يفهم من الفتاوىٰ الهندية [۳] ص ۲۷۴/ ۱**،

---

[۱] پورا واقعہ اور مذکورہ مقولہ الروض الانف مع السيرة النبوية ص ۲۱۳/ ۱، میں مذکور ہے۔ وله فی خديجة بنت خويلد رغبة ولها فيه مثل ذلك فقال عمرو، هو الفحل الذى لا يقدع انفه فانكحها منه، الروض الانف ص ۲۱۳/ ۱، فصل فى تزويجة عليه السلام خديجة رضى الله عنه، خطبة النكاح،

[۲] اس لئے کہ فقہانے ہر نکاح کے لئے مستقل خطبہ لازم قرار نہیں دیا ہے، فتاوى دار العلوم ص ۱۴۸/ ۷، مسائل متعلقات نكاح، مطبوعه نشر و اشاعت دار العلوم ديوبند،

[۳] القسم الثانى المحرمات بالصهرية وهى اربع فرق الاولىٰ امهات الزوجات (الى قوله) وكما ثبت هذه الحرمة بالوطء تثبت بالمس ...... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کتنی مدت تک شوہر باہر رہ سکتا ہے

عرض:-شوہر کو کتنی مدت تک باہر (عورت سے علیحدہ) رہنا درست ہے،

ارشاد:- چار ماہ تک اس لئے حضرت عمرؓ نے اپنی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہؓ سے معلوم کیا تھا عورت بغیر شوہر کے کب تک رہ سکتی ہے؟ انہوں نے بتلایا تین چار ماہ تک اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے فوجیوں کو چار ماہ سے زائد باہر رہنے سے منع فرمادیا تھا۔[1] (مصنف عبدالرزاق ص۱۵۱/ ۷)

دارالحرب میں وطی

ارشاد:- امام محمدؒ نے مبسوط میں لکھا ہے، کہ مسلمان کو دارالحرب میں وطی کرنا مکروہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ......ثم المس انما یوجب حرمة المصاهر اذا لم یکن بینهما ثوب اما اذا کان بینها ثوب فان کان صفیقا لایجد الماس حرارة الممسوس لاتثبت حرمة المصاهرة ...... والشهوة تعتبر عند المس والنظر وحد الشهوة فی الرجل ان تنتشر آلته او تزداد انتشارا ان کانت منتشرا (هندیة کوئٹه ص۲۷۴/۱، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، مجمع الانهر ص ۴۸۱/۱، باب المحرمات، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی زکریا ص۱۰۷/۴، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ثم دخل (عمرؓ) علی حفصة فقال انی سائلک عن امر قد اهمنی فافرجیه عنی کم تشتاق المرأة الی زوجها؟ فخفضت رأسها فاستحییت فقال فان الله لا یستحی من الحق فاشارت ثلاثه اشهر والا فاربعة فکتب عمرؓ الا تحبس الجیوش فوق اربعة اشهر (مصنف عبد الرزاق ص ۱۵۱/۷، باب حق المرأة علی زوجها وفی کم تشتاق، مطبوعه مجلس علمی گجرات، شامی زکریا ص ۳۸۰/۴، کتاب النکاح، باب القسم)

ہے کیوں کہ اس سے نطفہ قرار پا جائے گا تو اس میں دار الحرب کے اثرات آئیں گے[1]۔

وقوع طلاق کے لئے اضافت الی المرأۃ

ارشاد:- وقوع طلاق کے لئے فقہاء نے جس اضافت الی المرأۃ کو شرط قرار دیا ہے، اس سے مراد اضافت معنویہ ہے خواہ نام سے ہو خواہ ضمیر سے خواہ دلالت حال سے مثلاً والدین سے بیوی کے بارے میں جھگڑا ہوا، والدین نے کہا تیری بیوی نے ہمیں پریشان کر دیا اس کو طلاق دیدے اس پر شوہر نے کہا طلاق، طلاق، طلاق، تو تینوں واقع ہو گئیں، اگر وہ کہے کہ میری نیت بیوی کو طلاق دینے کی نہیں تھی، تو اس کا قول معتبر نہ ہوگا، اور اگر اس طرح کا کوئی قرینہ نہ ہو اور شوہر صرف لفظ طلاق بولے تو اس سے معلوم کیا جائے اگر بیوی کو طلاق دینے کی نیت نہیں کی ویسے ہی طلاق بول دیا تو طلاق واقع نہ ہوگی، اور اس کا قول معتبر ہوگا[2]۔

---

[1] يجوز للمسلم ان يتزوج كتابية فى دار الحرب ولكنه يكره لانه اذا تزوجها ثمة ربما يختار المقام فيهم (الى قوله) فربما تحبل منه فتسبى فيصير مافى بطنها رقيقا وان كان مسلما واذا ولدت تخلق الولد باخلاق الكفار وفيه بعض الفتنة فيكره لهذا (مبسوط سرخسى ص٥٠/٥، باب نكاح اهل الحرب، مطبوعه دار المعرفة بيروت)

[2] لاتخرجى الا باذنى فانى حلفت بالطلاق فخرجت لم يقع لتركه الاضافة اليها (لتركه الاضافة) اى المعنوية فانها الشرط والخطاب من الاضافة المعنوية وكذا الاشارة (الى ان قال) واما انت اطلق من فلانة ففى النهر عن الوالجية انه كناية قال: فان كان جوابا لقولها ان فلان طلق امرأته وقع ولايدين كما فى الخلاصة، لان دلالة الحال قائمة مقام النية حتى لو لم تكن قائمة لم يقع الا بالنية (درمختار مع الشامى زكريا ص٤٥٨، ٤٥٩، ج:٤، كتاب الطلاق، باب الصريح، بدائع زكريا ص٢٦٣، ج٣، كتاب الطلاق، فصل النية فى طلاق الكناية، تاتارخانيه كراچى ص٢٧٨، ج٣، كتاب الطلاق، ايقاع الطلاق بطريق الاضمار وترك الاضافة،

طلاق میں شک ہوگیا

ارشاد :- نفس طلاق میں شبہ پیدا ہوگیا کہ طلاق دی یا نہیں تو طلاق واقع نہ ہوگی (الاشباہ والنظائر ص[1] ۶۱) میں ہے: شَکَّ هَلْ طُلِّقَ اَمْ لاَ لَمْ یَقَعُ وجہ اس کی یہ ہے کہ بذریعہ نکاح جو حلت ثابت ہوئی ہے وہ قطعی ہے، نص قطعی سے ثابت ہوئی ہے، اس کا ازالہ قطعی چیز ہی سے ہوسکتا ہے، صورت مذکورہ میں طلاق قطعی نہیں مشکوک ہے (الاشباہ والنظائر ص[2] ۵۶) میں ہے: "اَلْیَقِیْنُ لاَ یَزُوْلُ بِالشَّکِّ"

[1] الاشباہ والنظائر ص۱۰۸، تحت القاعدة الثالثة، مطبوعه دارالعلوم دیوبند،

[2] الاشباہ والنظائر ص۱۰۰، القاعدة الثالثة، مطبوعه دارالعلوم دیوبند،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿کتاب الحظر والاباحۃ﴾

باب اول

﴿جنات،تعویذات اور عملیات﴾

جنات میں پیغمبر

سوال:- کیا جنات میں پیغمبر ہوئے ہیں؟

جواب:- جنات میں پیغمبر نہیں ہوئے جمہور علماء اسی کے قائل ہیں، البتہ مجموعہ جن وانس میں پیغمبر ہوئے ہیں، جو صرف بشر میں سے پیغمبر ہونے کی صورت میں بھی صادق ہے، حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد یٰـمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَأْتِکُمْ رُسُلٌ مِنکُمْ الخ[1] سے جو بظاہر جنات میں پیغمبر ہونا مفہوم ہوتا ہے، اس کی ایک تفسیر یہی کی گئی ہے، کہ مجموعی جن وانس سے پیغمبر کا آنا مراد ہے ہر ایک سے پیغمبر کا آنا مراد نہیں مِنکُمْ میں خطاب کل

[1] سورۂ انعام آیت:۱۳۰، اے جماعت جنات اور انسانوں کی کیا تمہارے پاس تم ہی میں کے پیغمبر نہیں آئے تھے (بیان القرآن)

واحد کو نہیں بلکہ مجموعہ کو ہے، **کذا فی بیان القرآن**[۱] **ص ۱۲۹/۳**، دوسری تفسیر کل واحد کو خطاب ماننے کی تقدیر پر یہ کی گئی ہے کہ رسل سے مراد عام ہے، خواہ پیغمبر ہوں خواہ انکے نائب، جنات میں رسل سے مراد نائبین پیغمبر (جیسا کہ حضور ﷺ سے بعض جنات کا وحی الٰہی کو سنکر اپنی قوم تک پہونچانا کلام پاک میں سورۂ احقاف[۲] کے آخری رکوع میں مذکور ہے مگر بعض حضرات ابن حزم وغیرہ جنات میں بھی نبی ہونے کے قائل ہیں، (**الاشباہ**[۳] **والنظائر ص ۳۳۰، مطبوعہ بیروت**) یعنی پیغمبروں سے اپنی قوم کو پہچانے والے مراد ہیں۔ (**کذا فی الاشباہ ص ۳۴۰**)

کیا جنات نعماء جنت سے مستفید ہوں گے

ارشاد:- کہ جنات کا کفر وشرک وغیرہ معاصی کی بناء پر جہنم میں جانا تو صراحۃً ثابت ہے، حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: **"يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِنْ نَّارٍ وَنُحَاسٌ فَلاَ تَنْتَصِرَان"**[۴] تم دونوں (جن وانس) پر آگ کا شعلہ چھوڑا جائیگا پھر تم ہٹا نہ سکو گے، نیز ارشاد ہے **"لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْن"**[۵] میں جہنم کو جن وانس دونوں سے بھر دونگا لیکن اعمال صالحہ پر ان کا نعماء جنت سے مستفید ہونا صراحۃً مذکور نہیں اسی لئے امام ابوحنیفہؒ توقف فرماتے ہیں، (الاشباہ[۶] والنظائر ص ۲۲۶، میں ہے) **لا خلاف فی انهم**

---

[۱] بیان القرآن ص ۱۲۹/۳، سورۂ انعام، مطبوعہ نعمانیہ دیوبند،

[۲] سورۂ احقاف آیت: ۲۹، تا ۳۱،

[۳] وذهب الضحاک وابن حزم علی انه کان منهم نبی تمسکا بحدیث الخ، الاشباہ والنظائر ص ۱۸۱، الفن الثانی، احکام الجان،

[۴] سورۂ رحمٰن آیت: ۳۵،

[۵] سورۂ ہود آیت: ۱۱۹،

[۶] الاشباہ والنظائر ص ۱۷۹، الفن الثانی، احکام الجان، مطبوعہ اشاعة الاسلام دهلی،

مکلفون مؤمنهم فی الجنة وکافرهم فی النار وانما اختلفوا فی ثواب الطائعین ففی البزازیة معزیا الی الاجناس عن الامام لیس للجن ثواب وفی التفاسیر توقف الامام فی ثواب الجن.

جنات کا اثر انسانوں پر

سوال:-بعض لوگ الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں، کہا جاتا ہے، اس پر جن کا اثر ہوا ہے، یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب:-ایسا ہوتا ہوگا اس میں کیا اشکال ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی موت زیادہ تر طعن اور طاعون سے ہوگی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضرت طعن تو ہم جانتے ہیں نیزہ بازی تلوار سے لڑنا، یہ طاعون کیا چیز ہے؟ فرمایا **وخز اعدائکم من الجن** جو جنات تمہارے دشمن ہیں ان کا چوکا، وہ چوکا مارتے ہیں جس کو پلیگ کہتے ہیں[۱]، آپ کے یہاں گلے میں گلٹی نکلتی ہے، بغل میں نکلتی ہے، ران میں نکلتی ہے، یہ بھی جنات کے اثر سے ہوتا ہے، دماغ بھی خراب کرسکتا ہے، یہ سب قدرت حق تعالیٰ نے ان کو دی ہے ہمارے ایک دوست کہا کرتے تھے کہ کیا جن بھی انسان کو ستا سکتا ہے؟

(جبکہ انسان اشرف المخلوقات ہے) میں نے کہا اس کے چہرے پر ایک بھڑ کاٹ لے پھر دیکھئے اس اشرف المخلوقات کا حلیہ کیسا بنتا ہے اس کی صورت کیسی بن جاتی ہے۔

---

[۱] عن ابی موسی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فناء امتی بالطعن والطاعون فقیل یا رسول الله هذا الطعن قد عرفناه فما الطاعون قال وخزا عدائکم من الجن وفی کل شهداء، مسند احمد ص ۴/۳۹۵، مطبوعه دارالفکر بیروت، ان الشیاطین لهم تصرف فی بنی آدم الخ، شرح فقه اکبر ص ۱۶۲، مطبوعه رحیمیه دیوبند،

تعویذ کا حکم

سوال:-تعویذ گنڈے کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:-قرآن وحدیث سے ماخوذ علم کے مطابق تعویذ کرنا درست ہے، خواہ وہ علم کے پڑھنے سے حاصل ہو یا جن کے بتانے سے حاصل ہوا ہو، **کذا فی الهندية**[1] ص ۵/۳۵۶،

سحر، ٹونا، ٹوٹکا

عرض:-حضرت سحر کیا چیز ہے؟

ارشاد:-اس کا تعلق مباشرت اسباب سے ہے، اس کا تعلق مقبولیت سے نہیں، بلکہ وہ تو خارقِ عادت بھی نہیں، وہ تو بعض اسباب خفیہ پر محنت کر کے کام کرنا ہے[2]، اس کو جو شخص بھی اختیار کرے گا، اس سے صدور ہو جائے گا۔ امداد الفتاویٰ کی چھٹی جلد میں ہے کہ حضرت تھانویؒ نے حضرت سہارنپوریؒ سے سوال کیا کہ نبی اور متنبّی میں کیا فرق ہے؟ جو چیز متنبّی کرتا ہے، وہ دعوئ نبوت کے ساتھ کرتا ہے، اس کا ثبوت کیا ہے، کہ دعوئ نبوت کی بنا پر اس سے خارق عادت ظاہر نہیں ہوگا۔

---

[1] واختلف فی الاسترقاء بالقرآن نحو ان يقرأ على المريض والملدوغ او يكتب فی ورق ويعلق او يكتب فی طست فيغسل ويسقى المريض فاباحه عطاء ومجاهد وابوقلابة الخ، عالمگیری ص:۳۵۶، ج:۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن فی التداوی الخ، مطبوعه الماجديه كوئٹه،

[2] اهل اللغة يذكرون ان اصله ای فی السحر اللغة لما لطف وخفی سببه احكام القرآن للجصاص ص ۱/۴۱، باب السحر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

حضرت سہارنپوریؒ نے جواب دیا ہے مَنْ شَاءَ فَلْيُرَاجِعْ[1]

عرض: -ٹونا ٹوٹکا کی کیا حقیقت ہے؟

ارشاد: -یہ بھی سحر کے بچے ہیں، فرق صرف نام کا ہے۔

سحر کے ذریعہ قتل کرنے والے پر قصاص ہے؟

عرض: -ساحر سحر کے ذریعہ کسی کو قتل کردے تو کیا اس پر قصاص ہے؟

ارشاد: -قصاص تو ایسے قتل کی وجہ سے لازم ہوتا ہے جس میں دھاردار آلہ تلوار وغیرہ کا استعمال کیا گیا ہو[2]، جس سے عامۃً آدمی مرجاتا ہے، اگر کوئی شخص کسی کو اس کے علاوہ کسی اور طریق سے قتل کررہا ہے، تو اس کے ذمہ قصاص نہیں، ہاں ساحر کو سیاسۃً قتل کیا جاسکتا ہے، قصاصاً نہیں کیوں کہ وہ فتنہ پھیلاتا ہے، اس کو بند کرنے کے لئے اس کو قتل کیا جاسکتا ہے۔

قبر کی مٹی مریض کو لگانا

ارشاد: -بزرگوں کی قبر سے مٹی اٹھا کر اس کو تبرکا بغرض شفاء مریض پر لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں، مگر پہلے صاحب قبر کے وارث سے مٹی اٹھانے کی اجازت لے لے، اس

---

[1] حضرت تھانویؒ کے الفاظ یہ ہیں، انبیاء کی نبوت کی دلیل معجزہ اس لئے نہیں ہوسکتا کہ مدعی نبوت کاذبا (متنبّی) سے صدورِ خوارق کے امتناع کی کوئی دلیل قطعی نہیں عقلی یا نقلی نہیں ہے، بلکہ نقلی تو اگر ہو کافی بھی نہیں کیوں کہ مسئلہ عقلیات سے ہے، جواب کے الفاظ یہ ہیں متنبّی یا مبطلِ نبوت سے صدور خوارق نہ عقلی ہے نہ عادی، امداد الفتاویٰ ص۱۶۱،۱۶۲/۶، اس جواب پر بھی حضرت تھانویؒ کا اشکال اور حضرت سہارنپوریؒ کی طرف سے اس کا جواب ص۲۶۴، اور ص۲۶۵، پر مذکور ہیں،

[2] وجوب القصاص على كل قاتل عمدا بحديدة الخ، احكام القرآن للجصاص ص۱۳۳، ج۱، باب القصاص، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

کے بعد فرمایا کہ مریض پر بغرض شفاء مٹی ملنا حدیث شریف سے ثابت ہے، عملیات کے تحت وہ حدیث مذکور ہے[1]۔

[1] عن عائشةؓ قالت کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول للانسان اذا اشتکی یقول بریقه ثم قال به فی التراب تربة ارضنا بریقة بعضنا یشفی سقیمنا باذن ربنا، ابو داؤد شریف ص ۵۴۳، ۵۴۴، ج ۲، کتاب الطب، باب کیف الرقی، مطبوعه سعد دیوبند،

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب دوم

﴿کھانے، پینے کے مسائل﴾

غسل ید وفم قبل طعام وبعد طعام

سوال:- کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ کہاں تک دھونا مسنون ہے۔

جواب:- دونوں ہاتھ رسغین (گٹوں) تک دھونا مسنون ہے، **کذا فی نفع المفتی**[۱] **والسائل ص۱۰۸**، مگر بعض لوگ صرف پوروں یا صرف ایک ہاتھ کے دھونے پر اکتفاء کر لیتے ہیں، اس سے سنت ادا نہیں ہوتی اور غسلِ فم (کلی کرنا) کھانے سے فراغت پر

---

[۱] فان السنة ان يغسل اليدين الى الرسغين الخ، نفع المفتي والسائل ص ۱۹۱، كتاب الحظر والاباحة مايتعلق بالاكل والشرب الخ، مطبوعه رحيميه ديوبند، شامي زكريا ص ۹/۴۹۰، كتاب الحظر والاباحة،

مسنون ہے کھانے سے پہلے مسنون نہیں۔فتاوی ہندیہ[1] ص ۳۳۷/۵،

دائیں ہاتھ کا سہارا دیکر بائیں ہاتھ سے پانی پینا

سوال:- کھانا کھاتے وقت بائیں ہاتھ سے پانی پیتے ہیں، اور داہنے ہاتھ کا سہارا دیتے ہیں، کیا اس سے تیامن کی سنت ادا ہو جائیگی؟

جواب:- جزئیہ تو نہیں دیکھا بظاہر معلوم ہوتا ہے، کہ سنت ادا نہیں ہوگی۔

بعد طعام تلوؤں سے ہاتھ صاف کرنا

ارشاد:- کھانا تناول کرنے کے بعد پیر کے تلوؤں سے ہاتھ صاف کرنا صحیح روایت سے ثابت ہے، (بخاری شریف ص[2] ۲/۸۲۰، پر ہے: لَمْ یَکُنْ لَنَا مَنَادِیْلُ اِلاَّ اَکُفُّنَا وَسَوَاعِدُنَا وَاَقْدَامُنَا[3] (حضرت قدس سرہ کو بعض احباب نے اس پر عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے)

ہسپتال کا گوشت

سوال:- یہاں کے ہسپتالوں میں جو گوشت ملتا ہے، اس کو ہسپتال والے (جو غیر مسلم ہوتے ہیں) شرعی ذبیحہ کہتے ہیں، کیا اس کا استعمال درست ہے؟

---

[1] سئل والدی عن غسل الفم عند الاکل هل هو سنة کغسل الید فقال لا، عالمگیری ص۳۳۷/۵، کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشر فی الکراهیة فی الاکل، مطبوعه کوئٹه، نفع المفتی والسائل ص ۱۹۱، کتاب الحظر والاباحة مایتعلق بالاکل، مطبوعه رحیمیه دیوبند، شامی زکریا ص ۹/۴۹۰، کتاب الحظر والاباحة،

[2] بخاری شریف ص ۲/۸۲۰، کتاب الاطعمة، باب المندیل، مطبوعه اشرفی دیوبند،

[3] ہمارے لئے ہمارے ہاتھ بازو قدموں کے علاوہ کوئی رومال وغیرہ نہیں ہوتے تھے۔

ارشاد:- ان کا کیا اعتبار اس گوشت کو نہ کھایا جائے ہاں اگر وہ یہ کہیں کہ یہ گوشت ہم نے مسلمانوں سے خریدا ہے اس لئے حلال ہے تو ان کا قول مقبول ہے، اس واسطے کہ پہلی صورت میں ان کا قول دیانات سے متعلق ہے اور دوسری صورت میں معاملات سے متعلق ہے، **واصلہ ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات، درمختار علی ھامش رد المحتار[1] ص ۵/۲۱۹، سکب الانھر علی ھامش مجمع الانھر ص ۲/۵۳۰،**

---

[1] درمختار علی الشامی زکریا ص۹/۴۹۷، کتاب الحظر والاباحۃ، سکب الانھر ص۴/۱۸۸، کتاب الکراھیۃ، فصل فی الکسب، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

سلام ومصافحہ

متوضی کوسلام

عرض:- وضو کرنے والے کو سلام کرنا کیسا ہے؟

ارشاد:- اگر وہ وضو کی دعاؤں میں مشغول ہے تو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے[1]، گو جواب دینا اس کے لئے مکروہ نہیں[2]، اور اگر وضو کی دعائیں نہیں پڑھ رہا ہے، تو اس کو سلام کرنا بلا کراہت درست ہے، **کذا یفهم من الشامی ص ۴۱۵/ ۱،**

[1] فیکره السلام علی مشتغل بذکر اللہ تعالیٰ بأی وجه کان (شامی زکریا ص ۳۷۴/ ۲، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب المواضع التی یکره فیها السلام (هندیة ص ۳۲۶/ ۵، کتاب الکراهیة، الباب السابع، مطبوعه کوئٹه، محیط برهانی ص ۸/۲۲، کتاب الکراهیة، الفصل الثامن السلام وتشمیت العاطس، مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل،

[2] رد السلام واجب الا علی من فی الصلاة او باکل شغلا او شرب او قراء ة او ادعیة او ذکرا وفی خطبة او تلبیة (شامی زکریا ص ۳۷۶/ ۲، باب مایفسد الصلوة، مطلب المواضع التی لایجب فیها رد السلام، هندیة ص ۳۲۶/ ۵، کتاب الکراهیة، الباب السابع، مطبوعه کوئٹه، محیط برهانی ص ۸/۲۲، کتاب الکراهیة، الفصل الثامن السلام وتشمیت العاطس، مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل گجرات)

اجنبیہ کے سلام کا جواب

عرض:-اجنبی عورت کے سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟

ارشاد:- اگر گڑبڑ (فتنہ میں مبتلا ہونے) کا اندیشہ نہ ہوتو مضائقہ نہیں، اور یہی حکم اجنبیہ کوسلام کرنے کا ہے، کہ فتنہ کا خوف نہ ہوتو درست ہے ورنہ نہیں[1]۔(شامی ص ۶۱۵/ ۱)

مصافحہ کے بعد اپنا ہاتھ چومنا

ارشاد:- بعضے آدمی مصافحہ کرنے کے بعد اپنے ہاتھ کو چومتے ہیں، شاید اس لئے چومتے ہیں کہ حجراسود سے مل کر آرہا ہے، درمختار میں تو لکھا ہے، کہ یہ مکروہ ہے،"وكذا مايفعله الجهال وتقبيل يدنفسه اذا لقى غيره، فهو مكروه فلا رخصة فيه" (درمختار علی ردالمحتار ص[2] ۲۴۵/ ۵)

مصافحہ تتمہ سلام ہے

بعض طلبہ نے سلام کئے بغیر صرف مصافحہ کیا تو خود ان کوسلام کیا اور ارشادفرمایا کہ سلام

---

[1] سلامک مکروه على من ستسمع (الى قوله) كذا الاجنبيات الفتيات امنع رد السلام واجب الا على من فى الصلاة او باكل شغلا (الى قوله) او سلم الطفل او السكران او شابة يخشى بها افتتان، (الدر مع الشامى زكريا مختصرا ص۳۷۳، تا ۲/۳۷۶، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، مطلب المواضع التى يكره فيها السلام، هندية كوئٹه ص ۵/۳۲۶، كتاب الكراهية، الباب السابع، محيط برهانى ص۴/۲۳، كتاب الكراهية، الفصل الثامن السلام وتشميت العاطس، مجلس علمى ڈابھیل گجرات،

[2] شامى زكريا ص ۹/۵۵۰، كتاب الحظر والاباحة، قبيل فصل فى البيع،

اصل ہے، مصافحہ اس کا تتمہ ہے اول سلام کرنا چاہئے بعد میں مصافحہ (احیاء العلوم ص[1] ۱/۲۰۴) میں روایت ہے: تمام تحیاتکم المصافحة. مشکوة شریف ص[2] ۲/۴۰۲، میں بھی ہے۔

---

[1] احیاء العلوم ص ۱۸۰/ ۲، کتاب آداب الالفة والاخوة الخ، الباب الثالث فی حق المسلم الخ، حقوق المسلم، مطبوعه عثمانیه مصر،

[2] مشکوة شریف عن ابی امامة ص ۴۰۲، باب المصافحة، مطبوعه یاسرندیم دیوبند،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چھارم

﴿مسائل شتیٰ﴾

غیبت کے اقسام

ارشاد:- علامہ ابن عابدین[۱] شامیؒ نے لکھا ہے کہ غیبت کی مختلف اقسام ہیں مثلاً کسی کی تعریف سن کر طنزاً یہ کہے کہ جی ہاں، میں اس کو جانتا ہوں، وہ کیسا ہے، یہ بھی غیبت ہے، کسی کی برائی لکھے یہ بھی غیبت ہے، کسی کا عیب زبان سے بیان کرے یہ بھی غیبت ہے، اور اشارہ سے کسی کا عیب بیان کرے یہ بھی غیبت ہے، نیز یہ بھی لکھا ہے کہ غیبت کی سخت ترین صورت یہ ہے کہ غیبت کرنے پر جب کوئی منع کرے تو کہے کہ میں غیبت کب کررہا ہوں، میں تو واقعہ بیان کررہا ہوں، سچ سچ کہہ رہا ہوں، اس لئے کہ جو بات سچی ہو اور بری لگتی ہو وہی غیبت ہے،

[۱] شامی زکریا ص۹/۵۸۷، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع،

پس وہ اپنے اس جواب سے اس کو جائز قرار دے رہا ہے حالانکہ اس کی ممانعت نص قطعی سے ثابت ہے، ارشاد خداوندی ہے: ''وَلاَیَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضاً''[1] (تم میں سے ایک ایک کی غیبت نہ کرے) گویا اس کا قول نص قطعی کی تردید کو مستلزم ہے (اور نص قطعی کی تردید کا اشد ہونا ظاہر ہے)

حقیقت خُلق

ارشاد:- لوگوں نے ''خُلق'' چکنی چپڑی اور ہنس ہنس کر بات کرنے کا نام رکھ لیا ہے، خواہ دلوں میں بغض ہی کیوں نہ ہو، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا قول ''الکوکب الدری''[2] میں نقل کیا گیا ہے، کہ خلق مخلوق کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنے کو کہتے ہیں، جس سے خالق بھی راضی ہو، چکنی چپڑی بات کرنے سے جب کہ دلوں میں بغض ہو خالق کہاں راضی ہوتا ہے، اور مخلوق کو بغض قلبی کا علم ہو جائے، تو وہ بھی کہاں راضی ہے۔

گھڑی کس ہاتھ میں باندھی جائے

سوال:- گھڑی کونسے ہاتھ میں باندھی جائے؟

جواب:- اگر کوئی پوچھتا ہے کہ گھڑی کونسے ہاتھ میں باندھنا سنت ہے، تو کہہ دیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

سوال:- بعض حضرات مولانا یوسف کاندھلویؒ کا جملہ نقل کرتے ہیں کہ بائیں ہاتھ میں باندھنا نصاریٰ کا طریقہ ہے کیا یہ صحیح ہے؟

---

[1] سورۂ حجرات آیت: ۱۲،

[2] الخلق الحسن معاملتک بالخلق علی مایرضی به الخالق وهذا اصح معانیه الخ، الکوکب الدری ص ۲/۲۴، ابواب البر والصلة، خالق الناس بخلق حسن، مطبوعه یحیوی سهارنپور،

جواب:-ہمیں اس کی بھی خبر نہیں۔

سوال:-دائیں اور بائیں کی سنت زینت کی بنیاد پر ہے، یا ضرورت کی بنیاد پر؟

جواب:-بعض چیزیں سنن زوائد میں سے ہیں، جس سنت کے اختیار کرنے میں عبادت کی شان نہیں بلکہ عادت کی شان ہے، وہ سنن زوائد میں سے ہے، اس پر عمل کرنے میں ثواب ہے، اور ترک پر کوئی ملامت نہیں۔ یہ بحث نور الانوار میں ہے[1]۔

ہاتھ پیر کے ناخن تراشنے کی کیفیت میں فرق

سوال:-ہاتھ پاؤں کے ناخن کاٹنے کی ترتیب میں فرق کیوں ہے؟

جواب:- ہاتھ اور پاؤں میں بھی تو فرق ہے، باقی دلیل نقلی سے اس ترتیب کا ثبوت مشکل ہے، ہاں مشائخ کا معمول چلا آرہا ہے اسلئے مستحسن[2] ہے کہ تعامل وتوارث بھی شرعاً حجت ہے۔

---

[1] والثانی الزوائد وتارکھا لایستوجب اساء ۃ کسیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی لباسہ وقعودہ وقیامہ فان ھؤلاء کلھا لا تصدر منہ علی وجہ العبادۃ وقصد القربۃ بل علی سبیل العبادۃ، (نور الانوار ص ۱۷۱، مبحث الاحکام المشروعۃ، مبحث الفریضۃ والواجب، والسنۃ، مطبوعہ یاسرندیم دیوبند)

[2] طریقہ یہ کہ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرے اس کے بعد اس کے برابر والی درمیانی انگلی کا ناخن لے اس کے بعد اس کے برابر والی پھر اس کے بعد اس کے برابر والی، پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیاں سے شروع کر کے اس کے انگوٹھے تک پہونچے اس کے بعد دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن تراشے اور پاؤں میں دائیں پیر کی چھنگلیاں سے شروع کرکے اس کے انگوٹھے تک پہنچے اس کے بعد بائیں پیر کے انگوٹھے سے شروع کرکے اس کی چھنگلیاں پر ختم کردے، (شامی زکریا ص ۹/۵۸۲، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع)

ایک مشت سے زائد داڑھی میں افضل کیا ہے؟

سوال:- حضرت داڑھی میں افضل کیا ہے؟ ایک مشت سے زیادہ لینا یا چھوڑ دینا؟

جواب:- دونوں قول ہیں، ایک قول ایک مشت سے زیادہ کو کٹا دینا مسنون ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مسنون نہیں، **وهو سنة كما في المبتغیٰ، وفي المجتبى والينابيع وغيرهما لا بأس باخذ اطراف اللحية اذا طالت، ردالمحتار**[1] **ص ۱۱۳/۲،**

سوال:- ہمارے اکابر کا معمول کیا تھا؟

جواب:- تھوڑی سی بڑھ جاتی تو کچھ مضائقہ نہ سمجھتے تھے، زیادہ نہیں بڑھنے دیتے تھے۔

پتلی کی پیوند کاری اور حضرت کی ایک ڈاکٹر سے گفتگو

سوال:- آنکھ کی پتلی کی پیوند کاری جائز ہے یا ناجائز؟

جواب:- جو کچھ نظر آتا ہے وہ آنکھ کی پتلی سے تھوڑا ہی نظر آتا ہے، بلکہ پتلی میں ایک مادہ ہے سیال وہ مادۂ سیال دیکھتا ہے، اس سے نظر آتا ہے، یہاں (افریقہ میں) ایک مجلس میں مجھے مدعو کیا گیا کہ آپ سے تقریر نہیں کرانی بلکہ کچھ سوالات کرنے ہیں ان کے جوابات چاہئیں؟

اس میں اسی صاحب نے پتلی کی پیوند کاری سے متعلق سوال کیا، میں نے کہا ناجائز ہے[2]،

---

[1] شامی زکریا ص ۳/۳۹۶، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسده،

[2] الانتفاع باجزاء الآدمی لم یجز قیل للنجاسة وقیل للکرامة وهو الصحیح الخ، عالمگیری کوئٹہ ص ۵/۳۵۴، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات الخ،

اس پر انہوں نے کہا ایک شخص مر رہا ہے، آخری وقت ہے اس کا وہ اپنی آنکھ کسی کو دیدیتا ہے، تو اس میں حرج کیا ہے؟ میں نے کہا آنکھیں اس کی ملکیت میں نہیں، امانت ہیں اس لئے وہ ان کو خداوند تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کے ماتحت استعمال کرنا چاہئے تو درست ہے اور جب وہ استعمال کے قابل نہ رہیں تو کسی کو دینا درست نہیں ہے، انہوں نے پھر کہا کہ اس میں حرج کیا ہے؟ دوسروں کا فائدہ ہے میں نے کہا اپنی چیز دوسروں کو دے سکتے ہو؟ لیکن جو چیز آپ کے پاس مالک الملک کی امانت ہے اس کو تو تم نہیں دے سکتے کچھ دیر تک اس پر جرح کی اور لوگ بھی کہنے لگے خلقِ خدا کے ساتھ خیر خواہی ہے اچھا ہے کہ کسی کے کام آ جائے میں نے کہا کہ یہ بات حلق سے نیچے نہیں اترتی، اس پر انہوں نے غصہ سے بھرے ہوئے لہجہ میں کہا آپ کو کسی کی نیت پر حملہ کرنے کا کیا حق ہے میں نے کہا صحیح ہے مجھے کسی کی نیت پر حملہ کرنے کا حق نہیں البتہ حالات اور واقعات دیکھ کر ان سے نتیجہ نکالنے کا مجھے بھی حق ہے، آپ کو بھی حق ہے کہنے لگے وہ کیا حالات ہیں، میں نے کہا دل قبول نہیں کرتا کہ آپ کو خلقِ خدا کے ساتھ خیر خواہی مقصود ہے اس لئے کہ آپ ڈاکٹر ہیں، ایک کمزور غریب آدمی آپ کے زیر علاج ہے آپ کو کبھی توفیق نہیں ہوتی کہ اس کو دوا مفت دیدیں فیس تک معاف کرنے کو تیار نہیں، وہ پیدل چل کر آپ کے یہاں آتا ہے، آپ کو توفیق نہیں ملتی کہ آپ اس کو اپنی گاڑی سے اس کے مکان تک پہونچا دیں، آپ کریں گے خلق خدا کے ساتھ خیر خواہی؟ آپ کے پاس دو بلڈنگ ہیں ہر بلڈنگ میں آٹھ کمرے ہیں آپ کا گذارا دو کمروں سے ہوسکتا ہے چودہ کمرے آپ کے پاس زائد ہیں، کتنے غریب ایسے ہیں کہ جن کو رات میں سونے کی جگہ نہیں ملتی سڑک پر پڑے رہتے ہیں، آپ کو توفیق نہیں ملتی کہ چودہ کمرے ان غریبوں کو دیدیں، آپ کے پاس چالیس جوڑے کپڑے ہیں دو جوڑوں سے آپ کا گذارا ہوسکتا ہے، مگر آپ کو توفیق نہیں ملتی کہ اڑتیس جوڑے غریبوں کو دیدیں، آپ کریں گے خلق خدا کے ساتھ خیر خواہی آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

صاف صاف بتایئے کیا یہ خلق خدا کے ساتھ خیر خواہی نہیں صرف آنکھ دوسرے کو دیدیں یہی خیر خواہی ہے، ساری زندگی آپ کی بھری ہوئی ہے، خلق خدا کے ساتھ خیر خواہی کرنے سے اس پر ان کے دوستوں نے کہا کہ آج ڈاکٹر صاحب کے دماغی کینسر میں آپریشن ہوگیا۔

جانور کی شرمگاہ میں ہاتھ یا دم دیکر یا انجکشن لگا کر دودھ نکالنا

عرض:- لوگ بھینس کی دم کو اس کی شرمگاہ میں داخل کر کے دودھ نکالتے ہیں کہ بغیر اس کے وہ دودھ نہیں دیتی۔

ارشاد:- ایسا کرنا درست ہے، اور دودھ کا استعمال بھی بلا کراہت صحیح ہے پھر فرمایا کہ پہلے تو لوگ اس کی شرمگاہ میں ہاتھ داخل کر کے دودھ نکالا کرتے تھے، وہ بھی بضرورت درست ہے۔

امداد[1] الفتاوی ص ۱۴۱/۲، میں اس کی تصریح ہے انجکشن لگا کر دودھ نکالنے کا جواز بھی اسی سے ظاہر ہے اس واسطے کہ یہ تو ہر دو مذکور طریق سے اہون ہے۔

حرامی بچہ کے کان میں بھی اذان کہی جائے

سوال:- ولدالزنا (حرامی بچہ) کے کان میں اذان کہنی چاہئے، یا نہیں؟

جواب:- کیوں نہیں اس کا کیا قصور ہے، حدیث میں[2] ہے، **اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَر،**

---

[1] امداد الفتاویٰ ص ۴/۲۶۲، کتاب الحظر والاباحة، حقوق حیوانات ومتعلقات آں، مطبوعه زکریا دیوبند،

کما یستفاد وکره کل تعذیب بلا فائدة الخ، درمختار علی الشامی زکریا ص۹/۴۲۷، کتاب الذبائح، بحر کوئٹه ص ۸/۱۷۰، مطبوعه ماجدیه کوئٹه،

[2] نسائی شریف ص ۲/۹۴، کتاب الطلاق، باب الحاق الولد بالفراش الخ، مطبوعه فیصل دیوبند،

خط پر قطمیر کیوں لکھتے ہیں؟

عرض:- خط پر اَلْقِطْمِیْر لکھتے ہیں اس کی کیا اصل ہے؟

ارشاد:- یہ ایک تفاؤل ہے حفاظت کے لئے کہ خط محفوظ طریقے سے پہونچ جائے، (مکتوب الیہ کے پاس) قطمیر اصحاب کہف کے کتے کا نام تھا جیسے کتا غار پر بیٹھا ہوا تھا، کہ کوئی اندر نہ آسکے[1] اسی طریقہ پر قطمیر لکھدیا کہ کوئی غیر آدمی اس خط کو نہ دیکھ سکے، نہ پڑھ سکے لہذا اس میں کیا اشکال ہے۔

جس چیز کا مالک نہ ہو اس کی نذر

سوال:- ایک عورت نے اس طرح نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے تو اپنے شوہر کی ایک ماہ کی تنخواہ فلاں مسجد میں دونگی تو کیا یہ نذر صحیح اور مسجد معین ہوجائے گی؟

ارشاد:- مہمل کہیں کی یوں کیوں نہیں نذر مانتی کہ میرا فلاں کام ہوجائے تو اپنا زیور خیرات کردوں گی جس طرح اس نے نذر کی ہے اس طرح نذر صحیح نہیں، اس لئے کہ شوہر کی تنخواہ کی وہ مالک نہیں اور حدیث میں ہے، لَا نَذَرَ فِیْمَا لَا یَمْلِکُ اِبْنُ آدَمَ[2]، جس چیز کا ابن آدم مالک نہ ہو اس میں نذر نہیں پھر فرمایا کہ اگر نذر صحیح میں مسجد کی تعیین کرلی گئی تو وہ متعین

---

[1] ربض کلبهم علی الباب کما جرت به عادة الکلاب قال ابن جریج یحرس علیهم الباب وهذا من سجیته وطبیعته حیث یربض ببابهم کأنه یحرسهم وکان جلوسه خارج البیت الی قوله واسم کلب اصحاب الکهف قطمیر، تفسیر ابن کثیر ص۱۲۵/۳، سورة الکهف، تحت آیت:۱۸، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه،

[2] نسائی شریف ص۱۲۶/۲، کتاب الایمان، باب الیمین فیما لایملک، مطبوعه رشیدیه دیوبند، مشکوة شریف ص۲۹۸، باب فی النذور، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

نہیں ہوئی اختیار ہے اس مسجد میں دیدے یا کسی اور مسجد میں دیدے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے معین درہم کے بارے میں نذر کی کہ یہ حرم شریف کے مساکین پر صدقہ ہے تو اس سے نہ وہ درہم معین ہوا اور نہ مساکین حرم معین ہوئے، بلکہ اختیار ہے دوسرا درہم دوسری جگہ کے مساکین پر صدقہ کردے، **لو عین درهما او فقيرا او مكانا للتصدق او للصلوة فان التعيين ليس بلازم، بحر الرائق[1] ص ۲۹۶/۴.**

عہدہ کے طلب گار کو عہدہ نہ دیا جائے گا

ارشاد:- جو شخص عہدہ طلب کریگا اس کو عہدہ نہ دیا جائیگا، قول فقہاء ہے: "**طَالِبُ التَّوْلِيَةِ لاَ يُوَلّٰى**" (درمختار ص[2] ۳/۴۱۰) ارشاد نبوی ہے: **مَنْ اِسْتَعْمَلَنَا لَمْ نُعَامِلْهُ، نسائی ص[3] ۲/۳۰۳**، بلفظ آخر۔

حکم ووٹ

سوال:- ووٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے۔

ارشاد:- امارت کے لئے شرح فقہ اکبر میں[4] ملا علی قاریؒ نے تین طریق تحریر کئے ہیں

---

[1] البحر الرائق ص ۲۹۶/۴، كتاب الايمان، مطبوعه ماجديه كوئٹه،

[2] درمختار على الشامى نعمانيه ص ۳/۴۱۰، كتاب الوقف، مطلب طالب التولية لايولى،

[3] فى حديث ابى موسىٰ انا لانستعين فى عملنا بمن سألناه الحديث، نسائى شريف ص: ۲۵۸، ج: ۲، كتاب ادب القضاة، باب ترك استعمال من يحرص على القضاء، مطبوعه فيصل ديوبند،

[4] ثم الامامة تثبت عند اهل السنة والجماعة اما باختيار اهل الحل والعقد من العلماء واصحاب العدل والرأى كما ثبت امامة ابى بكرؓ واما بتنصيص الامام وتعيينه الخ، شرح فقه اكبر ص ۱۷۹، مسئله نصب الامام، مطبوعه مجتبائى دهلى.

اول یہ کہ خلیفۂ سابق نامزد کر جائے جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو نامزد کیا تھا، دوم یہ کہ اربابِ حل وعقد اپنی صوابدید کے مطابق کسی کو تجویز کرلیں جیسے حضرت عمرؓ نے ۶/ اشخاص کو جو اربابِ حل وعقد تھے معاملہ سپرد کر دیا تھا، سوم یہ کہ اپنی قوت قاہرہ سے غالب آ جائے (نبراس شرح شرح العقائد[1]) جیسے یزید اسی لئے حضرت ابن عمرؓ نے ارشاد فرمایا تھا کہ یزید اچھا آدمی نہیں، مگر جب وہ اپنی قوتِ قاہرہ سے غالب آ گیا تو امیر ہو گیا اور اس کی اطاعت واجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ ووٹ کو شرعی حیثیت حاصل نہیں اور نہ ہی اس سے کوئی شرعاً امیر ہوتا ہے۔

غیر نبی کے نام پر درود

ارشاد:- اگر کسی شخص کا نام یا نام کا جز محمد یا احمد ہو تو اس پر درود شریف پڑھنا یا لکھنا درست نہیں کیوں کہ درود شریف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، اور وہ علم رسول نہیں پس غیر رسول پر درود پڑھنا یا لکھنا لازم آئے گا[2]۔ فتاوی ہندیہ ص۳۱۵/۵،

تم الجزء الثلاثون بحمد الله تعالیٰ

ویلیه الجزء الحادی والثلاثون وهو فهرس لکل

الفتاویٰ انشاء الله تعالیٰ وصلی الله تعالیٰ علیه وعلی اٰله

واصحابه اجمعین الی یوم الدین

محمد فاروق غفرله

---

[1] نبراس ص۳۰۳، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] ویکره ان یصلی علی غیر النبی صلی الله علیه واٰله واصحابه وحده (الهندیة کوئٹه ص۵/۳۱۵، کتاب الکراهیة، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح الخ، خانیه علی هامش الهندیة کوئٹه ص۳/۴۲۲، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی التسبیح والتسلیم والصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم،